

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_228931

UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. *۸۹۱۵۰۱۴۲*

Accession No. *P. 704*

Author *د ب*

باقری باقر

Title

دیوان باقر

This book should be returned on or before the date last marked below.

دیوان باقیہ

مرتبہ

مولوی سید عطاء حسین صاحب

رَبِّكَ مِنَ الْبَيْتَانِ وَإِنَّ مِنَ الشَّعْرِ حِكْمًا

دیوان باو تر

— (از) —

افادات سلطان تسلیم سخنوری و سخندان شهنشاه مملکت فصاحت و بلاغت و معانی
 سرآمد علمائے ربانی و مینوئے فضلائے دلایت نشانی بحر الشریعت مصباح الطریقۃ الیقین
 زین المعرفۃ قدوة السالکین بده العارفين صدر الواصلین فانی فی اللہ باقی باللہ کاشف السخنی
 ملک الشعرا حضرت سید شاہ باقر علی الخاطب بہ شاہ شہید المحبت چشتی قادری فخری اصدقی
 المتخلص بہ باقر قدس اللہ تعالیٰ سرہ و نور اللہ مرقدہ
 شاگرد حضرت نجم الدولہ و سر الملک نواب اسد اللہ خان نظام جنگ
 المتخلص بہ غائب طاب اللہ تعالیٰ شراہ
 وجعل الجنة مثوانا

— مرتب و مدون کردہ —

مولوی حافظ سید عطاء حسین صاحب ام، اے - سی، ای
 ام، آر، اے، اس، بی -
 ناظم تعمیرات و طیفہ یاب سرکار ابد قرار سلطنت آصفیہ

— — —

کتابچہ کا تیتہ (۱) خان بہادر مولوی سید عبدالصمد صاحب محلہ منہ ڈوگھانہ بانگی پور - پٹنہ -
 (۲) مولوی سید عطاء حسین صاحب - محلہ نگم علی - حیدرآباد دکن

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

— — — — —

الحمد لله الرب الاكرم الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ
 والصلوة والسلام على من انزل عليه نون والقلم شفيح الالم توجان
 لسان القدم منبع العلم والحكم افضح العرب والعجم الذي اوتى
 جوامع الكلم سيدنا ومولانا وهادينا وشفيحنا محمد النبي المحترم
 وعلى اله واصحابه الذين هم سفن النجات ونجوم الاهتداء في الظلم
 الممت للهدى وقت مساعدتها اور توفيق الهى رفیق حال ہوی کہ حضرت
 افضح الفضا ابلغ البلغا سلطان الشعراء والدى مولانا سيد باقر على پير گہو ہى خنى
 چشتى قادری فخرى الاصدقى المتخلص به باقر رحمۃ اللہ علیہ کے منتشر کلام کو راقم الحروف
 عطا حسین جمع اور بصورت دیوان مرتب اور طبع کر سکا۔ یہ مقالہ چونکہ دیوان باقر
 کی ترتیب اور طباعت کے ضمن میں لکھا جاتا ہے اس لئے کافی ہوتا کہ صرف حضرت
 باقر علیہ الرحمہ کے سوانح حیات اور ان کی شاعری پر تبصرہ اور ان کے کلام کو جمع اور
 دیوان کو مرتب کرنے کی کیفیت قلمبند کر دی جاتی۔ مگر خیال آیا کہ اس موقع کو کام میں لا کر
 اون کے خاندان اور اسلاف کے حالات بھی اختصار کے ساتھ قلمبند کر دئے جائیں تاکہ
 نہ صرف حضرت باقر قدس سرہ کے خاندان کی ایک اجمالی تاریخ مرتب ہو جائے
 بلکہ مقضائے لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ شاید یہ مختصر تذکرہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الرب الاكرم الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ
 والصلوة والسلام على من انزل عليه نون والقلم شفيح الالهم ترجمان
 لسان القدم منبع العلم والحكم افضم العرب والعجم الذي اوتى
 جوامع الكلم سيدنا ومولانا وهادينا وشفيعنا محمد النبي المحترم
 وعلى اله واصحابه الذين هم سفن النجات ونجوم الهدى والظلم
 المنت لمدك وقت مساعد هوا اور توفيق الہی رفیق حال ہوی کہ حضرت
 افضح الفضا ابلغ البلغا سلطان الشعراء والدي مولانا سيد باقر علي پريگوي خفي
 چشتي قادري فخری الاصدق المتخلص به باقر رحمۃ اللہ علیہ کے منتشر کلام کو راقم الحروف
 عطا حسين جمع اور بصورت ديوان مرتب اور طبع کر سکا۔ یہ مقالہ چونکہ ديوان باقر
 کی ترتیب اور طباعت کے ضمن میں لکھا جاتا ہے اس لئے کافی ہونا کہ صرف حضرت
 باقر علیہ الرحمہ کے سوانح حیات اور ان کی شاعری پر تبصرہ اور ان کے کلام کو جمع اور
 ديوان کو مرتب کرنے کی کیفیت قلمبند کر دی جاتی۔ مگر خیال آیا کہ اس موقع کو کام میں لا کر
 اون کے خاندان اور اسلاف کے حالات بھی اختصار کے ساتھ قلمبند کر دئے جائیں تاکہ
 نہ صرف حضرت باقر قدس سرہ کے خاندان کی ایک اجمالی تاریخ مرتب ہو جائے
 بلکہ مقضائے لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ شاید یہ مختصر تذکرہ

اون کی اولاد و احفاد کے لئے ذریعہ انتفاع و اعتبار اور اون کے مراحل زندگی میں مشعل ہدایت ہو سکے۔ وہ لوگ تو جاچکے اور اون کے ساتھ اون کا تمدن اور طرز معاشرت اون کی تہذیب اور اون کے اخلاق سب رخصت ہو گئے۔ ممکن ہے کہ اس مختصر مقالہ کے آئینہ میں اون بزرگوں کی تہذیب اون کے اخلاق اون کی خالص اسلامی طرز معاشرت اور مخلوق کے ساتھ اون کی ہمدردی اور یاد الہی اور اتباع سنت نبویؐ میں اون کے ہمہ کی جھلک نظر آئے اور اون کی اولاد و احفاد میں جو لوگ جو مہر قابل رکھتے ہوں عکس بنی ہو کر منتفع ہوں اور فلاح و ایں حاصل کر سکیں۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ۔

موضع پیر بکھرا جڑی
اور حضرت بانسہ کا
نسب پیری و مادری

صوبہ بہار میں گیا ٹینہ ریلوے لائن پر گیا سے چھ میل ٹینہ کی جانب چاکنڈ نام کا ایک اسٹیشن ہے اس سے ڈیرہ میل جانب مغرب و شمال مشائخین کی ایک چھوٹی سی بستی ہے جو پیر بکھ کے نام سے مشہور ہے حضرت باقر کا اور ان کی جلد میں پانچ پشت اوپر تک بزرگوں کا مولد و مسکن یہی قریہ رہا ہے۔ ان کا نسب پیری حضرت مخدوم العارفین جلال الدین محمد کبیر الاولیا گارونی پانی پتی سے اور نسب مادری حضرت سیدنا عبد الوہاب بن حضرت قطب الاقطاب غوث الاعظم غوث الثقلین سیدنا محی الدین ابو محمد عبد القادر الحسنی الجیننی الجیلدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ ان بزرگوں تک دونوں نسب نامے ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

نسب پیری

حضرت سید شاہ باقر علی بن حضرت شاہ وارث علی بن حضرت مخدوم شاہ محمد بن اللہ بن مخدوم شاہ ہدایت اللہ بن مخدوم شاہ رحمت اللہ بن مخدوم شاہ ماہر و جنھوں نے پیر بکھ میں سکونت اختیار کی (بن مخدوم شاہ محمد بن مخدوم شاہ معروف بن مخدوم شاہ منصور

بن مخدوم برہان^۹ الدین عرف بندگی شاہ اخوند میاں (انھوں نے قصبہ بہار سے منتقل ہو کر موضع دیورہ میں سکونت اختیار کی) بن مخدوم شاہ برخوردار بن مخدوم شاہ اسحق بن مخدوم شاہ سلیمان^{۱۲} بن مخدوم شاہ داؤد^{۱۳} (پانی پت سے آکر قصبہ بہار میں سکونت پذیر ہوئے) بن مخدوم شاہ عبدالقدوس^{۱۴} بن مخدوم شبلی^{۱۵} بن حضرت مخدوم العارفين جلال الدین محمد کبیر اللہ^{۱۶} گارونی پانی پتی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔

نسب مادری

والدہ حضرت سید شاہ باقر علی بنت حضرت میر سید عبد القادر بن میر سید عبد اللہ بن میر سید نعمت اللہ بن میر سید محمد باقر بن میر سید محمود عرف مودن بن میر سید علی بن میر سید جلال بن میر سید فیروز بن میر سید عثمان بن میر سید شمس الدین عرف سید جتین جونقی بن میر سید نور الدین بن میر سید ضیاء الدین بن میر سید ذکی الدین بن میر سید احمد بن میر سید صفوی بن حضرت سید عبد الوہاب بن حضرت غوث الثقلین محی الدین ابو محمد عبد القادر الحسینی الحسینی رحمۃ اللہ علیہم۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا رحمۃ اللہ علیہ کے مورث اعلیٰ حضرت حاجہ رکن الدین عبد الرحمن البکیر علیہ الرحمہ ابو جعفر عبد اللہ المنصور عباسی کے ظلم و ستم کے بدو مدینہ منورہ میں نہ رہ سکے اور گارون میں آکر سکونت اختیار کی۔ (ابو جعفر عبد اللہ المنصور بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سلاطین عباسیہ کا دوسرا بادشاہ تھا۔ تاریخ الخلفاء میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے کارناموں کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا اقتباس یہ ہے قتل خلقا کثیرا حتی استقام ملکہ، وهو الذی ضرب ابانخيفہ علی القضاء ثم سجنہ فمات بعد ايام وقيل انه قتلہ بالسم... فقتلہما (یعنی محمد و ابراہیم ابنے عبد اللہ بن حسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب)

وجماعة كثيرة من آل البيت فَأَنَا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ.... واذا
 المنصور خلقاً من العلماء من خرج معهم او امر بالخروج قتلوا وضربا
 وغير ذلك منهم ابو حنيفة وعبد الحميد بن جعفر و ابن عجلان ...
 وفي سنة (مائة و) ثمان وخمسين امر المنصور نائب مكة بحبس
 سفیان الثوري وعباد بن كثير فحسبا وتخوف الناس ان يقتلها المنصور
 اذا ورد الحج فلم يوصله الله مكة سالما بل قدم مريضا ومات وكفاهم
 الله شرة -

ترجمہ (منصور نے) مخلوق کثیر کو قتل کیا یہاں تک کہ اُس کے ملک کو

استقامت ہوئی اور اس نے قضا کے عہدہ کو قبول نہ کرنے کے سبب حضرت

ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مارا اور قید کیا اور اسی قید میں انھوں نے چند روز کے

بعد انتقال کیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے ان کو زہر دیکر مار ڈالا.....

حضرت محمدؐ و حضرت ابراہیمؑ کو (جو حضرت عبداللہ بن حسن بن الحسن المجتبیٰ بن علیؑ

بن ابی طالب کے بیٹے تھے) اور ان کے ساتھ اہل بیت کی جماعت کثیر کو بھی

قتل کیا پس اِنَّا لِلَّهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ..... اور ان علماء میں سے

جماعت کثیر کو منصور نے قتل اور ضرب وغیرہ سے ایذا پہنچانی جنھوں نے

ان دونوں (محمدؐ اور ابراہیمؑ) کے ساتھ خروج کیا تھا یا خروج کا فتویٰ دیا تھا

ان میں حضرت ابو حنیفہ اور عبد الحمید بن جعفر اور ابن عجلان تھے..... اور

۱۵۸ھ میں نایب مکہ کو منصور نے حضرت سفیان ثوری اور عباد بن کثیر کو

قید کرنے کا حکم دیا اور لوگوں کو خوف ہوا کہ جب وہ حج کے لئے مکہ آئیں گے تو

ان بزرگوں کو قتل کر دیا پس اللہ تعالیٰ نے اس کو حج کے موقع پر مکہ معظمہ صبح

وسلامت نہیں پہنچایا بلکہ وہ بیمار آیا اور مر گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے ان کو بچایا۔
اون کی اولاد میں پانچویں پشت میں حضرت خواجہ قطب الدین عبدالعزیز کا زو
میں بھی نہ رہ سکے اور سرخس چلے آئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت عباسیہ کے اوائل
زمانہ میں ان بزرگوں کو بے حد تکلیف پہنچائی گئی غالباً اسی وجہ سے حضرت باقر علیہ الرحمہ
کے خاندان میں اباعن جدتہ یہ وصیت چلی آتی ہے کہ حضرت عبدالعزیز سرخسی کی اولاد میں
کوئی شخص :-

(۱) عباسیوں میں شادی بیاہ نہ کرے۔

(۲) سیاہ رنگ کا کپڑا نہ پہنے۔

(۳) سیاہ (مشکی) رنگ کا گھوڑا سواری میں نہ رکھے۔

حضرت خواجہ قطب الدین عبدالعزیز سرخسی کے فرزند حضرت خواجہ شہاب الدین عبدالرحمن
ثانی کو سلطان محمود غزنوی نور اللہ مضجعہ اپنے ہمراہ ہندوستان لائے اور سلطان نے ان کو
فتح کر کے اون کو پانی پت کی حکومت اور قضاہ دی۔ انھوں نے پانی پت میں سکونت
اعتیار کی اور نواح کے مالک کو فتح کر کے اسلامی حکومت میں شامل کیا۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیاء کے حالات کے ذیل میں حضرت عبدالرحمن
چشتی مرآت الاسرار میں لکھتے ہیں :-

”و ملفوظات شیخ جلال دیدہ ام کہ نوشتہ اند کہ قبل از آمدن بزرگان مخدوم
بولايت ہندوستان یکے از اسلاف او کہ قاضی محمد یوسف نام داشت

لے حضرت عبدالرحمن چشتی رحمۃ اللہ علیہ بلند پایہ عالم اور درویش کامل تھے۔ شاہجہاں بادشاہ
کے استاد تھے۔ اسی بادشاہ کے عہد سلطنت میں ۵۷۰ھ میں انھوں نے اولیاء کے حالات میں
ایک مبسوط کتاب مسمی بہ مرآت الاسرار تصنیف کی۔

و بفضائلِ صوری و معنوی در سر زمینِ فارس کہ عبارت از گازرون است
مشہور و معروف بود و بسیارے از مشایخ آن دیار تو لا بوسے داشتند
و خاک آستانہ اور اسرمدیدہ خود ہا میا تختہ سلطان محمود بغایت اعزاز
اکرام آنحضرت را ہمراہ خود آوردہ ب حکومت و ریاست پرگنات نواحی قنوج
ما مور ساختہ و الاآن بر ہماں ریاست اولاد کثیر اوقیام دارند و اکثرے از ان
خاندان بموجب دعائے خواجہ عبداللہ خفیف کہ شیخ الاسلام بود بجاہ و حثمت
دینی و دنیوی و بفضائلِ علوم صوری و معنوی بوجود می آیند چنانچہ مشہور اند
بشجاعت و سخاوت و علوم ظاہری و باطنی۔ و از بزرگان شیخ جلال قاضی
شہاب الدین (عبدالرحمن) نام در وقت سلطنت غوریان از گازرون آندہ
و قبضہ پانی پت سکونت اختیار نمودہ و قاضی محمد یوسف بالگرامی دو صد سال
پیش از قاضی شہاب الدین مذکور بہراہی سلطان محمود قنوج آندہ ب حکومت
تقدیر بالگرام ما مور شدہ کا فران راعلت تیغ بیدریغ ساختہ چراغ اسلام
روشن ساختہ بود.....“

حضرت عبدالرحمن چشتی کی یہ روایت کہ قاضی شہاب الدین عبدالرحمن قاضی محمد
یوسف سے دو سو سال بعد سلطان شہاب الدین غوری کے زمانہ میں ہندوستان بکشمیر
لئے غلط اور واقعہ کے بالکل خلاف ہے۔ شہاب الدین غوری نے ۵۸۵ھ میں تھموی
پر فتح پاکر ہندوستان میں سلطنت قائم کی۔ حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کی ولادت
۶۱۵ھ سے دو چار سال قبل واقع ہوئی اور حضرت شہاب الدین عبدالرحمن اون سے
دسویں نسلت اوپر ہیں۔ صرف پچپن یا ساٹھ سال میں دس نسلتوں کا گزرنامحال ہے اس کے

علاوہ ان قدیم نسب ناموں میں جو حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کی اولاد میں چند جگہ محفوظ ہیں بصراحت لکھا ہوا ہے کہ حضرت شہاب الدین عبد الرحمن کو سلطان محمود غزنوی اپنے ہمراہ ہندوستان لائے تھے اور نیز یہی روایت حضرت باقر کے خاندان میں اباعن جدِ چلی آرہی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ دونوں بزرگوں اپنی مخدوم شہاب الدین عبد الرحمن اور قاضی محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہما کو سلطان محمود غزنوی اپنے ہمراہ ہندوستان لائے۔ تھانیر کے فتح (۱۰۱۸ء) کے بعد حضرت عبد الرحمن کو پانی پت کی حکومت اور قضاات دی گئی اور قنوج کی فتح (۱۰۰۹ء) کے بعد قاضی محمد یوسف کو پانی پت (جو قنوج کے قریب ایک شہر تھا) اور بلگرام کی قضاات و حکومت دی گئی۔ حضرت مخدوم شہاب الدین عبد الرحمن کا مزار مبارک پانی پت میں ہے اور معتقدوں کا زیارت گاہ ہے۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا حضرت قاضی شہاب الدین عبد الرحمن کے بعد ادن کی دسویں پشت میں ہیں۔ حضرت مخدوم طریقہ علیہ حشمتیہ صابریہ کے پیشوا ہیں اور اپنے وقت کے کامل مکمل اولیا میں بہت ہی بلند پایہ بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت مخدوم اللہ دین سیر الاقطاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم صاحب کشف و کرامات عالیہ و صاحب مقامات جلیلہ و رفیع الشان بود و در علم شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت عدیم العیدیل بود“ انکی ولادت پانی پت میں ہوئی۔ سنہ ولادت صحیح طور پر معلوم نہ ہو سکا لیکن واقعات کو تطبیق دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ولادت ۱۰۱۸ء سے دو چار سال قبل ہوئی والد ماجد خواجہ محمود نے محمد نام رکھا پانچ سال

۱۰۱۸ء حضرت اللہ دین حضرت مخدوم کے اولاد میں تھے۔ بزرگان سلسلہ حشمتیہ صابریہ کے حالات میں سیر الاقطاب نامی ایک کتاب لکھی ہے۔ شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں ۱۰۱۸ء میں اسکی تالیف شروع کی اور اسی بادشاہ کے عہد میں ۱۰۱۸ء میں ختم کی۔

کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور اودان کے عم بزرگوار نے انہیں آغوش تربیت میں لیا۔ اوائل عمر میں کلام اللہ شریف کو حفظ کیا اس کے بعد بہت جلد تمام علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی۔ ایام طفلی ہی میں محبت الہی کا ان پر غلبہ شروع ہوا۔ بعض وقت بے اختیار ہو جاتے اور گھر چھوڑ کر جنگل میں چلے جاتے اور وہاں ذکر الہی میں مشغول رہتے۔ حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی عنایت ان پر بہت مبذول رہا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ بسا اوقات وہ خود حضرت مخدوم کے مکان پر آکر ان سے ملا کرتے تھے۔ مخدوم نے دو ایک بار ان سے بیعت کی خواہش ظاہر کی لیکن حضرت قلندر علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ وقت آئیگا کہ تمہارے پر یہاں پانی پیت میں تشریف لائینگے اور تم کو مدد کرنے لگیں اور تمہاری تکمیل انہیں سے ہوگی۔ علوم متداولہ کی تحصیل سے حضرت مخدوم کو فراغت ہو چکی تھی۔ اور جذبہ الہی جلد جلد بڑھتا جاتا تھا۔ آخر بنیاب ہو کر یکایک وطن اور اہل وطن کو چھوڑ کر انہوں نے سفر اختیار کیا۔ تقریباً تیس سال تک سفر میں ہے۔ اس زمانہ کے بہت اولیا سے ملے اور حجاز و شام میں برسوں سفر کرتے رہے ہر سال حج کے زمانہ میں مکہ معظمہ آتے اور مناسک حج ادا کر کے مدینہ منورہ حاضر ہوتے پھر شام چلے جاتے۔ حجاز و شام کے اکابر محدثین کی صحبتوں سے بھی مستفید ہوئے اور علم حدیث و رجال میں تبحر حاصل کیا۔ طویل سیاحت کے بعد پانی پت واپس تشریف لائے۔

حضرت مخدوم قدس سرہ کے پانی پت واپس آنے سے تین چار سال پہلے تھنر شاہ ولایت خواجہ شمس الدین ترک علیہ الرحمہ بہاں تشریف لچکے تھے۔ یہ بزرگ سید تھے اور ترکستان کے رہنے والے تھے۔ تحصیل علوم کے بعد طلب حق میں تبتلاش پر وطن سے نکلے اور جابجا سفر کرتے ہوئے ہندوستان آئے۔ اس ملک میں بھی جابجا

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر لاویا

پھرتے ہوئے پاک پٹن شریف آئے اور حضرت شیخ الاسلام خواجہ فرید الدین سعوی گنچ شکر رحمۃ اللہ علیہ کے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ کچھ مدت تک قیام کے بعد ان کو ارشاد ہوا کہ کلیر جاؤ۔ اس ارشاد کی بنا پر پاک پٹن شریف سے روانہ ہو کر پیران کلیر شریف آئے۔ حضرت مخدوم جہاں علاؤ الدین علی احمد صابر چشتی کلیری قدس سرہ الغریز کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور مرید ہوئے اور چند سال تک پیر کی خدمت میں حاضر رہ کر مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہے حضرت مخدوم پاک نے بھی بہت ہی محبت اوفیق سے ان کی تعلیم و تربیت کی یہاں تک کہ درجہ کمال تک پہنچایا۔ صاحب سیر الاقطاب لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم پاک علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔

”شمس الدین تو مراد فرزند زری از حق سبحانہ تعالیٰ خواستہ ام کہ اس سلسلہ ما از توجاری باشد و تا قیامت برپا ماند۔“

وفات سے کچھ پہلے حضرت مخدوم پاک نے ان کو خلافت سے مشرف فرمایا اور حکم دیا کہ میرے انتقال کے بعد پانی پت جا کر قیام کرو۔ چنانچہ ان کی رحلت (۱۳ ربیع الاول ۱۹۱۱ء) کے تین روز کے بعد وہ کلیر شریف سے روانہ ہوئے اور پانی پت شریف لئے اور یہاں سکونت اختیار فرمائی۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر لاویا نے وطن واپس آ کر حضرت شاہ ولایت مجددی خواجہ شمس الدین ترک کے تشریف آوری اور قیام پانی پت کا حال سنا اور باشتیاق تمام ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی اور شہید مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول ہوئے صاحب مرات الاسرار لکھتے ہیں:-

”العرض سے از ممتازان و محبوبان اس طائفہ بود شائے عظیم و طبعے کریم و صاحب مستقیم

داشت و آنقدر ریاضات و مجاہدات بر خود نہادہ بود کہ از غایت شدت
 جوع نفس امارۃ او بصورتے محسوس شدہ از بدن مبارکش جدا افتاد اما در استقامت
 او بیچ فتور سے راہ نیافت۔“

تکمیل کے بعد سترہ مہینے میں حضرت شمس الدین ترک نے حضرت مخدوم کو خلافت دیکر مجازت
 کیا اور اپنے تمام مریدوں کی تعلیم و تربیت بھی انہیں سے متعلق کر دی اور آٹھ سال کے بعد
 سترہ مہینے میں پانی پت میں متوجہ عالم بالا ہوئے قدس اللہ سرہ العزیز۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیاء نے پیر کے حکم سے اور ان کے سامنے اپنے
 فیضان کو جاری کر دیا تھا۔ پیر کی رحلت کے بعد یہ سلسلہ جاری رکھا۔ اور طلبہ اور مریدوں
 کو علوم ظاہر و باطن سے مستفید فرماتے رہے۔ آخر عمر میں شدید استغراق کی حالت پیدا
 ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ ان کو کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی تھی۔ جب نماز کا وقت آتا تو حاضرین
 و خدام میں سے کوئی شخص باواز بلند ان کے کان کے قریب حق حق کہتا۔ اس
 نام پاک کے سننے سے وہ ہوش میں آجاتے وضو کرتے اور نماز پڑھنے نماز کے بعد پھر
 استغراق کی حالت پیدا ہو جاتی۔ ان کا فیض بہت پھیلا اور سلسلہ علیہ حشمتیہ صابریہ انہیں
 کے واسطے سے ابھی تک جاری ہے۔ مریدوں میں سے چالیس بزرگوں کو خلافت شرف
 فرمایا۔ ان کی رحلت ۱۳ ربیع الاول ۱۰۰۰ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک پانی پت میں ہے۔ پیر نے
 خلافت صرف انہیں کو دی۔ ان کا نام محمد تھا۔ خلافت دیتے وقت پیر نے ان کو جلال الدین
 لقب دیا اور اسی لقب سے وہ مشہور ہوئے۔ انہوں نے بہت طویل عمر پائی۔ بقول حسب
 سیر الاقطاب ”عمر شریفش از یک صد و ہفتاد سال زیادہ بود“ ممکن ہے کہ مولف سیر الاقطاب
 نے اس روایت کی تنقید نہ کی ہو لیکن روایتوں اور واقعات کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے

کہ دن کا سن شریف ایک سو تیس سال سے ضرور زیادہ تھا۔ اوس وقت کے اولیا کی عمر سن بہت ہوئی ہیں چنانچہ حضرت مخدوم الملک شرف الدین احمد کبیریؒ کا (جو حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کے ہم عصر تھے) سن شریف ایک سو اکیس سال تک پہنچا تھا (ولادت ۶۶۱ھ وفات ۸۲۲ھ) اور دوسرے بزرگوں نے بھی بہت طویل عمریں پائی ہیں۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کے حالات کم و بیش متعدد کتابوں میں منقول ہیں اور مرات الاسرار اور سیر الاقطاب میں کسیتقدر تفصیل سے لکھے گئے ہیں چونکہ ان کے مفصل سوانح حیات کا لکھنا یہاں پیش نظر نہیں ہے اس لئے جو کچھ لکھا گیا اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ النبتہ جو خلافت نامہ حضرت شاہ ولایت شمس الدین ترک نے ان کو لکھا کر دیا تھا اس کو نقل کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں شاید ناظرین کرام کی دلچسپی کا باعث ہو اس سے ایسی باتیں معلوم ہو سکیں گی جو کسی تذکرہ اور کتاب میں منقول نہیں ہیں۔ اور اس سے علاوہ پیر کی خاص عنایت اور توجہ اور محبت کے جو حضرت مخدوم پر مبذول تھے اوس کا مطلقہ اور اجازت نامہ کی وسعت کا بھی اندازہ ہو سیکے گا جس سے حضرت مخدوم ممتاز ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَةِ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوةِ
 وَالسَّلَامِ عَلٰی رَسُوْلِ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ وَاٰحِبَّاهُ
 الرَّسُوْلِ اعْطٰی لِاسَدِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَهُوَ عَلِیٌّ
 وَهُوَ اعْطٰی لِحَاجِجِ بْنِ بَصْرِیٍّ قَدْ اَمْسَتْ عُرْوَةُ الْعَرَبِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم سب تعریفیں اللہ کیلئے جو پروردگار عالمیان ہے اور عاقبت متقیوں کیلئے اور وہ سلام ہوا جس کے رسول نیا محمد پر اور ان کے آل اور ان کے صحابہ رسول نے عطا کیا اللہ تعالیٰ کے شیر کو اور وہ علی بن ابی طالب سے رہنما اور انھوں نے عطا کیا خواجہ جن بصری کو قدس اللہ سرہ العزیز۔

۱۲۰۰ھ میں (فتح میم ذکر وزن بابائے مجہول) اپنے سے سترہ میل مغرب جانب ایک نہایت قدیم قصبہ ہے حضرت مخدوم شیخ عیوبی قدس سرہ کا یہاں سکین تھا اور یہاں ان کا مزار ہے حضرت شیخ شرف الدین احمد قدس سرہ ان کے فرزند انہوں نے قصبہ بہار شریف میں سکونت اختیار فرمائی اور اسی قصبہ میں ان کا مزار مبارک ہے۔

روضتہ

وہو اعطی الخواجه عبدالواحد زید نور اللہ تعالیٰ

وہو اعطی الخواجه فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

وہو اعطی الخواجه ابراہیم دہم نور اللہ تعالیٰ مرقدا

وہو اعطی الخواجه حذیفۃ المرعشی طاب اللہ تعالیٰ ثراہ

وہو اعطی الخواجه ہبیر البصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

وہو اعطی الخواجه علو مشاد دینوری مع ولا

دینور قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز۔

وہو اعطی الخواجه قطب الدین ابواسحق مع

ولایت شام نور اللہ تعالیٰ روضتہ۔

وہو اعطی الخواجه قدوۃ الدین ابواحمد مع

ولایت چشت طاب اللہ تعالیٰ ثراہ۔

وہو اعطی الخواجه ابو محمد معہا نور اللہ

تعالیٰ مرقدا۔

وہو اعطی الخواجه ناصر الدین ابی یوسف

معہا قدس اللہ تعالیٰ سرہ۔

وہو اعطی الخواجه مودود معہا نور اللہ

تعالیٰ قبرہ۔

وہو اعطی الخواجه حاجی شریف زندنی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کسب الاربابا

اور انھوں نے دیا خواجہ عبدالواحد زید کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے

اور انھوں نے دیا خواجہ فضل بن عیاض کو اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر ہو

اور انھوں نے دیا خواجہ ابراہیم دہم کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے

اور انھوں نے دیا خواجہ حذیفۃ مرعشی کو اللہ تعالیٰ کی مٹی کو خوشبو کے

اور انھوں نے دیا خواجہ ہبیر البصری کو اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر ہو

اور انھوں نے دیا خواجہ علو مشاد دینوری کو مع ولایت

دینور کے قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز۔

اور انھوں نے دیا خواجہ قطب الدین ابواسحق کو مع

ولایت شام کے اللہ تعالیٰ ان کے روضہ کو روشن کرے۔

اور انہوں نے دیا خواجہ قدوۃ الدین ابواحمد کو مع

ولایت چشت کے اللہ تعالیٰ ان کی مٹی کو خوشبو کرے۔

اور انھوں نے دیا خواجہ ابو محمد کو مع اس کے (یعنی ولایت چشت کے)

اللہ تعالیٰ ان کے قبر کو روشن کرے۔

اور انھوں نے دیا ناصر الدین ابی یوسف کو مع اس کے

قدس اللہ تعالیٰ سرہ۔

اور انھوں نے دیا خواجہ مودود کو مع اس کے اللہ تعالیٰ

ان کی قبر کو روشن کرے۔

اور انھوں نے دیا خواجہ حاجی شریف زندنی کو اللہ تعالیٰ

کی رحمت ان پر ہو۔

وہو اعطی الخواجه عثمان ہارونی طاب اللہ تعالیٰ

وہو اعطی الخواجه معین الدین حسن السجری مع

ولایت اجمیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

وہو اعطی الخواجه قطب الدین بختیاراوشی

مع ولایت دہلی نور اللہ تعالیٰ روضتہ

وہو اعطی الخواجه فرید الدین مسعود گنج شکر

مع ولایت اجودھن قدس اللہ تعالیٰ سر

وہو اعطی الخواجه علاء الدین علی احمد الصابر

مع ولایت کلیر

وہو اعطی للفقیر مع ولایت پانی پت وانا

فی الخطة المذكورة واقیمہا وانا اعطیت

خرقة وعصا ومقراضا وكاسا وسلمت

ما فی قلبی وروحی وحیسی وعینی وبدنی

ورحلی ومکانی واسراری واعلانی طاب

وباطناً لابننی القلبی وخلیفۃ اسراری محمد بن

ابن یعقوب وخطبتہ خطاباً باسم من اسماء

الحسنی وهو جلال الدین وانا اقیمہ فی مقا

بہذہ الخطة مع سوادھا وانا لا اخبید

رجل من الرجال من بعد هذا التاريخ لاجل

حضرت محمد و جلال الدین محمد کبیر الاولیا

اور انھوں نے دیا خواجہ عثمان ہارونی کو اور اللہ تعالیٰ کی بی کو خوشبو

اور انھوں نے دیا خواجہ معین الدین حسن السجری کو مع

ولایت اجمیر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر ہو۔

اور انہوں نے دیا خواجہ قطب الدین بختیاراوشی کو

مع ولایت دہلی کے اللہ تعالیٰ کو مع روضہ کو روشن کے

اور انھوں نے دیا خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر کو

مع ولایت اجودھن کے قدس اللہ تعالیٰ سر۔

اور انھوں نے دیا خواجہ علاء الدین علی احمد الصابر کو

مع ولایت کلیر کے

اور انھوں نے دیا اس فقیر کو مع ولایت پانی پت کے

اور میں اس خطہ مذکورہ میں ہوں اور اس کو قایم رکھتا ہوں اور خطا کیا میں نے

خیرتہ اور عصا اور مقراض اور پیالہ اور حوالہ کیا

جو کچھ کہہ میرے قلب میں اور میرے روح میں اور میرے جسم میں

اور میری آنکھیں میرے بدن میں میرے صل میں میرے کان میں میرے

اور میرے اعلان میں ظاہر باطن میں قلبی فریاد اور میرے خطہ اسرار محمد بن

ابن یعقوب کو اور مخاطب کیا میں نے ان کو اسماء حسنہ کے ایک نام

کے خطاب سے اور وہ (خطباً) جلال الدین ہے اور میں

ان کو اس خطہ میں اپنے مقام پر قائم کرتا ہوں مع اس کے کہ

اور میں آج کی تاریخ سے کلامہ اور ارادت کے لئے

مقدمہ دیوان باقر

۱۴

دہ

ادا

صححا

قطاب

وہو

فی

فلم

دی

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیاء
مردوں میں کسی مرد کا ہاتھ نہیں پکڑوں گا اور ان سب کو جو
مجھ سے ارادت اور حرقت اور نگاہ کی خواہش رکھتے ہیں
میں نے ان کو صحیح طور پر تفویض کیا اور ان کو جسے اجازت
اجازت دی (مگر جمع ہوں) بجا شیخ الشیخ قطب الاقطاب بدر الزہاد
شیخ جلال مذکور کے اور وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں
ہیں اور جو باقی رہا ہے اسکی میں ان کو تعلیم دوں گا اور وہ جس
سے اتنی ہیں پس میں نے تم لوگوں کو ان کے تفویض کیا اور
ان کو اجازت دی۔

الْقَلْبِ سَوِيَّةً وَالْإِرَادَةَ وَلِكُلِّ مَنْ هُوَ شَائِعٌ إِذَا
وَحِرْقَةً وَقَلْبُ سَوِيَّةً عَلَيَّ وَالْكَفَى سَلَمْتَهُ مُصَحَّحًا
وَأَجَزْتُ إِجَازَةً إِلَى شَيْخِ الْمَشَائِخِ قُطْبِ الْأَقْطَابِ
بَدْرِ الزَّهَادِ شَيْخِ جَلَالِ الْمَذْكُورِ وَهُوَ
أَعْلَمُ بِطَرِيقِ اللَّهِ تَعَالَى وَأَنَا أَعْلَمُهُ فِي
مَا بَقِيَ وَهُوَ أَسْبَقُ مِنْ هَوْلَاءِ الدَّرَجَةِ فَلَمْ
بِهِ وَأَجَزْتُهُ -

خلافت سے مشرف کرنے کے بعد باصرہ تمام حضرت خواجہ شمس الدین ترک نے حضرت
مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیاء کو نکاح کرنے پر مجبور کیا چنانچہ کرنا ل کے ایک بزرگ خاندان
میں انہوں نے نکاح کیا۔ دو صاحبزادیاں اور پانچ صاحبزادے (حضرت عبدالقادر حضرت
حضرت مخدوم شبلی حضرت کریم الدین اور حضرت عبد الاحد) پیدا ہوئے۔ حضرت عبدالقادر
والد کی موجودگی میں انتقال ہوا اس لئے حضرت مخدوم کی وفات کے بعد ان کے دوسرے
فرزند سجادہ نشین ہوئے لیکن کسی وجہ سے بہت جلد وہ سجادہ نشینی سے کنارہ کش ہو گئے۔
اور حضرت مخدوم شبلی جو بقول صاحب مرات الاسرار از اعظم خلفائے والد بزرگوار جو
است "سجادہ نشین ہوئے۔ ان کی رحلت کے بعد ان کے فرزند کبیر حضرت مخدوم عبدالقدوس
سجادہ ارشاد پر بیٹھے۔ انہوں نے دو فرزند چھوڑے۔ بڑے حضرت عبد البکیر الاولیاء تھے
جو والد کی جگہ سجادہ نشین ہوئے دوسرے حضرت مخدوم شاہ داؤد قدس سرہ (حضرت
باقر کے جدِ اعلیٰ) جن کا اوس وقت شباب کا زمانہ تھا اور اوس وقت سلوک باطنی کے ساتھ
علوم ظاہری تکمیل میں بھی مشغول تھے۔

سنہ ۱۱۰۰ء میں امیر ممبور نے دہلی پر حملہ کیا اور اس کو بالکل برباد کر دیا۔ حملہ کی خبر بہت بہت شرفاً علما سادات اور اکابر صوفیہ دہلی چھوڑ کر دور دراز مقامات پر چلے گئے اور جماعہ کے بعد قتل اور اسیری سے بچنے کے لیے انہوں نے بھی دہلی کو خیر باد کہا۔ دہلی جو علم و فضل کا مرکز تھا بالکل اجڑ گیا اور علما اور فضلاء اس سے کوئی باقی نہیں رہا۔ برسوں کے بعد سلطان سکندر لودھی نے اس شہر کو از سر نو آباد کیا۔ لیکن مغلیہ سلطنت کے قیام تک علمی حیثیت سے اس شہر کو فروغ نہ ہوسکا۔ جس زمانہ کا یہ ذکر ہے جو پور میں ایک نئی سلطنت موسوم بہ سلطنت شرفیہ قائم ہو چکی تھی۔ سلطان ابراہیم شرقی نے اپنے زمانہ سلطنت (سنہ ۱۵۲۴ تا ۱۵۳۰ء) میں اس کو بہت فروغ دیا۔ علما و فضلاء کو دور دور سے طلب کر کے جمع کیا اور جو پور کو علم و فضل کا مرکز کر دیا۔ لیکن اون کے انتقال کے بعد ہی اس سلطنت کا زوال شروع ہوا اور جو پور بھی علما و فضلاء خالی ہو گیا۔ اس وقت تمام ہندوستان میں صرف بہار کا ایک خطہ محفوظ رہ گیا تھا جہاں علم کا فیضان جاری تھا اور جا بجا لچھے لچھے علما موجود تھے۔ زمانہ قدیم سے خطہ بہار علم کا مرکز رہا ہے۔ بوہ اور ہندوں کے زمانہ میں قصبہ بہار کے قریب جو اوہیں بڑی بڑی درسگاہیں زمانہ دراز تک قائم رہیں۔ ساتویں صدی ہجری میں جب مسلمانوں کا قبضہ ہوا علما و فضلاء سادات و مشائخ دور دور سے آکر اس خطہ میں جا بجا سکونت پذیر ہوئے چنانچہ اس وقت سے تیرھویں صدی کے آخر تک علم و فضل کے اعتبار سے خطہ بہار بہت ممتاز رہا اور اس کے قریب قریب سے علم و فضل کا فوارہ جوش مارتا رہا۔

طریقت کا دار و مدار سنت نبوی کے علم و عمل پر ہے۔ اکابر طریقت خود بلند پایہ عالم ہوئے ہیں اور ہمیشہ مریدوں کو تحصیل علم کے لئے تاکید کرتے آئے ہیں حضرت شیخ الاسلام شیخ کبیر بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ”اندریں راہ علم دُجہ

اولیں وارد حضرت خواجہ مہذبہ نواز سید محمد حسینی گیسو و راز قدس اللہ سرہ الغزیر ستر سال کی عمر میں حضرت حتم المشایخ خواجہ نصیر الدین محمود چرچاغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہوئے اور تحصیل علم کے ساتھ ساتھ سلوک باطنی میں بھی مشغول ہوئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد غلبہ حال سے مجبور ہو کر پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو پڑھنا چھوڑ دوں تاکہ ہمہ تن یکسو ہو کر مشاغل باطنی میں مصروف ہو جاؤں انہوں نے منع کیا اور فرمایا کہ میں کسی مرید کو تحصیل علم سے دست بردار ہونے کا حکم نہیں دیا کرتا۔

حضرت مخدوم شاہ داؤد رحمۃ اللہ علیہ کو تکمیل علم کے لئے پانی پت سے باہر جانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ دہلی اور جوئیور علم سے خالی ہو چکے تھے اس لئے لاہور بہار کی جانب انکی توجہ منقط ہوئی۔ وطن اور اہل وطن کو چھوڑا اور بہار کی جانب روانہ باوجودیکہ خطبہ بہار علم کا مرکز رہا ہے مگر کسی بادشاہ کے عہد میں کوئی درسگاہ اور طلبہ کی اقامت کے لئے دارالاقامت تعمیر نہیں کیا گیا۔ علما اپنے اپنے گھروں یا قریہ کی مسجد میں خالصاً لوجہ اللہ درس دیا کرتے تھے۔ نزدیک و دور سے طلبہ کسی بزرگ کے علم و فضل کی شہرت سکر بے سر و سامانی کے ساتھ آتے اور اس قریہ کے اہل قدرت و اہل خیر حضرت حسب موقع و حسب حیثیت دو دو چار چار طالب علموں کے خور و نوش اور جملہ مباحات کے کفیل ہو جاتے اور اگر گنجائش ہوتی تو اپنے گھروں میں ورنہ محلہ یا قریہ کے مسجد میں ان کے قیام کا انتظام کر دیتے۔ مباحث سے بنے فکر ہو کر طلبہ ہمہ تن تحصیل علم میں مشغول رہا کرتے۔ حضرت مخدوم شاہ داؤد جب قصبہ بہار میں پہنچے ایک سید صاحب ان کے ضروریات کے کفیل ہوئے اور اپنے مکان کا ایک بیرونی حجرہ ان کو سکونت کے لئے دیا وہ اطمینان کے ساتھ تحصیل علم میں مصروف ہو گئے۔

سید صاحب کو صرف ایک صاحبزادی تھیں جو سن بلوغ کو پہنچ چکی تھیں لیکن کھونٹے نہ مٹنے کے باعث اُن کے فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکے تھے اور اسی سبب سے اُن کو اور اُن کے حرم کو بہت فکر دامن گیر رہا کرتی تھی۔ حضرت مخدوم شاہ داؤد کو سید صاحب کے مکان میں رہتے دو دیرہ سال ہو چکے تھے کہ سید صاحب کو کسی طرح حضرت مخدوم کی نہ نرف خاندانی شرافت کا بلکہ خود اُن کی بزرگی اور تقدس اور واصل الی اللہ ہونے کا حال یکایک منکشف ہو گیا۔ انہوں نے اپنی حرم کو مطلع کیا اور باہم یہ رائے قرار پائی کہ لڑکی حضرت مخدوم شاہ داؤد سے منوب کر دی جائے۔ دو تین روز کے بعد سید صاحب نے حضرت مخدوم سے گفتگو کی وہ سکر بے حد متفکر اور پریشان ہو گئے اور اقرار یا انکار کچھ نہ کر سکے اقرار اس لئے نہ کر سکے کہ سید صاحب کو بہا ر میں سید شہور تھے لیکن حضرت مخدوم کو اُن کے حسب و نسب کے متعلق مطلق واقفیت نہ تھی اور جب تک اُس کے جانب سے کامل اطمینان نہ ہو لیتا اقرار نہیں کر سکتے تھے۔ انکار اس لئے نہ کر سکے کہ سید صاحب نے اُن کو مثل اپنے فرزند کے آرام سے رکھا تھا اور ہر طرح اُن کے خبر گیریاں رہے تھے انکار کرنا سراسر احسانِ مندی کے خلاف تھا۔ ان وجوہ سے حضرت مخدوم نے اول اپنی غیر الوطنی اور طالبِ علمی کا حذر پیش کیا لیکن جب سید صاحب نے ان عذرات کو قبول نہیں کیا تو مجبور ہو کر غور کرنے کے لئے دو تین روز کی مہلت طلب کی۔ حضرت باقر کے خاندان میں یہ روایت ایاب عن جد مسلسل چلی آرہی ہے کہ حضرت مخدوم شاہ داؤد علیہ الرحمۃ اوس روز اس قدر پریشان ہوئے کہ نہ کھانا کھا سکے نہ سبق پڑھ سکے اور رات کو عشا کے بعد ہی بستر پر لیٹ گئے۔ خواب میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو مشرف کیا اور فرمایا ”فرزند تم فکر مند اور پریشان نہ ہو سید صاحب واقعی سید

ہیں اور میری اولاد میں ہیں تم اون کا پیام قبول کر لو“ حضرت مخدوم کو اس ارشاد نے بالکل مطمئن کر دیا اور صبح ہوتے ہی سید صاحب پر رضا مندی کا اظہار کیا۔ اوہنوں نے متبسم ہو کر کہا ”صاحبزادے میرے کہنے سے تم کو اطمینان نہیں ہو اجب وہاں سے ارشاد ہوا تو تم مطمئن ہوئے۔“ چند روز کے بعد سید صاحب کی صاحبزادی کا نکاح حضرت مخدوم سے کر دیا گیا اور اس پابندی کی وجہ سے وہ پھر پانی پیت نہ جاسکے اور قصبہ بہار میں ایک خانہ بیگن آباد تھا وہاں مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گئے۔

حضرت مخدوم شاہ داؤد رحمۃ اللہ علیہ کو اون کے والد حضرت مخدوم شاہ عبدالقدوس حضرت شاہ علیہ السلام سے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں خلافت ملی تھی۔ اون کے پوتے حضرت مخدوم شاہ اعلیٰ کو جو حکم عمری میں تیمم ہو گئے تھے، حضرت مخدوم شیخ شعیب قدس سرہ العزیز نے آغوش تربیت میں لیا یہ بزرگ حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین یحییٰ میٹری بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی حضرت شیخ جلیل الدین قدس سرہ کے فرزند تھے۔ شباب کے زمانہ میں عم بزرگوار سے مرید ہو کر ریاضت میں مشغول ہوئے اور بہت جلد اُن پر جذب کا غلبہ ہوا اور ساہناسال تک قائم رہا۔ مخدوم الملک کی رحلت (۱۰۸۸ھ) کے بعد اون کے خلیفہ راستین حضرت مخدوم منظر شمس بلخی مکہ معظمہ چلے گئے چند سال کے بعد واپسی میں عین میں پھرے۔ وہاں بیمار ہوئے اور اپنے برادر زادہ حضرت مخدوم حسین بن شیخ منظر الدین شمس بلخی کو خلافت دے کر ۲۷ جمادی الاول ۱۱۸۸ھ کو عدن میں انتقال کیا حضرت مخدوم حسین بہار آئے اور سجادہ ارشاد پر متمکن ہوئے۔ اون کے انتقال (۱۱۸۸ھ) کے بعد اون کے فرزند اور خلیفہ حضرت شیخ حسن نوشہ توحید علیہ الرحمہ سجادہ نشین ہوئے۔ حضرت مخدوم شیخ شعیب کو ان کی سجادہ نشینی کے زمانہ میں جذب سے افاقہ ہوا اور تکمیل کے لئے اون کی

جانب متوجہ ہوئے اور ان سے خلافت حاصل کی۔ اون کا آخر زمانہ تھا کہ حضرت مخدوم شاہ اسحق اون کے آغوش تربیت میں آئے اور تعلیم و تربیت کے بعد سلسلہ علیہ فردوسیہ میں خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرت باقر کے خاندان میں حضرت شاہ اسحق قدس سرہ سے تا تک اس سلسلہ میں اباعن جب خلافت چلی آرہی ہے۔

گیسا سے تین میل شمال کے جانب بیٹھو نامی ایک موضع ہے حضرت سید السادات سید اشرف جہانگیر سنمانی رحمۃ اللہ علیہ (جن کا مزار قصبہ کھچوچھ ضلع جونپور میں ہے) کے ہمشیر زادہ کے اولاد میں ایک بزرگ یہاں سکونت پذیر ہوئے۔ ان بزرگ کی اولاد میں حضرت مخدوم شاہ درویش قدس سرہ بیٹھو میں صاحب سجادہ تھے۔ حضرت مخدوم شاہ اسحق قدس سرہ کے پوتے حضرت برہان الدین عرف بندگی شاہ اخوند میاں کی شاہی حضرت برہان الدین ان کی صاحبزادی سے ہوئی اور وہ بہار سے تشریف لاکر بیٹھو میں سکونت پذیر ہوئے لیکن اہل خانہ کے انتقال کے بعد اس موضع میں قیام نہ کر سکے اور اپنے دونوں فرزند حضرت شاہ ڈراور شاہ حضور (جو حضرت باقر کے اجداد میں ہیں) کو ہمراہ لے کر دیورہ چلے گئے اور وہاں سکونت پذیر ہوئے۔ اور اسی موضع میں۔ اصفہان کو گورنگرائے عالم آخرت ہوئے اون کی اولاد میں حضرت مخدوم شاہ ماہرو (بن مخدوم شاہ محمد بن مخدوم شاہ معروض بن مخدوم شاہ منصور بن مخدوم برہان الدین الدین عرف بندگی اخوند میاں) دیورہ سے حضرت شاہ پیر بگڑ گئے۔ اوس وقت یہ جگہ صرف چند جھوپڑیوں کی بستی تھی اور اُس کا نام بھی کچھ دوسرا تھا۔ چونکہ یہ جگہ تنہائی کی تھی اور دیورہ سے قریب بھی تھی اون کو پسند آئی تاکہ اپنے عزیزوں سے قریب رہ کر تنہائی میں فارغ البالی سے مجاہدہ اور عبادت الہی میں مصروف رہے موضع دیورہ پیر بگڑ سے جانب غرب مایل بہ شمال نو کو کس پر واقع ہے۔

رہ سکیں۔ بعد میں مستقل طور پر وہ یہاں سکونت پذیر ہو گئے اور اون کے قیام کے باعث اس سنی کا نام پیر گہ مشہور ہوا۔

حضرت باقر کے والد ماجد حضرت شاہ و ارث علیؒ علیہ الرحمۃ (بن شاہ علیؒ بن شاہ ہدایت اللہ بن شاہ رحمت اللہ بن مخدوم شاہ ماہر) نے ابتدائی تعلیم پیر گہ میں حاصل کی اور اس کے بعد طلب علم کی غرض سے لکھنؤ چلے گئے۔ اور وہیں نواب سعادت علی خان کی حکومت کا ابتدائی زمانہ تھا اور لکھنؤ میں حضرت ملا مبین رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۲۲ھ ربیع الثانی ۱۲۲۵ھ) کے درس کا دریائے فیض جاری تھا۔ حضرت شاہ و ارث علیؒ اون کے حلقہٴ درس میں داخل ہوئے۔ شاگرد کی ذہانت اور شوقِ تحصیل علم اور ان کی صفاتِ برگزیدہ کو دیکھ کر اسناداں پر بہت ہریان ہوئے اور نہایت توجہ اور محبت سے تعلیم دی۔ چند سال میں تمام علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی اور سندِ فضیلت لیکر وطن واپس تشریف لائے۔ اون کے والد ماجد حضرت شاہ محب اللہ قدس سرہ کا انتقال ہو چکا تھا اور بڑے چچا حضرت مخدوم شاہ اہل اللہ قدس سرہ سجادہ ارشاد پر تھے اور اون کا فیضِ ظاہری و باطنی جاری تھا۔ تحریرِ قومہ بالا میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت شاہ اسحاق قدس سرہ کو حضرت مخدوم شیخ شعیب علیہ الرحمۃ نے سلسلہٴ فردوسیہ میں خلافت دی تھی اور اون سے یہ سلسلہ اون کے خاندان میں جاری ہوا۔ حضرت شاہ اہل اللہ قدس سرہ کو اس سلسلہ میں خلافت اون کے والد ماجد حضرت شاہ ہدایت اللہ سے ملی تھی لیکن ان کی طلبِ باقی رہی اور پڑنے جا کر حضرت مولانا محمد منعم پاک بولسلائی نقشبندی قدس اللہ سرہ العزیز (متوفی ۱۳۱۳ھ بمبر ۱۰۳۳ھ) کے حلقہٴ ارادت میں داخل ہوئے اور بارہ سال تک ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہ کر سلسلہٴ ابوالعالیہ

حضرت شاہ اہل اللہ
حضرت مولانا محمد منعم پاک
سے خلافت حاصل فرمائی

نقشبندی اور چشتیہ اور قادریہ میں اوں سے خلافت حاصل کی اور اوں کی رحلت کے بعد سرگوبہ واپس تشریف لائے۔ حضرت شاہ واد علی قدس سرہ لکھنؤ سے سرگوبہ واپس آ کر عمر بزرگوار حضرت شاہ اہل اللہ صاحب کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور تحصیل کمالات باطنی میں بہت محنت و مجاہدہ کیا تکمیل کے بعد حضرت شاہ اہل اللہ قدس سرہ نے اوں کو سلسلہ فردوسیہ اور سلاسل ابوالعلائیہ نقشبندیہ اور چشتیہ اور قادریہ میں خلافت دی اور چند ماہ بعد ۲۵ رمضان المبارک ۱۲۲۲ھ کو بومرچ پیر سال متوجہ مقصد صدیق عند ملیک مقدر ہوئے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعہ۔

حضرت شاہ واد علی رضی

حضرت باقر کے اجداد میں ہر بزرگ حضرت شاہ اہل اللہ اور حضرت شاہ محمد اللہ قدس سرہ ہما تک دنیا سے بالکل کنارہ کش رہے اور شرف ولایت سے ممتاز رہے ان بزرگوں کے عمر کا ابتدائی حصہ تحصیل علم میں صرف ہوا اوس کے بعد ریاضت اور مجاہدہ کے جانب متوجہ ہوئے باطنی تکمیل کے بعد خلافت حاصل کی اور بقیہ تمام عمر طلبیا اور مریدین کی تعلیم و تربیت ظاہری و باطنی میں صرف کر دی۔ یہ لوگ ہمہ تن متوجہ الی اللہ رہے اور عمر کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہونے دیا۔ اوں کا ذریعہ معاش محض بقدر مایحتاج زراعت اور کاشتکاری رہا۔

حضرت شاہ واد علی رضی
عازت قبل کا

حضرت شاہ واد علی رضی کی ولادت کے پہلے ہی ایٹ انڈیا کمپنی کا تسلط بنگال اور بہار پر ہو چکا تھا اور منظم انگریزی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ اوس زمانہ میں اور اوس کے بہت برسوں بعد تک اضلاع کی اعلیٰ خدمتوں پر تو صرف انگریزی ہی امور ہو کرتے تھے لیکن اوں کی ماتحتی میں ذیلی خدمتوں کے لئے (جیسے سب ججی اور دیگر فلکٹری وغیرہ) اعلیٰ اور ذمی اثر خاندان کے ذمی علم اور ذمی وجاہت مسلمانوں کی تلاش رہا کرتی تھی اور جس طرح

ہوسکتا گورنمنٹ اکثر ایسے ہی لوگوں کو راضی کر کے ان خدمتوں پر مامور کرتی تھی۔ حضرت سید شاہ وارت علی قدس سرہ کے خاندان کی بزرگی اور برگزیدگی سے گورنمنٹ کے حکام پہلے ہی سے واقف تھے۔ تکمیل علوم کے بعد لکھنؤ سے جب وطن واپس آئے تو اوں کے علم و فضل کی کیفیت بھی حکام مقامی تک پہنچی اور اوں کی جانب سے اُن پر سرکاری ملازمت کے قبول کرنے کا تقاضا شروع ہوا۔ خاندانی قدیم طریقہ کے خلاف اوںہوں نے خود کو دنیا کے کاروبار میں پھنسانا نہیں چاہا اور چند سال تک برابر انکار کرتے رہے آخر اوں پر اس قسم کی مجبوریاں عاید کی گئیں کہ اوں نہیں ملازمست قبول کرنی ہی پڑی اور گورنمنٹ نے سر شہتہ عدالت میں خدمت دے کر اوں کا تقرر ضلع شاہ آباد کے مستقر آ رہے پر کیا ضلع شاہ آباد میں اوس وقت بہت بڑے زمیندار بابر کنور سنگھ کے والد تھے۔ وہ حضرت شاہ وارت علی قدس سرہ سے ملکر اوں کی بزرگی و برگزیدگی اور اخلاق حسنة سے بہت متاثر ہوئے اور اپنی زمینداری کی زمین میں سے ایک قطعہ شہر آ رہ کے باہر شرتی جانب بطور نذر کے عقیدہ تائیمیش کیا اور قبول کرنے پر مصر ہوئے۔ اوںہوں نے قبول کیا اور اوں کے ایک مختصر حصہ پر اپنی سکونت کے لئے سفال پوش خام مکان تعمیر کیا اور بقیہ حصہ کو قطعہ قطعہ کر کے لوگوں کو دے کر ایک محلہ بنام ناظر گنج آباد کیا جو اب بھی موجود ہے۔ تقریباً بیس سال تک ملازمت کی اور تمام مدت ملازمت آ رہ ہی میں رہے۔ اکیا وں یا باوں سال کی عمر تھی

۱۱۔ کنور سنگھ اور اُن کے آبا و اجداد ضلع شاہ آباد آ رہ کے موضع جگدیس پور کے رہنے والے تھے اور بہت بڑے زمیندار تھے۔ ۱۲۔ کنور سنگھ کے خاندان میں انگریزی دیسی فوج باغی ہو کر آ رہ آئی اور ان فوجیوں نے باجوٹوڑ کر زبردستی اپنے ساتھ شرتیکر لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں باغی فوج خود بھی باجھڑی اور کنور سنگھ نے بھی زخمی ہو کر دنیا کو خیر باد کہا۔

کہ اسہال کبھی میں مبتلا ہوئے۔ جب علالت زیادہ ہوئی تو پیر گبگہ تشریف لے گئے اور ۹ ادر جب المرجب ۱۲۲۹ھ کو جمعہ کے دن نماز صبح کے وقت رگہرے عالم جادو دانی ہوئے۔ نماز جمعہ کے بعد جنازہ کی نماز پڑھی گئی اور پیر گبگہ کی آبادی کے باہر جانب جنوب اپنے والد ماجد حضرت شاہ محب اللہ اور عم بزرگوار حضرت شاہ اہل اللہ قدس سرہا کے جوار میں دفن کئے گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔

حضرت شاہ دارعلیؒ
انطلاق اور ان کا طرز
مشرقت۔

حضرت شاہ دارت علی نے گو سرکاری ملازمت قبول کرتی تھی لیکن تمام عمر انہوں نے اپنی قدیم خاندانی روش ہی کو قائم رکھا۔ آ رہ میں سکونت کے لئے جو مکان تعمیر کیا تھا وہ مٹی کی دیواروں کا سفال پوش مکان تھا۔ اسی میں مقیم رہے اور پختہ مکان کی تعمیر کبھی خیال نہیں کیا۔ پیر گبگہ میں اون کو موروثی مکان کا جو حصہ ملا تھا وہ مختصر سا تھا جب اولاد ہوئی اور مکان کی تنگی زیادہ تکلیف دینے لگی تو ارادہ کیا کہ اس قدیم مکان پر مٹی کی دیواروں کی ایک بالائی منزل تعمیر کر لیں تاکہ تنگی رفع ہو جائے۔ اون کے بڑے بھائی حضرت شاہ بندہ علی صاحب قدس سرہ نے منع کیا اور فرمایا کہ دیکھو اگر بالائے تعمیر کرو گے تو نفس اور شیطان چونکہ ہر وقت انسان کے ساتھ ہے ممکن ہے کہ کسی وقت تم اون سے دھوکا کھاؤ اور تمہارے دل میں برادری کے غریب لوگوں پر ایک گونہ تفوق کا خیال گزرے۔ بھائی کے فرماتے ہی اس ارادے سے باز آئے اور پھر کبھی انہوں نے اس مکان میں اضافہ یا اس کے علاوہ دوسرے مکان کے تعمیر کا ارادہ نہیں کیا۔ ملازمت کے زمانہ میں دوستوں کے مجبور کرنے سے چند گاؤں خرید لئے تھے مگر جب تک زندہ رہے اون کی آمدنی میں سے ایک پیسہ اپنی ذات میں یا اپنی اولاد میں صرف نہیں کیا۔ جو کچھ وصول ہوتا اپنی برادری کے لوگوں اور دوسرے اہل حاجات کی ضرورتوں میں صرف

کر دیتے۔ اُون کا دسترخوان ہمیشہ بہت وسیع رہا اور کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کیا۔ کسی وقت اگر پاس کچھ نہیں ہوتا تو اپنے پیٹنے کا کپڑا سائل کو دیدیتے اور خود تکلیف اوجھلے طلبہ اور مریدین کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ اُونھوں نے ہمیشہ جاری رکھا جو طلبہ اُون سے پڑھتے اُن کے تمام ضروریات کے وہ کفیل ہوتے۔ راتوں کو بہت کم سوتے تھے نیم شب کے بعد سے اشراق تک نماز ذکر شغل اور تلاوت قرآن پاک میں مصروف رہتے اور ایک لمحہ بھی یاد آہمی اور مشغولی باطن سے خالی نہیں جاتا۔ لوگوں سے نہایت خندہ پیشانی احسان اور خلوص کے ساتھ ملتے۔ وہ نہایت با مذاق حاضر جواب اور زندہ دل تھے اُون کی حاضر جوابی کی نہایت لطیف باتیں میں اپنے بزرگوں سے سنی ہیں لیکن اُن کو یہاں قلمبند کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ جن لوگوں نے اُن کی تھوڑی صحبت بھی اوجھائی تھی وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ اُون کے اخلاق و خلوص و محبت اور برکزیگی کو تمام عمر نہیں بھولے راقم کی سترہ اٹھارہ سال کی عمر تک چند اشخاص جو اُن کی صحبت میں رہے تھے زندہ تھے ان کے سامنے جب کبھی اُون کا ذکر آتا وہ بے حد متاثر ہو جاتے اور دیر تک نہایت محبت اور عقیدت کے ساتھ اُون کے اخلاق اور اُون کے محاسن کا ذکر کرتے رہتے۔ ان میں دو شخص وہ تھے جنھوں نے اُون کی خدمت گاری کی تھی اُون کا ذکر جب ان کے سامنے ہوتا تو ان کی آنکھوں سے بعض وقت بے اختیار آنسو جاری ہو جاتا۔ اللہ اللہ وہ کیسے مخلصانہ اخلاق ہوں گے جن کا اثر اُون کے ملنے والوں کے قلوب میں دایماً قائم رہا اس میں شک نہیں کہ وہ اِنَّكَ لَعَلَىٰ خَلْقٍ عَظِيمٍ کے منظر تھے بلازمت قبول کرنے کی وجہ سے اپنے ہمعصر بزرگوں میں حضرت شاہ وصال علی قدس سرہ دنیا و خیال کے جاتے تھے مگر اُون دنیا دار جیسے اس زمانے کے بڑے بڑے دین دار بھی نظر آتے۔

حضرت شاہ وارث علیؒ کی والدہ ماجدہ حضرت شاہ یار اللہ بن مولانا محمد اعظم
بن مولانا احمد کبیر بن حضرت شاہ معروف بن حضرت شاہ منصور کی صاحبزادی تھیں
اور اون کی ہم جد تھیں۔ حضرت علیہ الرحمہ کی شادی حضرت مولانا میر سید عبدالقادر
کی صاحبزادی سے ہوئی۔ یہ بزرگ موضع میران پیکہ لکھا ور کے رہنے والے اور حضرت
سیدنا سید عبدالوہاب بن حضرت غوث الاعظم محی الدین ابو محمد عبدالقادر احسنی
اُحسینی اجمیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد میں تھے۔ تقریباً ساڑھے تین سو سال ہوئے کہ اون
کے اجداد میں ایک بزرگ حضرت سید فیروز بہاں تشریف لائے اور سکونت پذیر ہوئے
اون کی اولاد اس موضع میں آباد ہے۔ حضرت شاہ وارث علیؒ کے انتقال کے بعد
اون کی اہل خانہ تقریباً چالیس سال بقید حیات رہیں اور ۱۲۹۹ھ میں پیر گہ میں انتقال
کیا اور ان کے قبر کے متصل دفن ہوئیں۔ حضرت شاہ وارث علیؒ نے دو بیٹیاں اور دو بیٹے
چھوڑے۔ بڑی صاحبزادی کی شادی پیر گہ میں خاندان ہی کے ایک صاحب حضرت
شاہ منور علی سے ہوئی اور ان کے صرف ایک ہی فرزند شاہ محمد اکرم صاحب علیہ الرحمہ زندہ
انہوں نے پٹنہ کے محلہ حاجی گنج میں مکان تعمیر کر کے سکونت اختیار کر لی تھی اور وہیں ۱۳۱۶ھ
میں اکتھتر سال کی عمر میں انتقال کیا اور ان کے فرزند مولوی محمد شاہ صاحب مرحوم ان کا
جنازہ پیر گہ لائے اور آباؤی قبرستان میں دفن کیا۔ دوسرے فرزند حضرت سید شاہ
حسین علی خاں بہادر تھے۔ اون کے بعد ایک صاحبزادی تھیں جنکی شادی موضع کاظم
میں شاہ رمضان علی صاحب سے ہوئی اور کئی اولاد اسی موضع میں سکونت پذیر ہیں

لے موضع میران پیکہ لکھا ورسادات کی متبی ہے۔ پیر گہ سے میں سل جانب شمال یل بشرق اور گیا پٹنہ بیٹوں کے
ایشن جہاں آباد سے چار میل پر واقع ہے۔

چوتھے فرزند حضرت سید شاہ باقر علی باقر تھے۔

سید شاہ حسین علی
کی ولادت اور ولایت
اور قبولِ خلافت

حضرت شاہ وارش علی قدس سرہ کے بڑے فرزند سید شاہ حسین علی خان بہادر
۹ اردی اللہ ۱۲۳۱ھ مطابق ۱۰ نومبر ۱۸۱۶ء شب یکشنبہ طلوع صبح سے ایک گھنٹہ بیشتر موضع
کبڑہ میں پیدا ہوئے۔ اوایل عمر میں علم میں مشغول ہوئے اور طلب علم ہی کے زمانہ میں والد
سے مرید ہوئے اور سلاسلِ فردوسیہ اور ابوالحسب لایہ نقشبندیہ اویختیہ اور قادریہ میں
خلافت لی۔ والد کی رحلت کے بعد وہ پیر بگہ میں مقیم رہے لیکن بہت جلد اون پر نوکری کے
لئے تقاضہ شروع ہوا اور ۱۲۵۶ھ (۱۸۴۱ء) میں ملازم ہو گئے ۱۸۵۶ء (۱۲۷۴ھ)
میں جب غدر ہوا وہ ضلع ساران چھپرہ کے سب ڈویژن سیوان پر متعین تھے اون کے
حسن انتظام کے باعث وہاں کا خزانہ اور کچھری بلکہ سارا سب ڈویژن غدر کے آفات
محفوظ رہا۔ غدر کے فرو ہونے کے بعد گورنمنٹ نے اون کی کارگزاریوں کا بہت کچھ اعتراف
کیا اور خان بہادری کا خطاب دے کر بھدہ ڈپٹی کلکٹر ہی اون کو آ رہے کے صدر سب ڈویژن
پر متعین کیا۔ جب تک وہ ملازم رہے اپنے فرائض کو نہایت اعتیاد سے انجام دیتے رہے
لیکن نوکری سے وہ ہمیشہ کارہ رہے چنانچہ ۱۸۵۵ء (۱۲۷۳ھ) میں اونہوں نے استعفاء
دے دیا لیکن گورنمنٹ نے منظور نہیں کیا۔ چند سال کے بعد کچھ خانگی ضروریات کا غدر پیش
کر کے ۱۸۶۲ء (۱۲۸۰ھ) میں جب وہ بھاگل پور میں اسٹنٹ کمشنر تھے پھر استعفاء دیا لیکن
اب بھی منظور نہیں کیا گیا اور ایک سال کی رخصت پوری تنخواہ پر دی گئی آخر کا پندرہ سال
کی ملامت کے بعد ۱۸۷۵ء (۱۲۹۱ھ) میں پنشن لے کر خدمت سے سبکدوش ہوئے
پانچ چھ سال کے بعد حج بیت اللہ شریف اور زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہوئے۔

۷۰ موضع کبڑہ گیا پندرہ ریوے لائن کے اسٹیشن پیلہ کے قریب سادات کی بنتی ہے۔

حضرت سید شاہ حسین علی قدس سرہ کثیدہ قامت متناسب الاعضاء اور صبیح اللو حضرت شاہ حسین علی علیہ
تھے اُن کا سینہ چوڑا چہرہ کتابی آنکھیں بڑی اور خوبصورت اور داڑھی گہنی اور لمبی تھی
چہرہ سے نہایت درجہ بزرگی اور بزرگی کی ظاہر ہوتی تھی۔ اُس زمانہ کے تمام اقسام کے
کے فنون پہ گری میں کامل تھے۔ گھوڑے کی سواری میں میر کریم اللہ صاحب مرحوم دجن کا
حال بعد میں بیان کیا جائے گا) کے شاگرد رشید تھے اور صاحب کمال تھے۔ انتقال سے
چند سال پہلے اُن کے دونوں ہاتھ اور پاؤں میں رعشہ کی بیماری پیدا ہو گئی تھی جس سے
وہ چلنے پھرنے بلکہ نشست و برخاست سے بھی بالکل معذور ہو گئے تھے لیکن دماغ کی قوت
اور سماعت اور بصارت رحلت کے وقت تک ویسی ہی قائم رہی جیسی کہ جوانی میں تھی۔
وہ بڑوں کا بہت احترام کرتے اور چھوٹوں پر بہت شفقت فرماتے تھے اپنے
برابر کے لوگوں سے نہایت گرمجوشی اور محبت سے ملا کرتے اور اُن کی صحبتوں میں بہت
زندہ دلی کا اظہار کرتے۔ عزیزوں اور قرابت داروں کی ہر طرح خبر لیتے رہتے اور اُن کی
ہر ضرورت کے وقت امداد کرتے اہل برادری کے نادار لوگوں کی پوشیدہ طور پر امداد
کر کے اُن کی لڑکیوں کی شادی کرا دیتے۔ جب تک رعشہ کی وجہ سے وہ چلنے پھرنے
سے معذور نہیں ہوئے اُن کا ہمیشہ معمول رہا کہ اشراق کے بعد ایک بیالی چپا پنی کر
ہاتھ میں لکڑی لے کر گھر سے نکلے اور تمام بستی میں پھر کر پہلے ہر عزیز و قرابت دار کے گھر جا
اور سب کی خیریت اور ضرورت دریافت کرتے اوس کے بعد دوسرے اہل بستی کے
گھروں پر جا کر اُن کی خیریت دریافت کرتے نونے تک گھر واپس آتے اور چاشت
کی منازکے بعد پھر چائے پیتے اور باہر کے برآمدہ میں آکر بیٹھ جاتے اس
وقت جو لوگ آتے اُن سے ملتے چونکہ طلبیب بھی تھے اس لئے اہل بستی کا

علاج بھی کر لیتے تھے اور ان کو اپنے پاس سے دوائیں دیتے تھے جو بیمار اون کے پاس نہیں آسکتا تھا خود اس کے گھر جا کر اس کو دیکھ لیتے تھے۔ چونکہ صائب رائے تھے اس لئے لوگ ان کے پاس آتے اور اپنے معاملات میں رائے لیتے اور اون کو تہایت صائب رائے ملا کرتی۔ ملازمت کے حالت میں بھی وہ طلباء کو درس دیتے اور اہل طلب کو مرید کرتے تھے۔ پیر بگہ اور اطراف کے بسنیوں کے بہت لوگ اون سے مرید تھے اون کا وقت ضائع نہیں ہوتا تھا اور ہر وقت یاد آہی میں مشغول رہتے تھے پیشن کیے بعد ان کا معمول رہا کہ رات کو کھانا کر سارٹ ہے نوبتے استراحت فرماتے۔ دو بجے بیدار ہو جاتے اور اشراق کے وقت تک نماز و وظائف اور اشغال و اذکار میں مصروف رہتے۔ اشراق کے بعد بستی میں گشت کرتے چاشت کے وقت واپس آ کر چاشت کی نماز پڑھتے اور چاء پینی کر برآمدہ میں بیٹھتے۔ گیارہ بجے کھانا کھا کر قیلو کہ کرتے دو بجے بیدار ہو کر ظہر کی نماز ادا کرتے اور عصر تک تلاوت کلام اللہ شریف میں مصروف رہتے۔ عصر کی نماز پڑھ کر برآمدہ میں تشریف لاتے اور مغرب تک لوگوں سے ملنے رہتے۔ مغرب کی نماز کے بعد سے عشا تک وہ ذکر مراقبہ اور اشغال میں مصروف رہتے۔ سخاوت اور شجاعت صبر اور تحمل، رضا اور تسلیم میں وہ اپنے بزرگوں کے نمونہ تھے۔

حضرت شہین علیؒ کی اولاد اور اولاد لاکھ
نوبت ہونے پر ان کا
مہر تحمل۔

حضرت سید شاہ حسین علیؒ قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی اور پانچ بیٹے دئے
بیٹی سب اولاد میں بڑی تھیں اون کی شادی تھبہ ارول میں شاہ شجاعت حسین صاحب جم سے ہوئی اون کے اکلوتے فرزند سید شاہ محمد قاسم صاحب اپنے والد کی جگہ ارول میں سجاد نشین ہیں۔ بیٹوں میں سب میں بڑے شاہ عبدالغنی صاحب تھے اون کے بعد کو

۷۷ گیا۔ آٹھ کے در استہیں اور گیا سے ۴۴ میل پر تھبہ نمون ندی کے کنارے واقع ہے سادات اور شاہین کی سنی

محمد رشید پھر مولوی محمد تقی پھر مولوی شاہ محمد تقی اور سب میں چھوٹے مولوی محمد ذکی تھے جن کی شادی حضرت باقر کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ پنشن لینے کے بعد حضرت سید شاہ حسین علی قدس سرہ کے صبر و تحمل رضا و تسلیم کا امتحان شروع ہوا۔ وہ رعشہ کے مرض میں مبتلا ہوئے اور ہاتھ پاؤں سے بالکل معذور ہو گئے اور اس کی وجہ سے آخر عمر تک سخت تکلیف اٹھاتے رہے باوجود اس کے اون کے معمولات نماز روزہ و رردو وظایف اور اشتغال ظاہری و باطنی میں مطلق کوئی تغیر نہیں ہونے پایا اور رحلت کے وقت تک اس حالت پر استقامت کے ساتھ قائم رہے جسمانی تکلیف کے علاوہ وہ اُن مصیبت میں مبتلا ہوئے جو انسان کے لئے سخت ترین ابتلا ہے۔ ۱۲۹۵ھ میں اون کے چھوٹے فرزند مولوی محمد ذکی دق میں مبتلا ہوئے اور انتقال کر گئے۔ اون کے بعد ان کے بڑے فرزند مولوی عبدالغنی (جو سررشتہ ایفون میں گمانتہ کی خدمت پر مامور تھے) انتقال کر گئے۔ پھر بیٹی اور بیوی کا انتقال ہوا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد اون کے بہت محبوب فرزند مولوی محمد تقی (جو سررشتہ عدالت میں مامور ہو کر گیا کے سب ڈویژن اور گانا پرتھین ہوئے تھے) ایک روز کچھری سے آکر عصر کی نماز کے لئے وضو کرتے کرتے بیمار ہوئے اور چند گھنٹوں میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس پیرانہ سالی اور جسمانی معذوری کی حالت میں تین سال کے اندر بیوی بیٹی اور تین بیٹوں کا پلے درپلے انتقال ہوا مگر اون کو ذالغزش نہیں ہوئی اور صبر و استقامت رضا اور تسلیم کا دامن ان کے ہاتھ سے نہیں چھوٹا۔ مولوی محمد تقی کا جس وقت انتقال ہوا اون کے کچھیا حضرت باقر قدس سرہ پٹنہ میں تھے۔ بڑے بھائی نے اس حادثہ کی اطلاع ان کو تار دے کر کی۔ ان بھتیجے کو وہ بھی بہت عزیز رکھتے تھے خبر کے سنتے ہی بیتاب ہو کر پیرگیر روانہ ہو گئے۔ عصر کے

وقت بھائی کے پاس پہنچے وہ حسب معمولی برآمدہ میں کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت باقر نے بھائی کو سلام کیا اور ان کی بوڑھی معصوم صورت دیکھ کر بے اختیار ہو گئے اور جس وقت قدموں سے کھجکے ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔ حضرت شاہ حسین علیؒ

قدس سرہ نے فرمایا ”ہاں ہاں باقر صبر صبر۔ جناب باری کا ارشاد یاد کرو فرماتا ہے :-

وَلَبَّوْا نَكَرًا لِّشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ
وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۗ الَّذِينَ إِذَا أصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَأَنَا لِيهِ
رَاجِعُونَ ۗ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرِجَّةٌ نَّافٍ وَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْمُهْتَدُونَ ۝

یہ وقت صبر اور استقامت کا ہے اللہ تعالیٰ سے صبر و استقامت کی
تجا کرو اور ثنات قدم رہو۔ اللہ اللہ۔ پیری اور معذوری کی حالت میں تین سال کے اندر
بیوی بیٹی اور تین جوان نہایت صالح اور سعادت مند بیٹے داغ مفارقت دیتے ہیں اور

باپ اپنے چھوٹے بھائی کو رضا و تسلیم کی ہدایت کرتا ہے :- رضا اور تسلیم صبر و استقامت

کی یہ حالت صرف اولیاء اللہ ہی میں پائی جا سکتی ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جو اس بشارت

کے مصداق ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ

الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَا تَخٰنُوْا وَاَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ ۝

نَحْنُ اَوْلَیُّوْكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۝ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَا

تَشْتَهَوْنَ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَا تَدْعُوْنَ ۝ نَزَّلْنَا مِنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ

حضرت سید شاہ حسین علیؒ علیہ الرحمہ کی رحلت پیرگیہ میں ۳۱ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ مطابق
۱۷ اگست ۱۹۰۱ء یکشنبہ کو صبح کے چار بجے نماز صبح کے آغاز وقت سے ایک گھنٹہ پہلے واقع ہوئی

حضرت شاہ حسین علیؒ
کی رحلت

ناز ظہر کے بعد جنازہ کی نماز پڑھی گئی اُس کے بعد پیر بگہ کی مسجد کے متصل دفن کئے گئے۔
اون کی رحلت کا بھی عجیب واقعہ ہے۔ اون کی عادت تھی کہ عشا کیلئے نماز کے بعد وہ کھانا
کھا کر سوجاتے تھے جس صبح کو اون کا انتقال ہوا اس شب کو کھانا نہیں کھایا اور نماز
عشا کے بعد خدمتگاروں کو جو رات کی خدمت پر متعین تھے فرمایا کہ تم لوگ حسب معمول
حجرہ کے باہر بیٹھو اور مجھے جائے نماز پر بیٹھا رہنے دو۔ آدھی رات کے کچھ بعد خدمتگار
کو بلایا اور استنجا کر کے وضو کیا اور تہجد کی نماز میں مشغول ہو گئے۔ تین بجے شب کو نذر گاہ
کو کہا کہ تفتی کو بلا لاؤ۔ خلاف معمول طلبی پر مولوی محمد تفتی صاحب گھبرائے اور فوراً حاضر
ہوئے۔ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اُس کے بعد فرمایا کہ دنیا میں جو پیدا ہوتا ہے وہ مرنے کا بھی ہے
اب میرا بھی وقت آچکا ہے اور جانے والا ہوں۔ شاہ محمد تفتی صاحب گھبرائے اور
رونے لگے۔ فرمایا کہ خاموش رہو اور جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں کہنے دو اس کے بعد
چند منٹ تک اون سے گفتگو کر کے خاموش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد فرمایا ”تفتی
کیا صبح کی نماز کا وقت ہو گیا“ اونھوں نے عرض کیا کہ ابھی تو دیر ہے۔ اس کے بعد
آدھے گھنٹہ تک پھر مراقب بیٹھے رہے۔ پھر دریافت کیا کہ کیا صبح کی نماز کا وقت ہو گیا
شاہ محمد تفتی صاحب نے کہا کہ نہیں۔ اونھوں نے حکم دیا کہ جاؤ باہر آسمان کو دیکھو وہ
گئے اور آ کر عرض کیا کہ ابھی تو ایک گھنٹہ کی دیر ہے۔ یہ سن کر حضرت شاہ حسین علی علیہ الرحمہ
نے فرمایا کہ نام عمر نماز دقت پر پڑی ہے آج جب مہلت نہیں ہے تو قبل از وقت ہی سہی
یہ بکھراؤ نہوں نے صبح کی سنت اور فرض نمازیں ادا کیں اور مراقب بیٹھے گئے اور گہرا

عالم جاودانی ہوئے۔

حضرت شاہ حسین علیؒ کے بعد اون کے دو فرزند باقی رہے۔ ایک مولیٰ زندان حضرت شاہ حسین علیؒ

محمد رشید صاحب جو سررشتہ ایفون میں گماشتہ کی خدمت پر مامور تھے اور ملازمت ہی کے زمانہ میں ۹ مئی ۱۹۱۲ء مطابق ۲۰ فروری ۱۹۱۱ء کو دوشنبہ کے روز پیرنگہ میں انتقال کیا اور والد کے قریب دفن ہوئے۔ دوسرے مولوی شاہ محمد تقی صاحب تھے اونہوں نے تکمیل علوم اور تفضیلت حاصل کرنے کے بعد پیرنگہ میں قیام رکھا اور کسی ملازمت کی جانب توجہ نہیں کی۔ اُن کی رحلت ۸ رمضان المبارک ۱۳۱۴ء مطابق ۱۰ فروری ۱۹۱۱ء چہار شنبہ کے روز پیرنگہ میں واقع ہوئی اور یہ بھی اپنے والد ماجد کے قبر کے نزدیک دفن کئے گئے۔ مولوی محمد رشید صاحب لا ولد رہے۔ مولوی عبدالغنی صاحب کے اکلوتے فرزند حکیم افتخار حسین صاحب گیا میں مطب کرتے ہیں۔ مولوی محمد تقی صاحب کے فرزند پیرنگہ میں ہیں۔ مولوی محمد تقی صاحب مرحوم کے بڑے فرزند شاہ واعظ الدین محمد رضی رحمہ اللہ شب ۱۹ جمادی الاول ۱۲۹۲ء مطابق یکم جون ۱۸۷۰ء کو پیدا ہوئے۔ تجارت کی غرض سے امریکہ گئے تھے وہاں صوبہ نیچین کے شہر ڈی ٹرایٹ میں بتاریخ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۲۴ء مطابق ۲۸ ستمبر ۱۹۰۶ء کو جمعہ کے دن انتقال کیا اُن کے سب سے چھوٹے بھائی مولوی سید شاہ زین العابدین ندوی اتفاقاً وہاں اُن کے پاس موجود تھے اونہوں نے تجنیز و تکفین کی اور جنازہ میں اوس شہر اور قرب وجوار کے شہروں کے رہنے والے مالک غیر کے جس قدر مسلمان تھے شریک ہوئے۔ مولوی شاہ زین العابدین سے بڑے دو بھائی اور بی بی جن میں ایک مولوی شاہ خیر الدین مطب کرتے ہیں اور دوسرے لازم ہیں۔ مولوی محمد ذکی صاحب مرحوم نے دو چھوٹے چھوٹے نیچے چھوڑے تھے۔ اُن میں سے ایک تو والد کی رحلت سے تھوڑے ہی دنوں بعد انتقال کر گیا اور دوسرا جس کا نام محمود بختیار تھا چودہ سال کی عمر میں بیمار ہوا۔ اثنائے علالت میں بیان کیا جاتا ہے

کہ دو ایسے کسی طرح زہر لگ گیا جس کے پینے سے اوس کی ہلاکت واقع ہوئی۔ یہ بھی حضرت باقر کا نواسہ تھا اُس کے انتقال سے اوں کو بہت رنج ہوا۔ دیوان باقر کے قطعاً میں قطعہ (۲۷) اسی بچے کے انتقال کے متعلق ہے۔

حضرت شاہ حسین علی علیہ الرحمہ نے مولوی شاہ محمد تقی مرحوم کو سلسلہ قادریہ میں مرید کر کے قادریہ حقیقیہ و فردوسیہ طریقوں میں خلافت دی۔ اوں کے فرزند مولوی شاہ واعظ الدین محمد رضی دادا سے مرید ہوئے اور اپنے والد سے ان تینوں طریقوں میں خلافت حاصل کی انتقال کے چند روز پیشتر اوبہوں نے چھوٹے بھائی مولوی شاہ زین العابدین ندوی کو سلسلہ فردوسیہ میں مرید کیا اور تینوں سلسلوں میں خلافت دی۔ مولوی زین العابدین ندوی میں پیدا ہوئے اور ابھی نوجوان ہیں مدرسہ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تعلیم پائی ہے اور فارغ التحصیل عالم ہیں۔ امریکہ کے قیام کے زمانہ میں چند مختلف فنون کو سیکھا اور تین حاصل کی ہیں۔
طول اللہ عمرہ

ملک الشعراء شہید محبت الہی حضرت سید شاہ باقر علی المتخلص بہ باقر علیہ الرحمۃ
ہشتم ماہ محرم الحرام ۱۸۳۱ء مطابق ۱۹ جون ۱۸۳۱ء کو کھنڈہ کے روز طلوع صبح صادق کے وقت پیرنگہ میں پیدا ہوئے ڈھائی سال کی عمر میں والد ماجد کا سایہ اوں کے سر سے اٹھ گیا۔ والدین کے سب میں چھوٹے فرزند تھے اور اس قدر کم عمری میں یتیم ہو گئے تھے اس لئے والدہ ماجدہ نے غیر معمولی شفقتِ مادری کے ساتھ اوں کی پرورش کی۔ پانچویں سال کی عمر میں اوں کی بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کی گئی اور قرآن پاک اوں کو والدہ ماجدہ نے جوذ پڑھایا اوس کے بعد ایک استاد ملازم رکھے گئے جنھوں نے گلستانِ سبکِ فارسی پڑھائی

حضرت باقر کی ولادت اور ابتدائی تہذیب

اوس کے بعد عربی شروع کرائی گئی تیرہ چودہ سال کی عمر میں اونہوں نے صرف و نحو میں شیخ جامی اور منطق میں شرح ہندیب اور فقہ میں قدوری اور شرح وقایہ تک نصاب کو ختم کیا۔ اوس کے بعد عربی کے درس کا سلسلہ رک گیا اور حضرت باقر نے فطری جہان اور مناسبت کے باعث فارسی کی جانب بطور خود توجہ کی اور اس زبان کی منذ اول کتابوں اور کتب لغت اور شعراء کے دو ادین کا مطالعہ شروع کیا۔ سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں زبان فارسی کی لغت اور ادب اور شعراء کے کلام پر کامل تحقیق کے ساتھ حاوی ہو گئے اور شعر بھی کہنے لگے۔

اس زمانہ میں شُرْنَاکی اولاد کو جس طرح علم کا حاصل کرنا ضروری تھا اسی طرح فنونِ پیگری کو بھی سیکھنا کم و بیش لازمی خیال کیا جاتا تھا۔ گیا اور پٹنہ کے ضلع میں کلٹری اور کنگھ پٹا اور بانا کا بہت رواج تھا اور شرفیوں کی ہرستی میں اس فن کے ایک دو استاد (جو خلیفہ کہے جاتے تھے) ضرور موجود رہتے تھے جو لڑکوں کو ان فنون کی تعلیم دیتے تھے چنانچہ پیر گبہ میں بھی ابھی وقت اس فن کے ایک استاد مدارسی خلیفہ نامی تھے۔ نو دس سال کی عمر میں حضرت باقر کنگھ وغیرہ کے فنون میں اون کے شاگرد ہوئے کچھ عرصہ کے بعد اون کے عزیزوں میں ایک بزرگ میر یار محمد صاحب پیر گبھی نے جو اس فن میں نہایت کمال تھے اون کی تعلیم شروع کی اور بہت جلد اون کو کمال کر دیا۔

فنون سپہ گری کا تقسیم

حضرت باقر کے دور کے رشتہ داروں میں میر کریم اللہ صاحب نامی ایک بزرگ تھے اون کا مکان گیا میں حضرت باقر کے مکان کے متصل تھا۔ پیر گبہ کے قریب ایک موضع پٹنہ میں اون کی زمینداری تھی جس کی آمدنی پر اون کی گذر تھی۔ یہ بزرگ فنون سپہ گری کے جملہ اقسام میں اور گھوڑے کی سواری اور کورا مارنے کے فن میں بھتائے روز گار تھے۔ تمام صوبہ بہار میں اون کے پانگ کا ایک شخص بھی نہیں تھا۔ اون کو انیون کھانے کا شوق تھا اور

میر کریم اللہ صاحب سے حضرت باقر کا فنون سپہ گری حاصل کرنا

ایفونیوں کا ان کے گھر پر جمع رہا کرتا تھا لیکن ایفونی ہونے کے باوجود اُون کی تہجد اور صبح کی نماز قضا نہیں ہوتی تھی۔ دُبیلے پتلے آدمی تھے لیکن قوت بہت رکھتے تھے اسی سال کی عمر میں ۱۲۹۶ھ میں اونکا انتقال ہوا۔ اس عمر میں بھی اُون کے قوی ایسے تھے کہ اُن سے کچھ پہلے تک روزانہ تین چار شاگردوں کو لکڑی اور تلوار کی مشق کرا کر دیتے تھے اُون کی بہادری اور مختلف فنون سپہ گری میں اُون کے کمال کے عجیب عجیب قصے میں نے والدی حضرت باقر علیہ الرحمۃ سے سنے ہیں لیکن اُون کو قلمبند کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے لکڑی اور گتکے وغیرہ کے فنون کی تکمیل کے بعد حضرت باقر علیہ الرحمۃ میر کریم احمد صاحب مرحوم منغور کے شاگرد ہوئے اور نو دس سال تک بہت محنت کر کے تیر اندازی شمشیر زنی پھیک بانک بنوٹ، گھوڑے کی سواری، نیزہ بازی اور کوڑا مارنے کے فن میں اس قدر کمال حاصل کیا کہ استاد فرمایا کرتے تھے کہ ”مجھے جو کچھ آتا تھا میں باقر کو سب کچھ سکھا دیا اور وہ میرے برابر ہو گئے۔“ ان فنون کے ساتھ ساتھ حضرت باقر نے کشتی کا فن بھی سیکھا لیکن اس فن میں اُن کے استاد کا حال راقم کو معلوم نہیں ہوا۔ بانک اور بنوٹ کے جاننے والے اوس وقت بھی کم تھے اور اب شمالی ہند میں ان دونوں فنون کا جاننے والا شاید ہی کوئی باقی رہا ہو۔ حیدرآباد دکن میں تیس چالیس سال قبل تک اُون کے جاننے والے متعدد آدمی موجود تھے اب یہاں بھی شاؤذو ناد رہا باقی رہ گئے ہیں۔ یہ دونوں تھے جو صرف شریفوں ہی کی اولاد کو سکھائے جاتے تھے اور ان میں بھی صرف اُون لوگوں کو جن کے علم اور ضبط نفس کی توت کی جانب سے استاد کو اطمینان ہویتا تھا۔ کوڑا مارنے کا ایک خاص فن تھا جس کا جہارت رکھنے والا کوڑے سے قریب قریب تلوار کا کام لے سکتا تھا۔ میر کریم احمد صاحب مرحوم کے زمانہ میں اس فن کا جاننے والا صوبہ بہار میں بجز اُون کے دوسرا کوئی نہیں تھا اور

اونہوں نے بجز حضرت باقر علیہ الرحمۃ کے یہ فن پوری طرح کسی کو نہیں سکھایا۔ گھوڑے کی سواری میں اب چابک یا پتلی بیت ہاتھ میں رکھنے کا رواج ہو گیا ہے۔ چالیس سال قبل تک چابک سوار سواری کے وقت ہاتھ میں کوڑا رکھا کرتے تھے۔ سوت کے نہایت مضبوط تاگوں کی باریک باریک ڈوریاں بٹلی جاتی تھیں ان ڈوریوں کو باہم بٹ کر تقریباً تین فٹ لمبی گاؤم چابک بنائی جاتی تھی جو ایک جانب نر انگشت کے برابر موٹی اور دوسری جانب باریک ہوتی تھی۔ اس چابک کو موٹی بیت کے دونوں طرف کے ٹکڑے میں اس مضبوطی سے بانڈ دیتے تھے کہ کبھی کھل نہیں سکتی تھی۔ صوبہ بہار کی اصطلاح میں اسے کوڑا کہتے تھے۔

ایک ناگوار واقعہ کے پیش آنے کی وجہ سے حضرت باقر کے کوڑے زنی کے کمال کی صوبہ بہار میں شہرت ہو گئی۔ گیا میں جس جگہ اون کا مکان تھا اس سے تھوڑے فاصلہ پر لب ٹرک ضلع کا محبس واقع تھا اسی لئے اس محلہ کا نام ابھی تک محلہ پُرانا جیل خانہ ہے۔ ستمبر ۱۸۵۵ء کا واقعہ ہے کہ ایک روز مغرب کی نماز کے بعد حضرت باقر محبس کے سامنے ٹرک پر گھوڑا پھیر رہے تھے جیل کے دروازہ کے سامنے پولیس کا ایک سپاہی پہرہ دیر ہا تھا۔ گھوڑا پھیرتے دیکھ کر قریب آیا اور نہایت حکمانہ لہجے میں گھوڑا پھیرنے سے منع کیا اونہوں نے کہا کہ ہم تو ٹرک پر گھوڑا پھیر رہے ہیں اس میں تمہارا کیا ہرج ہے۔ وہ اس زمانے کے پولیس کے سپاہی تھے اپنے حکم کے خلاف ایسا جواب سننے کی تاب اونہیں کہاں ہو سکتی تھی بے تکلف گالی دے بیٹھے۔ حضرت باقر سننے ہی بے اختیار ہو گئے اور ایک کوڑا اُس کے کمر پر مارا وہ گر گیا اور انہوں نے گھوڑے کو گھر کی جانب موڑا۔ میر کریم اللہ صاحب مرحوم اپنے گھر میں بیٹھے دوستوں سے باتیں کر رہے تھے کوڑے کی آواز اون کے کانوں تک پہنچی خیال کیا کہ گھوڑے کو مارا اور بے ساختہ چلا اوٹھے "مارڈالاکس لڑکے نے گھوڑے کو اور آواز کی جانب سے"

کوڑے سے مارنے کا
ایک ناگوار واقعہ

راستہ میں حضرت باقرؑ اور واقعہ بیان کیا۔ میر صاحب نے فرمایا ”تم نے غضب کر دیا اسی وقت اسی حالت میں آ رہے روانہ ہو جاؤ اور جس قدر جلد ہو سکے وہاں پہنچ جاؤ حضرت باقرؑ نے بھی واقعہ کی سنگینی کا احساس کیا اور اسی گھوڑے پر اسی وقت آ رہے روانہ ہو گئے۔ اوس زمانہ میں ریل نہیں تھی اور گیارہ سے آ رہے تک کوئی نیچتہ سڑک بھی نہیں تھی۔ خام راستہ براہِ نکاری اردول اور سہارنپور ریل سے کسی قدر زیادہ کا فاصلہ تھا۔ اردول اور سہار کے درمیان ہون ندی واقع ہے جس کا عرض تین میل ہے۔ موسم سرما میں بھی پانی بہت رہتا ہے اور پانی کے دونوں جانب دور دور تک نہایت نرم ریت پھیلی رہتی ہے۔ حضرت باقرؑ شب چلے گئے گھوڑا قہمتی اور مضبوط تھا صبح کی نماز کے وقت اوس نے آ رہے پہنچا دیا۔ وہاں ہنکیر بڑے بھائی حضرت سید شاہ حسین علیخان بہادر (جو آ رہے کے صدر ڈویژن پریڈیٹس کلکٹر تھے) کے خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا اونیوں نے اطمینان دلایا اور اپنے پاس ٹہرایا۔ وہ زمانہ شدید سردی کا تھا۔ سپاہی گرم یونیفارم پر موٹی باناٹ کا اُور کوٹ پہن کر پہرہ دیر ہا تھا۔ کوڑے کا ضرب اس قدر شدید تھا کہ اوس نے اُور کوٹ اور گرم باناٹ کے کوٹ کو کاٹ کر سپاہی کے کمر میں گہرا جسم ڈال دیا وہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ دوسرے سپاہی اوس کو اٹھانے گئے اور جیلر نے دو اخانہ بھیج دیا۔ ڈاکر نے تلوار کے زخم کا سد اقتسامہ دیا اور حضرت باقرؑ پر مقدمہ قیام ہوا اور کچھ دنوں دوران کے بعد خارج ہو گیا اور حضرت باقرؑ کی برأت ہو گئی۔ اوس وقت کے معمولی لوگ بھی اہل کمال کے عجیب قدر شناس ہو کر تے تھے دوران مقدمہ میں سپاہی کو معلوم ہوا کہ اون کو تلوار کا نہیں بلکہ کوڑے کا زخم لگا تھا تو نہایت متعجب ہوئے اور مقدمہ سے دست بردار ہونے کا ارادہ کیا لیکن قانوناً اس کی اجازت نہیں ملی۔ ختم مقدمہ کے بعد انہوں نے ایک ہینہ کی رخصت لی اور چلتے ہوئے

آزاد آئے اور حضرت باقر سے ملکر بہت دیر تک اُون کا ہاتھ چومتے رہے اور اونکے کھال کی تعریف کرتے رہے۔ حضرت باقر نے اُون کو اپنے پاس بٹھرایا اور بہت خاطر و مدارات کی وہ پیاسی جب تک زندہ رہے سال میں ایک دو بار آکر اُون سے مل لیتے تھے اور حضرت باقر اُون کی انتقال کے بعد اُون کی اولاد کے برسوں خبر گیریاں لےے۔ اس واقعہ کی شہرت تمام ضلع گیا اور پٹنہ اور آراہ میں پھیل گئی اور مولوی باقر صاحب کا کوڑا "جا بجا ضرب المثل ہو گیا اوس واقعہ کو جاننے والے ابھی تک کچھ لوگ زندہ اور موجود ہیں۔

حضرت باقر کا فن کبھی شہر میں
اور اُون کے ہتھاکہ کمال

حضرت باقر نے پنہ کشتی کا فن بھی بہت محنت سے سیکھا تھا اور کمال حاصل کیا تھا۔ اُون کے استاد (راقم کو اُون کا نام یاد نہیں رہا) ضلع پٹنہ کے ایک موضع کے رہنے والے تھے آدمی در حقیقت نہایت عابد و زاہد اور بہت ہی بزرگ تھے لیکن وضع عجیب و غریب لکھی تھی۔ نہایت حسین اور خوشتر و جوان تھے ہاتھوں میں ہندی لگاتے تھے اور دانتوں میں مسی ملتے تھے سر کے بال بہت بڑھائے رکھتے تھے اور اُس میں خوشبو تیل خوب لگائے رہتے تھے زر کے کام کی ٹوپی لگبدن اور کامدانی کا کرتہ اور انگرکھا شروع کا پانچامہ اور زرین جو تا پہنا کرتے تھے۔ ظاہری طریقہ اوہوں نے ایسا رکھا تھا کہ لوگوں کی جانب اچھا خیال نہیں لکھتے تھے اور عیاش سمجھتے تھے۔ حضرت باقر اقم سے فرماتے تھے کہ میں ایک روز پٹنہ آنے کے لئے مقام ایٹیشن پر کلکتہ سے آنے والی گاڑی کے انتظار میں کھڑا تھا۔ جب گاڑی آئی تو اُس میں استاد کو بیٹھا ہوا دیکھا اور انہیں کے پاس بیٹھ گیا اور نہایت کمزور دانتواں دیکھ کر مزاج کی کیفیت پوچھی استاد نے فرمایا کہ برادر میں بنگالہ کے ایک دیہات میں تھا ایک بنگالی عورت تھلا ہوئی اور اہل نے بٹھانچو اہش کا اٹھار کیا قطنی انکار کی وجہ سے وہ سیدنا مرض ہوئی اور اس قدر ایذا اور تکلیف مجھے پہنچائی کہ میں بیمار ہو گیا۔ دو ماہ کی علالت میں جب

حالت خراب ہوئی تو بارگاہِ الہی میں میں نے التجا کی کہ اگر موت آپہنچی ہے تو اس قدر قوتِ مرحمت ہو کہ گھر والدہ کے پاس پہنچ جاؤں حق سبحانہ و تعالیٰ نے التجا قبول کی اور میں اس قابل ہوا کہ گھر جا رہا ہوں وہاں پینچکر دو چار روز میں رخصت ہو جاؤں گا، میں نے کچھ تشفی آمیز باتیں کیں لیکن اونہوں نے فرمایا کہ میری موت آپہنچی ہے اور چند روز میں تم سُن لو گے۔ بخیتا پور کے اسٹیشن پر وہ اتر گئے اور میں پٹنہ آیا۔ چند روز کے بعد اُون کی رحلت کی خبر سنی اور معلوم ہوا کہ اُون کی موت اوس طرح ہوئی جیسے اولیا کی موت اکثر ہوا کرتی ہے۔ حضرت باقر اساد کی اصلی حالت سے واقف تھے اور جب تعزیت کے لئے اُون کے گھر گئے تو اُون کی والدہ سے اُون کے حالات مفصل طور پر معلوم ہوئے۔ اُون کی والدہ نے فرمایا کہ طالبِ علمی ہی کے زمانہ میں اُون کو شب بیداری کی عادت ہو گئی تھی عشا کی نماز کے بعد حجرہ میں بند ہو جاتے تھے اور تمام رات عبادت میں بسر کرتے تھے پچھلی رات کو مسجد میں جاتے اور صبح تک اس قدر روتے کہ جانا زبھیک جاتی تھی۔ چھت سے ایک رستی لڑکا رکھی تھی کبھی جب نیند کا غلبہ ہوتا تو سر کے بالوں کو (جن کو اسی غرض سے بڑھا رکھا تھا) رستی سے بانڈھ دیتے تھے تاکہ تکلیف ہو اور نیند آئے۔ والدہ سے اُون نے اقرار لے لیا تھا کہ اُون کا راز کسی پر اُٹھانا نہ کریں اور وہ متاثر بھی نہیں ہوئے اس لئے کہ اُون سے اُلٹا راز قائم رہے گا اور نہ نیکوئی باقی رہے گی۔ اُون کے انتقال سے ایک سال کے بعد اُون کی والدہ نے اپنے دو عزیزوں کو بلا کر کچھ روپیہ دیا کہ اُون کے فرزند کی قبر نچتے کر دی جائے۔ اینٹ وغیرہ جمع ہونے کے بعد جب مزدوروں نے کام شروع کیا تو اُون کی قبر کھل گئی اور ان کی نعش نہایت محفوظ حالت میں دکھی گئی اور کفن بھی نہایت سفید اور محفوظ پایا گیا بستی کے لوگوں کو خبر ہوئی سب نے آکر دیکھا آخر اُون کی والدہ کی ایجاز سے

قریب کر دی گئی اور پختہ نین منگی

امراؤ خان صاحب اور
حضرت باقر کا بیٹا
بندوق بازی کا فن
کمال کرنا۔

۱۲۹۶ء (۱۸۷۹ء) میں حضرت باقر ضلع موہتہاری میں متعین تھے اور قصبہ بڑھڑا
اون کا مستقر تھا۔ ایک مرتبہ وہ بتیا گئے وہاں امراؤ خان صاحب بھوپالی سے ملاقات
ہوئی۔ یہ بزرگ اوس وقت چالیس سال عمر کے تھے اور بندوق چلانے کے فن میں بہت
باکمال تھے اون کا ایک کمال یہ تھا کہ کسی درخت سے پچاس ساٹھ گز کے فاصلہ پر اوس کی
جانب پیٹھ کر کے اور گولی بھری ہوئی بندوق کندھے پر رکھ کر کھڑے ہو جاتے درخت پر کوئی
چڑیا جس وقت بولتی اوس کی آواز پر بندوق سر کرتے اور گولی سے اوس کو گرا دیتے پھر
پھرتے وہ ہمارا جیتیا کے پاس اس امید پر آئے تھے کہ اون کے کمال کو دیکھ کر وہ لازم کھ
لیں گے۔ یہ ہمارا ج بہت عمر آدمی تھے، فارسی اور عربی میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے اہل
کمال کے قدر داں تھے اور پرانے اخلاق کے نمونہ تھے امراؤ خان صاحب کے کمالات
کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے لیکن کسی وجہ سے لازم نہیں رکھ سکے اور محقول انعام واکرام کے
ساتھ رخصت کر دیا۔ حضرت باقر اون سے بتیا میں ملے اون کے کمال سے واقف ہوئے اور
اون کو اولاد کے بات آٹھ ہزار ہوں اور ملازموں کو ہمراہ لے کر بڑھڑا آئے اور چار
پانچ ماہ تک اون کو اور اون کے ساتھیوں کو نہایت احترام اور آرام سے اپنے پاس ٹہرا کر
اون سے بندوق کا فن سیکھا۔ حضرت باقر سے رخصت ہو کر امراؤ خان صاحب آ رہ آئے
اور آ رہ سے ڈراؤن گئے۔ ہمارا ج ڈراؤن نے اون کو اپنے پاس رکھ لیا وہاں وہ آخر
عمر تک رہے اور ۱۹۰۷ء یا ۱۹۰۸ء میں وہاں انتقال کیا۔

حضرت باقر نے تقریباً پچاس سال کی عمر میں امراؤ خان صاحب سے بندوق کا فن سیکھا

بندوق بازی اور
دوسرے فن بہتری
کے کمال کرنے سے
حضرت باقر کا فن

لے یہہ تصدیق سے چودہیل جانب جزبہ واقع ہے

تھا اور ان کی اور ان کے ہمراہیوں کی مہانداری اور خاطر و مدارات میں بہت روپیہ صرف کیا تھا لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ اس عمر میں اور اس قدر روپیہ صرف کر کے اس فن کو کھینے کی کیا ضرورت تھی۔ چونکہ اون کو شکار کا مطلق شوق نہیں تھا اس لئے لوگ اور بھی زیادہ متعجب ہوتے تھے لیکن کسی کو ان سے پوچھنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ بہت دنوں کے بعد ایک روز ان کے چند دوست اون کے پاس بیٹھے باتیں کر رہے تھے اثنائے گفتگو میں فنون سپہ گری کا بھی ذکر آیا۔ حضرت باقر علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ مسلمان کو لازم ہے کہ جہاں تک ہو سکے فنون سپہ گری کو سیکھے اولوں میں مشق کو قائم رکھے ہمارے اعمال کے بدولت جہاد شرف سے ہم بالکل محروم ہو چکے ہیں لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ کا فضل منقطع نہیں ہوا ہے ممکن ہے کہ کسی وقت اوس کی عنایت مبذول ہو اور جہاد کا موقع ہاتھ آئے فنون سپہ گری اوس وقت کام آئیں گے ورنہ جو شخص ان سے ناواقف ہے وہ یا تو پست بہت ہو کر پیچھے رہ جائیگا یا صفت میں جان دے گا۔ حضرت باقر نے جس وقت یہ کہا اوس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ ان فنون کو اس قدر محنت اور شغف سے حاصل کرنے میں ان کی نیت کیا تھی سچ ہے

ذیت المؤمن خیر من عملہ اور انما الاعمال بالنیات وانما الکمال امری مادی

حضرت باقر کے استاد مولانا
ہمدانی اور اتا والہ،
فاضلہ افتخار مولانا فضل

حضرت باقر قدس سرہ کی عربی تعلیم ملتوی ہو گئی تھی اوس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ منطق اور فقہ کی ابتدائی کتابوں کے پڑھنے کے بعد ان کو پیرنگہ میں اون کی مرضی کے مطابق ہستیا نہیں مل سکے مزید برآں فنون سپہ گری اور گھوڑے کی سواری کی مشق میں اون کو اہٹاک ہو گیا۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد اونوں نے عربی کی درسیات کی تکمیل کی جانب پھر توجہ کی اور ان کو استاد بھی اون کی مرضی کے مطابق مل گئے یہ بزرگ موضع بیٹھو کے رہنے والے مولانا مہدی حسن صاحب علیہ الرحمۃ تھے اونوں نے ابتدا کی درسی

کتاب میں صوبہ بہار کے علما سے پڑھیں اوس کے بعد کلکتہ چلے گئے۔ اوس زمانہ تک کلکتہ میں بڑے بڑے علما و فضلاء موجود تھے اور علوم قدیمہ کے درس و تدریس کا سلسلہ جاری تھا۔ اوس وقت کے علما میں سب سے زیادہ فاضل تاجر قاضی القضاۃ مولانا فضل الرحمن بن مولانا محمد اوجہ بردوانی تھے۔ یہ بزرگ علم و فضل میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے اور صاحب تصنیف بھی تھے۔ حضرت سید عبدالرحمن خشتی صابری لکھنوی کی مشہور کتاب کلمۃ الحق کی نہایت عالمانہ شرح موسوم بالمشید فی مبانی کلمۃ التوحید ۱۶۹۷ء میں لکھی اور شاہ ۱۷۰۰ء میں کلکتہ میں طبع کرائی تھی۔ مولانا مہدی حسن علیہ الرحمہ کلکتہ پہنچکر اون کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہدایہ کا سبق شروع کیا اور معقولات کی کتاب میں بھی پڑھنے کی خواہش ظاہر کی لیکن قاضی القضاۃ صاحب نے انکار کیا اور فرمایا کہ معقولات کے پڑھانے سے میں نے توبہ کر لی تھی تھوڑے ہی دنوں کے بعد مولانا مہدی حسن صاحب کی ذہانت اور جودت طبع کو دیکھ کر وہ اس قدر خوش ہوئے کہ معقولات کے پڑھانے کے لئے خود بخود راضی ہو گئے۔ مولانا نے فقہ اور اصول فقہ عقاید اور کلام تفسیر اور اصول تفسیر اور حدیث کی دو تین کتابیں اور حساب اور ریاضی کی سب متداول کتابیں اون سے پڑھ کر نہ فضیلت حاصل کی۔ حضرت قاضی القضاۃ صاحب کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ معقولات کے پڑھانے سے میں نے توبہ کر لی تھی لیکن مہدی حسن کی ذہانت اور ذکاوت نے میری توبہ توڑ دی۔

۱۷۰۰ء میں حضرت باقر علیہ الرحمہ نے مولانا مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پیرنگہ میں پڑھا شروع کیا لیکن ۱۷۰۰ء میں آ رہ چلے آئے اور درس ملتوی ہو گیا اوس سال جب غدر ہوا حضرت باقر آ رہ سے پیرنگہ چلے گئے اور درس کو پھر جاری کیا۔ غدر کے فرو ہونے کے بعد حضرت باقر کے بڑے بھائی حضرت شاہ حسین علی قدس سرہ سیوان سے

حضرت باقر کا منوم عزیز کی
تعمیر کرا

متبادل ہو کر آ رہے اور حضرت باقر بھی مولانا ہمدی حسن صاحب کو ہمراہ لے کر آ رہے گئے اور اپنے پاس ٹھہرایا اور اون سے پڑھنا شروع کیا۔ اور تین سال میں تمام متداول کتابیں ختم کیں۔ مولانا ہمدی حسن صاحب مرحوم کو حضرت شاہ حسین علی صاحب نے ایک ملازمت بھی دلا دی جس کی وجہ سے وہ سات آٹھ سال آ رہے میں مقیم رہے اوس کے بعد ترک ملازمت کر کے بیٹھو چلے گئے اور وہاں ۱۹۳۲ء میں رہا سی ملک بنگا ہوئے رحمۃ علیہ رحمۃ واسعۃ آسا داور شاگرد میں بے حد محبت ہو گئی تھی حضرت باقر جس قدر شوق سے پڑھتے تھے اسی قدر محبت اور توجہ سے مولانا انہیں پڑھاتے تھے۔ حضرت باقر اپنی آخر عمر تک استاد کے علم و فضل اور ان کی عنایت اور شفقت کا بہت ہی محبت سے ذکر کیا کرتے رہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ راتوں کو استاد استراحت فرماتے اور میں کتاب کا مطالعہ کیا کرتا جب کبھی ایسا مضمون پیش آجاتا جس کے حل میں دشواری ہوتی میں بے تکلف جاتا اور استاد کا پاؤں دبا کر اون کو بیدار کرتا وہ فوراً اٹھ بیٹھے اور نہایت مسرور ہو کر مطلب بیان فرمادیتے۔ حضرت باقر کو استاد کے انتقال کا بہت رنج ہوا۔ اون کے رحلت کا ایک قطعہ تاریخ لکھا ہے جو اس دیوان کے (صفحہ ۲۹۵) پر ہے اوس کے ایک ایک مصرع سے ظاہر ہوتا ہے کہ استاد کے انتقال کا حضرت باقر کو کس قدر صدمہ ہوا۔

حضرت مولانا ہمدی حسن علیہ الرحمہ کے اکلوتے فرزند مولانا عبد العظیم صاحب بسمل تخلص اپنے وطن بیٹھو میں قیام فرمایا اور اون کے فرزند ارجمند گیا میں بیرسٹر ایٹ لایا ہیں۔

حضرت باقر قدس اللہ سرہ الغریز بڑے پایہ کے اور بہت ہی وسیع النظر اور صاحب
جیسا اقامت علوم حضرت باقر
کی دست نظر

تحقیق عالم ہوے۔ فقہ اور اصول فقہ عقاید اور کلام فلسفہ اور مقولات کی سب درسی کتاب

اونہوں نے بالاستیعاب پڑھی تھیں فقہ کی درسی کتابوں کے علاوہ فتاویٰ عالمگیری اور فتاویٰ قاضی خاں اور رد المحتار کا چند بار مطالعہ کیا تھا اور مولانا عبدالعلی بھڑکھالی کی شرح مسلم الثبوت کے مضامین اون کو تقریباً حفظ تھے تفسیر جلالین تفسیر بیضاوی اور تفسیر احمدی استاد سے پڑھی تھی اون کے علاوہ تفسیر کبیر تفسیر مدارک تفسیر روح البیان اور چند دوسری تفسیروں کا بالاستیعاب مطالعہ کیا تھا حدیث میں مشکوٰۃ شریف اور ترمذی شریف اور صحیح مسلم شریف استاد سے پڑھی تھی بقیہ کتابوں کو پڑھ کر سند کے حاصل کرنے کا اوہیں موقع نہیں ملا۔ عقائد میں شرح مقاصد اور شرح مواقف مولانا ہمدی حسن صاحب سے پوری پڑھی تھیں اور تجرید طوسی کی دونوں شرحیں (توضیح اور لایبھی) کا مطالعہ کیا تھا اور جہاں جہاں دشواری پیش آئی استاد سے حل کیا تھا فلسفہ وغیرہ میں درسیات کے علاوہ شیخ بوعلی سینا کی شفا، اور اشارات اور علامہ قطب الدین شیرازی کی شرح حکمۃ الاشراف استاد سے پڑھی تھیں اور اشارات کی دونوں شرحیں (رازی اور طوسی) کا مطالعہ استاد کی موجودگی میں کیا تھا۔ صدر الدین شیرازی اور میرزا قردادا کی اکثر تصانیف پر اون کو عبور تھا۔ عربی ادب کی کتابیں بھی مولانا ہمدی حسن صاحب سے پڑھی تھیں اور صحاح جوہری اور قاموس کا ازاول تا آخر چند بار مطالعہ کیا تھا جس سے عربی لغات پر وہ خوب حاوی تھے۔ ریاضی میں ملا عصمت کی شرح خلاصہ الحساب اور تحریر اقلیدس اور تشریح الافلاک اور شرح جنینی اور محقق طوسی کی شرح محطی مولانا سے پڑھی تھی۔ طب کی سب درسی کتابیں بھی تانوپنچ سے قانون شیخ نمک اونہوں نے پڑھی تھیں مگر اس فن میں ان کے اساتذہ کا حال راقم کو معلوم نہ ہو سکا۔ تصوف کی کتابوں پر اون کی نظر بہت وسیع تھی۔ قوت القلوب۔ تعرف۔ رسالہ تشریحیہ۔ فتوح الغیب۔ عوارف المعارف۔ اعیان العالوم

فصوصِ انجم اور فتوحاتِ مکیرہ کا جو تصوف اور سلوک اور تحقیق اور معارف کی اصولی اور جامع کتابیں ہیں چند بار مطالعہ کیا تھا۔ ان کے علاوہ تصوف کی صد ہا کتابیں اون کی نظر سے گزری تھیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے اون کو بہت ہی ذہین اور قوی الحافظہ پیدا کیا تھا اس لئے جو کچھ وہ پڑھ لیتے تھے کبھی نہیں بھولتے تھے اور مشکل ترین مسائل کو آسانی سے حل کر دیتے تھے۔ درس دینے کا موقع اون کو بہت کم ملا اور ملازمت اور دوسری مشاغل کے باعث درسی کتابوں کی فراوانی بھی نہیں رہی لیکن بارہا دیکھا گیا کہ کسی مسئلہ کے بحث کے وقت وہ کتاب کے مضمون کا حوالہ دیدیتے اور بعض وقت اپنی پڑھی ہوئی کتابوں کے صفحات بھی بتا دیتے تھے۔ شہرت سے بچنے کی وہ بہت کوشش کرتے تھے بریں ہم اون کے علم و فضل کی شہرت نہ صرف خطہٴ بہار میں بلکہ صوبہٴ بنگال میں بھی پھیل گئی تھی اپنا وقت اونھوں نے کبھی ضائع ہونے نہیں دیا۔ فرصت کے وقت مختلف علوم کی کتابیں اور شعرا کے دواوین دیکھا کرتے تھے۔ علوم و فنون کی کتابوں کی اشاعت ^{اور} بہت خیال تھا۔ غدر کے دو چار سال بعد کلکتہ میں چند علمائے یک مجلس موسوم بہ "جماعت اشاعت علوم قائم کی جس کے صدر مولانا محمد وجیہ اور نائب الصدومولوی سید کرامت علی الحسنی اور مولوی سید زین الدین حسین خاں بہاؤدین مولانا سید اعظم الدین حسین خاں بہادر (نواب عماد الملک سید حسین بگرا می مرحوم کے والد اور چچا) تھے اور حضرت باقر اس "جماعت" کے خاص رکن تھے اور اس کے قیام کے اصل محرک بھی وہی تھے۔ اس مجلس نے عربی اور فارسی کی بہت سی مفید کتابیں طبع کرائیں جن میں امام غلام الدین سیوطیؒ کی تمام الداریہ لقراء النقایہ اور ابن یسین کے قطعات راقم کی نظر سے بھی گزرنے ہیں۔

حضرت باقر کی گفتگو اور تقریر نہایت سلسل اور مدلل اور صاف صاف ہوتی تھی

جس سلسلہ کو وہ بیان کرتے اس طرح سلاست اور وضاحت کے ساتھ بیان کرتے کہ سننے والوں کو ذہن نشین ہو جاتا اور کسی طالب علم کو چون و چرا کی گنجائش نہیں ملتی۔ میری عمر جب کم تھی راتوں کو اپنے قریب سلاتے اور نماز روزہ کے سبیل کو اس لطیف طریقوں پر بیان فرماتے کہ میرے ذہن نشین ہو جاتا اور یاد رہ جاتا۔ اسی کم عمری کے زمانہ میں منطق کے اصطلاحات اور ان کے معانی کو قصہ کے پیرایہ میں یاد کر دیا تھا " ایک بادشاہ تھا اس کا نام تھا علم اوس کے دو بیٹے تھے جن کا نام تھا تصور اور نصرتی الخ "

حضرت باقر نے خط نسخ اور خط نستعلیق کی بھی مشق کی تھی اور دونوں خط بہت اچھا لکھتے تھے خصوصاً خط نسخ کے بہت اچھے خوشنویس تھے۔ اس فن کو اوغلوں نے منشی و اصل حسین صاحب سے سیکھا تھا۔ یہ بزرگ اگر وہ کے قریب کے رہنے والے تھے کسی وجہ سے وطن سے آہ آئے اور یہاں متبادل ہو کر سکونت پذیر ہوئے اور عدالت میں کسی خدمت پر مامور ہو گئے تھے۔ آخر عمر تک وہ اسی شہر میں رہے اور ۱۲۹۱ھ بمطابق ۱۸۷۶ء میں موضع پور میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔ لینے فن میں یکتائے روزگار تھے اور صوبہ بہار میں اون جیسا خوشنویس کوئی نہیں تھا خط نسخ اور خط نستعلیق دونوں میں کامل تھے حضرت باقر علیہ الرحمہ کے پیر حضرت مولانا شاہ قیام صدیق قدس القدر کے مرید تھے۔ اس حیثیت سے حضرت باقر سے اون کو بہت محبت تھی اور فن خوشنویسی کی مشق اون کو کمال توجہ سے کرائی تھی۔ یہ عام طور پر مشہور ہے کہ پینچ کوش خوشنویس نہیں ہو سکتا۔ لیکن حضرت باقر دونوں میں صاحب کمال تھے۔

غدر ۱۸۵۶ء کے فرو ہونے کے بعد حضرت پیر شاہ حسین علیہماں بہادر علیہ الرحمہ آہ

حضرت باقر کا
ملازمت قبول کرنا

متبدل ہو گئے تھے اور ان کی قیام کی وجہ سے حضرت باقر اپنے استاد حضرت مولانا امجدی کو ہمراہ لے کر آ رہے آ گئے۔ اس اقامت کے زمانہ میں حضرت سید شاہ حسین علی صاحب جب کبھی انگریز افسروں کی ملاقات کو جاتے تو حضرت باقر کو بھی ہمراہ لیجاتے۔ ایک مرتبہ لفٹیننٹ گورنر زور دور ہوئے حضرت شاہ حسین علی صاحب نے حضرت باقر کو ان سے لایا اور ان کی وجاہت دیکھ کر اور مقامی افسروں سے اول کے حالات کو سن کر لفٹیننٹ گورنر نے ملازمت کرنے کے لئے کہا۔ حضرت باقر اور ان کا کہنا ٹال نہیں سکے اور ۱۷۵۵ء (۱۸۵۹ء) میں سر رشتہ ایفون میں اور ان کو گائستہ کی خدمت دی گئی اور آ رہے ہی میں متعین ہوئے ۱۸۵۸ء میں اور ان کا تبادلہ ضلع مویتہاری میں بڑھووا کے مقام پر ہوا اور ان سے ۱۸۵۸ء میں تبدیل ہو کر پٹنہ آئے چار سال کے بعد اور ان کا تبادلہ کیا ہوا اور ۱۸۵۹ء (۱۸۶۲ء) تک نامور بیکار رہ کر پینشن پر سبکدوش ہوئے۔ چونکہ اور ان کے اہل و عیال کی مستقل سکونت آ رہے میں تھی اس لئے پٹنہ لے کر آ رہے چلے آئے اور آخر عمر تک یہاں قیام پذیر رہے۔

حضرت باقر کشیدہ قامت تھے قد چھ فیٹ تھا اعضا ورزشی اور نہایت مناسب حضرت باقر کا طبع تھے۔ پیشانی کشادہ اور چوڑی تھی۔ آنکھیں بڑی اور نہایت حسین تھیں اور حیا اور مروت اور شجاعت سے لبریز نظر آتی تھیں دونوں ابرو گھنے اور لمبے ہوئے تھے ناک لمبی تھی ہونٹ باریکی مال تھے۔ دانت مسل اور لمبے ہوئے اور نہایت چمکدار تھے۔ چہرہ بھرا ہوا اور کتابی تھا داڑھی گہنی تھی جس کو وہ ترشوا کر شرعی حد کے مطابق ایک مشت سے کچھ زیادہ رکھتے تھے، سر کے بال بطریق سنون گردن تک رکھتے تھے۔ چوبیس سال کی عمر میں سر اور داڑھی مونچہ کے بال سفید ہو گئے تھے اس لئے اوس وقت سے اوٹھون نے خضاب لگانا شروع کیا تھا اور ۱۸۶۲ء (۱۸۹۳ء) تک لگاتے رہے اور ان کے چہرہ سے علم و وقار

رعب و شجاعت تقویٰ و برگزیدگی اور سرور و اطمینان قلب ظاہر ہوتا تھا۔ ہاتھ قوی اور ہتیلیاں پر گوشت اور انگلیاں لمبی اور موٹی تھیں اور باوجود پنجہ کشی کی مشق کے اون کی ہتیلیاں اور انگلیاں نرم تھیں۔ شانہ اور سینہ بہت عریض تھا اور پیٹ کسی قدر نکلا ہوا تھا پاؤں کی ہڈیاں موٹی اور قوی تھیں اور پاؤں کی انگلیاں لمبی تھیں۔ گھوڑے کی سواری چونکہ کم عمری میں شروع کی تھی اور بہت عمر تک کرتے رہے تھے اس لئے رانوں کی ہڈیوں میں اندر کی جانب خم آ گیا تھا آخر عمر میں جب مسلسل علالتوں کی باعث دبے ہو گئے تھے ان ہڈیوں کا خم ظاہر میں بھی محسوس ہونے لگا تھا۔ چونکہ جسمانی ورزش بہت کی تھی اس لئے طاقت بھی بہت رکھتے تھے۔ برہنہ و اس ایک مرتبہ دورہ پر جانے والے تھے اور سامان ایک بیل گاڑی پر پہلے روانہ ہونے والا تھا۔ ملازمین کسی دوسرے کام میں مصروف تھے اور ڈھائی من کا چاول کا ایک تھیلہ گاڑی پر رکھا نہیں گیا تھا اونھوں نے اوس کو نہایت آسانی سے اٹھا کر گاڑی پر رکھ دیا۔ ۱۲۰۹ھ (۱۸۹۲ء) سے اون کی آنکھوں میں پانی آنا شروع ہوا یہاں تک کہ ۱۲۱۳ھ (۱۸۹۵ء) میں دونوں آنکھوں کی روشنی بالکل زائل ہو گئی اوس سال پٹنہ میں ایک کمال سے ایک آنکھ قرح کرائی مگر قرح اچھا نہیں ہوا اور وہ آٹھ خراب ہو گئی اور پانچ سال تک اوس آنکھ میں درد رہا اور اونھوں نے بے حد تکلیف اٹھائی۔ آخر کار شعبان ۱۲۱۵ھ (جنوری ۱۸۹۹ء) میں لکھنؤ جا کر ڈاکٹر عبد الرحیم جو آنکھ کے علاج میں بہت ماہر تھے علاج کرایا اور اچھے ہوئے اور آنکھ کے درد کی شدید تکلیف سے اونھیں نجات ہوئی۔ اس آنکھ کی شاکت سے دوسری بھی خراب ہو گئی اور قرح کے قابل نہیں رہی اس لئے آخری عمر تک وہ بینائی سے بالکل معذور رہے۔

علماء کے وضع کا عامہ جسم پر عمل کا کرنا اور اُس وقت کے وضع کا بند دار انگریز کہ اوس عیال کبھی کبھی عیال کے نیچے صدری بھی پہن لیتے تھے۔ پاؤں میں بہار کی وضع کا چوڑی دار پانچا اور دھلی کا سادہ جو تپا پہنتے تھے لباس اکثر بہت قیمتی پہنتے تھے اور چونکہ نہایت متناسیب الاعضا تھے اس لئے جامہ زیب بھی بہت تھے۔ خاندان کی قدیم وصیت کی پابندی میں سیاہ رنگ کا کپڑا کبھی نہیں پہنا۔ بود و باش میں تکلفات سے نہایت نفور رہے لیکن سکان اور فرش وغیرہ نہایت صاف اور ستھرا رکھتے تھے اور ذرا سی کثافت بھی اونھیں بہت ناگوار ہوتی تھی۔ لطیف اور اچھی اور خوش ذائقہ غذا کا اونھیں شوق تھا۔ بہترین باورچی جو مل سکتے ملازم رکھے جاتے تھے۔ دسترخوان بہت وسیع تھا اور دونوں وقت سب کے ساتھ ایک ہی دسترخوان پر کھاتے تھے اور جو خود کھاتے وہی کھاتا اون کے تمام ملازمین کو دیا جاتا تھا کسی قسم کی تفریق نہیں ہوتی تھی کھانا پکانے اور چار اور مرے اور شربت کے بنانے میں بہت دخل رکھتے تھے۔ چاؤ پیئے کا بہت شوق تھا کلکتہ میں جو بہترین چار مل سکتی تھی مسکائی جاتی تھی اور صبح کو اشراق کے بعد اور شام کو بعد عصر گھر کے سب لوگوں کو اور دوست آشنا کو جو ملاقات کو آتے ہمراہ لے کر ناشتہ کرتے اور چاؤ پیئے اور پلاتے۔ ناشتہ میں سبک میوہ اور دو ایک قسم کا حلوا ہوا کرتا تھا۔ اچھے اچھے کھانے اور لیچھے فرش فروش کا شوق اون کو تقریباً پچاس سال کی عمر تک رہا اوس کے بعد محبت اور یاد الہی میں انہماک اور انجذاب باطنی کا غلبہ جیسے جیسے بڑھتا گیا ان چیزوں کی جانب سے اون کی طبیعت ٹپٹی گئی یہاں تک کہ چند سال کے بعد یہ حالت ہو گئی تھی کہ کسی چیز کی جانب توجہ باقی نہیں رہی تھی نہ کھانے کی نہ کپڑے کی نہ فرش فروش کی۔ جو کچھ سامنے آجاتا کھالیتے، جیسا کپڑا ملتا پہن لیتے اور بغیر سیر کے خالی تخت پر سو جاتے۔ پان کھاتے تھے

لیکن صرف دو وقت کھانا کھانے کے بعد۔ حقہ تمباکو اور زردہ وغیرہ کا اوھینس کبھی شوق نہیں ہوا لیکن جہانوں اور دوستوں کے لئے تکلف کا حقہ اور تمباکو ہمیں رکھتے تھے۔

حضرت باقر قدس اللہ سرہ العزیز صوفی مشرب حنفی الذہب سنی تھے اور اہل سنت

حضرت باقر کا مذہب
و مشرب۔

عقائد میں نہایت استوار تھے احکام دین کو قرآن سنت اجلاء امت اور قیاس شرعی پر منحصر سمجھتے تھے اور اہل بیت نبوی اور اصحاب رسول کی محبت اور اتباع کے بغیر ہدایت اور

نجات کو ناممکن خیال کرتے تھے۔ اہل بیت علیہم السلام اور اصحاب رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ عقیدت رکھنے کا جب تذکرہ ہوتا تو اکثر یہ چار حدیثیں تلاوت فرمایا کرتے

(۱) انی تارک فیکم الثقلین (خلیفتین) کتاب اللہ جبل مد و حفاہین السماء والارض و عترتی اہل بیتی و انما لن یتفرقا حتی یرد اعلیٰ السواض

(۲) مثل اہل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجوا و من تخلف عنھا غرق۔
(۳) اصحابی کالنجوم باھم اقتدیتم اھتدیتم (۴) اللہ فی اصحابی لا یخونھم

غرضاً من بعدی فمن اجمعتھم فنجی اجمعتھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم
خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں فضیلت علی الترتیب الخلاف اور حضرت سیدنا ابو بکر

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق افضل البشر بعد الانبیاء ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے
خلفائے راشدین اور اصحاب رسول کے خلاف کسی کی کوئی بات سننے سے بیتاب ہو

جاتے تھے۔ ایک بار حضرت غالب کا فارسی دیوان دیکھ رہے تھے اون کی نظر سے
یہ رباعی گزری :-

شرطت کہ بہر ضابطہ آداب رسوم
خیزد بعد از بنی امام معصوم
زاجماع چگویی بسلی باز گرائے
مہ جائے نشین مہربان شد نہ نجوم

اس کو پڑھ کر وہ بہت آزر دہ ہوئے اور کبدر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتفاقاً میں سامنے آ گیا مجھے بلایا اور بٹھا کر دیوان میرے جانب بڑھایا اور فرمایا دیکھو تو غالب نے یہ کیا لکھ دیا کیا یہ صریح تیرا نہیں ہے۔ حضرت غالب کی شاگردی پر اذیتیں ہمیشہ فخر رہا اور اون کی مدحت اور ان کے ساتھ اظہار عقیدت میں بیسیوں شعرا ان کے دیوان میں نظر آئیں گے تاہم اوں سے ضبط نہ ہو سکا اور اسی وقت اس رباعی کے جواب میں ایک قطعہ لکھا جو اس دیوان میں شریک ہے۔ (صفحہ ۲۹۰)

حضرت باقر علیہ الرحمۃ صوفی تھے چشتیہ طریقیہ میں اون کو بیعت تھی اور چشتیہ وقادریہ جناب امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ اور ابی بکر صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت باقر کی عقیدت و محبت۔

میں اون کو خلافت تھی۔ صوفیوں کے تمام سلاسل حضرت سیدنا امیر المؤمنین امام المسلمین علی ابن ابی طالب اسد اللہ الغالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پر ختم ہوتے ہیں اور صوفیوں کے تمام فیضان باطنی اور تمام مدارج ولایت اور معرفت الہی کا سرچشمہ اونہیں کی ذات پاک ہے اس لئے بقصائے جبلت القلوب علی حب من احسن الیہا حضرت باقر قدس سرہ کو اون کی اور اون کی اولاد کی ذات پاک کے ساتھ بے حد محبت تھی اور اوس میں وہ ہر وقت سرشار رہتے تھے۔ اون کے کلام میں اون کے دل سے بے ساختہ نکلے ہوئے بکثرت ایسے اشعار ہیں جو آیت شریفہ **قَدْ شَخَفَهَا حُبًّا** کو یاد دلا دیتے ہیں چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں :-

باعترت واصحاب بودئے نیازم	در بارگہ آل نبی بندہ یریم
آگہ نیم از تفرقہ حاصل محصول	دانم کہ سگ در گہ صدیقہ ایریم
از دست برد و دل خبر ما طلع اشمس	ہم مست کسند ز فرمہ خم خیریم

لہ اشارہ ہے اس حدیث شریفہ کی جانب :- ما طلعت الشمس علی رجل خیر من ابی بکر
(بقیہ حاشیہ پر صفحہ ۵۲)

تنگ آمدم ز شورش رُو باہ سیرتیاں
 بر سرم شکست دوشینہ آمد از کرم
 ہیبت شان رخت لشکر قیصر شکند
 قساں ز لطف بہ نظارہ رُخت آئے
 تصیبِ اوست نسر د اجام کوثر
 گذشت عمر و نہ شد سرمہ قسمتِ چشم
 مرید حضرت عشقِ تم تجو ہی نام
 بندہ عشقِ تم روئے ما بود سوئے علیؑ
 میکشی مارا سوئے جنت نیدانی مگر
 آتشِ دوزخ چہ سوز دیک روئے مرا
 فرض شد بعد از نبی بر مے درود و سلام
 کشف شد سرِ نضحی بد بسم اللہ تمام
 فریاد من بختِ شیر خند اگر ز منت
 مشکل مارا ز لطفِ نحویش آسان کرد
 زور بازوئے تو شاہا در خیر شکند
 دلم ہجر تو یا بو تراب امی سوزد
 کسے شد دستِ عشقِ حمید ر لہ روز
 ز گرد راہ شہنشاہ بو تراب در یغ
 کہ حب آلِ عباس است دینِ ایام
 سجدہ گاہ ما بود محرابِ ابروئے علیؑ
 ماہرہ مستیم رضواں ساکن کئے علیؑ
 رشتہ جانم بود از تارگیسوئے علیؑ
 فرض شد ہم بر مسلمان عشقِ بائے علیؑ
 نقش شد تا در دل من بیٹے علیؑ

(وفی روایت خیل من عمر) (حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی بہتر شخص پر آفتاب طلوع نہیں ہوا اور ایک روایت میں عمر سے بہتر شخص پر بھی آیا ہے)۔ فردوسی نے شاہنامہ کے ویساچوہ میں جہاں خلفائے راشدین کے مناقب بیان کئے ہیں اسی حدیث کی جانب اشارہ کر کے کہا ہے۔

چہ گنت آں حسداوند تنزیلِ وحی
 خداوند امر و حسداوند نہی
 کہ خورشید بعد از رسولان مہر
 تائبید بر کس ز بو بکر بہر

اللہ جنۃ الوداع کے بعد مدینہ منورہ تشریف لاتے وقت حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک روز غدیر خم کی منزل پر مقام ہوا وہاں جناب امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے شان میں ارشاد ہوا من گنت مولا، فعلی مولا۔

پایگاہِ عشق را اور غایتِ تصویبی رساند
عاشقِ روئے نبی شد عاشقِ روئے علیؑ

باقرؑ سیرِ جہاں فرسودہ شد پامیرِ عیش
بعد ازیں دستِ من است و دامنِ گوئی علیؑ

حضرت باقرؑ کا
تقصیبے
نفور رہنا۔

حضرت باقرؑ اس سرہ سنیت اور ضغیت میں نہایت نچمٹے تھے لیکن تعصب سے

تہایت نفور رہتے تھے۔ کتبِ مینی کا اونہیں ہمیشہ شوق رہا اور جب تک آنکھوں سے مغزور نہیں ہوئے تھے اور انجذابِ باطنی نے اون کو کلکتہٴ محو فی الذات نہیں کر دیا تھا زنت کے وقت کتابیں دیکھا کرتے تھے علوم و فنون اور تصوف کی کتابوں کے علاوہ مقلد، غیر مقلد، شیعہ، سنی اور دوسرے مذاہب کی کتابیں بھی بکثرت اُن کی نظر سے گزری تھیں لیکن ایسی کتابوں کا مطالعہ صرف تفضن کے طور پر اور مذاہب مختلفہ کے خیالات و عقائد و دلائل کے معلوم کرنے کے لئے ہوا کرتا تھا۔ مباحثہ اور مناظرہ سے اون کو ہمیشہ نہایت نفرت رہی۔ اگر کوئی شخص مباحثہ کے طور پر کسی مذہبی مسئلہ پر اون کے سامنے گفتگو شروع کرتا تو اس کو فوراً نہایت لطیف طریقہ پر روک دیتے تھے جس طرح وہ اپنے معتقدِ علیہم بزرگوں کے خلاف شان کسی بات کے سننے کتاب نہیں لاسکتے تھے اسی طرح دوسرے فرقوں کے بزرگوں کے خلاف شان کوئی بات اپنی زبان سے نکالنی نہ تو جائز سمجھتے تھے اور نہ دوسروں کی زبان سے سن سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص کبھی ایسی باتیں شروع کرتا تو فوراً یہ آیت تلاوت فرماتے: وَلَا تَسْبُوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسْبُوا اللَّهَ عَدُوًّا لِّغَيْرِهِمْ (سورہ انعام)۔ اون کی دوستی ہر فرقہ کے لوگوں سے تھی اور جس سے تھی نہایت مخلصانہ تھی۔ اون کے دوستوں میں ہندو، انگریز غیر مقلد شیعہ سب ہی تھے۔ آ رہ میں سادات بلگرام کا ایک خاندان آباد ہے ان لوگوں سے اون کو جس قدر محبت تھی ویسی کم کسی سے تھی۔ ان میں ایک بزرگ سید حسن عکرمی صاحب بلگرامی اور دوسرے سید فرزند احمد صغیر صاحب اون سے

عمر میں بڑے تھے میں نے دیکھا ہے کہ وہ اُن بزرگوں کا اس قدر ادب کرتے تھے جیسے خود اپنے بزرگوں کا۔ سید نور الحسن صاحب عرف نواب میاں بگلرامی اور اُن کے بھائی سے اونیس اس قدر محبت تھی جیسے اوس زمانہ میں سکے بھائیوں سے ہوا کرتی تھی۔

حضرت باقر اپنے بزرگوں کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ ویسا ادب اب دیکھنے میں نہیں آتا۔ میں دیکھا کرتا تھا کہ اپنے بڑے بھائی حضرت سید شاہ حسین علی علیہ الرحمہ کے خدمت میں جب حاضر ہوتے تو بہت تعظیم سے آداب بجالاتے اور اُن کے ہاتھوں کو چومتے اور جب تک وہ بیٹھنے کا حکم نہیں دیتے کھڑے رہتے اور جب بیٹھے تو بہت مودب ہو کر دو زانو بیٹھے اور اُن کے ساتھ گفتگو میں کبھی پیش قدمی نہیں کرتے وہ خود جب کچھ استفسار فرماتا تو نہایت ادب سے جواب دیتے اور اگر خود کچھ عرض کرنا ہوتا تو اجازت لے کر عرض کرتے ورنہ خاموش مگر متوجہ ہو کر بیٹھے رہتے۔ اسی طرح علی قدر مراتب وہ بڑوں کا ادب کرتے تھے۔ اُن عزیزوں کا بھی جو رشتہ میں چھوٹے لیکن عمر میں بڑے تھے پاس ادب ملحوظ رکھتے تھے۔ حضرت باقر کے والد ماجد کے دو خدمتگاروں کو میں نے دیکھا ہے۔ ان میں سے جب کوئی صاحب ادب کے پاس آتے تو وہ دیکھتے ہی کھڑے ہو جاتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے اور خود اُن کے روبرو مودب بیٹھے اور ناشتہ اور چاء سے اون کی تواضع کر کے اون کو رخصت کرتے۔ زمانہ کا انقلاب دیکھیے۔ حضرت باقر کو اون کے والد کے خدمت گاروں کا جس قدر ادب کرتے میں نے دیکھا ہے اوس کا عشر عشر بھی آج کل کے نوجوان اپنے باپ کا نہیں کرتے۔ اپنے چھوٹے عزیزوں سے اور دوستوں کے لڑکوں سے وہ نہایت ہی بزرگانہ شفقت اور محبت لیکن وقار کے ساتھ ملتے تھے اور بغیر حلوا یا شیرینی کھلائے ہوئے جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

حضرت باقر کا اپنے بڑوں سے چھوٹوں اور دوستوں کے ساتھ طرز مشرت

حضرت باقر دوستی میں نہایت استوار تھے۔ جس سے دوستی کا تعلق ہو گیا تمام عمر قائم رہا۔ بزرگوں کے سامنے نہایت باادب اور چھوٹوں کے سامنے باوقار رہتے لیکن برابری کے دوستوں کے ساتھ بے تکلفانہ اور نہایت محبت اور احسان سے ملتے تھے اور بے تکلفی کی صحبتوں میں اپنی زندہ دلی خوش مذاقی لطیف گوئی بذلہ سخی اور حاضر جوابی سے دوستوں کو خوش اور محفوظ کیا کرتے۔ آ رہ میں ساہلہ سال تک یہ معمولی رہا۔ کہ ہر اتوار کے روز عصر کے وقت شہر کے دس بارہ دوست اون کے مکان پر جمع ہوتے ناشتہ اور چاء اور میاں پناہ علی مرحوم کی قوالی سے مغرب کے وقت تک اون کی تواضع کی جاتی اور بعد مغرب سب کو کھانا کھلا کر رخصت کرتے۔ حضرت باقر دوستوں کی مجلس میں بے تکلف رہتے لیکن جب تک بیٹھے دوزانو یا چار زانو بیٹھتے تھے۔ بے تکلف سے بے تکلف دوست کے سامنے بھی وہ پاؤں پھیلا کر کبھی نہیں بیٹھے۔ اون کی مجلس ہر قسم کی غیبت اور لغو اور فحش گفتگو سے بالکل پاک ہوتی تھی۔ خود اون کی زبان غیبت اور فحش اور دشنام سے کبھی لہو نہیں ہوئی۔ اجلاف اور اراذل کی صحبت سے اون کو ہمیشہ اجتناب رہا۔ اس قسم کے لوگوں میں سے اگر کوئی شخص کسی کام یا ضرورت سے اون کے پاس آتا تو خندہ پیشانی سے اوس کی باتیں سنکر اوس کا کام انجام دیتے اور رخصت کر دیتے تھے۔

حضرت باقر سخاوت میں اپنا نظیر بہت کم رکھتے تھے۔ بیوہ، یتیمی، مساکین اور

حضرت باقر
کی سخاوت

۱۲۰۰ میاں پناہ علی صاحب مرحوم قوال تھے۔ شہرہم کے رہنے والے تھے لیکن اپنے عزیزوں کے ہمراہ زیادہ تر آ رہ میں رہتے تھے۔ حضرت باقر کے بے تکلف دوستوں میں تھے۔ ستار نوازی اور گانے میں نیز صوبہ بہار میں بلکہ دور دراز اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔

طلبہ کی پرورش کرتے تھے۔ کوئی سائل اون کے پاس سے خالی نہیں جاتا تھا۔ کوئی بہانہ آتا تو بہت خوش ہوتے اور اس کو احترام اور آرام کے ساتھ بھرتے اور بہت خاطر و مدارا کرتے جیکم ڈاکٹر مولوی سید عبدالسبحان عرف فریدشاہ وارثی صاحب سلمہ اہلکلمہ کے رہنے والے راقم کے قریبی رشتہ سے بھتیجے ہیں۔ ۱۲۹۸ھ (۱۸۸۱ء) میں وہ پٹنہ کے ڈاکٹر تھی کے مدرسہ میں داخل ہوئے۔ ۱۳۱۲ھ میں جب حضرت باقر کا بڑا بہرہ واسے پٹنہ تبادلا ہوا تو وہ اون کے پاس قیام پذیر ہوئے ایک خط میں انہوں نے حضرت باقر کی جہاں نوازی کا ایک واقعہ مجھے لکھا جو انھیں کے الفاظ میں یہاں نقل کرتا ہوں :- ”... ۱۳۱۲ھ میں دادا صاحب رحم (یعنی حضرت باقر) پٹنہ آگئے۔۔۔۔۔ اوس وقت مجھ سے ایک بہانہ خوب کام لیا گیا یعنی ایک عرب دادا صاحب کی ملاقات کو آئے سو، اتفاق سے اوس وقت آپ کے پاس کچھ موجود نہ تھا مجھے پچاس ساٹھ روپیہ کا قیمتی مثال کا ایک چنہ دیکر کہا کہ اسے بیچ لاؤ چاہے کتنی قیمت ملے۔ مجھے بازار میں صرف پندرہ روپے ملتے تھے اس لئے میں واپس لایا خشکی کے لہجہ میں ارشاد فرمایا میں نے تو کہہ دیا تھا جو کچھ بھی آملیں بیچ لاؤ۔ پندرہ روپیہ میں بیچ لایا پانچ روپے تو عرب صاحب کی دعوت میں بیچ ہوئے اور دس روپے نقد دیکر رخصت کئے گئے۔۔۔۔۔“ حضرت باقر کو تین گاؤں بلال شریک غیرے اون کے والد کے وارثت میں ملے تھے اون کی آمدنی کے علاوہ انہیں ملازمت بھی تھی جسکی تنخواہ کے علاوہ گورنمنٹ سے تہنہ کارگزاری پر سالانہ ایکشن بھی اوقدار میں ملتا تھا لیکن انہوں نے اس پر

لے گیا کاشہر پگلو نڈی کے غریب کنارہ پر واقع ہے۔ اس نڈی کے شرعی کنارہ پر موضع آنگرہ واقع ہے۔ یہ موضع سادات کی بستی ہے اور یہاں کے سادات سے حضرت باقر کی قرابت داری ہے۔ شمس العلماء، نواب سید ادا امام صاحب مرحوم نے آخر عمر میں یہیں سکونت اختیار کی تھی اور یہیں اون کا انتقال ہوا۔

پرایوں میتوں اور بیواؤں فقرا اور مساکین پر سب کچھ صرف کر دیا یہاں تک کہ پیر گہر گیا اور آ رہ میں اون کا ذاتی مکان تک نہ رہا اور عمر کا آخری حصہ انہوں نے کرایہ کے مکان میں کاٹا۔

حضرت باقر علیہ الرحمہ جس طرح سخاوت میں بے مثل تھے شجاعت میں بھی بے نظیر تھے حضرت باقر کی ملازمت کے زمانہ میں اپنے حکام بالادست کا ادب کرتے تھے مگر کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہوئے اور ان سے میاگانہ ملا کرتے تھے اس لئے انگریز حکام بھی ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ ۱۸۵۷ء میں جب انگریزی دہلی فوج باغی ہو کر آ رہ آئی اور آ رہ میں غدر ہو گیا انگریز حکام ایک مکان میں متحصن ہو گئے۔ مولوی سید اعظم الدین حسین خاں (نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی کے چچا) بھی جو آ رہ میں ڈپٹی کلکٹر تھے ان کے ساتھ اس مکان میں پناہ گزین ہوئے۔ حضرت باقر اس وقت آ رہ میں تھے اور گو ان کی عمر اس وقت صرف چھبیس سال کی تھی اور ملازمت کے سلسلہ میں بھی داخل نہیں ہوئے تھے بریں ہم آ رہ کے مسلمان عہدہ داروں کے پاس مشورہ کے لئے آئے۔ رائے یہ قرار پائی کہ فوراً آ رہ چھوڑ دینا چاہئے اور جس قدر جلد ہو سکے اس ضلع کی حد کو عبور کر کے آڑول پہنچ جانا چاہئے چنانچہ اسی شب کو یہ سب لوگ جن کی تعداد بارہ تیرہ تھی آ رہ سے روانہ ہو گئے۔ صبح کو یہ سب لوگ جا رہے تھے کہ ایک گاؤں کے قریب کنورنگھ کے علاقہ کے ساتھ ٹسٹر راجپوتوں نے اس جماعت کو گھیر لیا اور تلواریں نیام سے نکال کر سب کو قتل کر دینا چاہا۔ حضرت باقر تلوار لے کر آگے بڑھے اور پہلے بہت کچھ فہمائش کی۔ لیکن جب ان لوگوں نے حملہ ہی کرنے

طلہ یکان ابھی موجود ہے اور گورنمنٹ کے زیر نگرانی ہے اور آ رہ جس کے نام سے مشہور ہے لارڈ کرزن نے ایک تختی پر ان تمام انگریز اور دیہی آدمیوں کے (جو اس میں تھن ہوئے تھے) نام کندہ کرانصوب کر دیا ہے۔

کا ارادہ کیا تو یہ تنہا اون سب سے مقابل ہوئے۔ اون میں سے کچھ لوگ زخمی ہو کر گرے باقی سب بھاگ گئے اون کی شجاعت اور وہ فن جس کو اونھوں نے برسوں محنت کر کے سیکھا تھا ان کے اور اون کے سب ہمراہیوں کے کام آیا اور سب لوگ خیریت سے اردل پہنچ گئے۔ ایک وقت حضرت باقر گیا سے آ رہے تہا یکہ پر آ رہے تھے رات کے وقت ڈاکوؤں نے یکا یک گھیر لیا وہ لڑے اور سب کو بھگا دیا۔ اون کے شجاعت اور بہادری کے بہت سے واقعات ہیں جن کے جاننے والے چند لوگ ابھی تک بقید حیات ہیں۔

حضرت باقر قدس اللہ سرہ العزیز دنیا پبلی سے باطنغ نغور تھے۔ جب بہت مجبور کئے گئے تو نوکری قبول کر لی تھی لیکن مدارج اور اضافہ تنخواہ کے لئے کوشش کا کرنا تو درکنار اوسا جانب اون کو کبھی خیال تک نہیں آیا اور کسی کے پاس دنیا کی غرض لے کر نہیں گئے۔ جس زمانے میں بیٹھروا میں تھے اون کو دو مرتبہ ترقی دی گئی لیکن اونھوں نے شکر یہ ادا کیا اور قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جس خدمت پر وہ ۱۸۵۹ء میں مامور ہوئے تھے تمام مدت ملازمت اوسی پر رہے۔ ۱۸۶۹ء میں جس وقت اونھوں نے پنشن لی اوس وقت تک اون کی سوری جانداد بالکل جا چکی تھی اوس کے باوجود اونھوں نے صرف پنشن کی رقم پر قناعت کی اور گو اون کے وسیع تجربہ کے لحاظ سے ایک عارضی خدمت پیش کی گئی لیکن اونھوں نے معذرت کیا اور انکار کر دیا۔ دنیا داری کی صورت میں ہرگز زہد و اعراض عن دنیا کی ایسی شخصیت دیکھنے میں نہیں آئی بعض اشعار میں اونھوں نے دنیا کی جانب سے کنارہ کشی کا اشارہ کیا ہے یہاں شعر نقل کئے جاتے ہیں۔

باقر برائے حیفہ دنیا از جانزفت
طالب حیفہ دنیا و زرو مال نہ

قانع بماندہ است بنان جوین شمشک
باقر حمت حق با دبر آنگس کہ چون

حضرت باقر کا
علم اور عفو

علم اور عفو میں بھی حضرت باقر علیہ الرحمۃ آپ اپنی نظیر تھے یہ ظاہر ہے کہ جو شخص نہایت معاملات میں بالکل بے نقص ہو اور دنیا سے اعراض کلی رکھتا ہو اور جس کو دنیا کے معاملات میں کسی سے کچھ سروکار نہ ہو اس کو دینی اور دنیوی معاملات میں نہ کسی سے نفرت ہو سکتی ہو نہ مخالفت اور دشمنی۔ چنانچہ حضرت باقر خود کسی کے مخالف اور دشمن نہیں ہو سکتے تھے اور نہیں ہوئے لیکن بقیۃ القادس علیہ السلام وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَاطِئِينَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مِّنْ يُّوسُفَىٰ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفٌ مِّنَ الْفُؤَادِ غَوْرًا كَبُحْبُهِ اُون کے مخالف اور دشمن پیدا ہو جایا کرتے تھے۔ اون لوگوں نے جنہیں اون کے بعض عزیز بھی تھے انہیں مسلسل ساہا سال تک بے حد ایذا میں اور تکلیفیں پہنچائیں۔ اگر وہ چاہتے تو بہت سخت انتقام لے سکتے تھے مگر انہوں نے ان لوگوں کی مخالفت کا کبھی خیال تک نہیں کیا اور لان کی ایذا رسانی اور تکلیف دہی کی شکایت میں کبھی ایک لفظ زبان سے نہیں نکالا بلکہ بعض وقت اپنے کسی دوست یا عزیز کو ان معاملات کے متعلق اون لوگوں کی شکایت کرتے سنا تو منع کیا اور فرمایا کہ حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کا شعر ہمیشہ یاد رکھو۔

از خدا دان خلاف دشمن و دوست کہ دل پہرہ و در تصرف اوست

ایک مرتبہ پیر گیہ میں ایک شخص نے اون کو زہر کھلا دیا۔ اون کے ایک قریبی رشتہ دار ڈاکٹر سید ابوالحسن صاحب مرحوم و مغفور اوس وقت اتفاقاً پیر گیہ میں موجود تھے۔ زہر کے اثر سے حضرت باقر کی حالت نازک ہو گئی اور بظاہر مرنے میں کوئی بات باقی نہیں رہی تھی لیکن ڈاکٹر صاحب نے علاج کیا اور بہت مشکل سے اون کی جان بچی۔ صحت کے بعد ہر چند

۱۷ یہ بزرگ قدیم زمانہ کے کلکتہ کے پاس کے بوئے ڈاکٹر تھے اور گیہ میں طب کرتے تھے۔ حضرت پیر ناہن علیؒ (جن سے حضرت باقر کی بڑی ہیشیر منسوب تھیں) چھوٹے بھائی تھے اور قریبی رشتہ سے حضرت باقر کے بھائی بھی ہوتے تھے۔

لوگوں نے اون سے دریافت کیا کہ کس نے زہر دیا لیکن اونھوں نے اپنے
 جد اعلیٰ حضرت سبط اکبر سید شباب اہل الجنت جگر سید الکوین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم امیر المؤمنین امام المسلمین سیدنا و مولانا امام شہید حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی پوری اتباع کی
 اور کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اون کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا نے جو اوس وقت
 بقید حیات تھیں استفسار فرمایا لیکن اونھوں نے مان کے قدموں پر سر رکھ دیا اور بہت عجز
 سے آبدیدہ ہو کر معافی مانگی اور نہ بتایا۔ قرآن سے لوگوں کو آخر معلوم ہو ہی گیا کہ کس نے
 زہر دیا تھا لیکن خود اونھوں نے کبھی کسی پر اوس کا نام ظاہر نہیں کیا۔ دشمنوں کی جانب سے
 لاپرواہی کا اظہار اونھوں نے بعض شعرا میں بھی کیا ہے۔ یہاں دو شعر نقل کئے جاتے

ہیں۔

زبس گردید کل مرثت طبع بے کینم نہ دارم فقی اندر دوستان و دشمنان خود
 بکیش من نبود مت یاز دشمن و دوست کیسکہ دشمن من شد عزیز من باشد

صبر و شکر رضا و تسلیم کے صفات میں بھی حضرت باقر علیہ الرحمہ یگانہ روزگار تھے سخت
 سے سخت بیماریوں کی تکلیف کو نہایت صبر اور استقامت کے ساتھ برداشت کر لیتے تھے
 اور اوس حالت میں جب کوئی اگر اون کی مزاج پر سی کرتا تو احمد مدد ایسے صمیم دل سے
 کہتے تھے کہ اون کے چہرہ پر نشانت دوڑ جاتی تھی۔ ۱۲۹۸ھ (۱۸۸۱ء) میں اون کے
 سینہ میں ایک عجیب قسم کا درد شروع ہوا۔ عشا کے وقت شروع ہوتا اور تھوڑی دیر میں
 بہت بڑھ جاتا اور صبح کی نماز کے وقت تک باقی رہتا۔ دن کے وقت نہیں ہوتا۔ بعض وقت
 درد کی اس قدر شدت ہوتی کہ ٹھنڈا پیرینہ جاری ہو جاتا اور نبض کی حرکت رک جاتی۔ اس
 بیماری میں وہ ساڑھے تین مہینے مبتلا رہے اوس کے بعد صحت ہوئی۔ پھر ۱۳۰۲ھ

صبر و شکر
رضاء و تسلیم

(۱۸۸۵ء میں) اون کے سیدھے ہاتھ اور سیدھے پاؤں میں زخم پیدا ہوئے اور بڑھتے بڑھتے بہت بڑھ گئے ہر وقت اون میں درد رہتا تھا اور کبھی کبھی خون جاری ہو جاتا تھا یہ تکلیف اون کو تقریباً پانچ مہینے رہی (۱۸۹۳ء) میں اون کے داہنے پاؤں کی ہڈی میں درد شروع ہوا اور چار پانچ ماہ تک رہا اوس کی شدت سے بعض وقت وہ بیہوش ہو جاتے تھے۔ ان شدید بیماریوں میں وہ نہایت صابر رہے اور خداوند تعالیٰ کا شکر کرتے رہے۔ پہلی دو بیماریاں اون کی ملازمت کے زمانہ میں ہوئی تھیں لیکن باوجود اس قدر تکلیف کے جو اونھوں نے اٹھائیں اپنا کام برابر انجام دیتے رہے۔

اولاد کا مرنا انسان کے لئے نہایت سخت ابتلا ہے۔ حضرت باقر کی بہت سی اولاد (لڑکے اور لڑکیاں) اون کے سامنے فوت ہوئے تقاضائے بشریت سے اون کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتا تھا لیکن اون کی استقامت اور رضا و تسلیم میں ذرا فرق نہیں آتا تھا۔ پیر کے ساتھ اون کو جس قدر محبت تھی اور اون کی ذات میں جس قدر محبت تھی وہ نہ اس زمانہ میں دیکھی گئی اور نہ سنی گئی۔ پیر کی رحلت جب ہوئی اون کی قلب پر کیا گزری اوس کا علم صرف اللہ کو ہے لیکن ظاہر میں جو حالت پیدا ہوئی وہ یہ تھی کہ تمام دن آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری رہا اور دو روز تک نہ وہ کچھ کھانے اور نہ پانی سکے اور نہ کسی سے کوئی بات کی۔ خاموش بیٹھے رہے۔

حضرت باقر قدس سرہ کا خاندان صوفیوں کا خاندان گزرا ہے اون کے اجداد بڑے حضرت باقر کی پیر کی تلاش پایہ کے عالم اور عارف ہوتے آئے۔ حضرت باقر کو ابتدا سے عمر سے بزرگوں ہی کی صحبت رہی اور شریعت اور طریقت ہی کی آب و ہوا میں اون کی نشوونما ہوئی۔ اون کا فطری رجمان بھی اسی جانب تھا۔ اُن کے شباب کے زمانہ میں گیا اور پٹنہ کے ضلع میں اچھے

اچھے بزرگ موجود تھے اور حضرت باقر اوان سے ملا کرتے تھے لیکن پیر کامل کی تلاش باقی رہی۔ پیر و رہبر کامل کی شناخت کے متعلق مجھ سے دو تین بار جو کچھ ارشاد فرمایا اوس کا خلاصہ لکھنا حالی از منفعت نہ ہوگا۔ فرماتے تھے۔

مرد کامل کی شناخت بندی کے لئے نہایت دشوار بلکہ محال ہے۔ اس لئے طالب کو چاہئے کہ ہر خطہ و ہر آن بارگاہ الہی جل شانہ میں شیخ کامل کے ملنے کے لئے دل سے دعا کرتا رہے حق سبحانہ و تعالیٰ دعاؤں کا سننے والا اور قبول فرمانے والا ہے دعا پراگر صدق دل سے مداومت کی جائے تو وہ قبول کر ہی لیتا ہے۔

طالب حق کے لئے ایسا پیر رہبر لازم ہے جو ظاہر و باطن کے کمالات میں کامل و مکمل ہوتا کہ وہ مرید کی تربیت کا حقہ کر سکے اور اُس کو منزل مقصود تک پہنچا سکے۔ ظاہری حیثیت سے پیر کو ان تین صفات سے متصف ہونا ضرور ہے۔

(۱) قرآن و حدیث و فقہ و عقاید کا عالم ہو

(۲) اہل سنت و جماعت کے صحیح عقاید کا بلا افراط و تفریط و بلا تعصب

پورا پابند ہو۔ اوس کے اوقات مہمور ہوں اور فریاض و واجبات و سنن و نوافل و مستحبات پر عامل ہو اور ہر قسم کے محظورات اور کمروہات اور بدعات اور عقاید فاسدہ سے قطعاً مجتنب ہو۔

(۳) اوس کا مسک اور سلسلہ طریقت از ابتدا تا آخر صحیح ہو اور وہ خود بھی

صحیح الاجازت ہو۔

پیر کو قرآن حدیث فقہ اور عقائد کا عالم ہونا ضرور ہے اگر کتاب و سنت واقفیت نہ ہوگی تو احکام الہی اور سنت نبویؐ کی اتباع کیونکر ہو سکے گی اسی بزرگان سلف مرید کو باصرا تمام علم کے حاصل کرنے کی ہدایت کیا کرتے تھے۔

ایسے بزرگ بھی گزرے ہیں جو ظاہری علم نہیں رکھتے تھے برس ہم عرفان الہی اور کمالات باطنی میں کامل تھے ان لوگوں کو علم من لدنی دیا گیا تھا مگر ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے اور ان کی مثال حجت نہیں ہو سکتی۔

ان صفات سے متصف اگر کوئی بزرگ مل جائے تو ان کے ہاتھ پیریت تو یہ جایز ہے لیکن سلوک باطن کی رہبری کے لئے پیریت حقیقت میں کمالات باطنی اور عرفان کامل کا ہونا بھی ضرور ہے تاکہ مرید کو سلوک باطن میں سید ہے راستہ پر لیا کر منزل مقصود تک پہنچا سکے لیکن ان کمالات باطنی کا پہچاننا بندی کے لئے محال ہے اور صرف فضل الہی ہی طالب کو ایسے پیر تک پہنچا سکتا ہے۔ مگر ایک صورت ہے جس سے ممکن ہے کہ طالب مرشد کا کواپا سکے وہ یہ ہے کہ طالب اگر کسی ایسے بزرگ کو پائے جو متذکرہ بالا تینوں صفات ظاہری سے متصف ہو تو چاہئے کہ عقیدت کے ساتھ بغرض استفادہ (نہ کہ امتحان کی نیت سے) ان کی خدمت میں حاضر ہو اور دل کو متوجہ کر کے بیٹھے اگر اوس کے قلب پر ہیبت حق کا غلبہ پیدا ہو اور اللہ جل شانہ کے سوا تمام اشیاء کا خیال اوس کے دل سے محو ہو جائے اور چند صحبتوں میں اوس کو یہی کیفیت حاصل ہوتی رہے تو اوس کو سمجھنا چاہئے کہ اوس بزرگ کے یہاں اوس کا حصہ ہے اور اوس کی باطنی تکمیل

اون سے ہو سکی اور اگر یہ حالت پیدا نہ ہو تو اون بزرگ سے اوس کو بد عقیدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ اون کے یہاں اوس کا حصہ نہیں ہے۔

کمال بلخی کا دار و مدار دو چیزوں پر ہے (۱) محبت الہی اور (۲) تخلقوا باخلاق اللہ و تخلقوا باخلاق الر سول۔ محبت الہی کے ساتھ سنت نبوی کی اتباع قولاً و فعلاً و حالاً جس قدر زیادہ ہوتی جائے گی سالک کو اسی قدر زیادہ تقرب بارگاہ رسالت کے ساتھ اور اس ذریعہ سے بارگاہ الہی کے ساتھ ہوتا جائیگا۔

حضرت شاہ قیام اصدق چشتی

حضرت باقر کو جس زمانہ میں پیر کی تلاش تھی اوس زمانہ میں ایک بزرگ حضرت شاہ قیام اصدق چشتی قادری فخری قدس سرہ العزیز کی شہرت صوبہ بہار میں بہت ہو رہی تھی۔ وہ حضرت سید ابوالعباس سعید الدین متھنی القادری الملقب بے سید صادق علی شاہ مونس اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ حضرت سید صاحب قدس سرہ قبضہ سادہ پوراکے رہنے والے اور حضرت قادری قدس سرہ کے سلسلہ سے حضرت سیدنا سید عبدالرزاق بن حضرت غوث الاعظم غوث الثقلین سید عبدالقادر گیسوی اجمیلانی رضی اللہ عنہما کی اولاد میں تھے۔ سولہ سترہ سال کی عمر میں تحصیل علم کی غرض سے سادہ پور سے دہلی تشریف لائے۔ اون کے دہلی آنے سے کچھ قبل سال ۱۰۶۰ھ میں حضرت مولانا فخر الدین محب البنی حیران چشت قدس سرہ تعالیٰ سرہ العزیز اورنگ آباد دکن سے دہلی تشریف لائے تھے اور اون کے کمالات ظاہری و باطنی کی شہرت ہو رہی تھی حضرت سید صادق علی شاہ قدس سرہ ان کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر اون کے

مدیرسہ میں داخل ہوئے اور بعد چندے مرید بھی ہو گئے اور تحصیل علم ظاہری کے ساتھ ساتھ ریاضت و مجاہدات باطنی میں مشغول ہوئے چند سال کے بعد حضرت مولانا علیہ الرحمۃ نے سید صاحب کو سلسلہ چشتیہ نظامیہ اور سلسلہ قادریہ کبریہ کی زبانی اجازت دے کر سفر کا حکم دیا اور حج اور زیارت مدینہ منورہ کے لئے ارشاد فرمایا۔ چلتے وقت یہ بھی ہدایت فرمائی کہ واپسی میں بخارا ہوتے ہوئے شاہ محب اللہ بخاری سے ملنے آنا۔

حضرت غواص بھریلی مع امیر شاہ محب اللہ بخاری علیہ الرحمۃ کا مولد اور مکنی بخارا تھا تحصیل علم کے بعد پیر کی تلاش میں گھر سے نکلے اور جا بجا راستہ کرتے ہوئے دہلی پہنچے یہاں آ کر انہوں نے حضرت مولانا فخر الدین محب النبی قدس اللہ سرہ کا شہرہ سنا اور اون کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور آٹھ دس سال کی ریاضت اور مجاہدہ کے بعد خلافت سے مشرف ہوئے۔ اثنائے قیام دہلی میں حضرت سید صادق علی شاہ اور حضرت سید شاہ محب اللہ بخاری میں باہم بے حد اتحاد ہو گیا تھا جب حضرت شاہ محب اللہ قدس سرہ پیر سے رخصت ہو کر بخارا واپس جانے لگے حضرت مولانا نے حضرت سید صادق علی شاہ علیہ الرحمۃ کے نام کا خلافت نامہ لکھ کر انھیں دیا اور فرمایا کہ صادق علی بخارا آئیں گے اون کو دیدیکھو۔

پیر سے رخصت ہو کر حضرت سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ برسوں مختلف ممالک میں سفر کرتے رہے بالآخر حجاز پہنچے اور گیارہ حج ادا کئے۔ بارہویں حج کے ارادہ سے حجاز میں ٹہرے تھے کہ ایک پیر بھائی سے ملاقات ہو گئی اور ان سے حضرت مولانا فخر الدین محب النبی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت (۲۴ ربیع الثانی ۱۱۹۹ھ) کا حال معلوم ہوا اسی وقت اونہوں نے ہندوستان کا قصد کیا اور روانہ ہو گئے پیر کا حکم یاد تھا سفر کرتے ہوئے

بخارا پہنچے اور حضرت سید محمد نجیب اللہ بخاری سے ملے انہوں نے پیر کا مرحمت کیا ہوا خلافت نامہ انہیں دیا۔ بخارا میں قلیل قیام کے بعد حضرت سید صادق علی شاہ صاحب ہندوستان روانہ ہوئے اور دہلی آئے وہاں سے یورپ کا سفر کیا اور ڈھاکہ گئے اور چند سال تک بنگالہ اور چھوٹا ناگپور اور بہار میں سفر کرتے رہے، سفر کرتے ہوئے ایک مرتبہ وہ ضلع بردوان کے قصبہ میا پور نشریف لائے اور وہاں کے ایک ذمی وجاہت بزرگ حضرت قاضی شیخ محمد صادق صاحب کے مکان پر فرودکش ہوئے چند روز کے بعد حضرت قاضی صاحب اور اون کے ہمراہ اون کے بھائی اور برادری اور بستی کے بہت لوگوں نے بیعت کی۔ اون کے فرزند حضرت شاہ قیام الدین الملقب بہ شاہ قیام صدق قدس سرہ العزیز نے بھی جو ابھی صرف سات سال کی عمر کے تھے بیعت کی حضرت سید صادق علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اون کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اُن کے متعلق اون کے والد کو بہت بتا رہے دیں۔ چھ سات سال کے بعد جب حضرت سید صادق علی شاہ صاحب قدس سرہ میا پور آکر یہاں سے رخصت ہوئے حضرت شاہ قیام صدق صاحب قدس سرہ بھی والدین کی رضا و رغبت اور اجازت سے پیر کے ہمراہ ہو گئے اور اون کے ساتھ اون کی رحلت کے وقت تک سفر میں رہے اور ہر قسم کی تعلیم و تربیت اون سے حاصل کر کے درجہ کمال پائے ہوئے۔ علوم باطن کے علاوہ علوم ظاہر بھی انہوں نے مامتر پیر ہی سے حاصل کیا۔

انہائے سفر میں حضرت سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حج کا ارادہ کیا اور بندر چانگام سے جہاز پر روانہ ہوئے۔ بندر پنیگ پر پہنچ کر جہاز ایک ہمینے تک ٹہرنے والا تھا اس لئے حضرت جہاز سے اتار پڑے اور وہاں بیمار ہو گئے اور ۲۷ صفر ۱۲۲۸ھ کو انتقال کیا۔ حضرت شاہ قیام صدق قدس سرہ کو انتقال سے پہلے خلافت دیدی تھی اور خلافت

لکھ دیا تھا اوس میں اوںخوں نے تحریر فرمایا تھا ”فرزند قیام را بفزندى خود گرفتیم و قیام مقام خود کو یوم و ہمہ اشیائے مملوکہ خود را با و دادیم و عطا کر دیم ہر کہ از مریداں دسترستان و خلفایان من پیچوس نذاند او از من مرتداست“۔

پیر کے رحلت کے بعد اون کی ہدایت کے مطابق حضرت شاہ قیام اصدق قدس سرہ العزیز صوبہ بہار میں تشریف لائے اور پٹنہ کے محلہ دریا پور میں مقیم ہوئے اون کی بزرگی کی شہرت بہت جلد پھیل گئی اور موضع جمواوان کے زمیندار میر فضل حسین صاحب مرحوم پٹنہ آکر ان سے مرید ہوئے اور باصرا تمام حضرت کو جمواوان لے گئے کچھ عرصہ تک قیام کرنے کے بعد حضرت قدس سرہ (پیر کی وصیت کے مطابق) قصبہ شیر گھاٹی گئے اور وہاں سے موضع امارت جا کر وہاں کے ایک بزرگ حضرت شیخ محمد اصدق حسین علیہ الرحمہ کی صبیہ محترمہ سے نکاح کیا۔ دو تین سال وہاں قیام کیا تھا کہ حضرات جمواوان باصرا تمام اونہیں واپس لائے۔ اس قریہ کے متصل میر فضل حسین صاحب مرحوم نے چند سیکہ زمین حضرت کو نذر دی اوںخوں نے اس زمین پر مسجد اور خانقاہ اور سکونت کے لئے مکان تعمیر کیا اور مستقل طور پر قیام پذیر ہوئے۔ یہ جگہ چشتی حین پیر بگہ کے نام سے مشہور ہوئی حضرت شاہ قیام اصدق قدس سرہ کے والد ماجد بھی بردوان کے ضلع سے یہاں تشریف لے آئے اور یہاں اون کی رحلت ہوئی۔

حضرت شاہ قیام اصدق چشتی قادری فخری قدس سرہ العزیز نہایت کامل مکمل اور کامل گزر بزرگ تھے۔ جمع البحرین علوم ظاہر و باطن تھے حافظ کلام اللہ شریف فن قرأت و تجوید میں بے مثل تھے۔ حدیث و فقہ میں ایسے متقدمین کے ہم پلہ تھے۔

لے یہ قریہ قصبہ بہار شریف سے ۱۶ سو میل مغرب کے جانب ہے۔

علم کلام اور حکمت میں نہایت وسیع النظر تھے تفسیر کی نہ صرف بہت سی مستند کتابیں اور ان کی نطر سے گزری تھیں بلکہ کلام شریف کے حقائق و دقائق کا علم من لدنی حق سبحانہ و تعالیٰ نے انہیں دیا تھا۔ ان کے ایک مرید مولوی تیسر علی صاحب علیہ الرحمۃ نے ان کی خدمت میں ایک عریضہ ”متضمن استفسار حقائق آیت نور“ بھیجا۔ حضرت نے جواب میں اس آیت شریف کی نہایت مارفانہ مبسوط تفسیر تحریر فرمائی اور لفظ مبارک ”نور“ کے معانی کو شرح و بسط کے ساتھ لکھا اور آخر میں تحریر فرمایا :-

”و ایں چند سطور کہ نوشتہ شد بے ملاحظہ وجوہ تفاسیر است بلکہ تفسیر
 ’نور‘ از نور دل است و اگر ملاحظہ معانی تفاسیر چہ از محقق و مکلم کردہ میشہ عانا
 و فترے می ارزید و ازین است کہ معانی متعارف مفسران را ذکر نکردیم تا بطول
 نکشد و آن خود معلوم باشد یا معلوم شود۔ و الحمد للہ علی ذلک کہ سائلے چند بزرگوار
 کہ جمال معانی قرآن را با مانودہ بودند و پیالہ دل را از بادۂ اسرار قرآن
 بلال بک کردہ بودند.....“

ماسوی اللہ نے نطق تعلق اور اتباع سنت میں وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نمونہ تھے۔ ابتدائے
 حال میں انہوں نے کیا کیا ریاضتیں اور مجاہدات کئے، اوس کا علم تو کسی کو نہیں ہے لیکن
 میں نے متعدد وثائق لوگوں سے سنا ہے کہ صحت کی حالت میں نیم شب کے بعد وہ ہمیشہ اپنے
 بستر پر بیٹھے ہی ہوسے دیکھے گئے اور ان کے چہرہ میں اس قدر لمعان ہوتا تھا کہ تاریک
 حجرہ کے اندر سے باہر صاف دکھائی دیتا تھا۔ ان کے کمالات کا اندازہ کون کر سکتا ہے
 ان کے زمانہ کے بڑے بڑے اکابر بر طریقت اور ان کی مجلس میں نہایت مودبانہ بیٹھا کرتے
 تھے۔ ان کے یہاں سحیح کی مجلسیں انہیں سخت پابندیوں کے ساتھ ہوتی تھیں جو تصوف

کی اصولی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں اور جن پر قدمائے اکابر ہموہنہ کا عمل تھا۔ اون کی سماع کی مجلسوں میں غزایم کی قسم میں سے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔ تو اولوں کو با وضو ہو کر آنا لازم تھا اور جن لوگوں کو مجلس میں شریک ہونے کی اجازت ملتی تھی اور انھیں بھی با وضو آنا لازم تھا اہل مجلس کو مودب اور متوجہ الی اطلب ہو کر بیٹھنے کی تعلیم دی گئی تھی اہل مجلس میں کوئی شخص دوسرے سے بات نہیں کر سکتا تھا اور نہ کوئی شخص قوال پر فرمائش کر سکتا تھا۔ اون کی صحبت میں بیٹھنے والے اپنی اپنی استعداد کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرورت سمجھ کر اٹھتے تھے۔ اون کے مرید باہم دیگر اس قدر اتحاد اور محبت رکھتے تھے کہ اوس زمانہ میں سگے بھائیوں میں بھی کم پائی جاتی تھی۔ اون کی فیض رسانی کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ صوبہ بہار و بنگال میں اور دوسرے مقامات میں اون کے مریدوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی۔ اون کے خلفا کی بھی تعداد بہت بڑی تھی۔

حضرت شاہ قیام اصدق قدس سرہ کو فارسی نظم و نثر میں بھی بڑی دستگاہ تھی۔ صد ہاشعراء کے دو اوین اون کی نظر سے بالائے تعاب گزرے تھے۔ شعر فرمایا کہ کوئی اون کے برابر تھا فارسی نثر نہایت برجستہ اور لطیف نثر فرماتے تھے اور عربی اور فارسی میں کبھی کبھی برجستہ اور نہایت اعلیٰ پایہ کے اشعار اور غزلیں کہہ دیتے تھے۔ حافظہ اور ذہن بھی ذہول نے خداداد پایا تھا۔

حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت ۲۱ ماہ رمضان المبارک ۱۲۱۰ھ کو روز چہار شنبہ عصر کے وقت ہوئی دوسرے دن آخر وقت عصر اپنے والد بزرگوار کے قبر شریف کے متصل دفن کئے گئے۔ رحلت سے تقریباً تین ماہ پیشتر وہ علیل ہو گئے اور علالت کا سلسلہ آخر وقت تک رہا۔ جس روز رحلت واقع ہوئی اوس روز حالت میں کسی قسم کا

تغیر نہیں ہوا۔ اوس روز عصر کے وقت سے کچھ پہلے سے اونکی خدمت میں اون کے بڑے صاحبزادے حضرت شاہ شہود الحق صاحب علیہ الرحمہ اور حضرت کے داماد شاہ شاہ حسین صاحب اور حضرت کے بھائی مولانا شاہ بشیر الدین صاحب اور حضرت کے خلیفہ جناب ملا محمد عمر الملقب یہ ملا مسرت علیہ الرحمۃ حاضر تھے جب عصر کا وقت آیا یہ حضرات نماز عصر کے لئے باہر آئے اور نماز کے تہیہ میں تھے کہ یکایک خبر آئی کہ حضرت کا حال متغیر ہو گیا ہے یہ سب بزرگ ان کے حجرے میں گئے دیکھا کہ حالت متغیر ہے اور چند منٹ میں انتقال ہو گیا۔ انتقال کے دو چار روز کے بعد حضرت شاہ شہود الحق قدس سرہ نے مولانا محمد سعید صاحب عظیم بادی علیہ الرحمہ کو ایک خط لکھا جس میں حضرت شاہ قیام صدق رحمۃ اللہ علیہ کے رحلت اور دفن وغیرہ کے حالات کو بتفصیل لکھا تھا۔ اوس خط کا جسہ جسہ مضمون یہاں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ خط میں یہ لکھا کہ ہم چار شخص (یعنی شاہ شہود الحق صاحب و شاہ حسین صاحب و شاہ بشیر الدین صاحب و ملا مسرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ) حضرت کے حجرہ میں اون کے پاس حاضر تھے کہ یکایک پرسیدند کہ آج کون تاریخ رمضان کی ہے، حضرت عمی (یعنی مولوی بشیر الدین صاحب) عرض کر دند کہ 'بیسویں'۔ بریں سکوت فرمودند۔ من بعد ملا صاحب (یعنی ملا مسرت) عرض کر دند کہ 'اکیسویں'، بھر دشمنان فرمودند سر مبارک خود بجانب قلب شریف ایل بطور مرتبہ بالمعنی العام مطلق 'تب آج تو ضرور کسی طرح سے ملنا نہیں چاہئے'۔ من بعد سر مبارک بل خدر شریف خود بہ تبادرت تمام و نماز تمام بر کف دست راست نہادہ یہ راحت تمام آرام فرمودند، اس کے بعد یہ چاروں حضرات نماز عصر کے لئے باہر چلے آئے تھوڑی ہی دیر میں

۱۰ یہ بزرگ پٹنہ کے محلہ غلپورہ کے رہنے والے تھے۔ بہت بڑے زمیندار تھے اور نہایت متبحر عالم تھے۔ مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب کانپوری کے شاگرد رشید تھے۔

”یکایک خبر از حویلی مرۃ بعد آخری در رسید کہ حالت حضرت سرکار دیگر گون است میان از خود رفته بلے سرو پا دو دیدیم و چشم سر معاینہ کر دیم و بشہادت قلب خود مومن شدیم کہ بندگی حضرت ایشان بطیب قلب بعین راحت کلمہ شریفہ اللہم الرفیق الاعلیٰ متوجہ الی اللہ الاعلیٰ میسر انید بالجملہ بعد وصال حضرت ایشان چادر سے ہم اگر چہ پارینہ بودہ باشد در لہجہ جناب ایشان ہم نرسید کہ آں جسم نازنین را یک شب پوشانیم چہ چادر کہ در مرض شریف در خدمت بود“ دوسرے دن بیت دوم رمضان کو بوقت ظہر ”در غسل شریف خیار ناس مثل جناب مولوی نور محمد صاحب جناب مولوی شہود الحق صاحب ہمنام من و جناب حکیم ارشد علی صاحب و امثال ایشان کہ بسط آں خیلہ بلیط است و اوقت لالیسمہ حاضر بودیم و از شرف این سعادت مشرف شدیم۔ و از جملہ عجائب انچہ در آں روز رونمود آنکہ دہن شریف بوقت غلطانیدن کشادہ میشد و بوقت نشانیدن بستہ می شد و الا موقد و فیح مراد اکثریہ بشہادت من الالباب والادفا و ہر اعضا مبارک شاہ کووک دوسہ ماہمہ زندہ ملائم بودہ است و از اعظم خرق عادات حضرت قدس این بود کہ از روز اول تباروز ثانی وقت غسل در گہائے گرون شریف و در قلب شریف و ہم در مجاہد شریف و در نبض مبارک حرکت تحریک بضر محسوس میشد (وازا اجتماع مردم معلوم می شد کہ میلہ بزرگ است و باوجود منع بسیار ہنود ہم برلے تبرک باز نماندند از انداختن گل چنانکہ رسم این دیار است چنانچہ مایان قبلہ نماز میخوانیم ایشان جنوباً و شمالاً ہر دو طرف صفوف خود درست کردہ بحسرت تمام نظارہ می کردند“

اس اقباس سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں ایک یہ کہ صفت فقر میں حضرت مولانا شاہ قیام احمد قدس اللہ سرہ العزیز نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی طرح سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی

اتباع کو اس درجہ کمال تک پہنچایا تھا جس سے بالاتر کس زمانہ میں تو قیاس میں بھی نہیں آسکتا۔ اللہ اللہ جس شخص کے گھر میں انتقال کے بعد ایک پرانی چادر موجود نہ ہو کہ جسم پر ڈالی جاسکے اوس کے فقر کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ موت کے وقت اور موت کے بعد جو باتیں ہوئیں وہ صرف انھیں انجواں اولیاء اللہ ہی میں پائی جاسکتی

ہیں۔ سچ ہے ۷

ہرگز نیردان کہ دلش زندہ شد عشق ثبت است بر جدید عالم دوام
حضرت کے وصال کا مادہ تاریخ بھی خوب ہی ملا الفقہ فخری (۱۳۱۵ھ)۔

حضرت شاہ قیام صدیق علیہ الرحمۃ نے اولاد ذکور میں تین صاحبزادے چھوڑے۔ سب میں بڑے حضرت مولانا حافظ شاہ شہود الحق قدس سرہ تھے۔ وہ بڑے پایہ کے عالم اور علم تجوید و قرأت میں بے مثل تھے زہد و تقویٰ فقر و توکل، علم و عمل میں اپنے والد ماجد کے نمونے تھے تمام عمر مجرب اور عماموی اللہ سے ہمیشہ منقطع رہے۔ ابتدائی عمر میں والد ماجد سومرید ہوئے تھے اور شب سہ شنبہ ۲۷ صفر ۱۲۹۵ھ کو خلافت اور سجادہ نشینی اور عطا کے خرقہ سے مشرف ہوئے۔ والد قدس سرہ کے وصال کے بعد تیس سال تک سجادہ ارشاد پر متمکن رہ کر ۶ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ روز شنبہ کو رگبرگے عالم بالا ہوئے اور اپنی والدہ ماجدہ اور جد ماجد کے قبروں کے درمیان دفن ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔

دوسرے فرزند حضرت مولانا شاہ ظہور الحق صاحب قدس سرہ تھے۔ یہ بزرگ بھی نہایت ہی ذوی علم تھے اور فقر و توکل زہد و تقویٰ میں اپنے بزرگوں کے نمونے تھے بیعت اور خلافت اداں کو والد بزرگوار سے تھی لیکن تمام عمر سیکومرید نہیں کیا۔ تقریباً پچاسی سال کی عمر میں تھوڑے دن گزرے کہ شب یکشنبہ ۱۱ ماہ صفر ۱۳۰۵ھ کو جموادان پیرگہ میں اون کی

رحلت ہوئی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔ تیسرے صاحبزادہ حضرت شاہ جنود الحق صاحب تھے جن کے وصال کو تقریباً چار سال گزرے حضرت شاہ جنود الحق صاحب نے حضرت شاہ ظہور الحق صاحب کے منجیلے فرزند حضرت شاہ ہاشم صاحب طے ل احمد عمرہ کو خلافت دے کر صاحب سجادہ کیا تھا اور اب وہ سجادہ ارشاد پر متمکن ہیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ ان کے فیض کو جاری رکھے۔

حضرت باقر علیہ الرحمۃ کے دل میں آتش طلب تیز ہوتی جاتی تھی اور اسی نسبت سے پیروں پر سرکال کی جستجو میں سرگرمی بھی زیادہ ہوتی جاتی۔ حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق قدس کی بزرگی کی شہرت صوبہ بہار میں پھیلی ہوئی تھی اور حضرت باقر بھی سنا کرتے تھے۔ ۱۲۷۷ھ (۱۸۵۵ء) میں عذر کے فوج ہونے کے بعد انھوں نے آرہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی حضرت شاہ قیام قدس سرہ بھی کبھی کبھی آرہ تشریف لایا کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ جب وہ آئے ہوئے تھے حضرت باقر ان کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوئے اور گرویدہ ہو گئے۔ گرویدگی جلد جلد بڑھتی گئی۔ یہاں تک حضرت شیخ قدس سرہ جب ۱۲۷۷ھ میں پھر آرہ تشریف لائے حضرت باقر ان سے سلسلہ علیہ حشمتیہ فخریہ میں مرید ہو گئے۔ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے منجیلے فرزند حضرت شاہ ظہور الحق اصدق قدس سرہ بھی والد ماجد کے ہمراہ آرہ آئے تھے اور حضرت باقر کے مرید ہونے کے وقت موجود تھے۔ سرفراز نامہ مورخہ ۲۹ جمادی اول ۱۲۷۷ھ (جس میں حضرت باقر کے مرید ہونے کی کیفیت مجھے تحریر فرمائی تھی) تحریر فرمایا تھا۔ کہ مرید ہونے کے روز حضرت باقر نے آرہ کے عمائد کی نہایت پر تکلف دعوت کی جس میں شہر کے تقریباً سب سربراہان اور وہ حضرات شریک ہوئے جن میں حضرت صوفی سجاد حسین صاحب۔ منشی اقبال حسین صاحب۔ منشی واصل حسین صاحب خوشنویس۔ خواجہ سعید فخر الدین حسین صاحب سخن تخلص۔ چودھری غلام قادر صاحب۔ چودھری عبدالرحمن صاحب۔ پھری صفحہ حسین صاحب۔

خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں اور دعوت میں شریک ہونے والے اصحاب میں بہت مختل حضرت باقر کے ہمراہ سلسلہ بیعت میں داخل ہوئے۔

انما الاعمال بالنیات وانما لكل امرئ ما نوى جبقدر جوش عقیدت سے اور جس قدر خالصاً مخلصاً لوجہ اللہ حضرت باقر نے بیعت کی اسی قدر پیر کی شفقت محبت اور عنایات اون پر مبذول ہوئی۔ حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد بلند پایہ مریدوں سے میں نے سنا اور حضرت شاہ ظہور الحق اصدقی قدس سرہ بھی مجھ سے فرماتے تھے کہ ”جس قدر شفقت اور توجہ سے حضرت قدس سرہ نے بھائی صاحب (یعنی حضرت باقر) کی تعلیم و تربیت کی وہ کم کسی مرید کو نصیب ہوئی۔ اپنے روبرو بٹھا کر اون سے اذکار وغیرہ کی مشق کرایا کرتے تھے۔“ ابتدائی زمانہ کا ایک واقعہ حضرت باقر نے خود مجھ سے فرمایا تھا جو تقریباً اونہیں کے الفاظ میں یہاں بیان کرتا ہوں:-

حضرت صاحب قدس سرہ ایک بار آہ تشریف لائے اور ایک صاحب کے یہاں قیام فرمایا۔ ہم روزانہ عصر کے بعد حاضر ہو کرتے اور عشا کے بعد گھر واپس آتے تھے۔ ایک شب حضرت قدس سرہ کے پاس دیر ہو گئی۔ حضرت صاحب نے فرمایا ”بھائی باقر اب رات زیادہ گئی یہیں سو رہو“ سائباں میں بڑا تخت بچھا ہوا تھا حضرت صاحب نے اپنا بستر وہاں بچھوایا اور ہم اندر والاں میں کچھ دور پر لیٹے اور سو گئے دو بجے ہونگے کہ میرے کانوں میں ایک بھانیک آواز آئی جس کی ہیبت میرے قلب پر طاری ہوئی۔ ہم اٹھ بیٹھے دیکھا کہ حضرت صاحب ذکر کر رہے ہیں اور تمام مکان انوار و تجلیات سے بھرا ہوا ہے۔ وضو کرنے کا موقع کہاں تھا ہم نے فوراً تیمم کیا اور حضرت صاحب کے پیچھے کچھ دور پر بیٹھ گئے۔ حضرت صاحب ذکر کرتے رہے پھر خاموش ہو کر کچھ دیر مراقب بیٹھے رہے پھر بیٹھے اور مجھے بیٹھا دیکھ کر

فرمایا 'کون ہے۔ بھائی باقر' ہم نے مودبانہ عرض کیا 'غلام ہی ہے'۔ فرمایا 'تم نے دیکھا ہم ذکر کر رہے تھے۔ ہمارے طریقہ میں ذکر ایسے ہی کیا کرتے ہیں تم نے ہم کو کرتے دیکھا اب تم بھی اسی طرح کیا کرو'۔ اوس کے بعد ذکر کے طریقہ اور تعداد کو تفصیل ارشاد فرمایا۔

حضرت شیخ قدس سرہ نے حضرت باقر کی تعلیم و تربیت جس کمال توجہ اور شفقت سے کی اور انھوں نے جس جوش عقیدت اور فرط محبت اور کمال محنت و مجاہدہ کے ساتھ سیر کی تعلیم سے فائدہ اٹھایا اوس کی تفصیل کا نہ یہ موقع ہے اور نہ ان صفحات میں اوس کی گنجائش ہے۔ آ رہ میں حضرت باقر کے مکان سے (جو شہر کے باہر تھا) آدھے میل کے فاصلہ پر دو ہشیدوں کے مزارات ہیں۔ اوس زمانہ میں ان مزارات سے دور دوڑ تک کوئی آبادی نہیں تھی اور دن کے وقت بھی یہ مقام سن سان رہا کرتا تھا۔ یہ جگہ چونکہ بہت پاک صاف اور ستھری تھی اور راتوں کو کسی کی آمد و رفت نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے حضرت باقر نے اپنے اشغال کے لئے اس کو پسند کر لیا تھا۔ آدھی رات کو بیدار ہوتے اور وضو کر کے وہاں نہما چلے جاتے اور ان مزارات کے احاطہ میں صبح تک اذکار و اشغال و اوراد میں مشغول رہا کرتے یہ معمول سا ہا سال تک رہا۔ مرید ہونے کے بعد صحت کی حالت میں وہ نیم شب کے بعد بھی سوتے ہوئے دکھائی نہیں دئے اور رحلت سے چودہ پندرہ سال قبل سے تو اون کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ عشا کی نماز پڑھ کر بجائے نماز پر ہی بیٹھتے صبح کو دیتے تھے اور مطلق نہیں لیٹتے تھے۔ اوس حالت میں اون پر محویت ایسی طاری ہوتی تھی کہ کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی تھی سپتمبر ۱۸۹۵ء میں روڑکی سے جہاں میں انجینئرنگ کی تعلیم پڑھتا تھا تعطیل میں آ رہ آیا تھا۔ ایک رات نہایت زور کی بارش ہو رہی تھی جس سائبان میں حضرت باقر تھے اوس کے

آواز سے بیدار ہوا اور دوڑا دیکھا کہ وہ اس واقعہ سے بالکل بے خبر اپنی حالت میں محو و مستغرق جائے نماز پر بیٹھے ہیں چونکہ لقبہ حصّہ بھی گرا ہی چاہتا تھا میں نے اون کو اٹھایا او باہر لے آیا اور باہر آتے ہی جو کچھ باقی تھا گر گیا۔

حضرت سیدنا شاہ قیام صدق قدس اللہ سرہ ہر سال ماہ صفر کی تاسیسویں تاریخ کو اپنے پیروم شد حضرت سید صادق علی شاہ مونس اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا عرس کیا کرتے تھے ۱۲۹۴ھ کے عرس میں حضرت باقر علیہ الرحمۃ بھی حاضر ہوئے۔ عرس کی تقریب کے ختم ہونے کے بعد کچھینہ کے روز دوم ماہ ربیع الاول ۱۲۹۴ھ کو حضرت شیخ قدس سرہ نے اون کو سلسلہ علیہ حشّتیہ نظامیہ فخریہ اور سلسلہ علیہ قادریہ کبریہ فخریہ میں خلعت خلافت سے اور اس کے ساتھ دو شاہ شہید المحبت حشّتی کے نہایت ہی محترم لقب سے مشرف فرمایا حضرت باقر ۱۲۷۵ھ میں مرید ہوئے تھے۔ پیر کی زیر تربیت انیس سال تک مجاہدہ اور ریاضت کرنے کے بعد اوس روز انھیں یہ نعمت جاودانی ملی۔

تشریف خلافت سے مشرف ہونا حضرت باقر کے سوانح حیات کا ایک ممتاز ترین واقعہ ہے اور خلافت نامہ جو انھیں دیا گیا وہ بھی ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے اس لئے (گو طوالت ہوتی ہے) خلافت نامہ کی عبارت کو تمام وکمال یہاں نقل کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں لیکن اردو ترجمہ صرف ابتدا اور آخر کے مضامین کا درج کرتا ہوں۔ درمیان میں سلسلہ حشّتیہ پاک کا شجرہ ہے جس کا ترجمہ درج کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ خلافت نامہ کے سرصفحہ پر حضرت شیخ قدس سرہ کی تین مہریں ہیں اون کی عبارتیں بھی لکھی جاتی ہیں۔ وَهُوَ هَذَا :-

(نقل خلافت نامہ صفحہ ۷۷) پر درج ہے)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شجرۂ طیبہٴ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء

ہذا الخلافت فی الطریقۃ العالیۃ الجنۃ من مشایخنا رضوان اللہ علیہم اجمعین ۵

۱۲۹۲
مہرِ چشتیہ فخریہ ص ۱۰۱
مہرِ بیاد را لودھا می و پستی
حبیب اللہ حسین الدین چشتی

ترتیب کل طیبہٴ بیابان
ترتیب شجرہٴ بیابان

۱۲۸۰
غلام خواجہ بہار علی عطاش
قیام صدق چشتی صادقی شجر

الحمد لله الذي اصطفى ادم بالخلافه
فجعل خليفه في الارض جميعا ثم الخلافة
باشرف اولاده محمد المصطفى صلى الله عليه
واله وسلم تسليما - ثم جعل في امته
خلافه في الظاهر وخلافه في الباطن
وخص بعضهم بخلافه في الظاهر وخص
بعضهم بخلافه في الباطن وخص بعضهم
ظاهرا وباطنا جميعا كخلفاء الراشدين
هاديا ومهديا - فجعل من من علي
الخلق مخلوق وجود من اولاده المخلوق
سب تعریف ہے ادم کو جس نے آدم کو خلافت کے ساتھ بزرگ
کیا پس او کو تمام زمین پر خلیفہ کیا پھر اوس نے تمام کیا خلافت کو ان کے
بزرگترین اولاد سیدنا محمد مصطفیٰ جسے بن پر اللہ نے
درو بھیجا اور سلام بھیجا از روئے سلام بھیجے کے پھر معین کیا
اون کی امت میں خلافت کو ظاہر میں اور خلافت کو باطن
میں اور اون میں سے بعض کو مخصوص کیا خلافت ظاہری
میں اور مخصوص کیا بعض کو خلافت باطنی سے اور بعض کو
دی اور ان میں سے بعض کو ظاہر اور باطن سے ایک ساتھ بھیجے
تلفائے راشدین جو ہادی اور مہدی ہیں پس بزرگ ہے
جسے مخلوق پر احسان کیا اوس وجود کو پیدا کر کے جو اگر نہ ہوتے

من العدم وخلق من نور نوراً وخلق الخلق من نور فهو صلى الله عليه وآله وسلم مطهرة الاتر - فصلوته وسلامه عليه وعلى آله واصحابه تشرقاً وتعظيماً اما بعد فهذه الخلاف في الطريقت العالية المحشيتة من مشايخنا رضوان الله تعالى عليهم اجمعين - فيقول العبد الراجي بمغفرت ربه القوي العلي العاصي قيا م اصدق الصادق المحشيتي عفاء الله عنه وعن اسلافه قد جاء الينا اخونا ومحبنا وخليفتنا سيّدنا سيّدنا سيّدنا باقر علي وطلب مني الاجازة الطريقة العالية المحشيتة من مشايخنا رضوان الله تعالى عليهم اجمعين - وانا اخاطبه بشاه شهيد المحبت حشيتي فاجزه ورحصته لسائر الخلقاء و المريرين والبسته من لباس مشايخنا - نرجوا من الله تعالى ان يلبسه لباس التقوى والورع - كما اجاز ورضي

تو مخلوق عدم سے ہرگز پیدا نہ ہوتی اور اس نے اپنے نور سے اون کا نور پیدا کیا اور مخلوق کو اون کے نور سے پیدا کیا پس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے منظر اتم ہیں پس درود ہو اور سلام ہو اور ک اون پر اور اون کے آل و اصحاب پر اور اوسے تشریف لائے

اما بعد پس یہ خلافت ہے طریقتہ عالیہ چشتیہ میں ہمارے مشایخین سے خوشنودی ہو اللہ تعالیٰ کی اون سب پر پس کہتا ہے بندہ امیدوار اپنے رب تو ہی برکی مغفرت کا گنہگار قیام اصدق الصادق المحشيتي اللہ تعالیٰ سے اور اس کے اسلاف سے درگزر فرمائے کہ آٹھ ہمارے پاس ہمارے بھائی اور ہمارے محب اور ہمارے خلیفہ سیّدنا شاہ محمد باقر علی اور طلب کی مجھ سے اجازت طریقتہ عالیہ چشتیہ میں (جو) ہمارے مشایخین سے (آ رہی ہے) خوشنودی ہو اللہ تعالیٰ کی اون سب پر۔ اور میں خطاب دیتا ہوں اون کو شاہ شہید المحبت حشيتي کا پس میں نے اجازت دی اون کو اور اذن دیا اون کو واسطے جمع خلقا اور مریدین کے اور ہمارے مشایخین کے لباس میں سے اون کو میں نے لباس پہنایا۔ میں امید رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ سے کہ اون کو تقویٰ اور ورع کا لباس پہنائے

والبنی سیدی ومولائی وشیخی و
مرشدی ومسلکی وھادئ سید الموحّد
سلطان العارفين قدوة المجين زيداً
الواصلين حضرت خواجه سيد
سعید الدین الملقب والمشتهر
بخواجه سيد صادق علی شہ
مونس اللہ الجشتی رضی اللہ تعالیٰ
وارضاه عنہ و افاض علينا فیضانہ
وبرکاتہ الشریف۔

جیسا کہ اجازت دی مجھ کو اور اذن دیا مجھ کو اور لباس پہنایا
مجھ کو میرے سید اور میرے مولا اور میرے مرشد اور میرے مسلک
اور میرے ہادی سید الموحّد سلطان العارفين قدوة المجين
زبدۃ الواصلين حضرت خواجه سيد
سعید الدین جو ملقب اور مشہور ہیں خواجه سيد
صاوق علی شاہ مونس اللہ الجشتی
کے نام سے اللہ تعالیٰ راضی ہواوں سے اور
راضی کرے اون کو ہم سے اور اون کے فیضان اور
برکات شریفہ کو ہم پر جاری رکھے۔

وہو عن شیخہ الخلافت والاجازت شیخ المشایخ غواص بحرلی مع اللہ
حضرت خواجه سید شاہ محب اللہ البخاری الجشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
وہما عن شیخہما بیعة وصحبة و تربية لشیخنا و لشیخ شیخنا الاجازت
بیعة وصحبة و تربية و خلافة و اجازة شیخ المشایخ حضرت خواجه
قدوة العاشقين وتاج المعشوقين فخر الملت والدين قطب المشایخ
حضرت خواجه مولا نا محمد فخر الدین الملقب بحب النبی شاہ فخر خراج
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ و هو عن ابيه و شیخہ شیخ المشایخ سلطان العار
مرشد ربانی حضرت خواجه نظام الدین ثانی النکراوین ثور اور نیک آبادی
جشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ و هو عن شیخہ شیخ المشایخ المتخلق باخلاق
والمصنف باوصاف اللہ حضرت خواجه شیخ کلید اللہ جہان آبادی جشتی

رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخ المشایخ معشوق الہی قطب المدینة الشریفة شیخ رضی الدین یحیی المدنی چشتی رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخہ شیخ المشایخ مظہر اللہ الصمد نحو العشق فی الذات حضرت خواجہ شیخ محمد چشتی قطب گجرات رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخہ شیخ المشایخ قطب الاولیا شیخ الاتقیاء حضرت خواجہ حسن محمد چشتی رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخہ شیخ المشایخ جمال الحق والذین حضرت خواجہ جمال الدین چشتی عرف شیخ جمن رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخہ شیخ المشایخ الوسیلة الی المقصود حضرت خواجہ محمود چشتی عرف شیخ راجمن رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخہ شیخ المشایخ علم الحق والذین حضرت خواجہ علیم الدین چشتی رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخہ شیخ المشایخ سراج الحق والذین حضرت خواجہ سراج الدین چشتی رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخہ شیخ المشایخ زائر البیت الحرام کمال الحق والذین حضرت خواجہ کمال الدین چشتی المشہور بعلامہ رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخہ شیخ المشایخ مستغرق بحر شہود شمس العارفين حضرت خواجہ محمد ورضیر الدین محمود چراغ دہلی اودھی چشتی رضی الله تعالی عنه وهو عن شیخہ الفائح فی الاقطار فواح نفعاتہ الرائحة فی الافاق لوا مع حمتہ سلطان المشایخ والعاشقین رحمة للعالمین محبوب الہی سلطان المشایخ حضرت خواجہ نظام الدین محمد ابن احمد بدایونی چشتی رضی الله تعالی عنه وهو عن شیخہ الفائح فی الاقطار فواح نفعاتہ الرائحة فی الافاق لوا مع کراما

الساجح فی العالم القدس افکاره البایح بحببت الرحمن ازاره قطب الوری علامه
الدنیا والذین حضرت خواجه فرید الحق والذین مسعود اجود هنی شکر بار
شکر گنج رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه^{۱۸} ملک المشایخ سلطان الطر^{نقت}
قتیل محبت الجبار حضرت خواجه قطب الملت والذین بختیاراوشی چشتی
رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه بدر العارفين غیبات الدارین نائب
رسول الله جیب الله حضرت خواجه معین الحق والملت والذین الحسن السجری
چشتی رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه^{۱۹} حجت الحق علی الحق حضرت خواجه
مقتداء اهل عرفان عثمان الهارونی چشتی رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه^{۲۰}
شیخ المشایخ سدید النطق حضرت خواجه حاجی شریف الزندانی الحشتی
رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه^{۲۱} شیخ المشایخ ظل الله فی الخلق حضرت
خواجه مورد چشتی رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه^{۲۲} شیخ المشایخ
ملک العارفين اهل التمکین ناصر الملت والذین ابو یوسف چشتی رضی الله
تعالی عنه - وهو عن شیخه^{۲۳} شیخ المشایخ ملجاء العباد حضرت خواجه
محمد الحشتی رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه^{۲۴} شیخ المشایخ عمدة الابرار
وقدوة الاخيار حضرت خواجه ابی احمد چشتی رضی الله تعالی عنه - وهو
عن شیخه^{۲۵} شیخ المشایخ سراج الاتقیاء حضرت خواجه ابی اسحق الحشتی رضی
تعالی عنه - وهو عن شیخه^{۲۶} شیخ المشایخ شمس الفقراء حضرت خواجه علو
دینوری - وهو عن شیخه^{۲۷} شیخ المشایخ اکرم اهل الايمان حضرت خواجه
هبيرة البصری رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه^{۲۸} شیخ المشایخ سلطان

الصالحین برهان العاشقین حضرت خواجہ حذیفۃ المرعشی رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ۔ ^{۲۹} وهو عن شیخہ شیخ المشایخ سلطان السالکین برهان الواصلین تبارک
 المملکت والسلطنت حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم البلیخی رضی اللہ تعالیٰ
 وھو عن شیخہ شیخ المشایخ قطب الولايت وغوث الدرايت مکیں المکة
 ابی الفضل والفضائل حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 وھو عن شیخہ شیخ المشایخ قطب العالم والشیخ المعظم حضرت خواجہ عبد
 بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ^{۳۰} وهو عن شیخہ رئیس التابعین امام العالمین
 حضرت خواجہ حسن البصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ^{۳۱} وهو عن شیخہ امیر
 فی اعالی المقامات المنتمی الیہ خرقۃ کل طالب سیدنا علی بن ابی طالب ^{اللہ}
 وجمہرہ وقد اسرارہم وابقی الی یوم القیامۃ انوارہم۔ ^{۳۲} وهو عن سید
 الکونین رسول الثقلین سید المرسلین خاتم النبیین المنوط باتباعہ محبت
 رب العالمین محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلیٰ کل من بہ انتہی
 واقدی الی یوم الدین۔ ^{۳۳} وهو عن جبرئیل علیہ السلام۔ وهو عن تخت العالمین
 جل جلالہ وعم نوالہ۔

وذلك وصيته لدوام التقوى والورع اور اسی طرح وصیت کی ہے اور کہ دوام تقویٰ اور پرہیزگاری کے لئے
 واجزته فی السماع والتواجد والوجد اور میں نے اون کو اجازت دی سماع کی اور تواجد اور وجد کی
 فی العشق هو الله من الله مع الله واعظيته عشق میں اللہ کے شہی کی جانب سے اللہ ہی کے ساتھ اور
 عمامتی وجیتی ولقنتہ ذکر الرتخ میں نے اون کو عطا کیا میرا عمامہ اور میرا جبہ اور اون کو ^{تلفظ}
 وحفظ الانفاس ومشی الاقدام کیا میں نے ذکر ترخ اور حفظ انفاس اور مشی الاقدام

والمراقبة والمشاهدة والذكر الجلی
والخفی ورنحته لسائر اورداد
مشایخنا فی هذه الطريقة الشرفیة
فعلیه ان یحفظ الشریعة بالجوارح
والاعمال والاقوال وبدوام الطريقة
والمعرفة بالافعال والاحوال باجتنا
من محبت الدنيا ویجعل مقصوده حب
وعشقه ومعرفة فی کل الحال ونساء
الله تعالی ان یجعله هادیا وهدیاً یقتبأ
ویبعثه فی الآخرة مع مشایخنا نجیاً و
وقع هذا الامر بحضور المشایخ فی مقام
چمن من هجرة النبویة فی شهر ربیع الاول
وفی تاریخ الثانی وفی الیوم الاحد الرابع
والتسعين بعد الف وما ١٢٩٣
عليه وآله وبارک وسلم فحمد الله تعالی
ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من
شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا
ونتوكل عليه وبه الخیر وبه نستعين
وصلی الله علی سیدنا محمد وآله واصحابه
وامته اجمعین -

اور مراقبہ اور شاہدہ اور ذکر جلی
وخی اور نیے او کو اجازت دی ہمارے شیخ کے تمام اورداد کی
اس طریقہ شریفہ میں -
پس اون پر لازم ہے کہ جوارح اور اعمال اور اقوال سے
شریعت کی حفاظت کریں اور افعال اور
احوال سے طریقت اور معرفت پر مداومت رکھیں
اور دنیا کی محبت سے کنارہ کش رہیں اور اللہ کی
محبت اور عشق اور معرفت کے ہر حال میں اپنا مقصود کر لیں اور طلب
کرتاہوں میں اللہ تعالیٰ سے یہ کہہ کر لیں کہ ہادی اور ہدی
اور حق اور اون کو اٹھائے آخرت میں ہمارے شیخ کے ساتھ نجیاً یافتہ
اور یہ ہم (یعنی خلافت کا عطا ہونا) واقع ہوا مشایخین
کے روبرو مقام شہنشی چمن میں ماہ ربیع الاول کی دوسری تاریخ
یکشنبہ کے روز سنہ ایک ہزار اور دوسو چورانوے
ہجری نبوی میں - اور درود بھیجے اللہ اون پر
اور اذکی آل پر اور برکت نازل کئے اور سلام بھیجے -
پس ہم حمد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اور اس سے مدد مانگتے
اور اس سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور اس پر توکل کرتے ہیں
اور اسی کے ساتھ خیر ہے اور درود بھیجا اللہ نے اور ہے
سرور محمد کے اور ابراہون کے آل واصحاب کے سب پر -

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - وَصَلَّى اللّٰهُ
عَلَى النَّبِیِّ الْاَمِّیِّ الْکَرِیْمِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
جَمِیْعِیْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - اور درود بھیجا اللہ نے
نبی امی کریم سیدنا محمد اور ان کے آل پر سب پر۔

أَمَّا بَعْدُ هَذِهِ الْخِلَافَةُ بِمَشَاخِزِهَا
فِي الطَّرِيقَةِ الْعَالِيَةِ الْجَسْتِيَّةِ رَضْوَانِ
اللّٰهِ تَعَالَى عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ اَعْطَيْنَا الْاَخِي فِي

اَمَّا بَعْدُ هَمَارے شیلخ (جن پر اللہ تعالیٰ کے
خوشنودی ہو) سے طریقہ عالیہ جستیہ میں یہ خلافت
ہے جو ہم نے دی ہمارے دینی بھائی

الدِّیْنِ مَوْلَا مَوْلَا سَیِّدِ بَاقِرِ عَلِیِّ اَنَا الْخَاطِبُ
بِشَاہِ شَہِیْدِ الْمَحَبَّتِ الْجَسْتِيَّةِ فَعَلِيهِ
اَنْ يَلْزَمَ التَّقْوَى وَالْوَسْعَ وَيَعْمَلَ

مولوی سید باقر علی کو جن کو میں خطبات
ہوں شاہ شہید المحبت جستیہ کا پس اون پر
واجب ہے کہ دو انا اختیار کر لیں تقویٰ اور وسع کو اور عمل کر لیں

عَمَلِ الْمَجْبِیْنِ مِنْ مَشَايِخِنَا وَيَسْلُكْ
سَلُوکَ السَّالِكِیْنَ الْعَاشِقِیْنَ
مِنْ مَشَايِخِنَا فِجْبًا لِلّٰهِ وَكُلِّ مَا یَعْمَلُ

وہ عمل جو ہمارے مشائخین مجبین کا تھا اور چلیں وہ راہ
جو ہمارے مشائخین عاشقین کی راہ تھی۔
پس (سب عمل) اللہ کی محبت میں (کیا جائے) اور

مِنَ النِّوَافِلِ وَالْاَوْرَادِ وَغَیْرِ ذٰلِكَ
مِنَ الْحَسَنَاتِ فِیْحِبِ اللّٰهُ وَلَوْجِهَ اللّٰهِ
وَلِرِضَاؤِهِ بَغِیْرَ اَنْ یَخْطُرَ بِاِلٰهٍ لِّغَرَضِ
نَفْسِهِ

حسنات میں سے نوافل اور اواراد اور اون کے علاوہ
جو کچھ عمل کریں پس وہ اللہ ہی کی محبت میں اور خاص اوس کے لئے
اور اسی کی رضا کے لئے ہو اور (ان اعمال کو بجالانے میں) غرض کا

وَالْاِخْلَاصَ بِعَمَلِهِ وَالتَّوْجِیْهَ اِلَى
الْمَقْصُوْدِ بِكُلِّ حَالِهِ سَمْعًا وَبِصْرًا
وَقَلْبًا وَهَمًّا وَاَنْ یَجْعَلَ هُمُوْهُ
هَمًّا وَاَحَدًا اِلَى اللّٰهِ وَبِالْجَمَلَةِ

اون کے دل میں کچھ بھی دخل نہ ہو اور اپنے عمل میں اخلاص کو
اور ہر حال میں مقصود کی جانب توجہ کو سمعاً و بصراً
و قلباً و ہماً قائم رکھیں اور اپنے جملہ مقاصد کو صرف ایک مقصد

یَسْلُكْ طَرِیْقَ مَشَايِخِنَا بِكُلِّ مَا هُوَ

کر کے اللہ ہی کی جانب متوجہ کر لیں اور مختصر یہ کہ
چلیں وہ ہمارے مشائخین کے طریقہ پر اون

المقصود عندہم وعندنا بغیر افراط وتفریط والتوفیق من اللہ هو الموفق والمعین وبہ الخیر بہ نستعین - وصلى الله تعالى على سيدنا محمد وآله واصحابه اجمعين وانا العبد الراجي الى رحمت ربه الفوقى العلى المخاطب من حضرت شیخی شاہ قیام صدق الصادق المحبى الفخرى المحبستى بعفا الله عنه وعن والديه وعن اخوانه فى الدنيا والدين فالحمد لله رب العالمين وكان الله لنا ولكم-

تمام امور میں جو اون کے اور ہمارے نزدیک مقصود تھا بغیر افراط اور تفریط کے اور اللہ ہی سے توفیق ہے اور وہی توفیق دینے والا اور معین ہے اور اوسى کے (قبضہ قدرت میں) خیر ہے اور اوسى ہم مدد مانگتے ہیں اور درود بھیجا اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد اور اون کے آل اور اون کے اصحاب پر سب پر۔ اور میں ہوں اپنے رب قوی و برتر کے رحمت کا امیدوار جس کو خطاب دیا ہے میرے پرے پرے شاہ قیام صدق کا جو ہے صادق محبى فخرى حششى اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اوس کو اور اوس کے والدین کو اور اوس کے دینی اور دنیاوی بھائیوں کو پس سب حمد ہے اللہ کو جو رب العالمین ہے اور ہو جائے اللہ ہمارا اور تمہارا۔

حضرت باقر علیہ الرحمہ کو جس وقت یہ خلافت نامہ دیا گیا حضرت سیدنا شاہ قیام صدق حششى کی آنکھوں میں پانی آچکا تھا۔ اس لئے اوں کو اون کے بھائی اور خلیفہ حضرت شاہ شہید الدین عرف شاہ غزنی حششى علیہ الرحمہ نے لکھ کر اور حضرت شیخ کی مہر میں لگا کر دیا تھا۔ حضرت شاہ قیام صدق رحمۃ اللہ علیہ چند سال تک بینائی سے معذور رہے لوگوں نے عرض کیا کہ ڈاکتر یا کچا جس متعلق حکم ہو حاضر کیا جائے لیکن اوہنوں نے ہمیشہ انکار کیا۔ لوگ جب زیادہ اصرار کرتے تو فرماتے کہ جس نے روشنی لی ہے وہی دیکھا تو لیں گے۔ بالآخر ۱۹۲۹ء میں ایک شب دو نو

آنکھوں میں روشنی آگئی اور آخر عمر تک قائم رہی۔

حضرت باقر رحمۃ اللہ علیہ کو اون کی شیخ قدس سرہ نے طریقہ حشمتیہ کے ساتھ ساتھ
 طریقہ قادریہ کبریہ میں بھی خلافت دی تھی۔ لیکن اس طریقہ کا خلافت نامہ مجھے نہیں ملا۔
 ایک بار حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہ سے اس بارہ میں دریافت کیا اور انہوں نے تحریر
 فرمایا: ”ہم کو خوب معلوم ہے اور ہم اس کے گواہ ہیں کہ دونوں سلسلوں میں حشمتیہ وہم قادریہ
 میں خلافت تھی۔“ حضرت باقر کے طریقہ قادریہ کبریہ کا سلسلہ حضرت سیدنا غوث الاعظم
 غوث الثقلین سید محی الدین ابو محمد عبدالقادر الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک مختصر
 الفاظ میں یہاں لکھ دینا مناسب خیال کرتا ہوں:-

حضرت سید شاہ باقر علی عن حضرت سیدنا شاہ قیام احمدق عن سید صادق علیشا
 مونس اللہ عن خواص بحرلی مع اللہ سید محمد بن نجاری عن سیدنا فخر الدین دہلوی۔
 محب النبی عن حضرت نظام الدین اوزنگ آبادی عن خواجہ کلیم اللہ جہاں آبادی
 عن خواجہ یحییٰ مدنی عن خواجہ شیخ محمد گجراتی عن خواجہ حسن محمد عن خواجہ محمد
 غیاث المشہور بنور بخش عن خواجہ شیخ محمد علی المشہور بنور بخش عن خواجہ محمد
 بنور بخش عن خواجہ ابواسحق ختلانی الحسینی عن خواجہ علی ہمدانی عن خواجہ سید محمود
 عن خواجہ علاء الدین المشہور بہ علاء الدولہ سمنانی عن خواجہ نور الدین المشہور بالکبیر عن
 خواجہ احمد جرجانی عن حضرت رضی الدین علی الااعن خواجہ محمد الدین بغدادی عن
 حضرت نجم الدین کبری عن خواجہ عمار بن یاسر اللہ لسی عن خواجہ ضیاء الدین ابی النجیب
 بن عبدالقاہر سہروردی عن قطب الاقطاب سید عبدالقادر الحسینی الجیلانی۔

زہد و قناعت۔ اعراض عن الدنیا۔ ورع و تقویٰ۔ عبادت ریاضت اور مجاہدہ

صبر و شکر۔ رضا و تسلیم وغیرہ ان سب پر حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اگر استقامت و محنت فرماوے تو انسان صالحین اور اصحاب الہیہ کے زمرہ میں داخل کیا جاتا ہے اور اگر ان تمام چیزوں کے ساتھ اعراض کُلی اور انقطاع تام عن کُلِّ شئی ماسوی اللہ اور اللہ و رسول کی عشق و محبت میں فنا، الفنا بھی نصیب ہو تو پھر کیا کہنا۔ انسان اون برگزیدہ ترین جماعت میں شامل کر لیا جاتا ہے جو قرآن پاک میں اولیاء صدیقین، سابقین اور مقررین کے عالی مرتبت خطابات سے مخاطب کئے گئے ہیں ذَلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُوْتِیْهِ مَنۡ یَّشَآءُ۔

انسان اپنی زندگی میں جس چیز میں کمال حاصل کرتا یا کر سکتا ہے اوس کا مادہ بد فطرت سے اپنے ساتھ لاتا ہے۔ مبد و قیامت نے حضرت باقر کے دل میں محبت و عشق الہی کی آگ بد فطرت سے ہمیا کر دی تھی۔ شباب کا جب زمانہ آیا تو وہ آگ بھڑکنا شروع ہوئی۔ طلب صادق (جو محبت کے ساتھ لازم ہے) نے اون کو رہبر کمال تک پہنچایا پیر کی وجہ جنابانی نے شعلہ کو تیز کیا اور تیز سے تیز تر کرتی گئی۔ ذکر فکر مراقبہ اور وہ تمام مشاغل جن کی تعلیم پیر نے اونھیں دی اوس کے اندر اونھوں نے عشق و محبت الہی ہی کو دواما پیش نظر رکھا یہاں تک کہ خلافت دیکر بھی خلافت نامہ میں اونھوں نے جو وصیتیں لکھیں وہ بھی عشق و محبت ہی کی بابت تھیں کہ:-

”روع اول تقویٰ پر مداومت رکھو۔ جوارح اور اعمال اور اقوال میں شریعت کی پوری پابندی کرو اور اوس کے ساتھ افعال و احوال میں دوام سلوک اور معرفت الہی کو پیش نظر رکھو۔ سماع اور تواجد اور وجد جو کچھ بھی ہو محض اللہ کے لئے ہو اور من اللہ اور مع اللہ ہو دنیا سے اجتناب کلی اختیار کرو اور ہر حال میں تمہارا مقصود صرف اللہ کی محبت اور اوس کا

عشق اور اوس کی معرفت ہو۔“

خلافت نامہ کے آخر میں پھر مکر رہہ وصیت کی کہ :-

”تقویٰ اور ورع پر دایمی التزام رکھو اور عمل وہی کرو جو ہمارے مشایخین مجتہدین کا عمل رہا ہے اور سلوک وہی اختیار کرو جس کو ہمارے مشایخین عاشقین نے اختیار کیا۔ نوافل و اوراد اور اعمال حسنہ جو کچھ بھی کرو وہ صرف اللہ کی محبت میں اور خالصاً لوجہ اللہ و لرضائے ہو اور اون کو کرتے وقت تمہارے قلب میں اغراض انسانی میں سے کسی غرض کا گزرتک نہونے پائے اور تمہارے عمل میں سراسر اخلاص ہی اخلاص ہو۔ اور سمعاً و بصراً و قلباً و ہمتاً تمہارا مقصود اللہ ہی اللہ ہو اور ہمارے اور ہمارے مشایخین کا جو مقصود رہا ہے اسی مسلک پر اسی مقصود کی جانب بغیر افراط و تفریط کے بڑھتے رہو۔“

اہل طریقت کے مذہب میں پیر ناب رسول ہے اور آیت کریمہ وَمَا اَنْتُمْ بِالرَّسُولِ فَخذوہ و مَا تَحْمِلُكُمْ عَنْہُ فَاَنْتُمْ وَا سُوْرۃ شمس کے تبعیت میں پیر کا حکم مرید کے لئے واجب العمل ہے۔ عشق و محبت کا مادہ بدرجہ کمال حضرت باقر کے وجود میں بدو فطرت سے ہتیا کر دیا گیا تھا۔ پیر نے اون کو عشق و محبت ہی کے راستے پر چلایا اور ہمیشہ کے لئے وہ اسی کی وصیت کر گئے۔ حضرت باقر جن کے مشرب میں پیر کی وصیت پر عمل کرنا فرض عین تھا اوس پر کار بند ہوئے اور کار بند رہے یہاں تک کہ اللہ کی محبت کی آگ نے اون کو جلاتے جلاتے خاکستر کر دیا۔

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم اب جو ہیں خاک انتہا ہے یہہ
عشق الہی کی ہمہ گیری اور ہمہ سوزی نے اون کے دل و جاں پر تسلط پا کر ہر قسم کے جذبات و خواہشات کو جلا کر فنا کر دیا تھا اور اون کو ہر قسم کے تعلقات عاسوی اللہ سے

منقطع اور کوئین سے بنی کر دیا تھا اِنَّ الْمُلُوكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا
وَجَعَلُوْا اَعْرَظَ اَهْلِهَا اِذْ لَهٗ (نخل) ۵

دنیا و دین و صبر و ہوش از من برفت اندرش جانیکیہ سلطان خمیہ زد خوفا نماز عام را
اون کی نماز اون کا روزہ اون کے اذکار و اشغال اون کی عبادت و ریاضت اون کا جینا
اور مرنا بتبعیت فرمان الہی قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۲ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (انعام صرت انہی
کے لئے رہ گیا تھا و لعمری وہ اون مومنین صدیقین مقربین کی جماعت کے ایک فرد فرید
جن کی صفت ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ (بقرہ)۔

حضرت رئیس المحدثین شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار الانبیاء میں حضرت
امیر خسرو دہلوی قدس سرہ کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے ”اگرچہ تعلق برباد شاہان
داشت و بالوک و امر البعوان خوش طبعی و ظرافت و محالط بود اما توجہ دل او نہ باں جانب بود
و این معنی را از برکات آثارش تو ان دانست چہ درد لہا ئے اہل معصیت برکت کمتر تو ان یافت
و آثار ایشان را قبول دہا و جذب خواطر نبود“ اس عبارت سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ
اہل دل ہیں اور جن کے قلوب محبت الہی اور عشق حقیقی سے مملو ہیں انہیں کے کلام میں
جذب ہوتا ہے اور انہیں کے کلام سے اہل ذوق کے دل متاثر ہوتے ہیں۔ مثل شہزاد
”ہرچہ از دل خیزد بر دل ریزد“ اور حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بہت ”یا
لطیف پیرایہ میں او کیا ہے ۵

کہ ہرچہ از جاں فرود آید نشیند لاجرم بردل

یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ احمد جام۔ سعدی۔ خسرو۔ جن دہلوی۔ عراقی۔ حافظ۔ فغانی

کمال خمبندی کے کلام ذوق سلیم رکھنے والوں کے دلوں میں تیر کی طرح چمبھ جاتے ہیں اور اون کے پڑھنے اور سننے سے جو گہرا اثر دل و جان پر پڑتا ہے اوس کا شائبہ بھی کمال اسماعیل اصفہانی - سلمان ساوجی - خواجہ کرمانی - عرفی - نظیری - صائب - طالب آملی کے کلام میں نہیں پایا جاتا حالانکہ یہ سب بزرگ فارسی شاعری کے امام تھے اور شاعری کی حیثیت سے ان اساتذہ کا کلام اس قدر ارفع اور اعلیٰ ہے کہ اون کی لطافت اور خوبیوں اور باریکیوں کو پوری طرح بیان کرنا بھی دشوار ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کا عشق محض شاعرانہ عشق تھا۔ اور اون کے معشوق شاعرانہ تخیل کے پیدا کئے ہوئے معشوق تھے ان کی تمام شاعری مجاز ہی مجاز تھی حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔

حضرت باقر کی شاعری کی کیفیت تفصیلی کیفیت اس مقالہ کے آخر میں بیان کی جاگی یہاں صرف اس قدر عرض کیا جاتا ہے کہ اون کو شاعری میں کبھی انہماک نہیں ہوا اور شاعری کی طرح اونہوں نے اس کا مشغلیہ کبھی اختیار نہیں کیا۔ اون کی غزل گوئی خصوصاً اواخر عمر کی غزلیں گوئی زیادہ تر اون واردات عینی کے اظہار کا ذریعہ رہ گئی تھی جو اون کی روح پر اور روح سے قلب پر نازل ہوتی تھیں اور قلب سے بیانتہ زبان قلم پر آکر (شاعری کا مادہ اون میں فطری ہونے کے باعث) اشعار اور غزلوں کا لباس اختیار کر لیتی تھیں۔ وجدان صحیح اور ذوق سلیم کے ساتھ اگر اون کا دیوان دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ فصاحت بلاغت اور زبان کی سلاطنت اور یہ بھی کیفیت راندازہ ہو سکیگا کہ عشق اور محبت تھقی میں وہ کس قدر سرشار اور از خود فرمتے تھے اور عرفان اور تقرب الہی کے کس درجہ پر پہنچ چکے تھے اور ان کے دیوان سے چند اشعار ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اون سے حضرت باقر کی خدا اور رسولؐ اور پیر کے ساتھ

عشق و محبت - انقطاع ماسوی اللہ فیما و لبقا - عرفان و تقرب اور مشاہدہ کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

(۱) مرید کے لئے پیر بادیٰ طریقت ہے اور پیر ہی کی تعلیم اور اوس کی متواتر مسلسل اور غیر منقطع توجہ کی بدولت مرید منزل مقصود اور مطلوب حقیقی تک پہنچتا اور پہنچ سکتا ہے اس لئے مرید کو پیر کی محبت میں انہماک کلی اور اوس کی ذات میں فنایت تامہ کا حاصل کرنا لازمی ہے حضرت باقر اپنے شیخ کی محبت میں اس قدر سرشار رہتے تھے کہ بمقتضائے من لہب شدیداً اکثر من ذکرہ اکثر پیر ہی کا ذکر کیا کرتے تھے اور اوصیوں کے فضائل اور محابد بیان کرتے رہتے تھے۔ اشعار مرقومہ الذیل سے شیخ کے ساتھ اون کی محبت کا اندازہ ہو سکیگا۔

غیر ازین بیچ ندانم نہ بخوانم باستر	اصدق اصدق ہمہ دم و در زبان است مرا
فیض اصدق بے نیازم ساخت از دنیا کے	آگہ ننگ آتانش کعبہ دیں ساختند
شاہنشینت اصدق دظلم کش پائیت	تائیر این سعادت بال ہمان دارد
این ہستی موہوم در ذات تو شد نہال	من قطرہ و تو دریا یا پیر قیام اصدق
بخوابہ اصدق از بات سب کو بید	کہ من چشم خود از غیر تو بستم
من فدائے نگہ فیض تو گردم یا شیخ	کہ مس خویش زاکیر تو ز ساخت ام
در طریق عشق با تو چوں بنا شتم ستیقم	چوں جناب پیر اصدق رہ برے میں شتم
از سر کو بن دست افشان شدم	پیر اصدق داد دستم یلکے

ان اشعار کے علاوہ دیوان میں چار غزلیں شریک ہیں جو تمام تر پیر کی طرح اور اوصیوں کے ساتھ عشق و محبت کے اظہار میں ہیں اون سے پیر میں حضرت باقر کے فنایت کا اندازہ ہو سکیگا۔

(۲) حضرت خواجہ خواجگاں خواجہ معین الدین چشتی جمیری رحمۃ اللہ علیہ چشتیہ طریقہ کے

امام ہیں حضرت باقر کو اون کی ذات پاک کے ساتھ خاص تعلق تھا دیوان میں تین غزلیں تمام تر اون کی نسبت ہیں اور مندرجہ ذیل اشعار بھی ملاحظہ کر دینی ہیں :-

خداوند! نصیب ساز طوفِ روضہ خواجہ بکن زریبِ جبینم سجدہ آں آستانے را
شاہا جو توئی معیں بکن دور از بندہ عنم گزندہ را
یا خواجہ معیں گہ درد و مصیبتم برب بغیر نام تو نام خدا نرفت
اشک ریز آمدہ ام بردرت لے خواجہ معیں بادل پر عنم و بانالہ و آپے عجبے

(۳) حضرت امیر المؤمنین امام المسلمین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی ذات پاک صوفیوں کے تمام فیوض و فیضان باطنی اور عرفان الہی و دلہا و ولایت کا سرچشمہ ہے اون کی اور اون کی اہل بیت و اولاد کی محبت نہ صرف منجانب اللہ و رسول فرض ہے بلکہ صوفیوں کے لئے اضطراری ہے حضرت باقر اون کی اور اہل بیت اطہار کی محبت میں جس قدر از خود رفتہ رہا کرتے تھے اوس کا اندازہ تو ہونہیں سکتا۔ اون کے عقائد کے بیان میں اون کے چند اشعار نقل کئے گئے ہیں جو اس حقیقت کو کسی قدر ظاہر کر سکیں گے۔

(۴) سب سے بالاتر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا درجہ ہے لایؤمن احدکم حتیٰ اكون احب الیہ من ولدہ و والدہ والناس اجمعین منو
کے نزدیک یہ مسئلہ مسلم ہے کہ سالک کو فنا فی اللہ کا درجہ فنا فی الرسول کے بعد ہی حاصل ہو سکتا اور حق سبحانہ و تعالیٰ اہل شانہ کی ذات پاک کے ساتھ محبت کا دار و مدار تمام تر اطاعت اللہ اور اتباع سنت نبوی پر ہے قل ان کنتون محبون للہ فاتبعون فیتحبکم اللہ و یغفر لکم ذنوبکم۔ حضرت باقر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عشق و محبت اور جو فائز حاصل تھی اوس کا تو اندازہ ہونہیں سکتا تاہم اون کی دیوان سے

چند شعر یہاں نقل کئے جاتے ہیں :-

توئی نتیجہ ایجاب و شکرہ موجود
چوں حسن دل افروز تو در جلوہ گری شد
از داغ غلامی تو شد جبہ نشا منند
قربانِ جلوہ تو کہ از پر تو رخت
پویندہ در رکاب تو با بانگ طوقوا
دور از تو چہ حال است یہ میں تائب تہ ما
دورم ز دیار تو مگر سجدہ بسوئیت
جا کر و خیال رخت اندر جگر و دل
عطا کن لے خدا آن چشم پاکم
اگر خواہی مرا در خویش باقر
لے خواجہ ہر دو کون در باب
جاں میدہد بقالب بیجاں نسیم تو
تا کہ بدوری تو بسوزم باں شمع
یا رسول اللہ چہ دارم تا کنم بر تو نثار
اشتیاقِ جلوہ ات بادا بجانم سر بند
راحت جانی دہم نورِ نظر چوں مردہ یک
کمترین بندگانت ہست باقر یا نبیؐ
رولیف میم میں دیوان کے صفحہ ۱۹۳ پر نعت میں ایک غزل ہے جس کا مطلع یہ ہے :-

کہ جز بذات تو مقصود آفرین نیست
در ملک عجم غلغندہ و در عرب افتاد
عشق تو بدل لے شہامی لقب آد
ایجا ہزار یوسف کعباں بر آمدہ
جبریل بر تو مروحہ جنبیاں بر آمدہ
لے سرور عالی نسب اُمّی لقب ما
پوستہ بود مشغلہ روز و شب ما
از عشق تو مملو است و رید و عصب ما
کہ باشد محو دیدارِ محمد
بکن ہر لحظہ تکرارِ محمد
بر خاک درت طپندہ را
شرمنذہ آبِ خضر ز خاکِ حبریم تو
لے من فدائے شہرہ خلقِ عظیم تو
از من مکیں رسد بر تو درودے کاشکے
داغِ عشقت در دلم ہر دم فرودے کاشکے
جائے تو جانانہ ام در دیدہ بودے کاشکے
بر در تو جبہ رلود سجدہ سو دے کاشکے

حج ہدایت روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم شام سعادت موئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 حضرت شاہ ظہور الحق قدس اللہ سرہ نے ایک خط میں مجھے لکھا کہ حضرت باقرؒ کی تہ
 رل جب شائع ہوئی لوگوں میں اس قدر مقبول ہوئی کہ تمام ضلع گیا اور پٹنہ اور آراہ میں اس کی
 رت ہو گئی اور برسوں لوگوں کے زبان پر رہی اور سماع کی شاید ہی کوئی مجلس ایسی ہوئی ہوگی
 میں قوال نے یہ نغزل نہ گائی ہو۔

(۵) زہد عن دنیا - قناعت - رضا و تسلیم اور انقطاع عما سوی اللہ کے متعلق ہوتے ہیں۔

ہرگز نہ بیلائے تو دست و دہنے را	رماندہ دولت دنیا کہ حرام است
بردار ز دل ایں ہمہ رنج و محنے را	نیا ہمہ پوچ است غش پوچ تراز پوچ
در دل نہ ہی راہ ہوا و ہوسے را	را آنچه خدا واد تو ان کرد قناعت
بہ میکنی غنی ہستم چہ سازم مال دولت را	ناعت شیوہ ام باشد توکل خستہ طبع من
زدست خویش تن گذارد کان قناعت را	ز فکر این دآن بگذر ز حرص و آرزو خالی
پا بدامان توکل بافت آسا بشکند	لو ہر مقصود می آید بدستش ہر کے
خاطر او طرف ملک سلیمان نرود	ہر کہ شد بادشہ ملک قناعت باقر
خوش دوستے ز بخشش مولا با رسید	دست تہی ز زر دل خالی زد عس
دل آگاہ پے ہی سچ تمنا نرود	از دل خویش بکن دور تمنا باقر
خود را با و سپارد و محور رضا کند	باید ہر کے کہ بجوید رضائے حق
بیارگاہ خدا گرد عا تو انی گرد	ز بارگاہ خدا جز خدا نخواہ دگر
خویش را در انجمن بہر تو تنہا میکند	لے خوشا آنکس کہ شب را با تو فردا میکند
پا بدامان کردہ در کوے تو ما و میکند	سیر از سیر و دو عالم فارغ از کون و مکان

در بروئے خویشتن بر بستہ از ہر دو جہاں
در تمنائے تماشا ئے جمالِ رونے تو
از عبادت نتوان خواست بجز مفضلش
خدمت حضرت او بر طمع حور ممکن

(۶) ریا اور عجب انسان کی تمام عبادتوں کو بیکار کر دیتا ہے اور دل میں اگر اللہ کے محبت کی چاشنی ہو زہد خشک سے کام نہیں چلتا اور خشک عبادت سے ریا اور عجب اور دوسرے مہلکات میں گرنے کا ہمیشہ اندیشہ رہتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:-

لا ت عرفاں میزنی زاہد تو با عجب ریا
ترا بدر گہ حق زاہد ارسائی نیست
در دودل عشاق و کج زاہد تو زاہد
مایل پاکی ظاہر چہ توئی اے زاہد
بتقوی سر بر افرازی بزد خشک مینازی
زاہد از من تو مرغی از تکلم با تو نماز
سوز از آو نہانی پردہ پندار را
اگر ز عجب و ریاد در دل صفائی نیست
وین درد نباشد چو توئے بلہو سے
کار با پاکی احوال درون امتداد است
برو زاہد کہ از تو بوسے عرفانم نمی آید
لایق سجدہ حق نیست وضویم چکنم

(۷) اللہ کا عشق اور اوس کی محبت ہی وہ چیز ہے جو سالک کے تمام خواہشات اور جذبات نفسانی کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جسکی بدولت انقطاع عماروی اللہ نصیب ہوتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو کونین سے فارغ و مستغنی کر کے سالک کو ہمہ تن حق سبحانہ و تعالیٰ جل شانہ کی ذات پاک کی جانب متوجہ کر دیتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو تمام عبادت کے جملہ تکالیف کے احساس کو فنا کر دیتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو برقِ خاطر کی زلفار سے بھی بکتر عاشق کو کھینچتی ہوئی ایجاباتی ہے اور در رب الغرت پر کھڑا کر دیتی ہے اور یہی وہ چیز ہے جو عاشق کو دوامِ مشاہدہ کے شرابِ ظہور سے ابدالاباد کے لئے مخمور کر دیتی ہے۔

مت مے ہشیار گردد از بود
 مست حق نماید بخود از نفع صور
 حق تبارک و تعالیٰ نے حضرت باقر کے وجود میں بد و فطرت سے عشق کی آگ بھردی تھی
 پیر نے اون کو عشق ہی کے راستہ پر چلایا اور اس پر چلنے کی وصیت کر گئے یہ تو تمہارا ذلیل
 اشعار ملاحظہ فرماتے جائیں :-

چناں از بد و فطرت شد گریباں گیر عشق او
 بدرس عاشق باقر ملک تب
 پروردہ در دیم ندانم اب و عم
 ذرہ دروے بدل ناصح ز صد قوی بہا
 من از میخانہ مے خوردہ ام باقر کہ تا محشر
 گے کو مست افتادہ است بخود در بر کویت
 برداشتن بار عبادت بود آساں
 در در دول عشق در جاں نختیند
 حامل بار محبت کس نبود
 نہہ حسن رخت شد ز سکت تا سماک
 بیار مشکل است سلوک طریق عشق
 در رہ عشق ندانستہ نہادند قدم
 بکوئے عشق باقر ہیچکاپے نے ز خود رقم
 گرچہ بے جذبہ او تاد در وصلش زسی
 عقل بیچارہ نہاں بود پس پردہ بنوز
 کہ در طفلی بخواندم قصہ فرہاد و محبوبوں را
 عجائب بخت با آساؤ میکرد
 عاشق نترادیم پرس از نسب ما
 پند ترک عشق از تو با من از نادانی است
 افاقت روئے ننماید ز بدستی ترا بش را
 کجا ممکن کہ روز حشر ہم ہشیار بر خیزد
 آل کیت چو باقر کہ کشد بار محبت
 گل بگلشن در بعضاں نختیند
 این بلا بر جان انساں نختیند
 طنطنہ عشق من عالم امکان گرفت
 سالک ہوش رو کہ درین رنہ خطرین است
 کیت آنکس کہ درین راہ خبہ دار آمد
 برنگ گاہ سوئے خود کشد بیجاہ عشقم
 تو دینغ از طلبش تا حد مقدور کن
 عشق سفاک بجا نہا علم افراخت دینغ

از دل زار چہ پرسی کہ چگونہ است ترا
ماہل صورت بیچون و چگون افادہ است
براہ تو مہ من شد چیاں عدم باقر
نماند ایچ از و جز کف عنب راز تو
(۸) صبح خیزی اور شب بیداری کے فضائل عجیب و غریب پر ایسے بیان فرما کر ترغیب دیتے ہیں:-

چہ میخسبی دل شب جلوہ حق راتماشکن
بہشاری سر پائے زن این خواب غفلت را
کہ شبہا نور حق بینی بہ بیداری و ہشاری
مدہ در چشم خود جاست غفلت خواب غفلت را
ہر سعادہا کہ تو ہستی زیر دامن وے است
تا تو انی کوشش شبہا در پے تسخیر صبح
صبح دم بیدار شو از خواب تا آری بجا
از تہ دل حرمت روئے سپید پر صبح

(۹) اولیا اور صدیقین کی محبت کیمیا کا اثر رکھتی ہے۔ انھیں کی توجہ اور فیض صحبت سے آدمی معمولی انسان سے انسان کامل ہو جاتا ہے۔ ان کی صحبت کے اختیار کرنے حکم محکم ہو کہ خود جناب باری غرا سمہ نے دیا ہے یا ابھجاً الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصّٰدقین متفرق احادیث میں بھی اس کی تاکید آئی ہے۔ اولیا چونکہ انبیاء کے تابع ہیں اور علی قدر مراتب اون کی صفات سے متصف ہیں اس لئے اون کی موت ظاہری کے بعد بھی اگر طالب کوشش کرے اون کے ارواح پاک کے فیضان سے مستفید ہو سکتا ہے۔ حضرت باقر فرماتے ہیں:-

بیا و سر بپا انداز پیران طریقت را
از زمین ہمت شاں ہر مشکل است آساں
روشنی اہل دل ہرگز نماند در لباس
بوس تر بت پاکاں ز صدق و ہمت خواہ
نگاہ گرم پا کاں قلب را کسیر میا زد
دست طلب بذیل صاحب دلاں توان ند
شمع نور خویش در فانوس چوں پنہاں کند
کہ زیر خاک برقند و فیضہا باقیست

(۱۰) سفر در وطن اور خلوت در انجمن کا مفہوم کس خوبی سے ذیل کے تین شعروں میں ادا کیا گیا ہے:-

خیال جلوہ روئے تو میرد از خویش
بے زحمت ز قمار کند سیرد و عالم
چو غیر حق نبود در دل شکستہ چہ دور
(۱۱) ظہور ذات مطلق از پردہ کائنات - لا موجود الا اللہ - فنا و بقا۔

جمال آفتاب شد بذر آت جہاں روشن
دیدم نہ عارض تو و ہستی تو بر ملا
لے حسن پردہ پوشش کم محو جلوہ ات
بخواں علم وجود ابو ہرکلی و ہر خبردوی
در کون و مکان نیت بجز روئے تو دیگر

در ہمہ کائنات و ہر موجود
لے گنج مخفی ز ظہور تو سو خستہ
ہر کہ دانست غیب حق موجود
نماد و وجودے کسے جز وجودت
بجز یکے بنو در میان وحدت کثرت۔

نبا شد هیچ ممکن را وجودے غیر حق باقر
ذات حق چون بفنا عین وجودت گردد
ز دل نقشِ دوئی ششم دوئی محو یکے دیدم
فانی شدہ ام بذات پاکش

(۱۲) معرفت اور تقرب الہی اور مشاہدہ تجلیات صفاتی و ذاتی :-

بروئے خوب رویاں جلوہ داری خود نمائی را
از غایت ظہور بماندی تو در خفا
فارغ شویم تا تماشا سے ما سوا
بریں ترکیب صنع ابو ہر تعریف و تنکیرے
یک ذات تو حق است دگر غیر تو باطل

جلوہ فرما جمال صورت اوست
غیب نشان من ز حضور تو سوم
رحم بر فہم و بر فراست اوست
یکے ہست ذات - بری از دوئی تو
چوں کے عمینیت گرداب دریا بگنبد

کشا چشم حقیقت میں یکے داں موج و دریا
ہر بن موئے تن تو لب منصور شود
فنا در ذات او گشتم زیاد ما سوا رقم
من یاد ز ما سوا ندارم

ایسے بیدگی اینچا شدم آنچا خدا بودم
 میرا منزه ہم زتسلیم و رصت بودم
 طالبِ روئے تو درویر و جسم میگردد
 کہ من دورم ازو بسیار او باشد قریب
 کہ باشد تا ازو پرسیم شرحِ این معمارا
 میانہ من و دلدار حایل افتاده است
 از غیب گوش کرد دلم این خطاب را
 بروں شو گوش بر بانگِ جرس کن
 در قافلات حاجت بانگِ جرس نیست
 بے جلوہ او خلوت و ہم انجمنے را
 بغیر از جلوہ رویت نہ آید در نظر مارا
 در بر کشیدہ خواستم عریاں نشود
 برداشتی چو از رخ روشن نقاب را
 گر بگری جمالِ خوش یک نظر لبست
 تنگ گرفت چنانم کہ گریبانم سوخت
 بگاہ وصل در آغوش چوں آن یار عریاں شد
 بہر جا بہر سو کہ بسینم تویی تو
 کہ ہستی در آغوش و در پہلوئی تو
 بروں از جہانی و در ہر سوئی تو

تہو دم در شہادت شد و را اندر را بودم
 بری از بیم و فارغ از ترجا بودم خوشا عالم
 تو بخو نگہ دہا کسے حزن جلوہ فروش
 میان ما و اوقربے و بعدے بوجیب باشد
 بجان یا راست و در دل یا رو در وصال او
 تمام جلوہ و من محو میسرم کہ کدام
 من با تو ام قریب تو ہم شو قریب من
 کہ امی کار روان می آید لے دل
 از دورسیم تو نشاں میدہ از تو
 در کون و مکان ہست فروغش کہ ندیدم
 ندانم جز بذات تو نہ بینم جز جمال تو
 در وصل ہم نکرد جبدا پر دہ نقاب
 ظلمت سر لے من شدہ روشن شد وصال
 باقر نہ حدت تماشائے او مدام
 در شب وصل بہ آغوش خود از شدت شوق
 تجلی گاہ ایمن شد ز نورش کلبہ تارم
 نیاید چشم بجز جلوہ تو
 بہوش آدم چوں ز غفلت بدیدم
 چساں بنگر در جز بوئے تو باقر

ہرگز بد و چشم تکند جلوہ بجز دوست ہر سونگر ستیم خدا بود خدا بود
 عربی میں ایک شہ بہت مشہور ہے کل اناء یتلشخ بما فیہ اور فارسی میں
 بھی اوس کا ترجمہ زباں زدو خاص و عام ہے ۵
 از کوزہ ہماں تراود کہ دروست

اون اشعار میں جو نقل کئے گئے اگر محض شاعرانہ تخیل کا اظہار نہیں ہے بلکہ اون حالات
 اور واردات غیبی کا اضطرابی اظہار ہے جو حضرت باقر کے جان و دل پر طاری اور نازل
 ہوتی رہیں تو اون سے اور خصوصاً آخر کے تیرہ چودہ اشعار سے پتہ ملتا ہے عرفان اور تقرب الہی
 میں اون کی تدریجی ترقی کے اوس بلندی مرتبہ کا جہاں پہنچا پیر سالک و اصل کو مشاہدات
 اور دید ہی دیدہ جاتی ہے ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ۵
 ایں دولت سرد ہمہ کس راند نہند

یہاں تک رسائی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے اور ایسے واصلین کی خمیر ہی کچھ دوسرے
 قسم کی ہوتی ہے ۵

طینت جام جم از جوہر کان دگر است تو توقع ز گل کوزہ گراں میداری
 حضرت باقر علیہ حال سے کبھی مغلوب نہیں ہوئے اور سطحیات کے قسم میں سے
 کوئی بات اون کی زبان سے کبھی نہیں نکلی۔ سماع کی عام مجلسوں میں وہ شریک نہیں ہوتے
 تھے اس لئے کہ اون کے پیر کی مجلسوں میں جن شرائط کی پابندی ہو کر تھی اور جن کو
 وہ نہایت ضروری خیال کرتے تھے وہ پابندیاں دوسری جگہ ملحوظ نہیں رکھی جاتی تھیں
 لیکن اپنے گھر پر تنہائی میں یا خاص خاص دوستوں کے ساتھ سماع سن لیا کرتے تھے۔
 اثنائے سماع میں نے دیکھا ہے کہ بعض وقت اون پر نہایت شدید حالت طاری

ہو جاتی تھی۔ اوس وقت اون کی آنکھیں سُرخ ہو جاتی تھیں اور چہرہ چمکنے لگتا تھا۔
 واڑھی اور سر کے بال کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور سینہ سے سنسناہٹ جیسی نحفیف آواز
 سنائی دیتی تھی۔ اور کبھی کبھی اس قدر آنسو جاری ہوتا تھا کہ واڑھی بھیک جاتی تھی لیکن
 اس حالت میں بھی اون کو جنبش نہیں ہوتی تھی اور دوزانو بیٹھے ہی رہ جاتے تھے۔
 بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق ہر ہوسنا کے نذاند جام و سندان باختن
 حضرت باقر نے اپنے حال کو بہت شدت سے چھپایا۔ پیر کے علاوہ اگر اون کے
 عرفاں اور تقرب الہی سے کچھ واقفیت کسی کو ہو سکی تو صرف حضرت شاہ ظہور الحق قدس
 اور حضرت ملا محمد عمر مرست رحمۃ اللہ علیہ کو۔ اونھوں نے کتمان حال میں اس قدر مبالغہ
 کیا تھا کہ بحر معدودے چند خاص خاص پیر بھائیوں کے کسی کو یہ بھی معلوم نہوا کہ اون کو
 سلسلہ علیہ چشتیہ اور سلسلہ علیہ قادریہ میں خلافت بھی تھی۔ تمام عمر اونھوں نے کسی کو
 مرید نہیں کیا۔ اون سے جو اجاب ملنے آتے اون کی صحبتوں میں اپنے پیر کا ذکر تو
 بہت زیادہ کرتے تھے۔ لیکن فقر و درویشی۔ زہد و قناعت۔ قبض و ببط۔ عشق و محبت
 فنا و بقا۔ مکاشفہ و مشاہدہ وغیرہ ان چیزوں کا تو نام بھی کسی کے سامنے اون کی زبان
 نہیں آتا تھا۔ اون کی اس ضبط کو دیکھ کر مجھے حضرت میر سادات حسینی علیہ الرحمہ کا عجیب و غریب
 مقولہ جو اونھوں نے نرہنہ الارواح میں لکھا ہے یاد آیا کرتا تھا اور اب بھی یاد آجاتا
 ”سخن عشق دیگر است و عشق سخن دیگر ہر کہ دانست نگفت و انکہ نہ دانست“

کالمین کی اس کیفیت کو حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کس خوبی سے ادا کیا ہے
 اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد
 ایں مدعیان در طلبش بیخبرند کاں ترا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

خطیب بغدادی نے تاریخ بعد میں ایک حدیث روایت کی ہے من عشق فکتمو وعف
فیات فہو شہید۔ اس حدیث کو پیش نظر رکھئے اور حضرت باقر کے حالات کو اس سے
مقابلہ کیجئے اور دیکھئے کہ شاہ شہید **المحبت حشمتی** کا خطاب جو عطاءے خلافت کے
وقت اون کے پیر نے دیا کس قدر صحیح اور کس قدر اون کے حب حال تھا۔

حضرت بہتر
کی اولاد

حضرت باقر علیہ الرحمۃ کی پہلی شادی ۱۰۱۵ھ میں جب اون کی عمر سترہ سال کی تھی موضع
غربتی چک (ضلع گیا) کے بلخی سادات کے خاندان میں ہوئی۔ وہ یوی نہایت نیک متقی
پرہیزگار عابدہ زاہدہ تھیں مگر ان کی عمر نے وفا نہیں کیا اور ۱۱۱۰ھ میں المکرم ۱۲۶۸ھ کو پیر گہ
میں وہ رحلت کر گئیں۔ حضرت باقر کی والدہ ماجدہ ان بہو کو چونکہ حیدر عزیز رکھتی تھیں اس لئے
اپنے شوہر حضرت سید شاہ وارث علی قدس سرہ کے قبر کے شرقتی جانب اور اس کے متصل خود اپنی
قبر کے لئے جگہ چھوڑ کر اون کو دفن کرایا۔ ان حرم سے حضرت باقر کو کوئی اولاد زندہ نہیں ہی۔
اون کے انتقال سے دو ڈھائی سال کے بعد حضرت باقر نے اون کی چھوٹی بیٹی سے عقد کیا
ان سے بہت اولاد ہوئی لیکن حضرت باقر کے انتقال کے وقت صرف دو لڑکیاں زندہ تھیں
ان میں بڑی صاحبزادی بیوہ تھیں اور اون کی اولاد بھی سب فوت ہو چکی تھی۔ ان کے انتقال کو
دس گیارہ سال ہوئے۔ دوسری صاحبزادی کی شادی پٹنہ کے قریب موضع شہباز پور میں
وہاں کے زمیندار سید عبد المجید صاحب مرحوم سے ہوئی تھی۔ یہ صاحبزادی بقید حیات ہیں اور
اون کے سب فرزند برسر کار ہیں۔ حضرت باقر کا تیسرا نکاح شیخ امیر اللہ صدیقی علیہ الرحمۃ کی بیٹی
سے ہوا۔ یہ بزرگ بھڑاچ کے رہنے والے تھے اور راجہ صاحب نان پارہ کے دربار میں ملازم
اور اون کی تمام جائداد اور اون کی ریاست کے منیجر تھے ۱۸۵۰ء کے غدر کے زمانہ میں اون کا
نان پارہ میں انتقال ہوا۔ راجہ صاحب چونکہ اون کی بہت قدر کرتے تھے اور اون کو بہت عزیز

رکھتے تھے اور شاید کچھ معتقد بھی تھے اس لئے اون کی قبر کی تعمیر ہتام سے کی اور اپنی جائیداد میں سے کچھ زمین اس فرار کی خدمت کے لئے وقف کر دی۔ اون کی صاحبزادی پہلے ہی سے سیر ہو چکی تھیں۔ اب یتیم ہونے کے بعد شیخ امیر اللہ صدیقی علیہ الرحمہ کے بعض عزیزوں نے اون کو آنکوشس پرورش میں لیا۔ چار پانچ سال کے بعد راجہ صاحب نان پارہ کا انتقال ہو گیا۔ اور زمانہ کی نامساعدت کے باعث شیخ صاحب مرحوم کے متوسلین کو نان پارہ چھوڑنا پڑا اور تلاش روزگار میں سفر کرتے ہوئے کسی طرح بلوچ آرہ چلے آئے۔ حضرت باقر نے شیخ صاحب علیہ الرحمہ کی صاحبزادی سے نکاح کیا وہ بقید حیات ہیں اور اب اون کی عمر تریا سالی سال کی ہے۔

تیسری حرم سے حضرت باقر کو پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں دولڑکے ایک ایک سال کی عمر کے اندر ہی قضا کر گئے اور بڑی لڑکی نے چودہ سال کی عمر میں ۱۹۔ صفر ۱۳۰۸ھ کو قضا کیا۔ حضرت باقر کی رحلت کے بعد تین بیٹے اور ایک بیٹی باقی رہیں۔ سب میں بڑا بہن خاں ہے۔ روٹکی کالج سے سول انجینئرنگ کی امتحان میں شوال ۱۳۱۳ھ (مارچ ۱۸۹۶ء) میں کامیاب ہو کر ماہ ذی قعدہ ۱۳۱۳ھ (اپریل ۱۸۹۶ء) میں گورنمنٹ آف انڈیا کے سرسرتھ ریلوے میں ملازم ہو کر نارتھ ویسٹرن ریلوے میں مامور اور پنجاب اور سندھ میں ایک سال کام کرنے کے بعد ماہ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ (مئی ۱۸۹۷ء) میں گورنمنٹ حیدرآباد کے ساتھ ایک معاہدہ کی بنا پر حیدرآباد آیا اور سرکاری ملازمت میں داخل ہوا۔ اکتیس سال سے کچھ زیادہ دنوں ملازمت کرنے کے بعد چیف انجینیری اور نظامت تعمیرات کی خدمتوں کو انجام دیکر محرم ۱۳۲۷ھ (جولائی ۱۹۲۸ء) میں پنشن لیکر خدمت سے سبکدوش ہوا۔ خاں کی اب مستقل سکونت حیدرآباد میں ہے اور سب فرزند

گورنمنٹ حیدرآباد میں مامور بجا رہیں۔

حضرت باقر کے دوسرے فرزند مجھ سے چھوٹے بھائی خان بہادر مولوی سید عبدالصمد حب ہیں۔ پٹنہ کالج سے بی۔ اے میں کامیاب ہونے کے بعد ۱۹۱۶ء میں مقابلہ کے امتحان میں کامیاب ہو کر ڈپٹی کلکٹر مقرر ہوئے۔ دھاکہ۔ ہوٹا۔ گیا اور بھگل پور کے اضلاع میں سب ڈیوٹی افسری کا کام کرنے کے بعد ضلع مضطفر پور کے مستقر سپرنٹنڈنٹ ڈپٹی کلکٹر مامور اور پانچ سال کے قریب ہوئے کہ پنشن لیکر پٹنہ میں سکونت اختیار کی ہے اور ان کے سب فرزند بھی پٹنہ ہی میں ہیں۔ حضرت باقر کے تیسرے فرزند ڈاکٹر سید عبدالکریم ہیں ان کا تاریخی نام سید آغا حیدر (۱۹۰۸ء) ہے لیکن عبدالکریم کے نام سے مشہور ہیں۔ انڈیز میں ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کر کے گورنمنٹ میڈیکل ڈیپارٹمنٹ میں ۱۹۰۹ء میں مامور ہوئے اور آسام بھیجے گئے اوس کے بعد دھاکہ آئے پھر دس بارہ سال تک پٹنہ کے میڈیکل کالج میں انیسٹومی کے پروفیسر رہے۔ اب آرہ میں خانگی طور پر طب کرتے ہیں۔ حضرت باقر کی اولاد میں سب میں چھوٹی ایک لڑکی تھی جس کی شادی آرہ میں حافظ محمد سلیم صاحب سے ہوئی تھی اوس نے دو لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑ کر ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ کو پٹنہ میں انتقال کیا۔

حضرت باقری
رحلت

حضرت باقر کے متعلقین کی مستقل سکونت چونکہ آرہ میں تھی اس لئے ۱۸۸۹ء میں پنشن لینے کے بعد وہ بھی آرہ ہی میں سکونت پذیر ہوئے اور ان کے عزیز و اقربا چونکہ پیڑھے اور گیا میں تھے اس لئے وہ کبھی کبھی وہاں تشریف لیجاتے تھے اور کچھ دنوں کے بعد آرہ واپس چلے آتے تھے۔ رحلت سے چار پانچ سال قبل سے اور ان کی صحت خراب ہونی شروع ہوئی کبھی کبھی بنجارا جایا کرتا اکثر قبض رہتا اور کبھی کبھی شدید اسہال ہو جایا کرتا تھا۔

ان علالتوں کے باعث وہ جلد جلد کمزور ہوتے گئے۔ میں جب سے حیدرآباد آیا نیز معمول ہا کہ سال میں کم از کم ایک بار ضرور آ رہ جا کر اون کی قدمبوسی سے مشرف ہوا کرتا تھا۔ رحلت سے چار سال قبل سے اون کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ جب میں اون کی خدمت میں حاضر ہوتا اور جتنے روز حاضر رہتا وہ تقریباً روزانہ یہ فرمایا کرتے کہ ”میرا وقت بہت قریب آ گیا ہے اور افسوس یہ ہے کہ میرے آخر وقت نہ تم میرے پاس موجود ہو گے اور نہ تمہارے دونوں بھائیوں میں سے کوئی“ اور یہ بھی فرمایا کرتے کہ ”میں چاہتا ہوں کہ اپنی والدہ کے قبر کے متصل (یعنی والدہ اور پہلی بیوی کے قبروں کے درمیان) دفن ہوں لیکن لوگ کہتے ہیں کہ جگہ نہیں ہے۔ دیکھئے شاید اللہ میری قبر کے لئے جگہ نکال دے“۔ محرم ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۵ء) میں جب میں آ رہ گیا اور حضرت والد قدس سرہ کی قدمبوسی سے مشرف ہوا (یہ میری آخری قدمبوسی تھی اس لئے کہ اس کے چند ماہ بعد ہی اون کی رحلت واقع ہوئی) تقریباً روزانہ یہ دونوں باتیں فرمایا کرتے۔ ایک روز کہتے کہتے فرمایا کہ ”سب ہی لوگ کہتے ہیں کہ دونوں قبروں کے درمیان میرے لئے قبر کی جگہ نہیں نکلتی لیکن کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی میری ماں مجھے گود میں نہ لینگے۔“

میری اہلخانہ کی شدید اور طویل علالت کے باعث میری والدہ ماجدہ بریغ الثانی ۱۳۲۶ھ (مئی ۱۹۰۵ء) میں حیدرآباد تشریف لے آئی تھیں اور آ رہ میں گھر پر حضرت باقر کی خدمت کے لئے صرف میری چھوٹی ہمیشہ تھی۔ جمادی الثانی میں اون کی صحت کی حالت معمولی تھی اور علالت کے قسم کوئی غیر معمولی بات پیش نہیں آئی تھی کہ ۲۱۔ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ (۲۱۔ جولائی ۱۹۰۵ء) شنبہ کے روز صبح کو وظائف وغیرہ سے فراغت کر کے اپنے ملازم مرزا تصوحین کو حکم دیا کہ جلد بستر باندھ کر کرایہ کی سواری لے آئیں اور میری ہمیشہ کو بلایا اور فرمایا ”مجھے گیا جانے کی یکایک بہت شدید اور فوری ضروریات پیش آ گئی ہے اور گاڑی کا وقت قریب ہے اس لئے اسٹیشن جا رہا ہوں تم

اطمینان سے گھر میں رہو اور ہرگز پریشان نہ ہو جو۔ یہ فرما کر اوس کو اپنے قریب بٹھایا اور اوس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بہت خیر تک دعائیں دیتے رہے۔ فرزا تصور حسین کا ٹھی لے آئے اور وہ لڑکی کو دعادیتے ہوئے اسٹیشن روانہ ہو گئے۔

اوسی روز شام سے پہلے وہ گیا پہنچ گئے۔ اون کے حقیقی بھانجے مولوی سید شاہ محمد اکرم علیہ الرحمہ کے فرزند مولوی سید محمد شاہ صاحب مرحوم کو اطلاع ہوئی وہ فوراً حاضر ہو کر قد بوس ہوئے اور تمام ضروریات کا انتظام کر دیا۔ چہار شنبہ کے روز اون کا فراج اچھا رہا۔ اعزہ واجباب کے اون کے آنے کی خبر ہوتی گئی تمام دن لوگ آتے رہے اور اون سے ملتے رہے چہار شنبہ کا دن گزرنے کے بعد شب پنجشنبہ کو کچھلی رات کو اونھیں اسپتال شروع ہوا دوپہر تک حالت بہت خراب ہو گئی مولوی محمد شاہ مرحوم نے اور دو سہون نے بھی ڈاکٹر کو بلانے کی بار بار اجازت طلب کی۔ لیکن وہ کسی طرح راضی نہیں ہوئے اور علاج سے قطعاً انکار کیا۔ شام کے وقت مولوی محمد شاہ کو فرمایا: ”دیکھو شاہ میرا جنازہ ضرور پر بگہ بھیج دیجو اور میری والدہ کے قبر کے متصل مجھے دفن کیجئے۔“ ایک صاحب نے جو وہاں موجود تھے کہا کہ ”حضور وہاں قبر کی جگہ نہیں ہے“ اسپر رہیم ہو کر فرمایا ”جا کر دیکھو تو سہی خواہ مجواہ کہے جاتے ہو کہ جگہ نہیں ہے جگہ نہیں ہے“ پھر مولوی محمد شاہ صاحب کو نہایت تاکید سے فرمایا ”خبر دار میرا گردو سری جگہ مجھے دفن ہونے دیجو“ اونھوں نے کہا ”بسر و چشم“ اور سب لوگ خاموش ہو گئے۔

حضرت باقرؒ نے ظہر کی نماز تو کسی طرح بیٹھ کر پڑھی لیکن اوس کے بعد طاقت بالکل زائل ہو گئی عصر۔ مغرب اور عشاء کے وقت حاضرین نے اون کو وضو کرایا اور یہ تینوں نمازیں اونھوں نے لیٹے لیٹے پڑھیں۔ گیارہ بجے شب تک طاقت بالکل زائل ہو گئی اور ہاتھ پاؤں میں خشکی بھی قدرت باقی نہیں رہی اور گویائی کی طاقت بھی بہت ہی کم رہ گئی۔ اوس وقت اونھوں نے

مولوی محمد شاہ صاحب مرحوم کو کہا ”فرزند تم ذی علم اور سمجھ دار ہو۔ کسی کا کہنا نہ سنبھلے مجھے اس بستر سے اٹھا کر تخت پر لٹا دو اور سنون طریقہ پراچھی طرح غسل دیدو تاکہ میں اپنے رب کے سامنے ہر طرح طاہر ہو کر جاؤں“ لوگ نہایت حیران ہوئے لیکن محمد شاہ صاحب نے حکم کی تعمیل کی۔ گرم پانی موجود تھا اون کو نہایت اچھی طرح نہلایا اور دھویا ہوا ایک کرتا اور ایک پاجامہ جو اون کے ہمراہ آ رہے سے گینٹھا اور نہیں پہنایا گیا اور ایک پلنگ پر وہ قبلہ رو لٹا دئے گئے اور اب اسپہال بالکل بند ہو گیا۔ محمد شاہ مرحوم اور دو تین اغرہ تو موجود رہے باقی سب عزیزوں اور دوستوں کو حضرت باقر نے رخصت کر دیا اور فرمادیا کہ اب آدمی رات ہو چکی آپ لوگ کل آئیگا۔ نیم شب ہونے کے بعد اونھوں نے لیٹے لیٹے اشارہ سے تہجد کی پوری بارہ رکعتیں نماز ادا کیں اور متوجہ الی القلب ہو کر ساکت ہو گئے۔ دو بجے کے قریب اون کے قلب سے ذکر جاری ہو گیا پتھوڑی دیر کے بعد پھر خاموش ہو گئے۔ اسی حالت میں دو اتیرن بجنے کے درمیان یکایک وہ منتہم ہوئے اور جان بحق تسلیم ہوئے وکان ذلک فی لیلة الجمعة اربع وعشرون من شھر جمادی الاخریٰ ۱۲۲۶ھ (۲۴ جولائی ۱۹۰۸ء)

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝

شب رحلت ہم از بستر روم بر قصر حور العین اگر در وقت جاں دادن تو باشتی شمع بالینم
بچہ ناز رفتہ باشت ز جہاں نیاز مندے کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشتی

مولوی محمد شاہ مرحوم نے تہمیر و تکھین کا انتظام کیا اور غسل میں خود شریک رہے۔ حضرت باقر کا جسم غسل کے وقت بھی نہایت نرم تھا۔ جمعہ کا دن تھا۔ جنازہ گیا کی جامع مسجد پنجابا گیا اور نماز جمعہ کے بعد جنازہ کی نماز بہت بڑی جماعت کے ساتھ ادا کی گئی۔ اسی تک شہر میں اور اطراف کے مواضع میں اون کی رحلت کی خبر لوہری طرح شائع نہیں ہوئی تھی۔ جمعہ کی نماز

کے بعد سرعت سے یہ خبر پھیلی اور خاص شہر کے اور اطراف کے مواضع (مثلاً ابگاہ وغیرہ) کے لوگوں کا ازدحام شروع ہوا۔ نماز جمعہ کے بعد جنازہ کو پیر بگہ روانہ کرنے کا انتظام کیا گیا تھا لیکن اوسکو روکنا پڑا۔ ساڑھے تین بجے تقریباً چار ہزار آدمیوں کی جماعت سے اون کے جنازہ کی نماز مکرر ادا کی گئی۔ اوس کے بعد جنازہ پیر بگہ روانہ کیا گیا۔ عصر اور مغرب کے درمیان وہاں پہنچا۔ پیر بگہ کے قرب وجوار کے مواضع میں اطلاع ہو چکی تھی اور دو دو ٹھائی ہزار کا مجمع موجود تھا۔ قبل مغرب تیسری بار جنازہ کی نماز ادا کی گئی۔ مولوی محمد شاہ صاحب مرحوم نے قبر کے متعلق حضرت باقر کا حکم پیر بگہ کے اغزہ کے پاس بھیجا تھا پہلے تو سب کو حیرت ہوئی آخر جب جا کر دیکھا تو نظر آیا کہ اون کی والدہ اور سہیلی کی قبروں کے درمیان ایک قبر کے لئے کافی جگہ موجود ہے چنانچہ وہاں قبر کھودی گئی اور تیسری بار نماز جنازہ پڑھے جانے کے بعد مغرب کی نماز پڑھ کر لوگوں نے اوس سلطان اعلیٰ مخموری کو جس کا مثل فارسی زبان کا شاعر ہندوستان نے کم پیدا کیا ہے اور اوس شہید محبت الہی کو جو معشوق حقیقی کی عشق میں جلا اور خاکستر ہوا اور کبھی اُفت تک نہیں کیا پڑو خاک کر دیا۔ باطن میں کشتہ محبت الہی تھے اور ظاہر میں مبطن ہو کر اونھوں نے رحلت کی اس لئے ظاہر اور باطن دونوں میں شہادت کے درجہ عظمیٰ سے فائز ہوئے۔ رحلت بھی شب جمعہ کو ہوئی اور تین تین بار نماز جنازہ ادا کی گئی

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ — وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتًا بَلْ أَحْيَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ — حق سبحانہ و تعالیٰ نے اون کو اعلیٰ علیین میں جگہ دی اور اوس کی رحمت کی بارش اون کی قبر پر مسلسل قیامت تک ہوتی رہیگی اور طالب کے لئے اون کا فیضان برابر جاری رہے گا

برسر تربتِ ماچوں گری ہمت خواہ کہ زیارتگاہِ زنداں جہاں خواہد بود

وہ خود بھی فرما گئے ہیں اور بالکل صحیح کہ گئے ہیں۔

بیوس تریب، پا کاں ز صدق و ہمت خواہ کہ زیر خاک برقتند و فیضہا باقیست
حضرت باقر کی رحلت کے وقت اون کے چھوٹے فرزند ڈاکٹر سید عبدالکریم اڈنبر میں
زیر تعلیم تھے۔ اون کے دوسرے فرزند مولوی سید عبدالصمد ہڑا میں ڈپٹی کلکٹر تھے اور چند روز
پیشتر گورنمنٹ بنگال نے گیا پر اون کے تبادلہ کا حکم جاری کر دیا تھا۔ رحلت کے روز حضرت باقر
کو اس تبادلہ کی خبر کی گئی وہ خوش ہوئے اور عبدالصمد کو دعائیں دیں۔ لیکن وہ رحلت سے
آٹھ دس روز کے بعد تبدیل ہو کر گیا آسکے۔ میں اوس زمانہ میں ضلع کلکٹر کہ شریف میں دورہ
تھا اور اس حادثہ کی اطلاع مجھے ٹانڈور میں ہوئی۔ میری والدہ میرے یہاں حیدر آباد میں
تشریف رکھتی تھیں حضرت باقر فرمایا کرتے تھے کہ میرے آخر وقت میں تم میں سے کوئی میرے
پاس نہیں ہوگا وہی ہوا۔

حضرت باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جہازہ کے متعلق میں نے ایک عجیب واقعہ مولوی
سید محمد شاہ مرحوم سے اور جناب بھائی سید محمد عینی صاحب مدظلہم سے اور بھی دو تین دوڑے
ثقہ آدمیوں سے سنا کہ جب گھر سے جہازہ جامع مسجد لیجانے کے لئے باہر نکالا گیا کایک
نہایت لیم شحم قد آور تو مندا اور نہایت صبح اللون چار شخص کابلیوں کے شکل و شمائل کے
اور نہایت سفید کابلی لباس میں آئے اور جہازہ کو اوٹھالیا۔ جامع مسجد تک تمام راستہ وہاں
چار شخص لے گئے اور کسی کو اوٹھانے نہیں دیا۔ جہازہ کی مشایعت میں جو لوگ ہمراہ تھے

اللہ مولوی سید محمد عینی صاحب موضع ثنا ہو گیا کہ رہنے والے ہیں راقم سے اون کی
عزیزداری ہے۔ اور رشتہ میں وہ راقم کے بھائی ہیں۔ حضرت باقر علیہ الرحمہ کے ہمراہ مدتوں وہ
آرہ میں رہے اور اون کی رحلت کے وقت وہ گیا میں موجود تھے۔ اون کی عمر تقریباً نوے سال
کی ہے اور قومی کی معذوری کے وجہ سے اب گھر ہی پر رہتے ہیں۔

اونہیں اطراف سے صرف پلنگ کی بیٹیوں کو ہاتھ لگانے پر قناعت کرنی پڑی۔ جامع مسجد پنجکپنجاہ کے پلنگ کے چاروں جانب وہ لوگ کھڑے ہو گئے۔ کسی کو اوس کی جانب پیٹھ کر کے کھڑا ہونے نہیں دیتے تھے اور اگر جنازہ کے قریب کوئی شخص دوسرے سے باتیں شروع کرتا تو وہ بڑی بڑی آنکھیں دکھا کر اشارہ سے منع کرتے لوگ ڈر جاتے اور خاموش ہو جاتے۔ یہ لوگ اوس وقت تک اسی طرح موجود رہے جب تک جنازہ کی دوبارہ نماز پڑھی گئی اور دونوں بار خود بھی ان لوگوں نے نماز پڑھی۔ جنازہ جس وقت پیر بگہ روانہ کیا گیا اوس وقت یہ لوگ چلے گئے۔ اس کے قبل نہ کسی نے ان لوگوں کو گیا میں دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد وہ کہیں نظر آئے اور کچھ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کون تھے کہاں سے آئے تھے اور کہاں گئے۔ اون کی ہیبت اس قدر تھی کہ اون سے کوئی شخص کچھ دریا نہ کر سکا۔

شاہ عبد العزیز صاحب آزاد
حضرت باقر علیہ الرحمہ کے سوانح حیات کو ختم کرتا ہوں اور اب اون کی شاعری کے متعلق کچھ عرض کروں گا۔ لیکن اوس سے قبل میں اپنے ایک نہایت محترم غزیر کی سوانح حیات کو نہایت اختصار سے بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ وہ حضرت باقر کے شاگرد رشید ہیں اور اون کا ذکر حضرت باقر کی شاعری کے ضمن میں جا بجا آئے گا۔ اون سے مجھے بعض بہت مفید باتیں معلوم ہوئیں اور دیوان کے متعلق بھی مجھے اون سے مدد ملی ہے۔ یہ صاحب مولوی سید شاہ عبد العزیز المتخلص بہ آزاد (بن مولانا سید احمد کبیر بن مولانا شاہ ظہور حسن بن حضرت شاہ برکت حسین بن حضرت شاہ بندہ علی بن حضرت شاہ محمد اللہ قدس اللہ سرہم) ہیں۔ حضرت شاہ بندہ علی قدس حضرت باقر کے حقیقی بڑے چچا تھے۔ اس لئے شاہ عبد العزیز صاحب آزاد حضرت باقر کے پردے ہیں۔ ان کی ولادت پیر بگہ میں سہ سہ سنہ کے روز ۱۹ رذی الحجہ ۱۲۸۵ھ (۱۸ فروری ۱۸۶۳ء) کو ہوئی

فارسی کی تعلیم انہوں نے اپنے والد اور دادا بزرگوار سے پائی اوس کے بعد انہوں نے عربی صرف و نحو کی کتابیں اپنے پھوپھی زاد بھائی مولوی حکیم سید عبدالرزاق پیر بگہوی مرحوم سے اور سراج شاہ جانی اور منطق کی کتابیں اور تفسیر اور فقہ اور حدیث کی کتابیں اپنے چچا بے ماموں مولانا سید محمد اسحاق بدایونی مرحوم سے پڑھیں۔ ۱۸۸۲ء میں انہوں نے انگریزی کی تعلیم شروع کی اور چھ سال تک اوس کو جاری رکھا۔ ۱۸۹۰ء میں خانگی و شوریوں اور جھگڑوں کے باعث اون کو یہ سلسلہ منقطع کرنا پڑا۔ ۱۸۹۳ء سے ۱۸۹۵ء تک انہوں نے مختلف سرشتوں میں نوکریاں کیں اور ۱۸۹۹ء میں گیا کہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے دفتر میں ملازم ہوئے۔ ترقی کر کے وہ اس دفتر کے ہیڈ کلارک کی خدمت پر پہنچے اور دو سو دس روپیہ کی تنخواہ تک پہنچ کر ۱۹۳۳ء میں خدمت سے سبکدوش ہوئے اور اب زیادہ تر گیا کے محلہ کریم گنج میں سکونت رکھتے ہیں۔

مولانا شاہ عبدالعزیز آزاد فارسی ادب میں نہایت بالغ استعداد رکھتے ہیں اور فارسی اور اردو شعراء کے دواوین پر اون کی نظر بہت وسیع ہے۔ شعر گوئی سے اون کو فطری لگاؤ ہے۔ ۱۸۹۰ء میں انہوں نے ابتداً اردو میں غزلیں کہنی شروع کیں اور تین سال تک بطور خود کہتے رہے۔ ۱۸۹۳ء میں مولانا سید فصیح احمد صاحب شتر مینٹھوی کی جانب رجوع کیا اور اردو غزلیں اون کی خدمت میں پیش کرنی شروع کیں۔ یہ بزرگ مرزا محشر رنجی گو دہلوی کے شاگرد رشید تھے اور مرزا محشر حضرت غالب کے شاگردوں میں تھے۔ ۱۸۹۵ء میں گیا میں ایک شاعرہ میں شمس العلماء اب سید امدا دامام خانہ المتخلص بہ اثر مرحوم و منصور شریک ہوئے اور شاہ آزاد کی غزل سن کر بہت خوش ہوئے اور فارسی کے ساتھ اون کی فطری مناسبت کا احساس کر کے انہیں فارسی کہنے کا مشورہ دیا اور وقت سے شاہ آزاد نے فارسی غزل کہنی شروع کی اور حضرت باقر قدس سرہ جہت تک بقید حیات ہے اپنا کلام اصلاح کے لئے اون کی خدمت میں آ رہے تھے۔ شاہ آزاد نہایت نازک خیال اور نچتر مغز

شاعر ہیں لیکن شاعری میں زیادہ وقت صرف نہیں کرتے۔ حضرت مولانا سید فضل الرحمن گنج مراد آباد رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں مرید ہیں

خاندانی نسب نامہ کے متعلق شاہ عبدالعزیز آزاد صاحب سے مجھے چند نہایت مفید باتیں معلوم ہوئیں۔ چند سال ہوئے وہ حج کے لئے مکہ معظمہ گئے تھے وہاں حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیاء رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ایک نہایت متبحر عالم اور متقی بزرگ مولانا محمد سعید صاحب سے ملے اور اپنے شجرہ نسب کا مولانا کے شجرہ نسب سے مقابلہ کیا جس سے اس امر کی مزید تصدیق ہوئی کہ حضرت مخدوم رضی اللہ عنہ کے مورث اعلیٰ حضرت قاضی شہاب الدین عبد الرحمن ثانی سلطان غزنوی کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے تھے۔

حضرت باقر کی شاعری

حضرت باقر کی فارسی تعلیم اور اون کی شاعری کی ابتدا

حضرت باقر قدس سرہ کی بسم اللہ خوانی کی رسم کے بعد انہیں کلام اللہ شریف شروع کرایا گیا۔ جب اس کو وہ ختم کر چکے فارسی پڑھانے کے لئے ایک استاد کے حوالہ کئے گئے اوس وقت کے رواج کے مطابق انہیں کرایا۔ ما مقیمان آمد نامہ۔ خالق باری پڑھا کہ گستاں کا آٹھواں باب پڑھا گیا خلاق عالم جلالت قدر تہ نے بد و فطرت سے ان کو تہا ذہین اور قوی الحافظہ پیدا کیا تھا اور فارسی زبان کے ساتھ مناسبت تامہ مرحمت فرمادی تھی اس لئے صرف گستاں کا آٹھواں باب پڑھتے ہی اون کے بزرگوں نے احساس کیا کہ انہیں فارسی میں اس قدر مہارت ہو چکی ہے کہ عربی صرف و نحو کی ابتدائی درسی کتابیں (میزان، منشعب، پنج گنج، صرف میر، نحو میر وغیرہ) جو فارسی زبان میں ہیں پڑھ سکے اور سمجھ سکتے ہیں۔ چونکہ خطہ بہار کے شرفا کے خاندانوں میں بچوں کی تعلیم میں زیادہ تر توجہ عربی کی جانب کی جاتی تھی اور فارسی ایک محض نعمتی چیز خیال کی جاتی تھی اس لئے حضرت باقر کا فارسی کا درس ملو کر لایا گیا اور عربی کی تعلیم شروع کرائی گئی۔ تیرہ چودہ سال کی عمر تک وہ عربی نصاب کی کتابیں پڑھتے رہے اور فون سپہ گری سیکھتے رہے۔ لیکن فارسی زبان اور فارسی شاعری کا جوہر اون کی نیر میں تھا اس لئے وہ اس کی جانب سے غافل نہیں رہے بلکہ فرصت کے وقت بطور خود صرف لغت کی دو تین کتابوں کی مدد سے انہوں نے فارسی درسی کتابوں (بوستان، یوسف زلیخا، سکندر نامہ، قصاید عربی، اخلاق محسنی، انوار سہیلی، مینا بازار، سہ شہر ظہوری)

اور انش کی چند کتابوں کا مطالعہ نہایت عموز و فکر اور سمجھ کے ساتھ کر لیا۔ فارسی تعلیم کے متعلق جب کبھی کسی نے اون سے دریافت کیا تو ہمیشہ یہی فرمایا ”ہم نے اساد سے صرف نکتا کلاک اٹھواں باب پڑھا اسکے بعد فارسی زبان میں جو کچھ حاصل کیا وہ صرف کتابوں کا مطالعہ کر کے حاصل کیا اور کسی اساد سے کبھی کوئی امداد نہیں لی“۔ تیرہ چودہ سال کی عمر میں عربی صرف و نحو کی کتابیں ختم کیں اور منطق اور فقہ کی ابتدا کی چند کتابیں پڑھی تھیں اور بہت اچھی استعداد پیدا کر لی تھی بعض وجہ سے اس وقت عربی کی تعلیم ملتوی ہو گئی اور انہیں فارسی کی جانب پوری توجہ کرنے کا موقع ملا۔ اس زمانہ میں فارسی کا حامی رواج تھا یہاں تک کہ سرکاری دفاتر کی زبان بھی فارسی ہی تھی خطبہ بہار میں جس طرح علم کی اجانب لوگوں کو رغبت تھی فارسی کی زبان دانی اور شاعری کی جانب بھی شرفا کو عموماً دلچسپی تھی۔ کتابیں ابھی تک بہت کم طبع ہوئی تھیں لیکن شرفا کے خاندانوں میں علمی کتابوں کے علاوہ فارسی نظم و نثر کی فلمی کتابوں کے ذخا بھی جا بجا موجود تھے حضرت باقر کے گھر میں بھی بزرگوں کے وقت سے ایک بڑا عالمانہ کتابخانہ محفوظ چلا آ رہا تھا جس میں آئے دن اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ اون کے والد حضرت شاہ وارث علی قدس سرہ جب لکھنؤ سے پیر گہر واپس آئے تو اپنے ہمراہ مختلف علوم کی اور فارسی نظم و نثر کی بہت سی کتابیں ہمراہ لائے تھے چونکہ فارسی نظم و نثر کا بہت بڑا سرمایہ گھر ہی میں موجود تھا اس لئے کتابوں کو باہر سے تلاش اور فراہم کرنے کی اونہیں بہت کم ضرورت پیش آئی۔ اونہوں نے پہلے فارسی نعت کی متعدد کتابوں کو دو دو تین تین بار غور سے پڑھا اور تختہ کیا۔ اس کے ساتھ فارسی کی نثر و نحو اور فارسی اور عربی کے عروض و قوافی اور صنائع اور بدائع کی بہت سی کتابیں بغور پڑھیں اور ان فنون پر پوری طرح حاوی ہوئے۔ اس کے بعد اونہوں نے نثر کی مثنویات قصائد اور دواد کی جانب توجہ کی اور صد ہا کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ایک مجلس میں حمید میں موجود تھا اثنائے گفتگو

اویھوں نے ایک صاحب کے دریافت پر فرمایا کہ ”ایرانی نثراد شعرا میں جن کا کلام ہندوستان
 آپکا ہے اور ہندی نثراد فارسی گو شعرا میں شاید ہی کوئی ایسا شاعر ہوگا جس کا دیوان میری
 نظر سے نہ گزر رہا ہو“ ان کتابوں کو مطالعہ کرتے وقت وہ فارسی الفاظ کی ترکیبوں اور اون کے
 طرز استعمال کو اور اس زبان کے محاورات اور شعر کے اسالیب بیاں کو نہایت غور و خوض سے
 دیکھا کرتے تھے اور جس شاعر کا دیوان وہ مطالعہ کرتے اور میں خاص طور پر غور سے یہ دیکھتے
 کہ اوس کی زبان۔ اوس کے اسالیب بیان۔ الفاظ کی نشست۔ محاورات کے استعمال اور
 شاعرانہ خیالات اور ان خیالات کے ادا کرنے میں وہ کون کون سی خاص باتیں ہیں جو اس
 شاعر کو دوسرے شعرا سے ممتاز کرتی ہیں۔ ظاہر ہے حضرت باقر جیسے فارسی زبان اور فارسی
 شاعری کے ساتھ نہایت قومی فطری مناسبت رکھنے والے ذہین اور قوی الحافظہ شخص نے جب
 اس قدر غور و خوض کے ساتھ اتنی کثیر تعداد میں متقدمین متوسطین اور متماخرین شعرا کے ثنویات
 قضاید اور دو اویں کا مطالعہ کیا ہو تو اوس کی فارسی دانی اور فارسی شاعری کے متعلق وسعت
 معلومات کا اندازہ کیا گیا جاسکتا ہے ہزار ہا اشعار اون کو یاد تھے اور جب موقع پیش آتا
 بلا خوض و مامل کسی خاص مضمون کے بہت سے اشعار پڑھ دیتے تھے۔ اہل ذوق حضرات کی
 صحبت میں اثنائے گفتگو میں اعجاز خسروی کی صفحہ کی صفحہ عبارت اپنی یاد سے پڑھ کر سنا دیتے تھے
 اون کا خاندانی کتابخانہ جس کا ذکر کیا گیا باقی نہیں رہا۔ پیرنگہ کے مکان میں ایک بار
 آگ لگ گئی اور سارا مکان اور مکمل اثاثہ اور سارا کتابخانہ جلا کر خاکستر ہو گیا۔ چونکہ اونہیں کتابوں
 کے مطالعہ کا شوق رہا اس لئے جوں جوں اونہیں کتابیں ملتی گئیں وہ خریدتے گئے اور از سر نو
 ایک کتابخانہ جمع کر لیا تھا۔

حضرت باقر کی شاعری کی شہرت۔ اون کا دیوان اور اون کو ملک الشعراء کا خطاب

فطری رحمان کے باعث حضرت باقر بہت کم عمر ہی میں شعر موزوں کرنے لگے تھے اس کا ملکہ جلد بلد زیادہ راسخ ہوتا گیا۔ سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں فارسی زبان اور اوس کے لغات و محاورات سے وہ اچھی طرح ماہر ہو چکے تھے اور تعداد کثیر میں شعرا کے دو اوین کا بالاستیعاب مطالبہ کر چکے تھے صنایع و بدایع اور عروض و قوافی کے فنون پر خوب حاوی ہو گئے تھے اس لئے اوس کم عمری ہی میں وہ جو کچھ کہتے تھے زبان اور اصول شاعری کی حیثیت سے نہایت صحیح کہتے تھے اور شاعرانہ اعتبار سے بھی اون کا کلام بلند پایہ ہوا کرتا تھا۔ اون کی شعر گوئی کی شہرت جلد اطراف و جوارب میں پھیل گئی اور قطعات تاریخ اور دعوتوں کے منظوم قہوں کی اون کے پاس فرمائش آنے لگیں۔ اون کی مشق جلد بلد بڑھتی ہی گئی یہاں تک کہ پچیس چھبیس سال کی عمر میں وہ تمام صوبہ بہار میں فارسی کے نہایت ممتاز شاعر تسلیم کر لئے گئے۔ ۱۲۰۵ھ میں مرید پور اور محوں نے اپنے پیر کی منقبت میں ایک سو چھ شعروں کا قصیدہ کہا اور دیوان باقر صفحہ ۲-۸، جسکو دیکھ کر اہل نظر قصیدہ گوئی میں اون کے کمال شاعری کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

مولوی خواجہ سید محمد فخر الدین حسین المتخلص بہ سخن دہلوی مرحوم حضرت غائب کے رشتہ میں نواسے اور اردو اور فارسی شاعری میں اون کے شاگرد تھے غدر سے کچھ پہلے دہلی سے لکھنؤ چلے آئے تھے اور غدر کے فرو ہونے کے بعد وہ لکھنؤ سے آ رہے آکر اپنے عزیزوں کے پاس جو پندرہ بیس سال پیشتر سے وہاں مقیم تھے ٹھہرے اور مکالمات شروع کی۔ حضرت باقر سے بہت جلد دوستی ہو گئی اور اون کے ہمراہ وہ بھی حضرت شاہ قیام صدق حاشی رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہو گئے۔ فسانہ عجائب کے طرز پر ادبوں نے ایک کتاب موسوم بہ مرثیہ سخن لکھی اور

۱۲۷۹ء میں مطبع نولکشوریں طبع کرائی، حضرت باقر نے ایک قطعہ تاریخ لکھکر دیا جو اس کتاب کے ساتھ طبع ہوا (دیوان باقر صفحہ ۲۷۶-۲۷۷)۔ اس کتاب کے ”خاتمہ“ میں حضرت سخن نے اپنے چند خاص خاص دوستوں کا کچھ مختصر حال بھی تحریر کیا۔ حضرت باقر کے متعلق انہوں نے لکھا:-

”جناب مستغنی الاقاب مخدومی سید باقر علی صاحب جن کو ہمارے حضرت ہادی پیر و مرشد مدظلہ جلالہ کے حضور سے ملک الشعر کا خطاب ہے وہ قہمی ایک ایک شعر ان کا فرد ہے کلام میں انتہائی شوخی اور درد ہے دیوان منتخب ہے لاجواب ہے فضل خدا سے ہمت مردانہ رکھتے ہیں وہ کمترین سے محبت بردار نہ رکھتے ہیں کمال غنایت فرماتے ہیں.....“

اس عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ ۱۲۷۹ء سے پہلے اپنے شباب اور جوانی کے کلام کو مرتب کر کے حضرت باقر نے ایک دیوان مدون کر لیا تھا۔ دوسرے یہ کہ اس سال میں یا اس کے پہلے ہی حضرت سیدنا شاہ قیام صدق چشتی قدس سرہ جیسے مبصر اور سخن نگار بزرگ نے جن کا شعر ہمہ می اوس وقت دور و نزدیک کوئی شخص مثل نہیں تھا انہیں ملک الشعر کا خطاب دیا۔ اور کیا عجب ہے کہ اسی دیوان کو ملاحظہ فرما کر انہوں نے حضرت باقر کو یہ خطاب دیا ہو۔

مرزا غالب علیہ الرحمہ سے حضرت باقر کا شاعری میں تلمذ

حضرت باقر علیہ الرحمہ نے جسطح فارسی ادب اور فارسی زبان کے حاصل کرنے میں کسی کی شاگردی نہیں کی اسی طرح اٹھائیس سال کی عمر تک شاعری میں بھی انہوں نے کسی سے

تلذذ اختیار نہیں کیا۔ اپنے اساذہ سے وہ بہت محبت رکھتے تھے اور جن کی جن کی اونھوں نے شاگردی کی (مثلاً میر کریم اللہ صاحب۔ مولانا مہدی حسن صاحب۔ نیشی واصل حسین صاحب وغیرہم) اون کا ذکر خیر وہ تمام عمر کرتے رہے لیکن شاعری میں (حضرت غالب کے سوا) کبھی کسی استاد کا ذکر نہیں کیا اور نہ اون کے دوستوں اور ہم عمر بزرگوں میں سے کسی سے میں نے اون کے کسی استاد کا نام سنا۔ واقعہ یہ ہے کہ خطبہ بہار میں گو اوس وقت بڑے بڑے کہنہ مشق فارسی گو شعرا موجود تھے لیکن خود وہ سب لوگ باوجود حضرت باقر کی کم عمری کے اون کی فارسی اور فارسی گوئی کے گرویدہ تھے۔ اس لئے اون کو کوئی ایسا بلند پایہ فارسی گو شاعر ملا ہی نہیں جس سے وہ تلذذ اختیار کر سکتے لیکن جس علم و فن کو اونھوں نے حاصل کیا تھا اوس میں کسی قسم کی خامی کا باقی رہنا وہ فطرنا گوارا نہیں کر سکتے تھے اس لئے اہل کمال کے وہ ہمیشہ جو یا رہتے اور جس فن کا کامل استاد انہیں جب ملا۔ اوس سے استفادہ کرنے میں اونھوں نے تامل نہیں کیا چنانچہ جب اون کی عمر پچاس سال کی ہو چکی تھی امر او خان صاحب مرحوم و مغفور سے اون کی ملاقات ہوئی اور اون سے بندوق بازی کے فن کی تکمیل کی۔

تقریباً اٹھائیس سال کی عمر تک حضرت باقر نے شاعری میں کسی سے تلذذ اختیار نہیں کیا۔ اون میں جو جو خامیاں ہوں گی اون کا احساس اونہیں فطرنا ضرور ہوتا ہو گا اور اوس فطرت کے تقاضا سے اون کا دل کسی ایسے باکمال شاعر سے ملنے کا تمنی رہتا ہو گا جس کے سامنے وہ زانوئے شاگردی تہ کر سکتے اور اون خامیوں کو دور کر سکتے۔ مجھے اون سے دریافت کرنے کا موقع نہیں ملا کہ حضرت غالب سے تلذذ اختیار کرنے کے اسباب کیا ہوئے اور تلذذ کی ابتدا ہوئی۔ اس دیوان کو جب میں ترتیب دیر ہا تھا دو تین صاحبوں سے جسے صحیح کیفیت کے معلوم ہونے کی امید ہو سکتی تھی (مثلاً حضرت شاہ ظہور الحق صاحب قدس سرہ) دریافت کیا لیکن کسی

صحیح کیفیت معلوم نہیں ہو سکی۔ یہ امر تو یقینی ہے کہ ۱۲۷۵ء تک انہوں نے حضرت غالب کی جانب رجوع نہیں کیا تھا ورنہ مولوی خواجہ فخر الدین حسین صاحب سخن دہلوی مرحوم سر دوش سخن کے ”خاتمہ“ میں حضرت باقر کے حالات میں اس کا ذکر بھی ضرور کرتے۔ خواجہ صاحب سے حضرت باقر کی ملاقات ۱۲۷۴ء (۱۸۵۸ء) میں شروع ہوئی اور وقت تک حضرت غالب کی تصنیفیں شائع نہیں ہوئی تھیں لیکن خواجہ صاحب ان کے عزیز اور شاگرد تھے اس لئے استاد کی تصانیف کے نقلیں ان کے پاس تھیں اور جب آئے اپنے ہمراہ لائے تھے۔ ۱۲۷۴ء یا ۱۲۷۵ء میں حضرت باقر کو خواجہ صاحب نے حضرت غالب کی مہر نیمروز اور دستنبولی اور نظر سے گزری۔ اسی زمانہ میں انہوں نے خواجہ صاحب کے پاس غالب کے اردو اور فارسی کلام کا ایک مجموعہ بھی دیکھا (کلیات نظم غالب فارسی بھی شائع نہیں ہوئی تھی) اور ۱۲۷۵ء میں قاطع برہان شائع ہوئی اور ان کے مطالعہ میں آئی۔ حضرت باقر چونکہ خود صاحب نظر اور صاحب بصیرت اور فارسی زبان کے ماہر اور بلن پادشاہ تھے ان کا باور اور نظموں کے مجموعہ کے مطالعہ سے حضرت غالب کی فارسی دانی اور شاعری کی عظمت ان کے دل میں پیدا ہو گئی اور انہوں نے سمجھ لیا کہ ان کی اسنادی کے لئے اگر کوئی شخص اہل ہے تو وہ مرزا اسد اللہ خاں غالب ہی ہیں۔ ان سے خط و کتابت شروع کی اور اجازت ملنے کے بعد اپنی غزلیں ان کی خدمت میں اصلاح کے لئے بھیجی شروع کیں۔ یہ واقعہ بطن غالب ۱۲۷۶ء کا ہے اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت باقر کی ایک بیاض جو دستبروز زمانہ سے محفوظ رہی میرے پاس ہے اس کے اول صفحہ پر انہوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور نحمدہ و نصلیٰ علیٰ محمد و آلہ کے دیباچہ کے ابتدا کی چند سطر عبارت نقل کی ہے اس کے نیچے تھوڑی جگہ چھوڑ کر بطور یادداشت کے لکھا ہے:-

”در بلدہ دہلی بجلہ ملی ماراں قریب چاندنی چوک رسیدہ بھرت نجم الدولہ دبیر الملک

نواب اسد اللہ خاں نظام جنگ غالب تخلص عرف مرزا نوشتہ ڈاک
روانہ نمودہ شد۔“

حضرت غالب کے پورے خطابات اور اون کی سکونت کا پورا پتہ لکھا گیا ہے اس لئے
یقیناً یہ پہلی ڈاک تھی جو حضرت باقر نے اون کی خدمت میں روانہ کی اور چونکہ یہ بیاض اوزہوں
نے ۱۲۱۱ھ میں مجلہ کرائی تھی اور یہ عبارت اوس کے اول ہی صفحہ پر ہے اس لئے حضرت
سے اون کی مرسلت کی ابتدا بھی یقیناً اوس سال میں ہوئی۔

حضرت مرزا غالب کو بھی شاید اوس وقت تک فارسی زبان کا ایسا محقق اور ایسا بلند پایہ
شاعر شاگردی کے لئے کم ملا تھا۔ اون کی فارسی دانی اور شاعری اور فارسی زبان کی جزئیات پر
اون کی وسعت نظر کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے اور اون کی شاگردی پر فخر و مباحثات کا اظہار کیا
حضرت باقر کے کلام میں رد و بدل اور اصلاح کی ضرورت کم ہوا کرتی تھی تاہم جہاں ضرورت تھی
تھی حضرت غالب اصلاح کر کے غزلیں اون کے پاس واپس کر دیا کرتے تھے۔ حضرت باقر نے
برسبیل تذکرہ ایک بار مجھ سے فرمایا کہ سال ڈیرہ سال تک خط و کتابت کے بعد میں نے ایک
غزل کہی اور اوستاد کے خدمت میں بھیجی اوہوں نے اس غزل کو بغیر کسی اصلاح کے واپس
فرمایا اور اپنے خط کے پورے ایک صفحہ میں اوس کی تعریف لکھ کر لکھا کہ اگر تم خود کو میرا شاگرد
خیال کرتے ہو تو تمہاری شاگردی پر میں جس قدر فخر کروں کم ہے۔ بعد فیاض نے تم کو شاعر
کا ایسا جوہر عطا کیا ہے اور فارسی زبان کے ساتھ تم کو ایسی مناسبت دی ہے اور مطالعہ
اور غور و فکر سے اس زبان کے محاورات و نکات پر تم اس قدر حاوی ہو چکے ہو کہ تمہارے
کلام کو اصلاح کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہ کو اوس زمانہ میں حضرت باقر سے تلمذ تھا اور اون کے

کمال خزلت اور متانت کے وہ گرمی اور تاثیر جو شعر کی جان اور غزل کا ایمان ہے عام طور پر نہیں پائی جاتی۔“

خلاصہ یہ کہ حضرت باقر نے ۱۲۲۰ء میں مرزا غالب علیہ الرحمہ سے خط و کتابت کے ذریعہ تلمذ کا آغاز کیا اور اساتذ کی آخر عمر تک مراسلت کا سلسلہ جاری رکھا۔ آخر عمر میں حضرت بہت معذور ہو گئے تھے تاہم انتقال سے کچھ پیشتر تک اون کے خطوط کا جواب دیتے رہے۔ ان دونوں بزرگوں میں باہم ملاقات کبھی نہیں ہوئی حضرت باقر نے اون سے جو کچھ استفادہ کیا وہ صرف خط و کتابت کے ذریعہ کیا۔ استاد کے انتقال کا (۲ فروری ۱۲۸۵ء) ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء اور انھیں سید برنج ہوا۔ استاد کی محبت اون کے دل میں ہمیشہ باقی رہی اور اون سے اپنے تلمذ پر تمام عمر فخر کرتے رہے اور جب تک زندہ رہے استاد کی صفت و ثناء بیان کرتے ہی رہے اور اپنی شاعری کے کمال کو اونھیں کے فیضان کا نتیجہ خیال کرتے رہے۔ دیوان باقر سے چند اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں:-

ہاتھ جو غالب دہجہاں تک نکتہ سخنہ بخت
من فدائے لطف او باقر کہ استاد من است
ہست ز فیض نظم حضرت غالب باقر
شور نظم تو کہ در ملک جہاں فساد است
باقر از شکر انہ اس کے تو ان آمد بروں
کہ مرا تلمذ غالب حق تعالیٰ کردہ است
باقر بر خیر و بر خواں پیش او از گفتمات
از پئے اصلاح روح غالب استاد کردہ
نچا شد غالب شیریں نو باقر کہ آہ کنوں
صدرازاں طوطی ہند خوش الحانم منی آید
آخر کا شعر جس غزل کا مقطع ہے ۱۳۱۰ء (۱۸۹۳ء) میں کہی گئی جب حضرت غالب کو حلیت کے
چوبیس بجیں سال گزر چکے تھے اس امداد زمانہ پر بھی نساگرد کے دل میں مرحوم استاد کی
محبت باقی تھی جس نے اون کے قلم سے یہ درد بھرا ہوا شعر لکھوایا۔

حضرت باقر کا کلام جو ضائع ہوا اور جو دستبردِ زمانہ سے محفوظ رہا

شاعری کے لئے اطمینان اور فرصت اور کیونٹی کی ضرورت ہے۔ معدودے چند کے سوا جتنے بڑے بڑے شعر اگزرے ہیں اور ان کو تمام عمر شاعری کے سوا دوسرے کوئی مشغلہ نہیں رہا۔ شاعر کی حوصلہ افزائی اور ولولہ انگیزی کے لئے ذوقِ سلیم رکھنے والے ذی علم سخن فہم احباب۔ صحبت کی بھی ضرورت ہے تاکہ وہ اس کے کلام کے تقاضے سے بھی لطیف پیرایہ میں اس کو آگاہ کرتے رہیں۔

حضرت باقر کو تیس سال کی عمر تک علوم و فنون کی تحصیل اور شاعری کے سوا دوسرا مشغلہ نہیں رہا۔ گیا اور پٹنہ میں اس وقت تک فارسی گو شعر اور خوش فہم بزرگوں کی کمی تھی اس لئے انھیں ان اربابِ فضل کی صحبت بھی حاصل رہی اور ان کی صحبتوں میں اور ان کا حوصلہ بڑھتا گیا اور شاعری کا پایہ بلند ہوتا گیا۔ یہ حالت ۱۷۷۴ء (۱۱۵۸ھ) تک قائم رہی۔ اس کے بعد ان کی زندگی کا نیا دور شروع ہوا۔ اس سال وہ پیریکہ اور گیا سے آ رہ چلے آئے ۱۷۷۴ء میں انھیں سرکاری ملازمت قبول کرنی پڑی اور تقریباً اسی زمانہ میں وہ مرید بھی ہو گئے اور باطنی اشغال میں مصروف ہوئے اور دن کا دن کارہائے سرکاری کے انصرام میں اور رات کا وقت ذکر و شغل مراقبہ و مجاہدہ میں صرف ہونے لگا جو کچھ وقت ملتا اس کو اور ان کے دوست و احباب لے لیتے۔ آ رہ میں فارسی شاعری کا چرچا بالکل نہیں تھا اور سادات بلگرام کے خاندان کے چند بزرگوں کے سوا فارسی شاعری سے کسی کو دلچسپی بھی نہیں تھی اس لئے اور ان کے ہم مذاق لوگوں کی صحبت بھی باقی نہیں رہی۔ مختصر یہ کہ شاعر کو ولولہ انگیزی اور فارغ البالی سے شاعری کے جانب متوجہ رہنے کے لئے جس ماحول کی ضرورت ہے وہ کچھ باقی نہ رہا۔ لیکن تقاضے فطرت کو

کیا کیا جائے۔ شاعری حضرت باقر کی نہایت ہی قوی فطری صفت تھی اور اوس کا ملکہ اون میں راسخ ہو چکا تھا۔ اطمینان اور فرصت کے ساتھ بیٹھ کر اور سوج سوج کر شعر کہنے کا اونہیں موقع نہیں رہتا لیکن تقاضائے فطرت سے معافی اور مضامین کی اون کے قلب پر یورش ہوتی رہتی تھی اور اون کو موزوں کرنے پر وہ مجبور ہو جاتے تھے۔ اوس وقت اگر اون کی بیاض پاپس ہوتی اوس میں لکھتے تھے اگر نہ رہی تو جو کتاب سامنے موجود ہوتی اوس کے جلد میں یا حاشیہ پر لکھ دیتے تھے اور اگر کوئی کتاب بھی موجود نہ رہی تو کاغذ کا پرچہ جیسا بھی اونہیں اوس وقت مل جاتا اوپر قلمبند کر لیتے اور ویسے ہی چھوڑ دیتے اور بیاض میں نقل کرنے کا کبھی خیال نہیں کرتے۔

جو شخص شاعری کو اپنی زندگی کا مقصد اور پیشہ نہیں بناتا بلکہ اوس کو محض تقاضائے فطرت کے باعث اختیار کرتا ہے ظاہر ہے کہ اوس کو کلام کے حفاظت کی چنداں پروا بھی نہیں ہوتی خواہ اپنے کلام کو بالقصد ضائع ہونے نہیں دیا لیکن اوس کی حفاظت کی جانب بھی اونہوں نے توجہ نہیں کی اور اس بے توجہی کی بدولت اون کے کلام کا بہت زیادہ حصہ تلف ہو گیا۔ مولوی خواجہ سید فخر الدین حین صاحب سخن دہلوی مرحوم نے سروش سخن کے ”خاتمہ“ میں اون کے جہولان کا ذکر کیا ہے کہ ”ایک ایک شعر اون کا فرد ہے کلام میں انتہائی شوخی اور دروہے دیوانہ خوب ہے لا جواب ہے.....“ اُسہی کو معلوم ہے کہ کیا ہوا۔ خود انہوں نے اس کا کوئی ذکر بھی کسی کے سامنے نہیں کیا اور ان کے زمانہ حیات میں مجھے سروش سخن کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا اور نہ اوس کتاب سے جب مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اونہوں نے ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا میں اوس کے متعلق اون سے ضرور دریافت کرنا۔ اب صرف یہی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ پیر بلوچ کے مکان میں جب آتش زدگی ہوئی اوس وقت تمام سامان اور سارے کتابخانے کے ساتھ یہ دیوان بھی جل گیا۔

لسلہ میں حضرت باقر نے دس جزو سادہ کاغذ کی ایک بیاض بناٹی اور بطور کنکول کے کام میں لائے۔ فقہی مسائل میں اہل سن سے فتوے پوچھے جاتے تھے۔ اون فتون میں سے چند ان میں نقل کئے گئے ہیں۔ تفسیر یا تصوف کی کسی کتاب کے مطالعہ کے وقت اگر اس میں کوئی مضمون اونہیں بہت پسند آتا اور اس وقت یہ بیاض پاس ہوتی اور میں نقل کر لیا کرتے تھے۔ ان مضامین کا نہایت لطیف اور دلچسپ مجموعہ اسمیں مہیا ہو گیا ہے۔ ان سب کے علاوہ بیاض میں اونہوں نے اپنا کچھ کلام بھی قلمبند کیا ہے۔ اور آخر ۱۲۹۵ھ میں یہ بیاض بالکل بھرا اور اس میں زیادہ لکھنے کی گنجائش نہیں رہی۔ اس بائیس سال کی مدت کا اون کا جو کچھ کلام مجھے اس بیاض کے اندر مل سکا وہ صرف ایک قصیدہ (جو پیر کی منقبت میں لکھا گیا ہے)۔ ترانوے غزلیں۔ چودہ قطعات اور تین رباعیاں ہیں۔ اس طویل مدت میں اونہوں نے بہت کچھ کہا ہو گا لیکن اس بیاض میں اوسی قدر قلمبند ہوا اور محفوظ رہا بقیہ سب جو کاغذ کے پرچوں پر لکھا گیا تلف ہو گیا۔

سب سے زیادہ جن کے تلف ہونے کا افسوس ہے وہ حضرت غالب کے خطوط اور اون کی اصلاح کردہ غزلیں تھیں۔ شاگرد اور استاد میں آٹھ سال کی مدت میں بہت کچھ خط و کتابت ہوئی ہوگی مگر نہ تو حضرت غالب کا کوئی خط محفوظ رہا اور نہ ان غزلوں میں سے کوئی غزل محفوظ رہی جو اون نظر سے گذر کر واپس آئی تھیں یہاں تک کہ وہ معرکہ الآرا غزل بھی جس کا ذکر شمس العلماء نواب سید ادا امام مرحوم نے اور خود حضرت باقر نے مجھ سے کیا تھا ضائع ہوگئی۔ ان خطوط اور غزلوں کے متعلق میں نے ایک بار اون سے دریافت کیا۔ اس سوائے وہ متاسف اور افسردہ ہو گئے اور تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ کچھ تو بعض لوگ مجھ سے مانگ کر لئے گئے اور پھر واپس نہیں کیا اور جو کچھ باقی رہا تھا وہ پیرنگہ کے مکان میں صندوق کے

انداز تھا جب چوری ہوئی وہ صندوق اور اوس کے اندر جو کچھ تھا سب ضیاع ہو گیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ آرہ میں ابتدائے قیام کے وقت سے اون کے پاس ایک صندوق تھا جس میں وہ اپنے کاغذ رکھا کرتے تھے اور کاغذ کے وہ پرچے بھی جن پر اپنا کلام لکھا کرتے تھے اوس میں رکھ دیا کرتے تھے جہاں جہاں اون کا تبادلہ ہوا وہاں یہ صندوق بھی اون کے ہمراہ گیا۔ آخر میں اون کے پاس گیا میں رہا۔ جب مسئلہ (۱۹۰۷ء) میں اون کو نیشنل ہوئی وہ آرہ چلے آئے اور ہیریکہ کے مکان میں کچھ سامان اور بہت سی کتابیں اور وہ صندوق چھوڑ آئے بعض ذنی الطبع شریر النفس لوگ اون کی تکلیف پہنچاتے ہی بہتے تھے۔ اونہیں آرہ آکر تھوڑے ہی دن ہوئے تھے کہ ان لوگوں نے اوس مکان کا قفل توڑا اور سب سامان لے گئے۔ کتابیں سب ضائع ہوئیں اور اس صندوق میں کاغذ کا جس قدر سرمایہ تھا سب تلف ہو گیا۔ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد مجھ سے فرماتے تھے کہ ایک بندے کے دوکان سے کچھ خریدتے وقت روٹی کاغذوں کے انبار میں حضرت باقر کا لکھا ہوا ایک کاغذ دیکھا جب غور کیا تو اون کی غزل معلوم ہوئی۔ تلاش کے بعد اون روٹی کاغذوں میں سے اون کی چار غزلیں نکلیں۔ حضرت باقر جب گیا آئے اونہیں دکھایا اونہوں نے فرمایا کہ ایک وقت میں نے پے در پے چالیس غزلیں کئی تھیں اور اوس صندوق میں جو تلفت ہوا رکھ دی تھیں اونہیں میں سے یہ بھی ہیں۔ اس امید پر کہ شاید حضرت شاہ ظہور الحق صاحب قدس سرہ کے پاس سے کچھ مل سکے میں نے انہیں بھی لکھا اونہوں نے جواب دیا ”ہمارے پاس سب کچھ تیار تھا مگر زمانہ ضیاع ہو گیا مگر نہ جناب حضرت انجی رحمۃ اللہ علیہ (حضرت باقر) کا بہت کچھ حال لکھا ہوا تھا۔“

مسئلہ میں حضرت باقر نیشنل لیکر آرہ تشریف لائے اور مستقل طور پر وہاں سکونت پذیر ہوئے۔ ایک دوست نے اون سے وعدہ لیا کہ اب جو کچھ وہ کہیں اوس کی حفاظت کریں

اس وعدہ کی بنیاد پر انھوں نے بڑی تقطیع کی دس جزو کی ایک بیاض منگوانی اور اپنا کلام اس قلمبند کراتے رہے اوس کے بھر جانے کے بعد دوسری چھوٹی بیاض خریدی جب وہ بھی ختم ہو گئی تو آخر عمر تک وہ اپنا کلام کاغذ کے پرچوں ہی پر لکھتے رہے۔

۱۲۳ھ سے حضرت باقرؑ کی آنکھوں میں پانی آنا شروع ہوا دوسرے سال تک وہ نوشت و خواند سے بالکل معذور ہو گئے۔ اون کے دو خد شگاریوں کے دو بچے اون کے زیر پرورش تھے اور اون کے پاس رہا کرتے تھے۔ اوس وقت ان کی عمریں دس گیارہ سال کی تھیں اور نہایت ابتدائی اردو کی تعلیم حاصل کی تھیں۔ اپنی معذوری کی وجہ سے اپنا کلام وہ انہیں میں سے ایک سے لکھوایا کرتے تھے اور جس وقت ان دونوں میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہوتا تو بیاض میں یا کاغذ کے پرچہ پر خود ہی انداز سے لکھ لیتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ :-

(۱) ابتدائے شباب سے ۱۲۷ھ تک کا حضرت باقرؑ کا سارا کلام ضائع ہو گیا۔
 (۲) ۱۲۷ھ سے ۱۲۹ھ تک انھوں نے جو کچھ کہا اوس میں مجھے صرف اوس قدر ملاحظہ ہوا انہوں نے قدیم بیاض میں قلمبند کر لیا تھا۔

(۳) ۱۲۹ھ سے ۱۳۰ھ کے اوخر تک انھوں نے جو کچھ کہا وہ سب بھی تلف ہو گیا۔ اوس زمانہ کے کلام میں سے چار غزلیں اور ایک رباعی مجھے شاہ عبدالغفری صاحب زاد سے ملیں جو انہیں بننے کے دوکان کے ردی کاغذات میں ملی تھیں۔

(۴) ۱۳۰ھ کے بعد سے آخر عمر تک انھوں نے آ رہ کے قیام کے زمانہ میں جو کچھ کہا وہ زیادہ تر محفوظ رہا اور مجھے ملا۔ لیکن وہ پیر بگہ اور گیا بھی جاتے رہتے تھے۔ اور وہاں پندرہ پندرہ بیس بیس روز قیام رہا کرتا تھا۔ ان مقامات کے قیام کے زمانہ میں انھوں نے

جو کچھ کہا ہوگا وہ مجھے نہیں مل سکا۔ اسی آخر عہد کے کلام میں مجھے ایک نغزل حضرت شاہ طہور صاحب سے اور ایک نغزل اویس بھائی حضرت شاہ جنود الحق صاحب سے ملی۔

حضرت باقر کے کلام کی ترتیب اور دیوان کی تدوین اور ترتیب شریک شدہ قصائد و نغزلیات دیگر اصناف کلام کی تعداد

حضرت باقر کی رحلت کے بعد لوی شاہ عبدالغفری صاحب آزاد نے اون کے کلام کو ترتیب دیکر دیوان مرتب کرنے کا ارادہ کیا اور اون کی دوسری بیاض میں جس قدر نغزلیں وغیرہ قلمبند کی گئی تھیں اونہیں ترتیب دیا لیکن بعض مولنات پیش آئے اور یہ کام تکمیل نہیں پاسکا۔ حضرت قدس سرہ کی رحلت سے چند سال کے بعد میں اون کی کتابیں اور بیاضیں اور جس قدر کاغذات آ رہے ہیں تل حیدرآباد لے آیا لیکن یہ سب محفوظ رکھے رہے اور ملازمت کے مشاغل کے باعث اون کی جانب متوجہ ہونے کا موقع مجھے مطلق نہیں مل سکا۔ نیشن لیکر سرکاری خدمتوں سے سبکدوش ہونے کے دو ڈھائی سال کے بعد حق سبحانہ و تعالیٰ کی توفیق رفیق حال تہی اور میں نے دیوان کی ترتیب شروع کی لیکن چند وقتیں پیش آئیں۔ اون کا جس قدر کلام مجھے مل سکا اس کا تقریباً تین حصہ ان کے آنکھوں سے معذور ہو جانے کے بعد کا تھا۔ اوسیں اکثر اون کے ملازمین مرزا امجد علی مرحوم اور مرزا تصور حسین کے بچوں حیات حسین اور ابوالحسن کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا یہ دونوں لڑکے اردو کا املا بھی صحیح لکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے فارسی نظم کا صحیح لکھنا تو بہت دور تھا۔ اس کے علاوہ وہ دونوں بدخط بھی بہت تھے۔ آنکھوں سے معذوری کے زمانہ میں بروقت کاتب کے نہ ملنے کے باعث حضرت قدس سرہ نے جو کچھ خود اپنے دستوں سے لکھا وہ ظاہر ہے کہ کیسا ہوگا۔ ان اشعار کا (جو دستیاب شدہ کلام کا سہ ربع حصہ سے کم نہیں تھا) پڑھنا

تقریباً مجال ہو گیا اور اس قدر دشواریاں لاحق ہوئیں کہ بار بار بہت قاصر ہو گئی، لیکن حتیٰ سجانہ تعالیٰ کا فضل شامل حال تھا استقلال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹا اور رفتہ رفتہ سب کچھ پڑھ لیا گیا اور نقل کر لیا گیا۔ اور ترتیب دیکر دیوان بھی مدون کر لیا گیا۔

حضرت باقر قدس سرہ کا کلام جن قدر مجھے مل سکا اوس سے تقریباً دس حصہ سے زیادہ تلف ہو چکا تھا۔ برس بہم جو کچھ دستیاب ہوا اوس سے متوسط حجم کا دیوان مرتب ہو گیا۔ اس میں تین قصیدے۔ چار سو بائیس غزلیں۔ دو مخمس۔ چار رباعیاں۔ پینتیس قطععات اور ایک نثر عبارت شریک ہے۔ حروف خا۔ طا۔ عین اور فا کے ردیف کی کوئی غزل نہیں ملی۔ اور حروف نا۔ جیم۔ ذال۔ صاد۔ ضاد۔ ظا اور کات کی صرف ایک ایک ہی غزل ملی۔ اون کا جس قدر کلام مجھے ملا وہ سب اس دیوان میں شریک کیا گیا اور ایک شعر بھی نہیں چھوڑا گیا البتہ وہ اشعار جن کو ادھنوں نے خود مسترد کر دیا تھا اور جن کی تعداد تیس پینتیس سے زیادہ نہیں ہے شریک نہیں کئے گئے۔ یہ سب اشعار اون غزلوں کے ہیں جو اون کی قدیم بائیس میں قلمبند پائی گئیں۔

اضافہ کلام

مثنوی۔ حضرت باقر کی کوئی مثنوی مجھے نہیں ملی۔ ۱۲۷۰ء سے پہلے شاید اونہوں نے کوئی مثنوی لکھی ہو لیکن اوس کے بعد اونہوں نے اس کی جانب کبھی توجہ نہیں کی۔ اون کی شاعری کی کیفیت سے جو پہلے لکھی جا چکی ہے قیاس بھی یہی ہوتا ہے کہ ادھنوں نے مثنوی لکھنے کا بھی خیال نہیں کیا۔

قصاید۔ قصیدے مجھے صرف چار ملے جن میں دو مکمل تھے اور دو ناتمام۔ مکمل قصیدوں میں

ایک قصیدہ ایک سو چھ شعروں کا ہے جسے انہوں نے بیروم شد حضرت شاہ قیام اصدق رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت میں کہا تھا۔ یہ قصیدہ دیوان کے ابتدا میں شریک ہے۔

دوسرا قصیدہ جو اس دیوان میں شریک ہے کاغذ کے ایک پرچہ پر ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ملاحظہ جس میں ایک جگہ درمیان میں بیاض چھوڑی گئی ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ سینتیس شعروں کے لکھنے کے بعد اس کو انہوں نے ناتمام رکھ دیا اور پھر اس کو تمام کرنے کے جانب متوجہ نہیں ہوئے۔ اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے۔

من کیستم آل جوہر مرآت نظیرم کر شتغے نور قدیم است خمیرم
اسی وزن اور اسی ردیف و قافیہ اور اسی طرز کا ایک قصیدہ عربی کا بھی ہے جس کا مطلع

یہ ہے۔

من کیستم آل سالک کونین میسرم کر بیخیتہ جوہر قدس است خمیرم
اور شیخ علی خزین نے بھی ایسا ہی ایک قصیدہ کہا ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

آن طایر قدسم کہ چکد خون ز صغیرم بار دو غم عشق مر شتند خمیرم
معلوم ہوتا ہے کہ ان دو میں سے کوئی قصیدہ ان کے مطالعہ میں تھا کہ مضامین کی انکی قلب پر آمد ہوئی اور اس طرز پر قصیدہ لکھنا شروع کیا۔ سینتیس اشعار لکھ کر اس وقت موٹا کیا اور بعد میں (جیسی کہ جون کی طبیعت تھی) اس کی تکمیل کی جانب متوجہ نہیں ہوئے۔

تیسرا قصیدہ اعلیٰ حضرت غفران مکان آصف جاہ سادس حضرت میر محبوب علی خان رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں ہے لیکن یہ بھی ناتمام ہے۔ ۱۹؎ (۱۳۱۶ھ و ۱۳۱۸ھ) میں ممالک آصفیہ کے مغربی اضلاع نہایت ہی شدید فطامین مبتلا ہوئے۔ کارہائے فطام کے انتظام کے لیے میں بیدر بھی گیا۔ اس سال بارش اچھی ہوئی اور اکتوبر ۱۹؎ میں کارہا

تقطیع موقوف کر دئے گئے۔ مٹھڑ نلاب کمنڈر قحط نے انگریزی میں رپورٹ لکھی اور اس کا اردو ترجمہ کر کے بھی شائع کرایا۔ اس رپورٹ کے دیباچہ میں حضرت غفران مکان کا ایک شعر ہے

آصف کو جان و مال سے اپنے نہیں دریغ گر کام آئے خلق کی راحت کے واسطے

نقل کر کے بیان کیا گیا تھا کہ اس شعر میں جو ہدایت مضمون ہے اس کی پوری پابندی ہوئی اور جب تک قحط باقی رہا نہایت فراخ دلی سے رعایا کی پرورش کی گئی اور جب قحط ختم ہوا اون کو اون کے کمپوں سے گھروں تک جانے کا خرچہ دیا گیا اور کثیر اورافر مقدار میں تقاوی بھی دیکر اون کی امداد کی گئی۔ ۱۹۱۰ء میں چند روز کی رخصت پر میں آ رہ گیا۔ مٹھڑ نلاب کی رپورٹ کا اردو ترجمہ اسی زمانہ میں شائع ہوا تھا اور اسی وقت مجھے ملا تھا اوس کو میں ہمراہ لیتا گیا۔

آرہ پتھنچکرجب حضرت علیہ الرحمہ کی قد مبوسی سے مشرف ہوا انہوں نے قحط کی کیفیت آہستہ فرمائی۔ میں نے کچھ زبانی عرض کیا اور رپورٹ کا دیباچہ اور جا بجا سے اوس کے دوسرے مضامین انہیں پڑھ کر سنائے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ بادشاہ وقت کی فراخ دلی اور رعایا پروری کی بدولت لاکھوں آدمیوں کی جانیں معرض تلف میں آنے سے بچائی گئیں اور اون کی پرورش پر دو کروڑ سے زیادہ روپیہ بیدریغ صرف کرویا گیا اون کے دل پر سجدہ اثر ہوا۔

ہمت ویرنگ حیدرآباد کی سلطنت اور بادشاہ اور اون کی اولاد کو دعا دیتے رہے اور پھر اسی حالت میں میرے نسبتی بھائی حافظ محمد سلیم صاحب کو بلایا اور حضرت غفران مکان کی مدح میں فی البدیہہ قصیدہ لکھوانا شروع کیا اور اوس وقت سترہ اشعار لکھوا کر بس کیا اون کا ارادہ اس قصیدہ کو کسی دوسرے وقت تکمیل کرنے کا ہوگا لیکن پھر اس کی جانب توجہ کرنے کا انہیں موقع نہیں ملا۔ اوس وقت ان کے قلب پر اس قدر اثر تھا کہ شعر کے اصول مقررہ کا بھی کچھ خیال نہیں کیا اور تشبیب اور گریز کو بالکل نظر انداز کر کے تفسیر کو مدح کی

مقدمہ دیوان باقر
مدح سے شروع کر دیا۔

۱۳۲

حضرت باقر کی شاعری

چوتھا قصیدہ (جو دیوان میں شریک نہیں کیا گیا) جس میں نثر شعر ہیں انہوں نے ۱۲۹ھ میں مولوی سید اقبال علی المتخلص بہ بھکرواؤن کی فرمائش پر ہمارا جہ تبلیا کی مدح میں لکھ کر دیا تھا۔ سید اقبال علی صاحب قصبہ بہار کے رہنے والے تھے۔ بتیا کے راج اسکول میں مدرس تھے اور ہمارا جہ کے یہاں بھی ان کا تعلق تھا اور لون کے دربار کے شاعر بھی تھے۔ ہمارا جہ کی عمر اوس وقت نثر کے قریب تھی۔ عربی اور فارسی میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے اور پرانی تہذیب کے نمونہ تھے۔ حضرت باقر نے یہ قصیدہ چونکہ مولوی اقبال علی بجز مروجہ کے لیے لکھ کر انہیں کو دیا تھا اس لیے اس دیوان میں شریک نہیں کیا گیا۔ عربی کا ایک مشہور قصیدہ ہے جس کا مطلع ہے

سپییدہ دم جو زدم آستین بشمع شعور
شنیدم آیت استفتحو از عالم نورا

حضرت باقر نے یہ قصیدہ اسی طرز پر لکھا تھا۔ گو میں نے دیوان میں شریک نہیں کیا تاہم نمونہ کے طور پر اس کے ابتدا کے چند شعر نقل کر دیتا ہوں :-

سحر بدمن نکرت ز دم چوست شعور	خرا بہ دل پر خون ز درد و غم معمور
کشیدہ سر بگریبان گو نہ گو نہ خیال	تصور الم روزگار کردہ خطور
نہ طاقت و نہ توان و نہ تاب ضبط نفس	نہ لب ز شکوہ خموش و نہ دل بنہ غصہ بوب
نہ میل غنچہ و گل و نہ دماغ سیر چین	دل خزین نکشد رگ بود کمر شئمہ حور
بہ کام جان مزہ عیش زنگانی تلخ	ز انبساط جهان خاطر خزین بس دور
سروش غیب بگوش دلم چنان آمد	کہ اسے حریم دولت پر ز نور رب غفور
حریم عزت و اسرار غیب راجح م	جلیس مجلس انس و مقیم بزم حضور
چہ شد کہ ہست سرت و نف زانوسے فکر	چہ داد و کہ بہ بستر رفت ادہ رنجور

غزلیات و دیگر اصناف کلام :- حضرت باقر کا رجحان اون کی طبیعت کے اقتاد کی باعث زیادہ تر غزلوں ہی کے کہنے پر رہا۔ دوسرے اصناف کلام کی جانب انہوں نے بہت کم توجہ کی اور نزہیات وغیرہ کے قسم میں سے اون کا کوئی کلام نہیں ملا۔

قطععات :- جننے قطععات مجھ مل سکے وہ زیادہ تر ولادت اور وفات کی تاریخ میں ہیں اور دو تین قطعے بعض کتابوں پر تقریظ کے طور پر لکھے گئے ہیں۔ دیوان کے آخر کے نین قطععات (نمبر ۳۳، ۳۴ و ۳۵) اور آخر کا نثر مضمون ایک واقعہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

عذر کے زمانے میں حضرت غالب کو اپنے مکان میں بند ہو جانا پڑا اور آمد و رفت اور دوستوں کی ملاقات اون کے لیے محال ہو گئی۔ اوس زمانہ میں اون کے پاس دو کتابیں دستاویز اور برہان قاطع تھیں جن کو دیکھ کر وہ دل بہلایا کرتے تھے۔ برہان قاطع کے مطالعہ میں انہیں جہاں جہاں غلطیاں نظر آئیں اون کو بطور یادداشت کے قلمبند کرتے گئے اور ایک کتاب کی صورت میں ترتیب دیکر اور قاطع برہان نام رکھ کر ۱۲۶۶ھ میں شایع کیا۔ ہر چند کہ اس کتاب کے دیباچہ میں اوس کی اشاعت کی غایت کا اظہار صاف صاف کر دیا تھا۔

”پہون آن سفینہ (برہان قاطع) گفتار ہائے نادرست و درست و مردم را از راه میردومن آئین آموزگاری داشتتم بر پیر و ان خودم دل سوخت جادہ نمایان ساختم تا میرا ہنہ نہرؤ“

اس پر بھی اس کتاب کا شایع ہونا تھا کہ ہر چار طرف سے مخالف کا طوفان برپا ہو گیا اور برسوں میں ہنگامہ جاری رہا۔ قاطع برہان کے رد میں کتابیں لکھی گئیں اور شایع کی گئیں۔

قاطع قاطع - محرق قاطع - ساطع قاطع وغیرہ۔ حضرت غالب نے بعض کا جواب لکھا اور بعض کی جانب بالکل توجہ نہیں کی۔ آخر میں کلکتہ کے مولوی احمد صاحب احمد تخلص نے قاطع برہان کی رد میں ایک کتاب موسوم بہ موید البرہان شایع کی۔ مولوی احمد علی صاحب مرحوم

اصفہانی الاصل تھے اون کے اجداد میں ایک بزرگ نے ڈھاکہ میں سکونت اختیار کی تھی۔ مولوی صاحب کا مولد ڈھک تھا۔ لیکن اپنے مشاغل کے باعث کلکتہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ نہایت ذی وجاہت شخص تھے اور کلکتہ کے نہایت ممتاز لوگوں میں ان کا شمار تھا۔ مرزا قتیل کے پیرو تھے اور فارسی لغات اور اصطلاحات شعرا میں برہان قاطع اور لالہ ٹیک چند بہار کی بہار عجم کو نہایت مستند خیال کرتے تھے۔ موبدالبران کو لکھ کر کلکتہ اور نواح کے بہت سے فارسی خوان درستوں سے تقریبات اور قطععات تاریخ لکھوائیں اور اوس کے ساتھ ان سب کو بھی شائع کیا۔ حضرت غالب کی نظر سے جب یہ کتاب گذری انہوں نے جواب میں تیغ تیز لکھی اور اوس کے ساتھ ایک فارسی قصیدہ بھی لکھا جس کے ابتدا کے چند اشعار یہ ہیں۔

مغلوں احمد علی احمد تخلص۔ نسخہ	در خصوص گفتگو سے پارس انشا کردہ است
بکچ و کمران راکہ در سند اسنت و از ایران جدا	شامل افلیح ایران بے محبا کردہ است
قوم بر سچ را بہ ایرانی نژادان و ادوہ خلط	ترک ترکان سمرقند و بخارا کردہ است
ہندیایں یاد در زبان دانی مسلم داشتہ	تا چہ اندر خاطر والائے او جا کردہ است
ہر کہ بلی بازبان مولد خود آشنا است	ساز نطق مولد اجداد و بجا کردہ است
خواجہ راز اصفہانی بودن آباچہ سود	خالقش در کشور بنگالہ پیدا کردہ است
باقیتل و جامع بر بیان و لالہ ٹیک چند	لابہ و سوگیری و لطف و مدار کردہ است

تیغ تیز کا مولوی جواب شاید نہیں دیا گیا اور اس قصیدہ کا جواب بھی مولوی احمد علی صاحب نے خود نہیں دیا بلکہ ان کی ایما سے ڈھاکہ کے رہنے والے اون کے ایک شاگرد مولوی عبدالصمد نے یہ فرمانے ایک قطعہ لکھا اور شائع کیا جس کے ابتدا کے تین اشعار یہ ہیں :-

فرق حق و باطل اے صاحب نظر بشنوز من گزرترا جو بایکے حق ایزد تعالیٰ کردہ است
 وید چون غالب موید آن کتاب لاجواب کش لصد تحقیق املا ہادی ما کردہ است
 قطعہ در پوزشش کردار خود ترتیب داد گاہ دروے فخر و کلف نڈا کردہ است
 مولوی عبدالصمد فرا کے اس قطعہ کے جواب میں ایک قطعہ حضرت باقر نے اور ایک قطعہ
 مولوی خواجہ سید فخر الدین حسین سخن دہلوی نے لکھا اور ان دونوں قطعوں کو حضرت غالب اور
 مولوی عبدالصمد فرا کے قطعات کے ساتھ ایک رسالہ کی شکل میں ہنگامہ دل آشوب کے
 نام کے ساتھ آرہ میں منشی سنت پر شاہ کے مطبع میں ذی الحجہ ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ء) میں طبع کرایا
 اس کے شایع ہوتے ہی منشی جواہر سنگھ جوہر لکھنوی نے (جو مرزا ناطق مکرانی کے شاگرد تھے) ایک
 قطعہ حضرت غالب کے خلاف اور مولوی احمد علی کی تائید میں لکھا اور مولوی عبدالصمد فرا نے
 حضرت باقر کے قطعہ کے جواب میں ایک قطعہ شایع کیا اور اسی قطعہ میں حضرت سخن کے قطعہ کا بھی
 جواب دیا۔ ان دونوں قطعات کے جواب میں ایک ایک قطعہ حضرت باقر نے اور ایک ایک قطعہ
 حضرت سخن نے لکھا۔ ان کے علاوہ لکھنؤ کے ایک شاعر منشی امیر احمد المتخلص بہ امیر لکھنوی نے
 اردو میں ایک قطعہ حضرت غالب کی تائید میں لکھ کر اوہ اخبار میں شایع کیا۔ ان سب کے
 علاوہ لکھنؤ کے ایک شاعر میر آغا علی متخلص بہ شمس (شناگر دقاصی محمد صادق خان بہادر اتر
 ولد قاضی محمد لعل) باشندہ ہو گلی شناگر در مرزا قینیل) نے اردو نثر میں ایک مضمون لکھ کر اوہ
 اخبار نمبر ۲۶ مورخہ ۲۵ جون ۱۸۶۶ء میں شایع کیا جس میں قاطع برہان پر اعتراضات کے
 سلسلہ میں حضرت غالب اور ان کی اردو شاعری پر نہایت رکیک اعتراضات کئے۔ مضمون
 چونکہ نثر میں تھا اس لیے اس کا جواب حضرت سخن نے اردو نثر میں اور حضرت باقر نے فارسی نثر
 میں لکھا اور ان حملہ قطعات اور ان دونوں نثر مضامین کو ترتیب وار جمع کر کے

خواجہ سید فخر الدین حسین سخن نے آ رہ کے اسی مطبع میں بنام ہنگامہ دل آشوب حصہ دوم جمادی الاول ۱۲۸۵ھ (۱۸۶۷ء) میں شائع کیا۔ حضرت غالب کی رحلت ۲۲ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ کو واقع ہوئی۔ یہ رسالہ ان کی رحلت سے تقریباً دیرہ سال قبل طبع ہوا اور غالباً قاطع برہان کے جواب اور جواب ابجواب کا سلسلہ اسی پر ختم ہو گیا۔

۱۸۹۱ء میں میں نے ایک عزیز کے پاس ہنگامہ دل آشوب کا پہلا پرچہ دیکھا تھا اور اس سے حضرت باقر کا قطعہ (نمبر ۳۳) نقل کر لیا تھا۔ اس دیوان کو ترتیب دیتے وقت میں آ رہ۔ پٹنہ گیا اور لکھنؤ میں دوستوں کو لکھا لیکن اس کے دونوں حصوں میں سے کوئی حصہ مجھے نہیں مل سکا۔ اس لیے حضرت باقر کا وہی ایک قطعہ دیوان میں شریک کیا گیا۔ یہ دیوان مطبع کو طباعت کے لیے دیدیا گیا تھا اور نصف سے زیادہ طبع ہو چکا تھا کہ ہنگامہ دل آشوب کے دونوں حصے مولوی سید عبدالغفری صاحب آزاد کو مولوی سید وصی احمد صاحب دہلی کے (نمبر ۳۳) حضرت میر سید فرزند احمد صاحب صفیر بگرامی آروی اعلیٰ اللہ منقائم سے ملا اور انہوں نے میرے پاس بھیج دیا۔ میں نے بقیہ دونوں قطعات اور آخر کا تتر مننون دیوان میں شریک کر دیا۔ ان میں پہلا قطعہ (نمبر ۳۳) عبد الصمد کے قطعہ کا جواب ہے۔ دوسرا قطعہ (نمبر ۳۴) منشی جواہر سنگھ جوہر کے قطعہ کا جواب ہے اور تیسرا قطعہ (نمبر ۳۵) مولوی عبد الصمد کے دوسرے قطعہ کا جواب ہے۔

نثر :- نثر کا مکمل مضمون مجھے ایک ہی ملا جو آغا علی شمس کے جواب میں لکھا گیا تھا اور جو اس دیوان آخر میں شریک کیا ہے قطعہ نمبر (۱) کے ہمراہ ایک مختصر نثر تحریر ہے جو حضرت شاہ مطہر قدس سرہ کے دعوت کے رقعہ کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ قدیم رواج کے مطابق حضرت باقر خطوط اکثر فارسی زبان میں تحریر فرمایا کرتے تھے۔

افسوس کہ ان میں سے کوئی خط محفوظ نہیں رہا ورنہ ان سے ان کی انشا تکماری کا کمال ظاہر ہوتا۔ مولوی شاہ عبدالغفری صاحب آزاد سے مجھے دو خطوط کی نقلیں ملیں جو اس مقالہ میں درج کی جا سکیں گی۔

کلام عربی اور اردو

حضرت باقر نے اپنے لکھے ہوئے چند فتاویٰ کی نقلیں قدیم بیاض میں قلمبند کی ہیں ان سے ان کی عربی تحریر کی قوت ظاہر ہوتی ہے لیکن عربی میں کہے ہوئے اشعار مجھے نہیں مل سکے اور غالباً اس زبان میں شاعری کی جانب ان کو توجہ بھی نہیں ہوئی اردو شاعری کی جانب بھی انہوں نے توجہ نہیں کی۔

شاہ عبدالغفری صاحب آزاد نے ایک خط میں مجھے لکھا: ”چھوٹے سرکار (حضرت باقر) کے اردو کلام کے متعلق عرض ہے کہ ۱۸۹۱ء میں جب چھوٹے سرکار میرے مکان میں مقیم تھے میں نے اپنی چند غزلیں اردو کی اصلاح کے لیے پیش کیں تو فرمایا کہ مجھ کو اردو کی شاعری سے تعلق نہیں رہا۔ جوانی میں دو ایک ریختی یا بعض صاحبان بیہتوب سے نوک جھوک میں کچھ سچو لکھنے کا اتفاق ہوا جس کو بعد میں ضائع کر دیا۔ اگر فارسی کہو تو ابھی اصلاح کے لیے بھجو۔“

مشاعروں میں شکریت سے اعراض

حضرت باقر علیہ الرحمہ مشاعروں میں شریک نہیں ہوا کرتے تھے اور اپنی غزلیں بھی

۱۔ پیرنگ اور اطراف کے مواعظ میں حضرت باقر کے اعزہ اور دوسرے لوگ بھی انہیں عزما چھوٹے سرکار کہتے تھے اور ان کے بڑے بھائی حضرت سید شاہ حسین علی قدس سرہ کو بڑے سرکار۔

مشاعروں میں نہیں بھیجتے تھے۔ بغضِ وقت دوستوں کی فرمائش پر غزل کہہ دیا کرتے تھے۔ دیوان کے ردیفِ میم کی غزل نمبر ۴۶ جس کا مطلع ہے۔

رواجِ راحت و رنج از جہاں بگردانیم بر آن سرم کہ شعارِ جہاں بگردانیم
مجھے حضرت شاہِ ظہورِ احمقِ قدس سرہ سے ملی جس خط کے ہمراہ انہوں نے یہ غزل میرے پاس بھیجی اُس میں اس کے متعلق لکھا ہے۔ ”..... صرف ایک غزل آخر کی مل گئی اور حادثاتِ زمانہ سے بچ رہی پیشکش کرتے ہیں۔ جناب بھائی صاحب (حضرت باقر پیر سبکیہ یعنی جوہاوا پیر سبکیہ) تشریف لائے ناچیزِ لون کی ملازمت سے خوشوقت و مسرور ہوا..... اکثر اور بیشتر ہم ان کی خدمت میں جا بیا کرتے تھے اور ہر ادھر کا تذکرہ ہوا کرتا تھا ایک روز جناب غالب مرحوم کا تذکرہ چھڑا ایک غزل اُن کی ہے۔

بیا کہ قاعدہ آسمان بگردانیم -- قضا بگردش رطلِ گراں بگردانیم

اس کا مطلب ہم نے پوچھا بہت بہت وضاحت کے ساتھ مطلب بیان فرمایا اور ہماری خواہش ہوئی کہ اس پر کوئی غزل لکھی جائے شب کو انہوں نے کچھ فکر کیا اور ایک غزل لکھی اور خود سے ایک کاغذ پر لکھا بنیائی تو تھی نہیں مگر بنیائی باطن سے کام لیا۔ صبح کو تفضل (مرزا تفضل حسین مرحوم حضرت باقر کے خادم تھے) میرے پاس آئے اور کہا کہ بتاتے ہیں ہم حاضر ہوئے تو فرمایا کہ باورات کو کچھ ہم نے لکھا ہے اس کا ذرا اشارہ کیجئے تو ہم بتاتے جائیں چنانچہ ہم اشارہ کرتے گئے اور پوری غزل لکھی۔ یہ آخر کی غزل ہے اس کے بعد غالباً کچھ کہنے کا موقع نہیں ملا یہاں سے آ رہ تشریف لیکن وہاں سے..... صاحب گنج (گیا) تشریف لیکن چند دنوں کے بعد واصلِ تخی ہوئے۔“

حضرت باقر کی انشا نگاری اور غزلوں پر اصلاح پنیکل

مولوی سید شاہ عبدالغزیز صاحب آزاد سے مجھے حضرت باقر کے دو خطوط کی نقلیں دستیاب ہوئیں۔ ان کی خدمت میں دو غزلیں اصلاح کے لیے بھیجی گئی تھیں اور اصلاح کر کے ان خطوط کے ہمراہ انہوں نے واپس کی تھیں۔ ان دونوں خطوط کو اور ان دونوں غزلوں کو ان کی اصلاح کے ساتھ نقل کرتا ہوں۔ ان خطوط سے روزمرہ کی خط و کتابت میں حضرت باقر کی انشا نگاری کا انداز معلوم ہو سکے گا اور شاعری کے چند بنیادی اصول بھی معلوم ہو سکیں گے جن کو پیش نظر رکھنا اور ان پر کاربند ہونا شاعر کے لیے ضرور ہے۔ ان کے علاوہ حضرت علیہ الرحمہ کے اصلاح دہی کا طرز بھی معلوم ہو سکے گا۔

۱۱) نقل خط حضرت قربانم مولوی سید عبدالغزیز صاحب

بخور دار سعادت آثار غزیر سر ایام تیر نشی سید عبدالغزیز از عمرہ و قدرہ۔ دعائے فرید
جیات و ترقی دولت و اقبال مطالعہ نماید قطعہ خط آن غزیر مع غزل بجدت دراز از ڈاک
وصول گردید خرم و خرسند ساخت حق سبحانہ و تعالیٰ شانہ باین یاد آوری و سعادت مندی
دیر گاہ سلامت دارد۔ در بعضے خطوط وعدہ میکنند کہ بعد ازین خط دیگر متضمن فلان مضمون
خواہم نگاشت لیکن آن خط موعودہ نمی رسد شاید از یاد میرود۔ وعدہ فرستادن گلدستہ
چند بار نمودند گرفتارے آن وعدہ مرہم جرات انتظاری نہ شد و متاعرہ از زمانہ بسیار می شود
چہ احتمال است کہ یک گلدستہ ہم چاپ شدہ باشد۔ اشتیاق غزل فارسی چکید خاصہ جاوید کا

لکھ گیا میں شاعر ہوا کرتا تھا اور شعر اردو اور فارسی میں اپنا اپنا کلام پڑھا کرتے تھے۔ ہر شاعر میں جو بقہ نقلیں پڑھی جاتی تھیں
ایک جامعہ کر کے بطور گلدستہ کے چھاپ دیا جاتی تھیں۔

قاضی محمد زین العابدین صاحب چند بار نو ششم و ہنوز سہمان اشتیاق و امنگیر دل است و نیز غزل فارسی مولوی فصیح احمد صاحب را سامعہ مشتاق است چون مدح و علیہ استا و آنغزیز اند حاصل شد محض آسان۔ باجملہ غزل آن غزنیہ مطالعہ در آورده اصلاح کرده فرستادہ می شود۔ چند شعر در آن کہ معنی لطیف نہ داشتند و درستی آن بہ تبدیلی و تغیر ہم ممکن نشد بدر کردہ و مطلع درست کردہ غزل مرتب کردہ شد و خیال این معنی دارند کہ کلام از لغو خوشبو پاک باشد و ضبط و ربط کلام از دست نرود اگرچہ اشعار قلیل باشند لیکن خوب باشند قطعاً و قول توافقیہ بیانی ضرور نیست حضرت غالب میفرمائید

تکویم تا نباشد لغز غالب چه دم گزست اشعار من اندک

و این دعا گویم غزلے در این زمین حسب درمایش آنغزیز دست کردہ است مگر حق اینست کہ معارض خواجہ حافظ گردیدن از دانش دور است۔ امام طبقہ ثانیہ بابا افغانی بودہ اند ظہوری و نظیری و عرفی و کلیم و دیگر شعراء کے مناسبتیں ہمہ مقدمہ او نشانند و بر غزلیہائے نشان شعراء متاخر طبع آزمائی نمودہ و غزلیہا گفتہ نرودم کتابے بود مجموعہ کہ بزرگے ابتدا از غزل فغانی نمودہ بود و غزلیہائے مناسبتیں کہ بران غزل بود بعد از ان نوشتہ۔ کتابے بود بطور کلک شدہ مشاعرہ۔ این فقیہ را در اینجا (یعنی آراء) از بعضی بزرگان بلگرامی بدست آمدہ بود در پیر بگوشہ بول و دیگر کتابہا بہ غارت رفت حضرت آن کتاب از دل نمی رود۔

۱۲۱ قاضی محمد زین العابدین صاحب مرحوم گیا کے رئیس تھے اور فارسی گو شاعر تھے۔

۱۲۲ مولوی فصیح احمد حضرت پتیبندی مرزا محمد دیوبند ریختی گو کے ستارہ تھے اور وہ حضرت غالب کے ستارہ تھے۔

۱۲۳ گیا کے ایک شاعر ہیں خود جانا نہ میرزا کی ایک غزل کا مطلع۔ ہ ہرگز ہم نقش تو از لرح دل و جان نرود۔ ہرگز از یاد من گن سرد خزان نرود طبع دیباچہ نقاش شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد کی فرمائش پر حضرت باقر نے ایک غزل لکھی جس کا ایک شعر یہ ہے

دکوش عرفی و حاجی ہم پہل استند وے۔ در و حفا ما ہیچ غزلیان نرود (دیوان باقر زین العابدین غزلیہ نمبر ۶۳)

۱۲۴ بہت دنوں کے بعد یہ کتاب آغا صاحب نے لکھی اور اب میرے پاس ہے۔ عطا حسین۔

غرض اینکہ غزلیاں فغانی را اساتذہ طرح قرار دادہ اند لیکن بر غزل حافظ کے سبقت نکر ڈ
 مگر بہ ندرت در بعضے غزل - و امر و قطعہ خط غزلی شاہ مجیب الحق سلمہ از سلمہ آمدہ است
 در ان خط و خمسہ نتیجہ فکر خود برائے اصلاح فرستادہ اند یک خمسہ بر غزل کمال نجدی خمسہ
 دیگر بر غزل ابن دعاگو باطنیان دیدہ فرستادہ خواہد شد - و از چند عرصہ طبیعت ابن دعاگو
 بعارضہ دوران سر و شدت در دسرب یاز نادریست بود ہند در فرستادن جواب خط آنغیر
 توقف سہ چار روز گردید و حال در نوشتہ و خواند خطوط بسیار حرج رو خواہد داد زیرا کہ عبد الصمد
 و عبد الکریم سلمہا کہ بتقریب تعطیل کالج بر مکان بودند بعرصہ پنج چار روز بہر دو نوحشمان بانگلو
 خواہند رفت و یک طالب العلم مدرسہ حنفیہ کہ در اینجا گیریشان بود و مردم ذی استعداد
 نوشتہ و خواند خطوط بامیکردا و بمکان رفت حالاکسے خواہد بود کہ خط بخواند و نویسند بہر حال
 آنغیر نیز از تخریر خطوط کف قلم خواہند کرد و یکدایم تدبیر خواندہ خواہد شد و اگر بوجہ مذکور در رسیدن
 جواب توقف رو دہد مغذو خواہند داشت و مزاج ابن دعاگو از عرصہ دوسہ روز بر مرافقہ
 است لیکن ہنوز صحت کلی نسبت ایتقدر حواس درست شدہ کہ خط و غزل آن غزنی شنیدیم
 و جواب نویسانیدم - و غزلیاں خود کہ مینویسیم باید کہ شعرائے فارسی آنجا را بنامیند اگر بہ پسند
 لطف است ورنہ استحقاق آن ندارم و درین خط نکاشتہ اند کہ در مشاعرہ عالیہ صرف
 چار انشخاص غزل فارسی خواندند مگر تفصیل نہ نکاشتہ اسامی آن حضرات زیر قلم
 کنند و معلوم نیست کہ در مشاعرہ منصب خواندن آخر برائے کیست از ان اطلاع منجو اہم
 زیادہ دعائے ترقیات -

باقر علی تاریخ ۲۹ اکتوبر ۱۸۹۵ء

مولوی شاہ عبدالغیر رازا کی غزل اور اس پر حضرت باقر کی اصلاح

(۱) از دام غم ہوس روئے حسینان نرود
تا بعر از دل من الفت خوبان نرود
(۲) نمانہ بیند رخ نیکوے نوکا ہے جانان
وقت مردن ز تم جان بہ آسان نرود
(اصلاح) نمانہ بیند رخ خوب نو دم نزع مرا
جان رو د آہ ز قالب مگر آسان نرود

(۱) لفظ جان : میں نون ظاہر کیا گیا ہے اور اعلان نون جائز نہیں)

(۳) خوگر جو روح جانشد دل من چند آنکہ
نظم صد گونہ بہ بیند رہ افغان نرود
(اصلاح) خوگر جو روح جگے تو شدم بسکہ زد
بانہمہ ظلم و ستم نالہ و افغان نرود

(۱) کاف منجھک آخر مصرع میں درست نہیں کاف ساکن بعض کلام میں آیا ہے)

(۴) عاشقان منتظر جلوہ نظر بر راہ اند
از رہ لطف مگر آن شہ خوبان نرود
(اصلاح) عاشقان منتظر اند بر آتش لیکن
ہیچکے جلوہ کنان آن شہ خوبان نرود
(۵) روے گل رنگ تو بفرافیت چنانم جانا
دل من گے ہولے گل و لب تان نرود
(اصلاح) بسکہ نیندے بہار گل روے تو بود
دل من گے بہ تماشائے گلستان نرود
(۶) از سر لطف گہے شناد بگردان مارا
ظلم بر عاشق و خستہ بد بینان نرود

(۱) روای اس مصرع میں بجائے خود نہیں ہے اور مضمون بھی پیش پا افتادہ ہے قابل رد ہے)

(۷) دعوی عشق از و باطل و ناز زیبا شد
ہر کہ و راہ و فائز سر مرقان نرود
(اصلاح) ہست یا طلبش سست بجا آنکہ
ہر کہ پاکر وہ ز سر در رہ جانان نرود
(۸) مشتعل گشت بدل آتش عشق خوبان
چون کرم تا بلبسم نالہ سوزان نرود

(۱) اس شعر کا مطلب باوجود غور کے کچھ معلوم نہیں ہوا انداجانے تم نے کیا مطلب رکھے ہیں۔ بالخصوص ترکیب چہیت نہیں ہے

(۹) خار را دیدن شسته چو بے پہلوئے گلے
غیر تم گفت کہ دیگر بگلستان نرو د^{شہ}

(۹) شہ بندش اس کی بجز اور ترکیب سست ہے اور نرو د کا کوئی فاعل معلوم نہیں ہوتا)

(۱۰) ہر کہ در بزم تو آمد خوش و خرم آمد
دیگر آن کس ز بخت خرم و شادان نرو د^{شہ}

(۱۰) یہ شعر بے معنی ہے بدر

(۱۱) عاشق و رندم و مست مے الفت ز ا^د
دل من جاے بجر کوئے حسینان نرو د

(اصلاح) عاشق مے کے بروم جانب مسجد ز ا^د
دل من خبر طرف کو چہ جانان نرو د

(۱۲) جلوہ افکن شدہ در وادی امین مین
ارنی گوئے چرا موسیٰ عمر آن نرو د^{شہ}

(۱۲) یہ شعر بہت درست ہے

(۱۳) ہست آزاو گرفتار بلائے شب غم
آفتے نیست کہ بر جان پریشان نرو د^{شہ}

(اصلاح) ہست آزاو گرفتار طلبے نثر بے ہجر
آفتے نیست کہ بر حال پریشان نرو د

(۱۳) شہ جان کی صفت پریشان درست نہیں ہے اس واسطے حال بنایا گیا

(۲) نقل خط حضرت باقر بنام مولوی شاہ مجیب الحق کمالی

سہرا با سعادت و رشادت عزیز تر از جان قرۃ العین مولوی شاہ مجیب الحق صاحب
اطال اللہ عمرہ۔ از پیچیدان دعا گوئے خود باقر علی سلام و دعا مطالعہ نمایند۔ مکتوب بحدیث سکو
آن عزیز در وقت سعید چہرہ وصول افروختہ ابواب مسرت و انبساط بردل کشو د باین یاد آوی
و عاجز نوازی دیگر گاہ سلامت با شنید جسمہ آن عزیز مطالعہ در آید پر چند جہتیم بنیاندارم کہ
خو و ینیم مگر بگوئش شنیدم۔ بر سلامت ذہن و دقت طبع و قواد آن عزیز آفر نہیا گرم

۱۴۲۷ شہ مجیب الحق صاحب کمالی حضرت باقر کے ہم جد اور رشتہ میں بھائی تھے۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت شاہ معروف بن حضرت شاہ منصور سے ملتا ہے۔

ماشا واللہ باوجود روشنی معانیہائے نازک بخیال ہی آرنہ حسب الحکم آنغزیز محو و اثبات بعل آند
از کثرت ترمیم و زیادہ تغیر و تبدیل طول و شکستہ خاطر خواہ ہندست زیرا کہ در ابتدا سے مشق
ہرفن از ہر کسے ہمین قسم غلیظہا سر میرند من اینقد غنیمت شمردم کہ با وجود روشنی گوہر نازک نیالی
سنگند مگر چون از قواعد و اصول شاعری و رموز و غوامض این فن دستگاہے چندان معتد بہ نداد
غلیظہائے ترکیب و تخلف قاعدہ شاعری رودادہ ہر چند بہ تغیر بہیر ترمیم ممکن بود خواستیم کہ کلام
بسیار صاف و نشتہ گرد تا کسے را از سامعان مجال اعتراض وجاہے انگشت نباشد و خواستہ
بووم کہ بضمین کلام استاد کمال دخل کردہ شود و آنچه بر غزل این ہیچیز مصرعہا ضم کردہ اندازان
انحصارے نظر کردہ شود زیرا کہ کلام این ہیچیدان آن رتبہ نداد کہ غریزان بران مصرعہا ضم کنند مگر
بلی اذلال خاطر آنغزیز کہ خاطر غریزان نازک می باشد قلم اصلاح راندہ دست و نغمہ دو شعر معطل
داشتہ آمد زیرا کہ خیال قافیہ دران نکرودہ اند قافیہ ہا در دو شعر بے ربط است و مناسب می نماید
کہ فکر غزل ہا کنند و چند غزل بچکیدہ خامہ معنی نگار و نتیجہ فکر و قافہ خود نردم فرسیند تا اصلاح کردہ فرستادہ
شود و از طبیعت داری آنغزیز امید است کہ درودہ دوازده غزل سلیقہ شعر گوئی درست خواهد
شد زیرا کہ قواعد این فن و ضابطہ درستی و چستی ترکیب و احتیاط از حشو و لغو در این قدر بر طبع سلیم
آن سعادت مند بخوبی جلوہ گر خواهد گردید۔ و چون درین وادی قدم نہادہ اند باید کہ چندے محنت
کنند و کتابہائے اصول این فن بمطالعہ در آرنند و اگر کدامی دیوان اساتذہ نرد و آنغزیز باشد
سیران کنند تا قوت افزاید۔ و یاد آنغزیز باد کہ در عظیم آباد و وعدہ فرستادن رسالہ حضرت شاہ
کمال مقدس سرہ کردہ بودند آنرا چہ قدر ایام گذشت شاید از یاد رفت باز یاد دہی میسکتیم کہ

۱۲۲ حضرت شاہ کمال قدس سرہ دپورہ کے رہنے والے حضرت باقر کے بزرگوں میں تھے۔ بہت بڑے ادیب اور نہایت عالی پایہ
شاعر اور بہت بڑے صاحبِ بزرگی تھے۔ شیخ علی خیر کے ہم عصر تھے اور شیخ کے بنارس کے اقامت کے زمانہ میں ان سے بہت
دفعوں تک خط و کتابت رہی تھی اور شیخ جیسے شخص نے ان کی علمیت اور فارسی دانی اور شاعری کو تسلیم کیا تھا۔ ان کا نام شاہ کمال علی تھا اور
تھا آج کل خاص تھا۔

مشتاق آن مستم تا از کلام بزرگان خود خطی و فیضی برادرم از سعادت مندی آن عزیز بعید نیست که بعد
 برسم و بایده که آن رساله صاف صاف نوشته شده باشد تا کم کیفیت هم به تامل بخواند و پرچه
 اصلاحی هم فرستاده میشود اصلاح ازان بدریافت خواهد آمد و دیگر پرچه صاف کرده شده
 است در آن حرف مصرعهای اصلاحی بقلم آمده تا به تامل خوانده شود - و این دعا گو را
 مشتاق دیگر کلام خود دانند فقط زیاده دعا -

۱۴- جمادی الثانی (۱۳۱۶ هـ) از مقام آره محله ناطر گنج

خمسه مولو شاه مجیب الحق کمالی بر غزل حضرت مولو بابلی

(۱) مراد لیسیت که صدفتنها همین باشند	ذلیل کردم آشتنا همین باشد
(اصلاح) فغان ز دل که بر فتنها همین باشد	ز خود بودم آشتنا همین باشد
مگر ز نجات تنکایت مرا همین باشد	اسیر زلف بگشتم بلا همین باشد
(اصلاح) ز نجات خویش تنکایت مرا همین باشد

مرض عشق شدم ابتلا همین باشد

(۲) هزار شکر در خشنید نیک اختر من	ولے بصلح بر آمد چو آن بت پر فن
.....	(اصلاح) بسوسے من بخر امید آن بت پر فن
قدم بناز و تهنیت نهاد بر سر من	عبار مقدم او کرد دیده ام روشن
(اصلاح) قدم بناز و ادا نهاد بر سر من

ز کحل طور گو تو تیا همین باشد

(۳) بر آمدی ز پے قتل و گفته چه اد است کشیده تبر کین و گفته چه اد است

{ (اصلاح) تو از کرشمہ و ناز آنچه میکنی زیبات
نموده سرانحم و گفته چہ اداست
(اصلاح) غرض بر آنچه بمن میکنی روا بجاست

فدائے ناز تو جانم ادا ہمیں باشد

{ (۴) بتبیت کج کلہ و شوخ چشم و طرارے
(اصلاح) نگار ماست عجب شوخ و شنگ و طرارے
پنے نظارے جمالش جو گفته شد بارے
(اصلاح) اپنے نظارے رویش جو گفتش بارے

برائے سچورنے رونما ہمیں باشد

(لے نظارہ میں اضافت ساقط ہے)

{ (۵) فغان کبوه و بیابان کردن عاشق
(اصلاح) از دن ز خنجر بیدار کردن عاشق
بناگ سر زدن جیف مردن عاشق
(اصلاح) ز خانه جاپس دیوار کردن عاشق

طریق مہر و شعلار و فاقا ہمیں باشد

{ (۶) سزا است شہرگ جانز ابریدن و مرد
جمال روے تو اے جان دیدن و مرد
(اصلاح) جمال صورت جانانہ دیدن و مرد

عروج رتبہ اہل وفا ہمیں باشد

(۱) ایجاں میں نون ظاہر ہے اعلان نون جاز نہیں دوسرے یہ کہ آپ نے آخر مصرع میں مشتوق کو مخاطب کیا ہے اور اول مصرع میں مثبت ہے دونوں مصرعوں میں تباہی ہوتا ہے)

{ (۷) زرد و ہجر تو جان برب است ہاں نگہ بیا و بہ بین کہ شکستہ دلیم خستہ جگر
 (اصلاح) نگاہ کن کہ شکستہ دل است خستہ جگر
 توجہ ز کرم بر کمالی مضطر زناز باقر دستہ را بکش در
 (اصلاح) شدہ است ہجو کمالی بس عاجز و مضطر
 چہ شکستن دل مومیا بہین باشد }

(۱) سئلہ ان تین معرور کا قائل اپنا حال بیان کرتا ہے اور اس شعر کا قائل اپنی غرضِ جسم میں مصرعِ تصنیف کو اصل

کے ساتھ موافق و چسپاں ہونا چاہیے اس واسطے اس قاعدہ کی بنا پر ترمیم کیا گیا)

شعر فہمی - سخن رسی - سخن شناسی

شاعری اور شعر گوئی کو فطری مناسبت کے علاوہ اکتساب کی بھی محتاجی ہے جب تک زبان کی لغات اور محاورات پر بدرجہ کمال عبور اور دسترس نہ ہو اور صرف و نحو عروض و قوافی اور بلاغت و معانی کے اصول و قواعد سے واقفیت تامہ حاصل نہ ہوئی ہو اور مدت دراز تک مشقِ سخن نہ کی گئی ہو شعر گوئی اور شاعری نہیں سیکھتی لیکن شعر فہمی - سخن رسی اور سخن شناسی کا دار و مدار زیادہ تر وجدانِ صحیح اور ذوقِ سلیقہ پر ہے فطری صفتیں ہیں اور مبدعہ قیاس نے ان صفات سے بہت کم لوگوں کو مستفیض کیا ہے ان کم لوگوں میں ایک حضرت باقر بھی تھے۔ اچھے اشعار کی جانب ان کی توجہ فوراً منعطف ہو جاتی تھی اور لطیف اور پرائز اشعار کا ان پر بہت گہرا اثر ہوا کرتا تھا۔ مشکل سے مشکل اشعار کے مطالب ان کے ذہن میں فوراً آجاتے تھے اور معانی و مطالب کو نہایت صاف اور دلکش طریقہ پر بیان فرما کر دلنشین کر دیا کرتے تھے۔

حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہ مجھ سے فرماتے تھے کہ ایک بار حضرت باقر کے سامنے ایک شخص نے یہ شعر پڑھا۔

مجلس وعظ نوتا دیر رہے گی غالب پاس ہی منجانہ ہے پیکر کے ابھی آتے ہیں
اس شعر میں حضرت غالب کا نام سنکر وہ نہایت متعجب ہوئے اور بار بار پوچھا کہ کیا یہ
شعر واقعی غالب کا ہے۔ آخر خاموش ہو رہے مگر اوس سے نہ رہا گیا اور اسی روز حضرت غالب
کی خدمت میں خط لکھ کر واقعہ بیان کیا اور پوچھا کہ آیا شعر واقعی او نہیں کا ہے۔ حضرت شاہ
ظہور الحق صاحب فرماتے تھے کہ حضرت غالب کا جواب لفظ بہ لفظ ابھی تک مجھے یاد ہے اور
وہ یہ تھا ”اگر یہ شعر میرا ہو مجھ پر ایک ہزار لعنت ورنہ جس نے اس کو بغلط میری جانب
منسوب کیا ہے اوس پر دس ہزار لعنت۔ مجھے کیا شامت آئی تھی کہ پاس ہی منجانہ ہوتے
ہوئے مجلس وعظ میں جا کر بٹھیتا۔“ اس واقعہ سے ایک جانب حضرت باقر کے وجدان
صحیح کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کسی طرح باور نہ کر سکے کہ یہ شعر غالب کا ہو سکتا ہے دوسری جانب
حضرت غالب کی استادی کا کمال ملاحظہ کر دینی ہے کہ مذاق کے پیرایہ میں جواب دے کر
کس لطافت کے ساتھ اس شعر کے سقم اور رکاکت کو ظاہر کر دیا۔

حضرت باقر ایک روز شیخ علی خریں کا دیوان دیکھ رہے تھے اون کی ایک غزل کا
مقطع نظر سے گزرا۔

بلا مت گران خریں میگفت چہ کنم دل باختیار کسے است

اس شعر کے دوسرے مصرعہ پراونہوں نے سر ڈھین لیا۔ بہت دیر تک اوس کو
بار بار پڑھنے رہے اور بالآخر اسی وزن اور ردیف اور قافیہ میں خود ایک غزل لکھی جس کا
مقطع یہ ہے (دیوان باقر ردیف تا غزل ۱۱)۔

باقر ابن مصرفہ خزیم سوخت چہ کنم دل باختیار کسے است
 ایک روز میں آ رہ میں اپنے حجرہ میں بیٹھا حضرت خواجہ حافظ شیرازی کا دیوان دیکھ
 رہا تھا کہ حضرت باقر تشریف لائے اور کرسی پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ کوئی غزل پڑھ کر مجھے
 بھی سناؤ۔ اس وقت میرے پیش نظر جو غزل تھی اس کا مطلع یہ ہے۔

قتل این خستہ شمشیر تو رفت دیر نبود ورنہ ہیچ از دل بہر حم تو تقصیب نہ بود
 اس غزل کو میں پڑھتا گیا اور اس کے ہر شعر کی باریکویں کو وہ بیان کرتے گئے
 جس وقت میں نے مقطع پڑھا۔

آیتے بد ز عذاب اندہ حافظ بیتو کہ بر بچکپش حاجت تقصیر نبود
 اس شعر کو سن کر بے حد متاثر ہوئے تقریباً آدھے گھنٹہ تک اس کو بار بار پڑھتے رہے
 ایک روز میں حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا دیوان طیبات دیکھ رہا۔ حضرت باقر
 میرے حجرہ میں تشریف لائے اور بیٹھ گئے اور پوچھا کون کتاب پڑھ رہے ہو۔ میں نے
 عرض کیا کہ حضرت سعدی کا دیوان۔ فرمایا کوئی غزل پڑھ کر مجھے بھی سناؤ۔ میں نے ایک
 غزل کا مطلع پڑھا۔

مرو سینا بصر امیر می نیک بد عہدی کہ بے مامیروی

اس کے بعد جب میں نے دوسرا شعر پڑھا۔

کس بدین شوخی و رعنائی ز رفت خود چسبنی یا بعد امیر روی
 سنتے ہی بے اختیار ہو گئے۔ بار بار پڑھا آخر فرمایا کہ کاش اپنی تمام عمر میں
 جو کچھ کہا ہے حضرت شیخ سعدی لے لیتے اور اپنا یہ ایک شعر مجھے دیدیتے۔
 اہل بہار شمال و مغرب کے کونہ کو بھنڈا رکونہ کہتے ہیں اور عام خیال یہ ہے کہ برسوں

موسم میں شام کے وقت اس سمت سے جب ابراوٹھنا ہے تو تمام رات خوب برساتا رہتا ہے ایک مرتبہ یاد کرتے ہیں کہ برسات کا زمانہ اور بھادون کا مہینہ تھا۔ عصر کی نماز کے بعد آ رہ کے مکان کے صحن میں حضرت باقر بیٹھے تھے اور ان کے ملافتیوں میں چار پانچ اصحاب و بچے پاس تھے کہ بھنڈا رکونہ کی جانب سے نہایت تیرہ قنار ابر نمودار ہوا۔ سیاہ ابر میں سفید سفید نگلوں کا اوڑنا نہایت بھلا معلوم ہوتا ہے۔ حاضرین میں عرب شناہ نامی ایک صاحب تھا۔ حضرت باقر سے کہا کہ ”حضور ملاحظہ فرمائی اس سیاہ ابر میں سفید نگلوں کا اوڑنا کیسا بھلا معلوم ہو رہا ہے۔“ سب لوگ اوپر متوجہ ہو کر دیکھنے لگے۔ ایک صاحب نے ان سے پوچھا کہ ”حضور! بھنڈا رکونہ کو فارسی میں کیا کہتے ہیں۔“ فرمایا ”اس لفظ سے جو مفہوم لیا جاتا ہے اہل فارس کی اصطلاح میں اس کا مراد لفظ ”سمت“ یعنی ہے۔ چنانچہ حضرت سعدی کی ایک غزل ہے جس کا ہر شعر مطلع ہے اس کا ایک شعر یہ ہے

برق بیانی بحسب باد بہاری نجاست طاقت مجنون نماذخیمہ لیلی کجا است

اس شعر کو پڑھتے ہی اون کی حالت متغیر ہو گئی۔ آنکھیں سُرخ ہو گئیں اور چہرہ چمکنے لگا آخر تیباب ہو کر مسجد میں (جو اسی صحن کے ایک گوشہ میں تھی) جا کر بیٹھ گئے اور مغرب کے بعد تک کسی سے گفتگو نہ کر سکے۔ اس واقعہ سے اون کی وسعت نظر اور قوت حافظہ کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ایک روز ایک صاحب نے حضرت علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ حضرت شیخ سعدیؑ کو خواجہ حافظ میں غزل گوئی میں کون بڑے ہوئے تھے فرمایا کہ شیخ سعدیؑ اور امیر خسروؒ و بلیک غزل گوئی میں برابر کا درجہ رکھتے ہیں اور یہ دونوں بزرگ اس فن میں تمام متقدمین اور متاخرین شعرا سے بہت بالا نظر ہیں۔ دوسرے صاحب نے کہا کہ حضرت سعدیؑ کی

ایک غزل پر خواجہ حافظ نے خمسہ بھی لکھا ہے فرمایا کہ ہاں اور جس غزل پر خمسہ لکھا ہے اس کا مطلع یہ ہے ۔

گردست و پد نہرا رجبِ نم درپائے مبارکتِ فتانم
اس کو پڑھ کر ان کی حالت دگر گول ہو گئی آبدیدہ ہو گئے اور بار بار پڑھتے رہے
اور فرمایا کہ مبدر فیاض کا خاص فیض تھا جو سعدی کے قلم سے ایسے اشعار لکھوایا کرتا تھا۔
مولوی سید اقبال علی بجر مرحوم (جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) کے چھوٹے بھائی مولوی
سید خورشید علی مرحوم ایک روز پٹنہ میں حضرت باقر سے ملنے آئے۔ اثنائے گفتگو میں انہوں نے
کہا کہ غالب کے اردو دیوان میں بعض شعر ایسے ہیں جو بھل اور بے معنی ہیں اور جنہیں انہوں نے
غالباً مدہوشی کی حالت میں کہہ دیا ہوگا۔ فرمایا ایسا کوئی شعر ٹھیسے۔ انہوں نے یہ شعر پڑھا۔
دل خون شرہ کشمکشِ حسرت دیدار آئینہ بدستِ بت بدستِ حنا ہے
سکر پہلے تو اس شعر کی دیر تک تعریف کرتے رہے اس کے بعد اس کا مطلب
ایسے لطیف اور دلکش طریقہ پر بیان فرمایا کہ جتنے وہاں بیٹھے تھے نہایت مخلوط ہوئے۔
مجھے ان کے الفاظ جتنسہ یاد نہیں رہے لیکن جو کچھ انہوں نے بیان کیا اس کو میں اپنے
الفاظ میں ادا کرتا ہوں۔ فرمایا:۔

اسی مضمون کا فارسی کا ایک شعر ایک استاد کا ہے غالب کے شعر سے

اوس کا مضمون زیادہ صاف ہے اور اس کو سمجھنے کے بعد غالب کے
شعر کا مفہوم آسانی سے سمجھ میں آجائے گا۔ وہ شعر یہ ہے ۔

مرا جدائی اوسوختِ وقتِ شبنم خوش کہ در مشاہدہ آفتاب می سوزد
شاعروں کے تخیل میں شبنم آفتاب پر عاشق ہے جب آفتاب طلوع ہوتا ہے

اوس کی تمازت سے شبنم خشک ہو جاتی ہے گویا جل جاتی ہے شاعر کہتا ہے
 کہ ہم بھی جل گئے اور شبنم بھی جلی لیکن جلنے اور جلنے میں فرق دیکھئے کہ ہم موشوق
 کی جدائی اور فراق کی آگ میں جل گئے اور خوشا وقت شبنم کا کہ وہ اپنے معشوق
 کے عین مشاہدہ میں اوس کی تجلیات کی گرمی سے جلتی ہے۔ اسی قسم کے
 مضمون کو حضرت غالب نے اپنے شعر میں نہایت لطیف پیرایہ میں ادا کیا ہے۔
 قاعدہ ہے کہ کسی چیز پر چاروں جانب سے جب نہایت سخت دباؤ پڑتا ہے
 تو وہ چیر کھیل جاتی ہے۔ جنابھی پیکر خون کی طرح سُرخ رنگت پیدا کرتی ہے
 اور گوری رنگت کا آدمی جب شراب پیکر بدست ہو جاتا ہے تو اوس کا چہرہ
 بھی خون کی طرح سُرخ ہو جاتا ہے اوس وقت اگر وہ آئینہ ہاتھ میں لیکر دیکھے تو
 اوس کے چہرہ کی سُرخ رنگت سے عکس پذیر ہو کر گویا وہ بھی خائے سائیدہ
 کی طرح خون جیسا سُرخ ہو جاتا ہے۔ حضرت غالب فرماتے ہیں کہ معشوق کے
 فراق میں اوس کی دیدار کی حسرتوں کی یورش اور کشمکش سے عاشق کا دل
 کچل کر خون ہو گیا اس کے مقابلہ میں آئینہ کی خوش نصیبی دیکھئے کہ پسپا ہوئی
 خما کی طرح خون جیسا ہوا تو وہ بھی لیکن اوس کو یہ حالت معشوق بدست کے
 ہاتھ میں جا کر اوس کے عین دیدار میں اوس کے رخصار کے عکس سے
 نصیب ہوئی۔ عاشق کے دل کی یہ حالت فراق کی بدولت ہوئی اور
 آئینہ کی عین وصال اور مشاہدہ رخصار یا ر کی بدولت نیتان بینہا۔

حضرت باقر کی شاعری کی خصوصیات

کسی باکمال شاعر کی شاعری کی خصوصیات کا بیان کرنا آسان نہیں ہے خصوصاً

مجھ جیسے شخص کے لئے جس کو شعر کوئی سے کبھی تعلق نہیں رہا۔ تاہم جب تک حضرت باقر کی شاعری کی خصوصیتیں کم و بیش بیان نہ کی جائیں یہ مقالہ نامکمل رہ جائے گا اس لیے جہاں تک میرے فہم کی رسائی ہے کچھ عرض کئے دیتا ہوں۔

(۱) حضرت باقر کی شاعری کی ایک خصوصیت جو بہت نمایاں طور پر مجھے نظر آئی۔ اُون کے کلام کی جرتگی ہے۔ مجھے اُون کا جس قدر کلام مل سکا وہ سب کا سب بلا کم و کاست اس دیوان میں جمع کر دیا گیا ہے۔ اُون کے لکھے ہوئے یا لکھوائے ہوئے مسودوں میں عجیب بات دیکھی گئی کہ اُونہوں نے جو کچھ کہا اوسے فی البدیہہ اور بالکل برجستہ کہا اور لکھ لینے یا لکھو لینے کے بعد اُونہوں نے نظر ثانی یا غور مکر کے اپنے کلام میں (محدودے چند مصرعوں کے سوا) کہیں ردوبدل نہیں کیا۔ یہی منقبت میں اُوں کا ایک سوچا امتیاز کا قصبہ ہے اور ہمارا جہ تیا کی مدح میں ستر شعروں کا قصبہ کہہ کر مولوی سید اقبال علی بھڑکھا کو دیا تھا۔ دونوں کے ہر مسودے موجود ہیں۔ اُون میں کہیں ردوبدل نہیں ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ اُون کو وہ مسلسل لکھتے چلے گئے اور لکھ لینے کے بعد اُونہیں کسی شعر میں کسی ردوبدل کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ اعلیٰ حضرت حضور نظام آصف جاہ ساکبہ غفران مکان کی مدح میں ستر شعروں کا قصبہ فی البدیہہ لکھوایا اور عربی اور خریں کے قصبوں کے طرز پر پینتیس شعروں کا قصبہ فی البدیہہ لکھ کر اُون میں اُونہیں صرف ایک مصرعہ کو بدلنے کی ضرورت نظر آئی۔ اُون کے او آخر زمانہ کے کلام میں ایک مصرعہ میں بھی کوئی ردوبدل نظر نہیں آیا البتہ اُون کی قدیم بیاض میں جو غزلیں لکھی ہوئی ملیں اُون میں گنتی کے صرف بارہ مصرعے ایسے ملے جن میں اُونہوں نے کسی قدر تغیر و تبدل کیا اور اوس سے اُون کی لطافت کو بہت بڑھا دیا۔ نمونہ کے طور پر دو مصرعے نقل کئے جاتے ہیں۔

ردیف الف کی غزل نمبر ۶ کے دوسرے شعر کا پہلا مصرعہ لکھا تھا ”خار راہ تو بودم
از دست گل“۔ اس کو بدل کر ”زینت جیب و گریبانست چون گل خار رہنت“ لکھا۔

ردیف دال کی غزل نمبر ۲۳ کے چوتھے شعر کا پہلا مصرعہ لکھا تھا ”گداے کوے جانان
حاصل کوینن میدارد“۔ اس کو بدل کر لکھا ”گداے کوے جانان شو کہ کام دو جہاں یابی“
(۲) شاعری میں اہل زبان کے لغات محاورات اور اصطلاحات کی پابندی لازمی

ہے ورنہ شاعری پھرسی ہو کر رہ جاتی ہے۔ ہندوستان کے بہترے فارسی گو شعرا سے
لغز نشیں ہو گئیں اور ایرانی محاورات کے بجائے فارسی زبان کے لباس میں اوج
قلم سے ہندی محاورات نکل گئے ہیں۔ مثلاً جہاں اہل زبان ”طالع“ کا لفظ لکھتے ہیں۔

(۳) کوکب بخت مرا ہیچ منجم شناخت۔ یارب از ما دگر گیتی بچہ طالع زادم۔ حافظ (بعض
ہندی نثراد شعرا کے ہلکے ”ساعت“ لکھ گئے ہیں اس لیے کہ اس ملک میں لوگوں کے
زبان زد ہی لفظ ہے۔ مثلاً ”ساعت دکھو“۔ ”یہ بچہ کس ساعت میں پیدا ہوا“ یا مثلاً ایک

شخص نے بجائے ”بے سبب“ کے ہل لفظ ”غیر سبب“ لکھ دیا ہے (۳) ہر دم آزدگی غیر
راچہ علاج) ایسی لغز نشوں پر اہل ایران ہنسا کرتے ہیں۔ شیخ علی حزیں کے متعلق مشہور ہے
کہ جب کبھی کسی شعر میں اہل ایران کے محاورہ کے خلاف کوئی لفظ سنتے تھے بیباختہ کہہ دیا کرتے

تھے ”بوے ہندی می آید“۔ اسی قسم کی لغز نشوں اور فرورگذاشتوں کے باعث حضرت غالب
ہندی نثراد فارسی گو شعرا میں حضرت امیر خسرو اور حضرت حسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہما کے سوا
کسی کی شاعری کے معتقد نہیں ہوئے۔ تنوی ”باد مخالف“ میں جہاں اپنے قول کی تائید میں

مرزا عبد القادر بیدل کو سند میں پیش کیا ہے وہاں بھی یہ کہتے سے باز نہیں آئے۔
گرچہ بیدل ز اہل ایران نیست لیکہ همچون فتیل نادان نیست

خلاصہ یہ ہے کہ فارسی زبان میں اگر شاعری کیجائے تو اہل فارس ہی کے لغات محاورات اور اصطلاحات کی پابندی کرنی چاہیے۔ اہل زبان کے محاورات کے خلاف ہندی محاورات کو فارسی کا جامہ پہنا کر شعر میں لانا شعر کو مبتذل اور تباہ کر دینا ہے۔ حضرت باقر کی شاعری کی یہ نہایت ممتاز خصوصیت ہے کہ ان کا دیوان اول سے آخر تک پڑھ جائے ایک جگہ بھی ایسا محاورہ نہیں ملے گا جو اہل انہوں میں مستعمل نہ ہو یا جس میں ہندیت پائی جاتی ہو۔ اون کی زبان تمام تر اہل انہوں ہی کی زبان معلوم ہوتی ہے اور ان کا کلام اساتذہ (مثلاً نظیری عرفی۔ صائب۔ خربس) کے کلام کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔

(۳) تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اون کا کلام ہر قسم کے خشو و زواید سے بالکل پاک ہے اور پیش پانفادہ مضمون اون کے اشعار میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ ان عیوب کی جانب اونی بہت خیال رہا کرتا تھا چنانچہ مولوی شاہ عبدالغزنی صاحب آزاد کو اون کی ایک غزل اصلاح دیکر جس خط کے ساتھ واپس کی تھی (یہ خط نقل کیا جا چکا ہے) اوس میں ان معایب کی جانب اونی خاص طور پر متوجہ کیا تھا۔ خود بھی اپنے کلام کے متعلق فرمایا ہے۔

باقرہ کلام نبود خشو و زواید در گلشن مارہ نبود خار و خنجر را

پیش پانفادہ مضمون نہ بند و طبع من کے سر صید چین صید است شہناز مرا

(۲) چوتھی خصوصیت ہر صنف شعر پر اون کی قادر الکلامی ہے۔ اون کی کوئی شاعری

مجھے نہیں ملی۔ تصابید اور غزلوں اور قطعات کے علاوہ چار رباعیاں اور دو مخمس دیوان میں شریک ہیں۔ ان سب کو بغور دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ جس بے بھگنی سے وہ غزل گوئی پر قادر تھے اسی طرح وہ تمام اصناف کلام کے کہنے پر قدرت تامہ رکھتے تھے۔ اور اون کے شرمضامین سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شرنکاری میں بھی وہ ویسے ہی قادر الکلام تھے۔

(۵) حضرت باقر کے شباب اور اوائل جوانی کے وقت کا کوئی کلام مجھے نہیں ملا۔ دیوان میں جس قدر شریک ہے وہ اون کے واسطے اور آخر عمر کا کلام ہے۔ اون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جوانی ہی کے زمانہ میں اون کے کلام میں تنگی آگئی تھی اس لئے کہ وسط عمر اور آخر عمر کے کلاموں میں بہت ہی کم فرق محسوس ہوتا ہے۔

(۶) چھٹیں خصوصیت اون کے اشعار کی فصاحت بلاغت سلاست روانی اور صفا ہے۔ اون کے اشعار میں اغلاق کہیں نہیں ہے اور شاعری کے ساتھ جلی نسبت ہونے کے باعث اون کے تمام اصناف کلام میں آمد ہی آمد نظر آتی ہے اور آورد اور تصنیع کا کہیں شبابہ تک نہیں پایا جاتا۔ ایک شعر میں اونہوں نے خود فرمایا ہے

بود بے نطق طبعی فصاحتِ طبعم وگرنہ طبع ہر اذوق خود نمائی نیست

(۷) اون کا کلام نہایت شیریں ہے اور اوس میں نہایت درجہ خیرالت اور ممانت پائی جاتی ہے۔ اوس کے علاوہ اون کے جلی عشق و محبت کی بدولت اون کی غزلیں درد سے مملو اور تاثیر سے بھر پوری پائی جاتی ہیں۔

شاعری اور زبان دانی میں اپنے بحال کا اعتراف اور اشعار کے فصاحت اور بلاغت انہما حضرت باقر نے شاعرانہ طرز پر کہیں کہیں خود بھی کیا ہے۔ میں سات شعر اس موقع پر نقل کرتا ہوں

سخن آبدار تو بات	در نظر قیمت گہر شکست
ہر کس کہ شنید شعر من گفت	این کس چه فصیح و خوش بیان است
نباشد دل چسان مشتاق اشعارِ خوشنت باقر	کہ شیرین کام جان زین شیوہ گفتاری گر
بزیر خاک بختی وزندہ بات	کہ ذکر خیر کلام تو جابجا باقیست

در ہند نہ تہا شدہ ام شہرہ آفاق در ناحیہ ملک عجم غلغلہ ما
ہست در ہند اگر شہرت نظم عجب اصفہان پر شدہ از شور خندانیا ما
گوئی رشک نظیری و فغانی در سخن باقر جزاک اللہ چہ ایران کردہ ہندوستانا

یہ اشعار شاعرانہ تعلی پر محمول کئے جاسکتے ہیں لیکن فی نفس الامر وہ حقیقت حال کا اظہار کرنے ہیں۔ شاعر کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ اوس کے کلام کی فصاحت۔ بلاغت اور لطافت اور اوسکی قادر الکلامی اور کمال زبان دانی کا اعتراف نہ صرف ہندوستان کے فارسی گو اکا۔ شعرا اور اہل ذوق کو ہے بلکہ ایرانیوں اور اصفہانیوں کو بھی اور اُن کی زبان دانی اور شاعری کا معترف ہونا پڑا گو یا ان لوگوں کے اعتراف کرنے سے اُن کی شہرت ایران اور اصفہان تک پہنچ گئی۔

حضرت باقر کو اہل عمر سے ایرانیوں سے ملنے کا شوق تھا۔ فارسی زبان دانی اور ان لوگوں کی صحبت کی بدولت انہوں نے فارسی زبان میں گفتگو کرنے میں اس قدر جہارت پیدا کر لی تھی کہ جب کسی ایرانی سے وہ باتیں کرتے تھے تو اُن کے لب و لہجہ اور بات چیت سے یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ ایک فصیح اللسان ایرانی باتیں کر رہا ہے۔ اُن کے آہ میں قیام کے زمانہ میں نجارت پیشہ ایرانیوں کی آمد و رفت بہت رہا کرتی تھی بعض وقت نہایت باحکام ادیب اور شاعر بھی آجاتے تھے۔ مسافروں کے قیام کی جگہ صرف قدیم شاہی سرہانہ تھی جو حضرت باقر کے مکان سے بہت قریب تھی اس لئے اُن لوگوں کو ان سے راہ و رسم پیدا کر لینے کا بہت جلد موقع مل جاتا تھا۔ میں نے شمس العلماء نواب ادا و امام بہادر مرحوم سے اور خود حضرت باقر سے اور اُن کے تین چار دوستوں سے بھی سنا ہے کہ یہ لوگ جب اُن کی گفتگو اور اُن کا کلام سنتے تھے نہایت حیران رہ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شیرازی آئے جو حضرت شیخ سعدی

علیہ الرحمہ کے اولاد میں تھے آدمی نہایت ذی علم اور فصیح اللسان تھے اور بہت اچھے شاعر بھی تھے۔ حضرت باقر کی گفتگو اور ان کا کلام سنکر انہیں ان کے ہندی ہونے میں شبہ ہو گیا اور چند روز تک انہیں اصغر ہانی الاصل ہی سمجھتے رہے۔

اساتذہ کے ساتھ اپنے کلام کی مناسبت کا اظہار حضرت باقر نے مرقمۃ الذیل اشعار

میں کیا ہے۔

تا شنود شیفتہ طرز غزل خوانی ما
منم قنادہ درین جاز بہر بان تنہا
ہر کلامے چون کلام سعدی و خاقانی است
نصاحتے کہ بہ انداز این سخن پیدا است
طوطی ہند ہم زبان من است
یک شعر چو اشعار تو موزون نتوانم کرد
باقر اشعار خوشست از شعر سلمان شد لذیند

نہ خزین ماند نہ عرفی نہ نظیری باقر
کجاست عرفی و صائب کجا کلیم و خزینا
باقر از کلک گہر نیرت نہ تنہا این غزل
بشعر عرفی و صائب نیکنم باقر
ہمنوا ہم بہ بلس شیراز
میکفت خزین باقر با عجز و ادب بامن
کے خزین پیشیت زند ہم چہ جائے عرفی است

ان اشعار میں بھی شاعرانہ تغلی معلوم ہوتی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اکابر شعرا (مثلاً نظیری، عرفی، صائب، کلیم، خزین اور غالب) نے متقدم شاعروں کی غزلوں اور قصاید کے طرز پر غزلیں اور قصیدے کہہ کر طبع آزمائیاں کی ہیں۔ حضرت باقر بھی ان بزرگوں کے طریقہ پر چلے ہیں اور اساتذہ کی غزلوں کے طرز پر غزلیں کہی ہیں۔ ان اشعار میں انہوں نے یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ ”ہم نے نتیجہ کو اوس درجہ کمال تک پہنچا دیا کہ اگر یہ اساتذہ موجود ہوتے اور ہمارا کلام سنتے تو اوس کی قدر کرتے اور داد دیتے“۔ انہیں یہ بھی محسوس ہوتا ہو گا کہ اساتذہ کے بعض کلام سے ان کا بعض کلام واقعی بڑھ گیا ہے۔ مبد و فیاض کا فیض

بند نہیں ہو لیتے اور بہت ممکن ہے بلکہ کبھی کبھی دیکھنے میں بھی آیا کرتا ہے کہ متاخرین میں ایک شخص ایسا پیدا ہو جاتا ہے جو اکثر متقدمین سے بڑھ جاتا ہے۔
فیض روح القدس ارباز مدد فرماید دیگر ان نیز کنند آنچه میسحا میکرد
بابا بحال خجندی۔ بابا فغانی اور حاجی محمد جان قدسی کی ایک ایک غزل کے طرز پر
حضرت باقر کی بھی ایک ایک غزل اون کے دیوان میں ہے۔ سعدی، ظہوری اور عرفی کی
دو تین غزلوں کے طرز پر اون کی دو تین غزلیں ہیں۔ حافظ، ظہری، صائب خریں اور غائب
کی غزلوں کے طرز پر اون کی متعدد غزلیں ہیں۔ ان سب کی صراحت میں بہت طوالت ہو جا
اس لئے صرف دو غزلوں کے مطلع کے اشعار کو پیش کرتا ہوں۔

حضرت سعدی علیہ الرحمہ کی ایک غزل ہے جس کا مطلع ہے
شبِ فراق چہ داند کہ تا سحر حین است مگر کسے کہ نبردان عشق در بند است
اس غزل پر ظہوری نے ایک غزل کہی ہے جس کا مطلع ہے
بعشق قابل دیوانگی خرد مند است بیزر حبلہ کہ آزاد مرد این بند است
غالب نے اس طرز پر غزل کہی ہے جس کا مطلع ہے
چو صبح من ز سیاہی بنام مانند است چہ گوئیم کہ ز شب چند رفت یا چند است
حضرت باقر نے بھی ان غزلوں کے تتبع میں ایک غزل کہی ہے جس کا مطلع ہے۔

(روایف تا غزل نمبر ۳۷) ۵

دلم بقتل زد دست تو آرزو مند است بہ تیغ عشوہ و تیر نگاہ سوگند است
ظہری کی ایک غزل کا مطلع ہے
نظر بہ ظاہر و صیاد در خفا خفت است اجل رسیدہ چہ داند بلا کجا خفت است

۱۶۰
 غالب نے اس طرز پر غزل کہی ہے جس کا مطلع مشہور ہے ۵
 بوادی کہ دران خضر راعصا خفتست بسینہ می سپم راہ گر چہ پا خفتست
 حضرت باقر نے بھی اسی طرز پر طبع آزمائی کی ہے اور غزل کہی ہے (ردیف تا

غزل نمبر ۲۲) جس کا مطلع ہے ۵
 بنجواب ناز کہ آن شوخ مہ لقا خفتست بچشم بینش حق جلوہ خد خفتست
 دل تو یہ چاہتا تھا کہ ان اساتذہ کی جن جن غزلوں کے طرز پر حضرت باقر نے غزلیں
 لکھی ہیں او ان میں سے کم از کم ایک ایک غزل کو بالمقابل لکھنا اور یہ دکھانا کہ انہوں نے ان
 بزرگوں کے متبع کا حق کس حد تک ادا کیا لیکن اول تو یہ مقالہ بہت طویل ہو چکا ہے۔ دوسرے
 یہ زمانہ فارسی شناعری کی عام کساد بازاری کا ہے اور ایسی تحقیقات سے عموماً طبع کو بچھا
 باقی نہیں رہتا اس لئے اس سے قطع نظر کرنا ہوں۔

متاخرین شعرا میں نظیری اس قدر بلند مرتبہ ہیں کہ صایب جیسے شاعر نے ان کے

متعلق کہا ہے ۵

صایب چہ مجال است شوی پہچونظیری عرنی بہ نظیری نر ساین سخن را
 یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ متاخرین شعرا متقدمین کی چیدہ چیدہ اور منتخب غزلوں ہی
 پر طبع آزمائیاں کیا کرتے ہیں اس لئے متاخرین کو اپنا کلام متقدمین کے کلام تک پہنچانا
 آسان کام نہیں ہے۔ اس تمہید کے بعد حضرت باقر کی ایک غزل کو نظیری کی ایک غزل کے
 بالمقابل لکھ دیتا ہوں اور اس امر کا فیصلہ کہ حضرت باقر نے متبع کو کہا تک پہنچایا یا ناظرین کو

کے وجدان اور ذوق سلیم پر چھوڑ دیتا ہوں۔

۱۔ بار دیرینہ مرا از نظر انداخت درینغ
 ۱۔ راز دیرینہ ترخ پردہ بر انداخت درینغ
 از وفا ناخت عنان و بجا خست درینغ
 حال ماشہرہ بانشتاے غزل ساخت درینغ

حضرت باقر کی شاعری

- ۲۔ عشق ازان روز کہ آتش بہ بنیستم زد
 بہ پیامیم دل سوخته نخواست دیرغ
 ۳۔ جو پہر بنیش من در تہہ زنگار بماند
 آنکہ آئینہ من ساخت نخواست دیرغ
 ۴۔ گیمیا کر کہ مس جملہ از وزر گر گردید
 قلب مار از داکسیر چو یکدخت دیرغ
 ۵۔ عقل تا پیر نشد حسن شہادت نشانت
 دیر بر معرکہ عشق دلم نخواست دیرغ
 ۶۔ پے سکند رلب چشمہ حیوان آورد
 خیمہ بر لب آن چشمہ نخواست دیرغ
 ۷۔ ششج بیچارگی کھلک تھن میگفتم
 شاہ غیرت بستم تیغ غضب آخت دیرغ
 ۸۔ کعبتین مہ و خور مایہ عسرم ہر دند
 چرخ کج باز من نرد و فاباخت دیرغ
 ۹۔ تو لطیفی ز فلک آمدہ بودی چو مسج
 باز پس رفتی دکن قدر تو نشانت دیرغ
 حضرت باقر کے دیوان سے تھوڑے اشعار انتخاب کر کے نقل کرتا ہوں اور اس مقالہ

- ۲۔ راز عشق تو بدل بود نہان ہچو شہر
 اشک غماز مگر پرودہ بر انداخت دیرغ
 ۳۔ زخمی نیز نگاہ تو نگشتم گاہ ہے
 بر سرم دست قضایع اجل آخت دیرغ
 ۴۔ مایہ عیش و نشاط دو جہان رفت ببا
 لشکر غم طرف کشور دل تاخت دیرغ
 ۵۔ عقل بیچارہ نہان بود پس پرودہ ہنوز
 عشق سفاک بجایہا علم افزاخت دیرغ
 ۶۔ ساخت باغیر و برید از من و پیمان
 با من آن جان جہان نرد و فاباخت دیرغ
 ۷۔ در جزمیش چو بنا گاہ رسیدم باقر
 حالت زار نیز رسید و نہ نشانت دیرغ

کو ختم کرتا ہوں۔

رازیکہ مراد بل نہان است

از سینہ زلاغری عیان است

زعم خضر دراز است گرچه زلف دراز
 بود شیرین بزرگب جان شیرین
 گره از کاگل مشکین کشادی
 مویشکاف نکتۀ زلفت بود او راق شام
 ساتقی و شراب و گلشن و گل
 بیصرف بود و لا کشیدن
 تماشا شایسته یقین باشد اگر در روز محشر هم
 آئے و آئے که بیار غم عشق تو از جان
 بیصرف بخور که تسبیح با ده
 با تیر تو مگر مرید عشقی
 سوخت خونم زلف عشق بد انسان که مرا
 فتنه و آشوب و طوفان بلا
 اسیر زلف تو گشتم بلا همین باشد
 بکوی دوست چو بسمل طپیدن و مردن
 عشق است به گلستان عالم
 کس ترانست و راسایه دیوار کجاست
 هست سلطانی کونین بدست محمود
 چنان طوفان نمود اشکم که گردید
 دل به تدبیر منید آبروی عشق مرید

درازی شب بهران زلف ده چند است
 چه زهر عشق جانان خوشگوار است
 دل مسکین دران دام بلا رفت
 حل منن عارضت میگردد از تفسیر صبح
 بے روی نگار خوش نباشد
 آئے که دروا اثر نباشد
 بکام تلخی بهران چو وصلش خوشگو ار افتد
 میرفت و ز حسرت نگه سوسه تو میگردد
 خون دل مت حلال باشد
 طرز سخن تو دال باشد
 تار های رگ جان گشته چو ز نار سفید
 سرمه ساد چشم جانان میخندند
 مریض عشق شد م ابتلا همین باشد
 عروج رتبه اهل وفا همین باشد
 نخله که درو ثمر نباشد
 کیست آئین که برد راه بخت و گمگنه ناز
 گر رسد یک نفس در کف او زلف ایاز
 در و دیوار دیوار و در و دیوار
 تیشه بر زخم فرن در و به درمان مفروش

دلِ دینی بچوش آمد بشوق کوچہ جانان
از تو نشوم جدا و لیکن
رہ بگوے یار بردن از تقصامت نشد
ز خونِ من کہ لے قاتل نگارین کردہ پارا
چنان از ناتوانیہا بے عشقش بے نشان گتم
بر کشمگان خویش چو بگذشتہ بناز
کو تاہ کنم دامنِ صحرائے طلب را
گردست دید سلسلہ زلف دراز

زمین اے دوستان غشے کہ دامنِ مہمان گتم
روزیکہ کنند در زمینم
دست و پا ہر چند چون سہل درین سودا زوم
ز غیرت آب شد در سینہ خونِ صد شہیدان
کہ مرگ از کتاب اعمال میرسد سبغِ من
روحی فدای از تن بجایان برآمدہ
گردست دید سلسلہ زلف دراز

اس دیوان کو جس زمانہ میں میں ترتیب دے رہا تھا مجھے پٹنہ اور گیا جانے کا اتفاق ہوا۔ ۲۰۔ ہری قعدہ ۱۳۵۰ھ (۲۸ مارچ ۱۹۳۲ء) کو آجنگہ جا کر میں شمس العلماء نواب سید ادا امام بہادر اثر مرحوم سے ملا۔ اثنائے گفتگو میں اس دیوان کی تدوین کا ذکر آیا وہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مکمل کر کے مسودہ میرے پاس بھیج دو میں تقریظ اور قریب لکھ دوں گا۔ ۲۵۔ ہرجادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ (۲۷ ستمبر ۱۹۳۲ء) کو میں نے دیوان کا مسودہ برادر مخان بہادر مولوی سید عبدالصمد صاحب کے پاس حیدرآباد سے بھیج دیا اور اوہوں نے آجنگہ جا کر شمس العلماء مرحوم کو دیدیا لیکن انیسویں کہ ایک ہی ماہ کے اندر اون کے فرزند کبیر فخر قوم نواب موبد الملک سر سید علی امام کے بیٹے، اس آئی کا یکایک انتقال ہو گیا۔ خان بہادر سید عبدالصمد صاحب جب شمس العلماء مرحوم کے پاس تغیرت کے لئے گئے اونہوں نے فرمایا کہ دیوان کو اول سے آخر تک میں نے دیکھ لیا تھا اور تقریظ لکھنی شروع ہی کرنا چاہتا تھا کہ یکایک یہ حادثہ پیش آیا اب دل دماغ

دونوں بیکار ہو چکے اور مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ فرما کر دیوان کو واپس کر دیا۔

میں بیان کر چکا ہوں کہ حضرت باقر کے جس قدر اشعار مجھے ملے سب کو میں نے دیوان میں شریک کر دیا ہے۔ اصل مسودوں میں بعض جگہ کاغذ ضایع ہو گیا تھا یا الفاظ مٹ گئے تھے یا پڑھے نہیں جاسکے۔ ایسے تمام مقامات میں طباعت میں جگہ چھوڑ دی گئی ہے اور مسودوں میں جہاں جہاں الفاظ مشکوک نظر آئے طباعت میں ان الفاظ پر استفہام (?) کی علامت دیدی گئی ہے۔

لفظ 'جاناں' جہاں جہاں متادہی آیا ہے وہاں حضرت شاعر نے اپنے ہاتھ کی کتابت میں 'جانا' بستیقوٹ 'ن' لکھا ہے۔ طباعت میں اون کی کتابت کی اتباع کی گئی ہے۔ حیدرآباد میں اور دوسرے مقامات میں بھی مطابع کے کاتبوں نے کتابت میں حروف 'ن' اور 'ی' کو جہاں جہاں وہ مفرد آتے ہیں یا لفظوں کے آخر میں آتے ہیں لفظوں کا دینا چھوڑ دیا ہے۔ اس دیوان کی کتابت میں بھی مطبع نے زیادہ تریبی طریقہ اختیار کیا ہے۔

اضامفتیں جہاں جہاں بہ اشباع کسرہ ہیں وہاں کسرہ دیدیا گیا ہے۔ دیوان کی طباعت میں تصحیح کی بہت کوشش کی گئی لیکن پھر بھی زیادہ ترمیمی سہولتوں کے باعث غلطیاں رہ گئیں۔ مطبوعہ دیوان کا ایک نسخہ میں نے عزیزم مولوی سید شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد کے پاس بھیج دیا تھا اوہوں نے غلط نامہ مرتب کرنے کی زحمت گوارا کی جس کو میں نے نظر ثانی کے بعد دیوان کے آخر میں شریک کر دیا ہے۔

میں نے اس مقالہ کی ابتدا جناب باری عز اسمہ و رفع ذکرہ و جلّ جلالہ

وعمر نوالہ کی حمد و ثنا سے کی اور ختم کرتا ہوں دعائے از دیاد عمر و دولت و اقبال
 و شمت و جاہ و جلال پر بادشاہ انجم سپاہ قیصرہ خدم خواقین چشم عرش رفعت قدرت
 ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی امیر المؤمنین امام المسلمین صحی الملت والدین
 قانع الاشرار و المفسدین سلطان الاعظم ملک الاکرم الذی بید اقتدارہ
 مقالید الزمان و بکف کفایتہ زمام مصالح نوع الانسان حاہی بلاد اللہ
 عن الجور و الطغیان ما حی آثار الظلم و العداوان خداوند جہاں قطب دائرہ نماں
 عدل گستر علم پرور سلطان العلوم سلطان ابن سلطان مظفر الملک و الممالک نظام الدولہ
 نظام الملک نواب سر میر عثمان علی خان بہادر فتح جنگ آصف جاہ سابع جی اسی
 اس، آئی، جی، اسی، بی متع اللہ العالمین بطول حیاتہ و بقاءہ و خلد ظلال
 خلافتہ و ابد علی العالمین انوار رافقہ کے جن کے عہد معدلت مہد میں اور دار الخلافت
 بلدہ و خندہ نبیاد حیدر آباد و کن صانہ اللہ عن الشرور و الفتن میں اس دیوان کی تدوین
 اور طباعت اور اشاعت کا میں نے شرف حاصل کیا۔

سید عطاء حسین

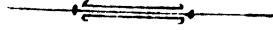
۱۰۔ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ رور پختونہ

محلہ سنگم پل حیدر آباد دکن

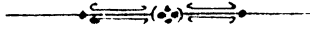
غلامہ مقدمہ دیوان باقر

صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	غلط	صحیح
۲	۱۳	حضرت	۴۶	۳	مایل
۳	۱۴	گازروں	۱۲	دولت پور	دولت پور
۴	۱۴	علماء	۴۹	۱۱	چار
۵	۱۱	۳۰۳	۱۷	۱۷	ہٹتی
۶	۱۰	بالگرامی	۵۰	۱۳	الترتیب
۷	۱۲	بالگرام	۵۲	۱	گزشت
۱۴	۱۶	اولیاء	۱۱	۱۱	عشق
۱۵	۱	میمور	۵۶	۳	ابگله
۱۷	۲	اسی	۱۸	۱۸	اسی
۲۱	۵	محب اللہ	۶۷	۶	جمو اووان
۲۵	۱۸	اسی	۱۹	۱۹	اسی
۳۶	۱۵	السا	۷۴	۱۳	بہای
۳۸	۶	کو جانتے والے	۷۷	۷۷	سور ہو
۴۰	۲	بڑھو	۷۵	۱۶	ہوتی تھی
۷۷	۱۹	اسی	۷۸	۱۹	اجازنی

خطوط	خطوط	۱۲	۱۲۵	محاسوی	محاسوی	۱	۹۱
بیاض میں	بیاض سے میں	۱۳-۱۲	۱۲۹	ازدبور	ازدبور	۱	۹۶
مخالفت	مخالفت	۱۵	۱۳۳	رجا	رجا	۲	۹۹
اغصائے	اغصائے	۸	۱۴۲	میرا	مینرا	۱	۱۰۵
تبیر	تبیر	۱۸	۱۴۵	ضرورت	ضروریات	۱۹	۱۱۰
نظم	نظم	۲	۱۵۷	ضایع	صنائع	۱۷	۱۱۴
نوالہ	نوالہ	۱	۱۶۵	۱۲۷۵	۱۳۷۵	۶	۱۱۹



دیوان باقر



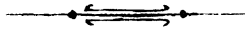
از افادات سلطان اقلیم سخنوری و سخندانِ شهنشاهِ مملکتِ فصاحت
و بلاغت و معانی سرآمد علمائے ربّانی و پیشواکے فضلاءکے ہدایت نشانی
بحر الشریعت مصباح الطریقیت امین الحقیقت زین المعرفت شہید المحبت
قدوة السالکین زبده العارفين صدر الواصلين فانی فی اللہ باقی باللہ کا

اسرارِ خفی و جلی

حضرت شاہ باقر علی

اچشتی القادری الفخبری الاصدقی المتخلص بہ باقر

قدس اللہ سرہ و نور اللہ مرقدہ





قصیدہ در مدح حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفين خواجہ قیام قیام الصّادق فی الحیثی القادری الفخّری قدس سرّہ العزیز

نمودہ بردل شیدا در تامل و
 بخاطر ممتصور شد از حرام بلا
 رواج فسق و فجور است و زور مکرو و ریا
 ز زہد و ورع نشانے نہ نامے از تقوا
 چہ سنتے کہ نہ کفر است نزد اہل ہوا
 ز فرضہائے خدا گشتہ اند بے پروا
 کہ سوئے قبلہ نہ افتد اگر بلغند پیا
 بحال حضرت صوفی شوم چو دیدہ کش

بگوشہ نبشستم، سحر گہاں تنہا
 خیال فتنہ دوراں گشت در دل من
 ز روئے غور بیدیم کہ اندیز دوراں
 نماندہ است دریں روزگار پر آشوب
 چہ بدعتے ست کہ سنت منی شود نامش
 ادائے نافلہ و مستحب ہمہ یکسو
 چنان گریز نمایند از ادائے نماز
 نمودہ قطع نظر از عوام کالانعام

گویم از سرِ حسرت کہ آہ و او بیلا
 زاہلِ قبرِ نخواستہ جسمِ جاہتا ۱۰
 شمر وہ اندازوں تر ز فرضِ مائے خدا
 چہ بدعتے کہ نازند از رہِ سودا
 کنند سطحِ زمیں رشکِ جرمِ ہائے سما
 کنند روضہٴ اجدا و معبدِ ترسا
 برند سجدہ بہ پائینِ مروتِ شہدا ۱۵
 شوند نوحہ کنناں گرم بت پرستیہا
 کشیدہ تنگ بر آغوشِ خرقةٴ تقوا
 ز خواںِ نجشش یاراں شوند زلہٴ ربا
 چرا بہ صاحبِ زر میکشد دلِ والا
 کہ خضرِ وادی دیں اند حضرتِ علما ۲۰
 ز نفسِ قدسی انیساں ستونِ دیں برپا
 حصولِ پرورشِ نفسِ نے رضائے خدا
 بگفتم از سرِ حسرتِ بدلِ من شیدا
 نامذہ اند کنوں بر گزیدگانِ خدا
 کہ ہست تا بکند حلِ ز لطفِ مشکلمہا ۲۵

ز وضعِ حضرتِ ایشان است لرزہ بر اندام
 نمودہ گور پرستی تمام ملتِ خویش
 بحالِ خویش ادائے مراسمِ واعرا
 بگرد مروتِ والاے اولیاء اللہ
 ز شعلہ ہائے قنادیلِ ودود ہائے چراغ
 ز نغمہ ہائے نوبوقِ وار صدائے دل
 بگرد تربتِ پیراں طوافِ سائند
 بوانمانی حُبِ جنابِ آلِ رسول
 چہ لافہا تر نند از کرامتِ و اعجاز
 بکیش فقر توکل نمودہ ناظمِ صبح
 بدستِ اہلِ کرمِ گر نطفہ نہ دوختہ اند
 بحقِ شماں بے تعنت نہ لب تو ان کبش
 بود ز کوششِ ایناں فروغِ خانہٴ شرع
 ولے ز موعظتِ و پسندِ عبادِ اند
 پس از تصور این فتنہ و بلائے زماں
 زمانہ گشت تہی از نفوسِ پاکِ شراد
 بحضرتِ کہ کم عرضِ حالِ دلِ اے وائے

غریقِ لجنِ حیرتِ بدم کہ یک ناگاہ
 کہ اے بوادی فکر و خیال سرگردا
 بغفل و دانش و فرہنگ وضع و بنداری
 چراست با ہمہ فضل و کمال و وقت را
 ۳۰ ہفتہ اندبے برگزیدہ در آفاق
 بگویم از سرِ اخلاصت اے عزیز جہا
 محب خاص خدا حضرت قیامِ اصد
 گذشت پایہ قدرش ز کرسی اداک
 برو بھرت او حرف مدعا کن
 ۳۵ کنوں کہ سامعہ افروز گشت مژدہ غیب
 ز فرط شادی و بھجت چناں بالیدم
 ز جوش شدت مستی چناں ز خود ز فتم
 ز جوق جوق طربہا ز موج موج نشا
 سر تو گردوم و قرباں تو شوم اے بخت
 ۴۰ یکے ہزار ز شکر تومی نیارم گفت
 رسید نوبت آں کز دل نشا ط آگس
 امام قبلہ ارشاد و پیشواے طریق

سر و شغیب بگو شتم چنیں رساند ندا
 توئی بغمم علوم و رموز دیں بکیت
 نماندہ است بگیتی کسے نظیر ترا
 تو ہمت ہمہ پوچ و تخیلت بیجا
 کہ نیت ہیچ زمانے نہی ز فیض خدا
 بگوش جاں بشنوائیں نوید روح افزا
 کہ مثل او نبود کس زدوستان خدا
 فرودہ حد کمالش از حد احصا
 بخوان بوصف کمالش قصیدہ عزا
 زار جندی بخت بلند و نکر رسا
 کہ جسم خویش بدیدم محیط ارض و سما
 کہ خویش را بخود اندر نیافتم اصلا
 بزرگ بلبس شیدا شدیم نغمہ سرا
 ہزار طالع خضری کنسیم بر توفرا
 ز روئے خاک رساندی مرا بہ اوج علا
 کشم ترانہ در مدح آں شہ والا
 چہ راغ راہ ہدی اختہ سپہر علا

خلیلِ عهدِ کرمِ خضرِ وادیِ ایمان
 امیرِ ملکِ توکلِ شہنشاہِ تسلیم
 خدیوِ صدرِ نشینِ اربیکہٗ عظمت
 برِ حرمِ بچو ابوبکر و قہرِ بچو عظم
 چو آشنا بہ تکلمِ کند لبِ شیریں
 بچھنے کہ بود شمعِ عارضش روشن
 بسوئے خارقِ عاداتِ اگر شود مائل
 بجوشِ وجدِ و طربِ بہارِ سیدہٗ درتِ انقیاد
 ہوائے مدحِ شہنشاہِ برانِ کشد دمان
 چو بویے نغیخہٗ شود عطرِ بزمِ موجِ ہوا
 چینس کہ عطرِ فشانست بویے گلِ شاید
 ز ظاہرِ تو صفایافت باطنِ پرہیز
 بسے ز سرفرومِ لافہا ز ند منظور
 گذشت از سرِ کون و مکانِ بیکِ حوالاں
 بنخیلِ بندہٗ نازِ تو ہر سحرِ خورشید
 تمامِ خیلِ چشیندگانِ لذتِ عشق
 بنجرمِ نابلد از راہِ خصمِ راداند

کلیمِ طورِ حقیقتِ میحِ عصرا
 ہنرِ برہنہٗ صبرِ و نہنگِ بحرِ رضا
 مہِ سپہرِ جلالتِ شہِ فرشتہٗ لقا ۴۵
 بچود و بذل و شجاعتِ نظیرِ شیرِ خدا
 بہر سخنِ بہ بردرِ شکِ معجزِ عیسیٰ
 چہ سراغِ روزِ بودِ جوہِ دیدِ بیضا
 کند بچندہٗ عظمِ ریمِ راجیہ
 بارگاہِ حبیبِ خدا شبِ اسرا ۵۰
 کہ کلکِ شوقِ کند مطلعِ دگرِ انشا
 بہر زمینِ کہ گزاریِ قدمِ نسیمِ آسا
 شمیمِ نگہمتِ زلفِ تو از شمالِ صبا
 ز باطنِ تو جلا یافتِ طاہرِ تقویٰ
 بحضرتِ تو گمراہِ بہ بندِ از دعویٰ ۵۵
 ز بسکہ تیرِ جہانِ دی سمندِ سیرِ شہا
 بہ آستماںِ بلندتِ شود جبینِ قوسا
 ز خوانِ نعمتِ فیضِ تو اندرُ کہ ربا
 بوادی طلبتِ ہر کہ شد قدمِ فرسا

قبائے قادریت در برآمدہ زیب
 طفیل سایہ نعلین تو زطل ہما
 کجا شدے بجہاں مہر جلوہ گر بنیا
 بہر زمیں کہ خرامی شود چمن پیدا
 بحیثم دل نگر دسویں تو اگر اعلیٰ
 زب کہ بحر نوال تو بہت موج افشا
 مبدل است بشیر نیخی تلخی دریا
 ز ملک تا ملک تو رعیت غوغا
 ز زور بازوئے علمت ستوں دیں برپا
 فلک ز زلزلہ ارض آیدت درپا
 بچھہ ہائے طرقت شہنشاہ والا
 تو ی چو شمس میان نجوم جلوہ نما
 چنانکہ کسب کند نور مہر زہر سما
 بزنگ غنچہ کشائی دیکہ بیت قبا
 تفقد و کرم قطرہ را کند دیا
 بیک جھے شمار دوز جوش استغنا
 کہ بہت خانہ تہمت رشک مسجد اقصا

۶۰ کلاہِ چپت زہے خوش نمایت بر
 غلام در گہ والائے تست مستغنی
 اگر ز پر تو رویت نہ مقبتش گشتے
 ز فرق تا بقدم بکہ جلوہ سامانی
 ۶۵ بسان دیدہ انجسم شود ہمہ تن حشیم
 ز ساحل کرمت کس ز رفت تشنہ ہاں
 اگر لعاب ز غسل افگنی در آل آہنگ
 زارض تا بہ سما از تشرعت شورے
 ز کوششِ عملت ملک شرع آباد
 بذوق وجد درائی دیکہ پاکویاں
 ۷۰ بملک شرع تو ی قہر ماں عالیشان
 میان طائفہ حبسہ صوفیان جہاں
 تام اہل صفا مقبتس ز نور تو اند
 شود کشادہ بروئے جہاں در فردس
 کند توجہ و لطف تو ذرہ را خورشید
 ۷۵ گدائے عرصہ کوئے تو حاصل کونین
 باوج مرتبہ ہستی تو آں صلیماں سر

ہلاک جلوہ روئے خوش تو شمس و قمر
 چشیدے ارمزہ از چکیدہ لعلت
 گزشتہ طایر فکرم ز آشیانہ قدس
 کیم کہ حرفے ز وصف تو بر زبان انم
 چه ذرہ بتوان گفت مدحت خورشید
 مگر ہدیہ در خدمت تو آوردم
 قبول داشت سلیمان ز مور پائے ملخ
 چو گشت مہر خموشی کمال نادانی
 کلید فضل وہانت جو شش قلم
 بدوری تو بشوق زیارت قدمت
 ز فضلہائے خداوند دو جہاں دارم
 رسیدہ ام بجناب تو با ہزار امید
 ز پافادہ ام از دست گردش گردوں
 مفوض است بتو حل مشکلات جہاں
 گذشتہ است خدنگ حواشم از دل
 ز دست بخت گراں خواب خویش دل انگم
 بقلب صرفہ ریا آمدہ است نفس لعین

فدائے خوبی قد تو سد رہ و طوبی
 و گزشتہ سکندر بگرد آب بقا
 ز بس بہ اوج شنائے تو گشتہ بال کشا
 نہ من منم کہ بخوانم مدحیت شایا ۸۰
 چه قطرہ بتواند ستودن دریا
 محقر است مگر میں بضاعت مارا
 تو ہم اگر بہ پسندی چه کم شود شایا
 بہ نکتہ نصفت عالیت زبان مرا
 بالتماس رسانیدن مطالبہا ۸۵
 کجا است صبر کہ امر و زراکم فرودا
 امیدیک نظر لطف تو من شیدا
 بحال زار ز بونم تو بچہ و سنا
 تو دوستیگری ماکن شہار بہ خدا
 چه کم شود کہ کنی حل ز لطف مشکل ما ۹۰
 شکستہ است بیچارہ بکے کرب بلا
 منودہ خون جگر م طالع زبوں بچندا
 فتادہ است سرم آہ در کند ہوا

ہوئے فسق بجاں یافتہ است امتیلا
 فتادہ ام زاوا فرسے بعید و جدا
 نشد گہ در توفیق بر دل من و
 نکر و جلوہ زمانے بحبلہ دل ما
 ز چیرہ دستی نفس لئیم و او یلا
 کہ خضر راہ تو ان گشت جس تو یامو لا
 تو ناخدا کے من عنقریب شور بہر خدا
 بصفوہ طول ندادیم حرف مقصد را
 چہ حاجت است یہ پیش تو عرض مطلبها
 کہ ہست بندہ ناز تو با قمر شیدا
 بحضرتت چو گدایاں کم بجر ف دُعا
 بفرق غلاماں در گہ والا

بسوئے منکر و منہیت میل خاطر من
 ۹۵ زار کتاب منہای شغل ممنوعات
 ز عمر ہائے عزیزم بے گذشت و ہنوز
 عروس پردہ نشین اریکہ عصمت
 زیافتادہ نشانہائے کوشش علم
 بوادی طلب از رہ فتادہ ام بس دور
 ۱۰۰ بے نامند ہلاکم بو طے عیصا
 ازیں زیادہ بخوف ملال خاطر تو
 توفی کہ واقف اسرار راز ہائے دلی
 نگاہ ناز ز حاش شہا درین مدار
 خوش آں بود کہ کنوں اختتام عرض کلام
 ۱۰۵ ہمیشہ جلوہ وقت تو ظل گستر باد

ز صد مہ ہائے حوادث خدا نگہ دارد

جسم بندہ در گاہ تو خصوص مرا

قصیده

در فخر خود و منقبت آل اطهار سلام علیهم و صحاب کبار رضی الله عنہم و نیز خود مدح و ستایش فرماید
 من کیستم آن جوهر مرآت نظیسم
 ہمتائے من از فرض کنی فرض مجال است
 بر تارک فرہاد و شان تیشہ فولاد
 در چشم حقیقت طلبی چشمہ مہرم
 آنجا کہ بود نغمہ بے صوت سمیعم
 در دیدہ باطل صفت گرد و غبارم
 یوسف فط اند نظر عشق جو اغم
 از چشم بہانم ہمہ پوشیدہ چو غنفتا
 بر حسن رخ خویش گمہ والک و شیدا
 سلطان نجاتم بری از طاعت و تر
 بر عارض گل شبنم و در باغ صبیم
 با عشق و لآشوب ہمہ سوز و گدازم
 ہم فردم و ہم مطلق ہم جزوم و ہم کل
 در سلسلہ فقر و قنارت و مخنرم

۱
 کرد شعشعہ نور قدیم است خمیسم
 ممکن بدو عالم نبود شبہ و نظیسم
 بہر لب شیریں ایناں چشمہ شیریم
 در باد یہ تشنہ بی ابر مطیسم
 ۵
 آنجا کہ بود معنی بے لفظ بصیسم
 بر کاکل حق عالیہ مشک عبیسم
 یعقوب صفت در نگہ عاقلہ پیسم
 پیدا بدو عالم صفت ماہ منیسم
 در سلسلہ زلف بتاں گاہ اسیرم
 ۱۰
 از شوق جاناں فارغ و زخوف سعیسم
 آہنگ بزمناں صفتا صفیسم
 پیش رخ حسن آئینہ عکس پذیریم
 ہم جذر و بدجبرم و ہم بحر غدیریم
 بر مندجم خندہ ز ند نقش حصیسم

باعجز و ادب سجدہ برد پیش سریرم
 کر نبل و تن است بگو طرز صفیہم
 در محفل رندانہ صدائے ہم وزیرم
 خامش بدے لے کاش لب کلک بزم
 از خود خبرم نیست چگویم کہ خبرم
 تقدیر بزنجیر الم کرد اسیرم
 گر انوری عصر و گر رشک ظہیرم
 حلواست اگر قسمت و گرنان شغیرم
 لیکن ز قضا بودید سگونہ مصیرم
 پیوستہ با و ساختم چون شکر و شیرم
 در شیوہ مطلب طلبی کرد دلیرم
 از لطف نگاہی من لے رب تقدیرم
 گردان سببے خویش ازیں راه خطیرم
 پیدا است احد نظر از جملہ کثیرم
 مدلول و دلیل آمدہ مقصود خیرم
 در بارگہ آل نبی بندہ پییرم
 دانم کہ سگ در گہ صدیق و امیرم

۱۵ آں بادشہ عظمت و جاہم کہ مہر و نور
 آں طوطی خوش لہبہ ام از گلشن معنی
 در حلقہ آریاب صفا نعرہ یاہو
 تا چند توان گفت کہ من اینم و آنم
 اینہا ہمہ بشہر دم و از رونق حقیقت
 ۲۰ آزادیم از فن کہ خودم بودن اوار
 چون بخت یکامم ز سائیدہ حال
 راضی بر ضاگشتم و خرسند ز تقدیر
 ہر چند بود راست کہ از ماست کہ بر ماست
 ہاں نسبت ذات ست کہ با آن ہمہ دوری
 ۲۵ انعام عمیم تو بدریوگر عجبے
 دانندہ احوال نہانی و عیانے
 برگشتہ ام و گمشدہ در وادی عصیانے
 ہرگز نبود عمین تر ایچ و جوجے
 برہان وجود است احد رابخ احمد
 ۳۰ باعترت و اصحاب بود رونے نیام
 آگہ نیم از تفرقہ حاصل محمول

از دست برودل خبر ماطلع الشمس
هم مست کند ز فرمہ حنم غدیرم
پیراں جہاں زلہ بر خوان نوالش
مولاست علی بہت علی مرشد پویرم
فردوس بود بارگہ حضرت اصدق
یارب کہ بخاک در آں شاہ بمیرم

باقر نخذ پاک بجز اشک ندامت

باشد سیہ از نقش گنہ لوح صمیمم

۳۵

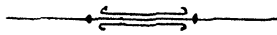
قصیدہ تمام

در مدح اعلیٰ حضرت غفران مکان نوابی محبوب علی بن ہادی آصف جاہ سادہ سن و شاد کن
نور اللہ معرفت ک

کہ از استماع رپورٹ انتظامات قحط (۱۷۱۸۱۹ مطابقتی سن ۱۹) و کیفیت صرف شدن زیادہ
از دو کروڑ روپیہ در پرورش رعایای سرکار نظام متاثر شدہ فی البدیہ فرمودند گزرتام نامند
فلک را کورسای ہا بقصر لامکان قدرت
علوئے منزلت نازم کہ اقبال کنند
چہ دارد وقتے سرہائے کی کاؤس و کنجیر
زہے تیکن و جاہ تو کہ تا نا شاہ عادل
بر پشت اشہب گردون غمان گبستہ گرتاز
چو در فوج عدو تا بدسروغ تیغ برانت
ز بہرش بس بود بوسد زمین آسمان قدرت
نشانیدہ ست در خاک زلت مؤشان قدرت
کہ یا نگذارد از تیکن بفرق فرقان قدرت
ز سر نگذاشت باقی در جہان نامون قدرت
کند او را کجا با مرکب خود ہمعنان قدرت
بر آرد از نہادشان فغان الامان قدرت

شہاں را شوکت و جہت بیجا گر کند منزل
 کند بالاسرِ خود را ز خیل خسروان قدر
 خلاند خار در دل دشمنت را غر و تکینت
 ہندم ہم بہ زخم کہنہ ریشِ دوستان قدر
 بود تا دور گردوں باد و ایم دولت و عمر
 بود تا دہر و سر بد باد یارب جاودان قدر
 ۱۰ بروں آمد ز بطنِ مادر گیتی دیریں عالم
 ہمہ شاہان عالم ز لہ بر وار تو بودند
 بیانِ مدح ذاتِ تو نہ کارِ چوں منے باشد
 شہا بر سفسرہ تعدی چون شد مہمان قدر
 بنامِ ملامت خود را کہ مداح تو ام شاہا
 کجا ایں بندہ عاجز کجا عظمت نشان قدر
 تعالی اللہ ہے شانے کہ آمدے شہ والا
 ز خاکِ پستیم برداشت سوئی آسمان قدر
 ۱۵ توئی فرمانروائے مالک ملک و نگین شاہا
 قضا را ہمسرو ہمدم قدر را ہمعنان قدر
 ترا دولتِ نفوسِ بادا و افزوں جہاں قدر
 بلجِ تو ز نادانی بسے رہ داد پستی
 کسے کز کوتاہ اندیشی بگوید آسمان قدر

نیشمنِ قدسیاں سازید ہر رفعتِ نشان
 بزرِ قصرِ گردوں افگند گر سائبان قدر





رَدیف الف

تعالیٰ شانہ رہ نیست در ذاتش چه و چوں را
 ہنوز آن لذت دستی است و جاتم بہ بیداری
 دلش را تا بدست آرم چہا ہدیبہ را کہ دم
 بغیر از جلوہ جانان نیاساید دل عاشق
 معینر گیسواں از دل اسیر دام گیسوش
 بروئے بوالہوس از عشق بازی مفرق
 بجمع مال و زر محسک پر نیسانی منیدانی
 بروں از سمعہ و عجب دریا شو خوش بر زنداں
 چنانم جوش و حشمت شد کہ کردم سیر گاہ خود
 چنان از بد و فطرت شد گریبان گیر عشق او

۱ | یابن نطق و بیان کس چوں ستاید شان چوں را
 کہ دادم بوسہا و خواب شب آں لعل مگوں را
 ندیدم بیچ تاثیرے کہ امی حسہ و افسوں را
 خدا خورسند گرداند مگرد لہائے محروں را
 صنوبر قامتیاں از جاں غلام آقی قد نوزوں را
 کہ آساں طے نمودن نیست این صحرائی پر خوں را
 کہ مال و زر چه بر جان بر خیت او ستاد تو قافوں را
 ۲ | بیازا ہد بخش اینجا شراب و بنگہ اقیوں را
 چو مجنون دامن صحرا و دشت و کوہ ہاموں را
 کہ در طفلی بخواند قصہ فر باد و مجنونوں را

حصول مدعاے دل کجا و من کجا باقر
کہ تیرا راست فرمودں ز فکرے سخت و اشرا

۲ دور از تو چه حال است برین تاب و تب ما
دورم ز دیار تو مگر سجدہ بسویت
پرورده در دیم ندایم اب و عم
جاگر و خیال رخت اندر جگر و دل
تا هست بهم جان و تن مان شود دور
این حسن دل افروز تو خود آفت جان بود
ہر چند شدم خستہ بس از سیلی انوال
دایم خیال رخ پر نور تو ہر روز
ویرانہ ام آباد شد از وصل تو صد شکر
از ما بفرق خودت احوال چه پرسی
گفتم کہ یکے بوسہ بفرمود کہ باقر

بیہودہ مزن حرف تیرس از غضب ما

۳ ہر دم غمت دیدم سراغ دگر مرا
ز ہر آب غصہ حصہ من گشت و جام غم
شوق لطف رہ گل باغ دگر مرا
ساتی چه حاجت است ایلیغ دگر مرا
شوقش عنان کشد سراغ دگر مرا
گرے ز کاروان نہ عیان گشت ہر نفس

فیض محبت است کہ از عرش برترم
این بادہ دادہ است و دماغِ دگر مرا

امشب ز شمعِ حارض او خانہ روشن است

باقر چہ احتیاجِ چراغِ دگر مرا

۴ ہو سَم نیتِ بادشانی ہا
من و در کوئے تو گدائی ہا
نار سائی طالعم بنگر
کہ بکویت نشد رسائی ہا
زا ہدامی نبوش بارندان
تا کجا زہد و پارسائی ہا
نیت جز خستگی و دلنوری
حاصل ربط و آشنائی ہا
میش از نیم جدا ز خود پسند
کہ ز حد شد فزون جدائی ہا

باقر از دست روزگار مرا

کو دماغِ غزل سرائی ہا

۵ روئے چون آئینہ ات مایہ حیرانی ما
طرہ ات نشانہ کش زلف پریشانی ما
زینت جیب و گریبان است چو گل خاثر
ہست خاکِ در تو صندل پیشانی ما
پارسائی چہ بود زہد و وسع یعنی چہ
سجدہ بارگہت ہست مسلمانی ما
ہر سحر چاک ز ند جیب و گریبان چہ کم
بنود دست جنوں را عنیم عربانی ما
از دم گرم لوا و کلہ از داغ جنوں
داشت سماں دگر بے سرو سامانی ما
دل نہ از کوچہ زلف تو بروں شدے
شد نہ از قید رہا یوسف زندانی ما
دلِ مستان برو دغرہ یاھو چو نیم
ہوش صوفی بہ برد سز ز حلاخوانی ما

چوں نباشیم بجانِ ناصیہ فرسائیِ دلت
شد خط بندگی تو خط پیشانیِ ما

باقرا از بس غزل نغز نے خامہ مرو

قدسیاں راست زباں گرم سناخوانیِ ما

۶ نہ ہولے باغِ وبتماں نہ سر بہشتِ مارا
غمِ عشقِ گلغدارے شدہ سر نوشتِ مارا

شدہ ایم فارغ از بسکہ زینک و بد بکلی
نہ بد و زخ است جذبے نہ کشد بہشتِ مارا

چہ خوش است نا توانی کہ شدتِ جنونِ ہم
ز کمالِ رحمِ طفلانِ نر نند خشتِ مارا

ز جمالِ پہرہ تو ہمہر جا است جلوہ
نبود تفاقوتے در حرمِ کونشتِ مارا

نہ ہمیں است گل و گلشن بہ نظر جو خار ہے جا
کہ جہنم است بے تو چمنِ بہشتِ مارا

ز ملامت تو ناصحِ زرد زول کہ گشتہ است

رقمِ وفاے خوباں خطِ سر نوشتِ مارا

۷ بسکہ از دلِ زرد و خشتِ دیرینہ ما
صرف لہواست چو طفلانِ ثنبا دیرینہ ما

جلوہ منہ را نفسِ در دلِ بکینہ ما
قدے ہنہ ز کرم بر سر و بر سینہ ما

بسکہ از پر تو عشقِ تو صفا یافتہ است
جلوہ ہمسرد و ہد کینہ و آئینہ ما

نیتِ یک جو رو بخائے کہ نہ کردی لکین
پچگہ سیر نشد خاطر ت آکینہ ما

ما زرد و عنسم ہجران تو مریم ولے
تو گفتی چہ شد آں عاشقِ دیرینہ ما

تا چہ صفتل بودے کا فر کیش کر او
از دلِ سنگ تو بیکرہ بر و کینہ ما

روزگار بیت کہ ما سجدہ بر کوئے تو ایم
مدہ از یاد حقِ خدمتِ دیرینہ ما

ہم اگر دستِ دہدیشِ دو عالم باقر
شکل از دلِ برودِ کلفتِ دیرینہ ما

- ۸ آزر کے صحتِ جاں نیست بیمارِ ترا
صدرِ بنگِ یوسفِ مصری خریدارِ تو اند
میں آزادیِ نبی باشد گرفتارِ ترا
رونقِ دیگر بود امروز بازارِ ترا
می توانش بر سر آمد یکدم ای رشیکِ مسح
کہ بود حالِ دگر امروز بیمارِ ترا
ای دلِ بے طاقتم با در و رنجوریِ بیا
کہ میسحا چاره نتوان کرد آزارِ ترا
تا حریمِ جلوہ گاہتِ جذبہِ دلِ رہبرِ است
گامِ فرسائے دیارِ شوقِ دیدارِ ترا
جلوہِ فیضِ تو تا بقابلے میبایدش
ہر دلے نتوان صدق گردید اسرارِ ترا

دیدہ در خواب امشب جلوہ آن ماہ را

گردِ سرِ گردیم باقر بختِ بیدارِ ترا

- ۹ بکامِ جاں برسایں جامِ عشقِ مستی را
بغیر نقدِ دل و جاں چہ بر تو افتانم
زلوحِ سینہ خود شو غمبارِ ہستی را
تبولِ دار ز ما عذر تنگدستی را
بزرگِ آئینہ روشنگرِ حریمِ دل است
بزرگِ تو بہ مزینِ جامِ مے پرستی را
بقتلِ عاشقِ مسکین یکے ز غمِ ہست
ز ابرواں چہ کشتیِ خنجرِ دوستی را
خوش است گریہ و گہ نالہِ حزینِ لے دل
مدہ ز دستِ خود ایں شیوہِ مے مستی را

دگر بہوش نہ آمد ز بنجودی باقر

چشید ہر کہ ز جامِ مے مستی را

۱۰ نہ بینم گر رخت را بر کہ بہندم دیدہ خود را
 شنیدی فتنہ فردا ہم اور نشکشاکن
 نکر دم آشنا یکرہ دریں باغ جہاں باز
 بعفتت لے مہ کامل نہ انتم ہلال آسا
 زلال لعل نوشتہ را من لب تشنہ تو انم
 سرم قربان ناز تو بکام ماسیہ روزاں
 رساگر میشود بختم زنگ آستان تو
 دہم باہیں آسایش سر شویدہ خود را

خوشی تا کجا باشد بوچین جہیں تاکے
 بہ باقر مہربان فرما دل رنجیدہ خود را

۱۱ دہ نورے دگر چشم بینش دیدن سینا
 بمستان می دہانڈیا و طرز سببہ حق را
 تو چوں ساقی شوی از فیض دست تو عجب بود
 بہ بزم آں بت میکش تماشاے دگردا
 فراید کام جہاں را لذت بوئیدن سینا
 بہ پیش ساقی ہوش جہیں سائیدن سینا
 بزرگ گردش پیمانہ از گرد دیدن سینا
 ز شادی خندہ جام و بخود بالیدن سینا

ز بزم میکش آمد مرا خوشی را دباقر
 بخدمت گشتن پیمانہ بر خود خدن سینا

۱۲ سر و گل وہہا زنیاید بکار ما
 شکر خداکہ در بزم آمد نگار ما
 گلزار ما توئی و توئی نوبہا را
 آمد بکار زندگی مستعار ما

دی شب کہ بر سرم ز سیدی جده آ
جانا چہا طمید دل میت لار ما
عمرے گزشتہ است کہ از نامہ پیام
یادم نمی کند بت نسیاں شعار ما
از تند باد دہر وز آشوب روزگار
ہرگز ز کوچہ تو نخیزد غبار ما
ای سرد من بیایا تماشاکہ هست چو
از آب اشک ترجمین انتظار ما
تیر دعا رسد بہ نشان قبول چو
گر بر کمال خود نرسد اضطرار ما
بے پروہ از حجاب تماشا ہی کنم
رشک تجلی است کنوں استنار ما
ہر جا کہ هست بے ہنر اند سر بلند
قدر ہنر کجا است دیرس روزگار ما

باشد ہنوز چشم امیدم ہمیش
عصیاں اگر گزشت چو یا فر شعار ما

آقا میت کہ روشنکر جانست ما
داغ عشق تو کہ در سینہ نہانست ما
حالت گریہ بھر تو چہ گویم چو نست
رودباریت کہ از دیدہ روانست ما
نگہ ز گسفتان تو غارت گردل
خندہ لعل لبست آفت جانست ما
من ز جورت نکم شکوہ تنالم لے دست
ہر جہاں کہ گنی راحت جانست ما
من لبست لبان تو از بہر خدا زود بیا
دل سودا زدہ بس بے تو طیانست ما
آہ تا دور ز بزم طربت افتادم
کار باز فرم آہ و فغانست ما

لہ بقران تو در قرآن تو ہر دو محاورہ است۔ مرزا طاهر وحید گوید سہ شیندم گفتہ جانان یہ میگردد وحید اینجا۔
چہ میگردد بقران تو میگردد بقرانست : و میر محمد افضل ثنابت گوید سہ از کوئے تو رفیقن است مثل۔
قرآن سہ تو میتوان رفت :

غیر ازین بسیج ندانم نہ بخوانم باقر

اصدق اصدق ہمہ دم و روز زبان ستا

۱۴ بیاساتی بدہ جامے رہا کن از خودی مارا
 بجاں یار است و در دل یار و من و روز وصال او
 دلم خون کرد خاموشی فدائے ناز و ملکیت
 ز قد و لکشش عمرے بود خالیت آنخوشم
 برنگ شمع ناگہ جلوہ فرما و شبستانم
 کجا آں طالع میمون کہ بینم بر مراد دل
 بروں کش از برو و دشمن لباس نہ تقویٰ را
 کہ باشد تا ازو پرسیم شرح این معمارا
 بدشنامے سخنش آری لعل بادہ پیما را
 خوشا و تھے کہ بینم در کن آں ماہ سیما را
 رہا کن از سر من وعدہ امر و زود و دلا
 بہ پہلو شاہد رعنا و در کف جام صہبلا
 نباشد بیہیج ممکن را وجودے غیر حق باقر
 کشا چشم حقیقت میں یکے داں موج دور مارا

۱۵ خوش عمر بغیر بت گزرد ہیچو منے را
 از رو و قراق تو شب و روز کم جاں
 چوں خار کند خستہ تنت را در تی گل
 زلف تر جاناں بہ نگاریں برو و دوش
 آں طرہ طرار ز خود مشک فتانست
 لے تازہ نہال چمن حسن چه سازم
 از بی وطنی عنم نبود بیو طنے را
 با من چه مساوات بود کو کہنے را
 نسبت چه دہد کس تو نازک بیٹے را
 ابریت کہ سیراب نماید چمنے را
 اینجانہ بودت در رخا و نختنے را
 دور از قدر عناکے تو سرد و سمنے را
 بے جلوہ او خلوت وہم انجمنے را

مسجد ہماں حق بود ای شیخ چو مینی
سگر گرم سجودِ صنغے برہمنے را
اقادہ جدا در تراز شہر و دیام
از لطف بیاد آر بعید الوطنے را

نازیم بشیر نی گفت ارتو باقر
کو تاب سخن پیش تو شیریں سخنے را

۱۶ وادم نہ گھمے دل مہ من خبر تو کسے را
درود دل عشاق و کجا زہد تو زہد
کس ہیچ نداند کہ بہجرت گزر دچوں
ہر انچہ خدا داد تو اں کرد قناعت
پرید دریں قافلہ سالار کدامت
گشتم در آفاق جہاں لیک ندیم
بے یاد تو ہرگز نکشیدم نفسے را
ایں درد نباش چو تو بے مہوسے را
از راز خود آگہ نکلنم ہم نفسے را
در دل نہ ہی راہ ہوا دہوسے را
ازوے کہ شنیدہ است صدائے حبسے را
از جملہ حسینان جہاں چیں تو کسے را

باقر بکلام نہ بود حسود زواید

در گلشن مارہ نہ بود خار و خسے را

۱۷ کرا چشمے کہ تابے پردہ بنید آفتابش را
چہ دل با اہلق ایام بندی کز سکتازی
کے زیں بزم نہ تو اں شد حریف گمی ناز
ز بیداری چشم خون نشان من چہ می پرسی
قیامت جلوہ گر گرد چو بردار و نقاش را
مئی باشد شبائے ہستی پاد رکاش را
کجا باشد جگر والے کہ بر تاب و نقاش را
خیال زلف شبگونت پریشاں کز نقاش را
من از میخانے خوردہ ام باقر کہ تا مشر

انفاقت روئے نماید ز بد مستی خرابش را

۱۸ سویم غیر سپو صبا نو بہارا
اندازنا ز دغزہ و طرز تغلش
یادم نمیکند بت نیساں شعارا
خون میکند دل گل و نسیرین بروئے خود
صبر و شکیب بردہ و تاب قرارا
کردی شہیدنا ز خود کنون ز روئے صدق
شمعے بیار بر سر لوح فرارما
از فیض جلوہ اشس ہمہ برق تجلیا
پروانہ ہچو شمع بگردن شارا
ہم در شباب صرصر عشق تو کرد پیر
دیرے نداد رو کہ خزان شد بہارا
ہستم دیریں چمن چہ یکے نخل بے تر
بے برگی است سرو نمط برگ بارما

شرم گنہ بہیں کہ ز آمر زگار حق

باقر نحو است عفو دل شرمسارا

۱۹ حالت نزع است نماید محبوب مرا
گر شود گاہے گزرات در جریم خلوش
بر سرم آرید دارم حال بد خوب مرا
اے صبا از ما سلائے یا محبوب مرا
من گرفتہم خزر بازو ساخت مکتوب مرا
تا کجا منز لگہ است آن شوخ مطلوب مرا
خود پسندید از کرم این جنس معیوب مرا
یک تماش خوش گہ سودا بیار من نبود

گرچہ باقر ہر نفس گرم فغان من زاریم
نیست رحمے بر من آن ترک دل آشوب مرا

جان من سوخت فراقت صنما زودبیا
ایکے از شرم و حیا جانب مار و کنی
نہگتِ مشکِ فشاں طرہ او زودبیا
دم نزع است و تمنائے وصالِ دل
شدتِ تشنگی شوق تو سوزِ جگر
باشدم در دریاں بے تُو ز سوائے رخت

باقر خستہ دل از درد فراق است بجا

اے ہمہ سحر و فسوں ناز و ادا زودبیا

چوں بشوخی بگرد آں میگ آئینہ را
چوں بدست خویش گیر دآں نگار آئینہ را
عکس روئے او نماید لالہ زار آئینہ را
میکند گرمی حشش بمقار آئینہ را
جم اگر یک رہ کند نظارہ روئے روئے
بر صفائے روئے تو سازد نثار آئینہ را
جلوہ چین چین او با غوشش دلش
چوں مقابل شد بآں گلگون قبائے بزمہ
ہیچو دریا می نماید موجب در آئینہ را
در کنار آمد عجب رنگین بہ آئینہ را
بسکہ حسن بے مثال او نخواہد غیر خود
از درون پردہ اشس بیرون کم درویش گے
جاں بلب آورد در درانتظ آئینہ را
جلوہ روئے تو سازد بمقار آئینہ را

از درون لوح دل حرف دوئی را محو کن

کن مصفا باقر از گرد و غبار آئینہ

۲۲

بیا از چہرہ روشن کن شبِ تاریکِ زندانِ
 دمِ نزعِ است لے ہمدومِ شوقش میدہمِ جانِ
 مدہ از دست لے زایدِ خلوتِ دینِ ایمانِ
 بیایشِ گرشومِ قربانِ زہتِ تہمتِ چہ عیدتِ
 بنازمِ جذبہٴ عشقِ زلیخا را کہ در راہش
 ز تاثیرِ فغانِ نے جانِ منِ عجبِ بنود
 پریشاں میشود شیرازہٴ جمعیتِ خوابانِ
 ز برقِ جہلوہِ تو بزمِ گرد و دادمی امین
 فروغِ جلوہٴ حُسنِ بوقتِ سیرِ گلزارت
 بدورِ عارضتِ آمد ز دید و کعبہٴ استغنا
 نسیمِ آسِ بیا گلہائے داغِ تاما شاکن
 پے در پسِ محبتِ چوں بکلتبِ خانہٴ میرِ فتم
 بخاکِ تربتم کیرہ بیا جانانِ چہ کم گردد

کہ شمعِ نیست چوں روئے تو بزمِ می پریشانِ
 تو اں آورد بر بالینم آں عیسے دورانِ
 بیا بیرونِ نظر کن مصحفِ رخسارِ خوابانِ
 کہ قربانِ میکیم بر پائے او صد عیدِ قربانِ
 تھل کر دیوسفِ ضربتِ سیلیِ خوابانِ
 کہ در و آہ سوزانم ز آتشِ نیتانِ
 پریشاں چوں کنی بر چہرہ آں لطفِ پریشانِ
 فروغِ عارضِ تو شمعِ میگردد شہستانِ
 سرا پادیدہٴ سینا نماید ز گستانِ
 کہ کویتِ سجدہ کہ گردید ہر گبر و مسلمانِ
 دلت گر میکش دای سرو من سیرِ گلستانِ
 چو مصحفِ در بغلِ میداشتم تصویرِ جانانِ
 کہ از شمعِ رختِ روشن کنی گورِ غریبانِ

ز آسبِ جزا باقر چہ می ترسی کہ حقِ فردا

خرد بانقد آمد ز شش متاعِ جنسِ عصیانِ

بود جس دوام لے دے زندانی الفت را
 ناعت شیوہ ام باشد توکل نحوے طبع
 حینان جہاں رسم وفا میداشتند کنو
 بہ اوج مرتبت باید تواضع نحوے خود کردن
 کشتی در مجلس وعظم کنی از خلوت تم بیرون
 چیم در خاک و خون زینا کسرت جان در ہم
 تو اں از فرق پاک کردن کہ آند ما مہ از یام
 چہ میخسبی دل شب جلوہ حق را تا شاکن
 مصیبت چند بر تا بم بہ دوری دیار خو
 رہائی کے تو اند شد گرفتار محبت را ۲۳
 بیسکینی غنی ہستم چہ سازم مال و دولت را
 مگر مسوخ بنمودی تو آئین مروت را
 مال کار جز ذلت نشد ارباب نخوت را
 کجا دانی تو اے واعظ علوی شان غزلت را
 خداوند ایسکے بنا رخ آں ماہ طلعت را
 کہ بس شوق ملاقات تو باشد با دولت را
 بہت یاری سراپائی ز بن این خوا غفلت را
 چساں صبح وطن سازم خدایا نام غربت را

ز خوف کثرت عصیاں ہی لرزنی کجاں باقر

فرامش میکنی نادان غفلت شان حمت را

جلوہ آرا چوں شود ماہ پری تمثال ما
 جلوہ فرماگر شود در کلبہ تارم چہ دو
 نیست خالی از الم ہر گزم از وقت طرب
 سوخت جانم سوز عشقت قصہ کو تہ میکنم
 دیدہ گوہر نشان و چہرہ زردم ہیں
 ذکر حسن عارضت میباشدم در دربا
 میکشد کارم بہ بیہوشی بگرد و حال ما ۲۴
 شمع روئے غمبہر س گیسوئے مشکس خال ما
 از محرم میشود غمناک تر شوال ما
 مختصر تفصیل مایباشد از اجمال ما
 از دل زارم چہ میپرسی بہ میں احوال ما
 نیست جز یاد لب لعل تو قبل و قال ما

جذائے سخنے کہ ہر دیوار و در آمد برقص
دلربا خوش نعمہ بخنیدہ شب اقوال ما
جہد ہا کردم جہد شد کہ پیوستم بدو
مرجا بخت بلند و جہد اقبال ما
از زبان آں سنگر تا چہ می آر پیام
میرسد از دور یارب سیک فرخ فال ما

حالت نزع است از بہر چند آں ماہ

میتوان کردن خبر با قبر برواحال ما

۲۵

از جو رو جفائے تو نباشد گلہ ما
باشد ز چنین شیوہ بلند حوصلہ ما
اینک غزل تازہ بہ پیش تو کنم عرض
یک بوسہ ز رخسار تو باشد صلہ ما
در ہند نہ تہنات شدہ ام شہر آفاق
در ناحیہ ملک عجم غلعتہ ما
در مشرب چشمت غلام شدہ اصدق
با خواجہ حسن دست زند سلسلہ ما
پاک کردہ ز سربستہ احرام بیدینہ
رقصاں ز طربہا برو دقافلہ ما
رفیقیم بسودائے تو در دامن ہر دست
کو خار کہ سربز نہ شد ز آبلہ ما
ہر گوہر نظم است بہ ازعت شیریا
از دشمن و از دوست ندریم شکایت
آن کسیت دریں عہد کہ بختد صلہ ما
رحم است بر آنکس کہ بس ازو گلہ ما

پے کرد مرا پائے طلب طو حاصل

باقر چہ کنم دور بودم جسد ما

حیرت زدہ کرد آں رخ زیبائے تو مارا
آئینہ منظر محو تماشائے تو مارا
در کوئے تو فتن نتوانیم کہ کردہ است
زنجیر با زلف چلیپائے تو مارا

وخت بنمود آہوئے صحرائے تو مارا
 آجائے بسر ساختہ سودائے تو مارا
 بوئے سرگیسوئے سمن سائے تو مارا
 از ہوش برد ز گس شہلائے تو مارا
 از دل نہ رود نقش تمنائے تو مارا
 حین کرد جگر وعدہ فردائے تو مارا
 تقدیر نمود عاشق شیدا ئے تو مارا

وقت است کہ آئی تو سوار از پئے صیدم
 فارغ ز حسریاری کونین گشتیم
 از خویش بر فتم کبرہ است چخاں است
 بر خاک بنید از دم آن جنبش ابرو
 با خاک برابر چو شود کالبدا
 گر آدنت ہست بیاحبان من امرو
 از میل حینان جہاں بود عجم

گفتیم کہ داری سرمایہ بیچ لعنہ نمود
 باقر نمود بیچ بدل جائے تو مارا

۲۷ در دل بنود جسز بہ تمنائے تو مارا
 ہاں زندہ کند لعل میجائے تو مارا
 آئینہ بود طلعت خرائے تو مارا
 یہوش کند ز گس شہلائے تو مارا
 افگند چو گیسوئے تو بر پائے تو مارا
 بنمود قضا عاشق شیدا ئے تو مارا
 قرباں شومت وعدہ فردائے تو مارا
 این قصہ ہر کند رود ارا ئے تو مارا

در دیدہ و دل نیت بجز جائے تو مارا
 در دل من بہ شدنی نیت رعیمی
 در پر تو رخسار تو بسیم رخ خود را
 از گردش چوں ساغر پرچوش تے تا
 ہنگام تماشا ئے تو سودائے محبت
 بودیم برنج بستہ در از روئے حینا
 فردا است بعد آہ ہم امرو ز بجان گشت
 از ہر دو وفا گوئے کہ بس سمع خواست

باقر سخنی سنج که دل میرد از دست

ایں شوخی انداز سخنہائے تو مارا

۲۸ خنداں بدل بود گل دلغ از بہار ما
 از سر ہوائے بادہ اظہر بروں دہی
 باشد طراز و امن و خشت عنبار ما
 ای برق ہوشدار کہ امشب بجز یاد
 ز اہد اگر چشتی ز سہ خوشگوار ما
 تا سر بر آستان بلذت نہادہ ایم
 گرم طعیدن است دل بہت ترار ما
 آید بہار و شاہد گل چہرہ بزخوت
 از عرش بر تراست براعتبار ما
 ہرگز ز کوئے یار نخبند عنبار ما
 کیرہ در آج بجلوہ تو ہم نو بہار ما

قطع نظر ز رحمت عاشق نکر دیہم

باقر شدار چہ کثرت عصیان شمارا

۲۹ تو اں دیدن بایوانش تھلیگاہ ایمن را
 چہ باشد سرو تا پیش قد اوتد بر افراز
 نماید جلوہ اشخو رشید محشر چشم دوزن را
 بیابادام زلف ویر ترنگاں بہر صیدن
 چہ باشد رونق پیش رخ او دوس سوسن را
 بہ بین زیرنگی شانسی کہ شوق داندہ گندم
 بفرما مطلع خورشید کبرہ پشت تو سن را
 کش سونے زیریں آں آدم فردوس مسکن را
 بفرمہ سردہی کیرہ اگر آں چشم پرفون را
 چرا غم کور میسازد چو ز گس چشم رہزن را
 نداند سرو بتاں چو قند طس چمیدن را
 بر عنقا قاتمی شد شہتر ہر چہ در عالم

منی باشد کبیش مایمان نیک بدم فرقی
پچشم دوستی چون دوست می بسیم دشمن را
پر پرواز بکشاید باوج رحمت یارب
چو مرغ روح بگزارد بگیت سخا دشمن را

بلوح دل بود باقر ہمیں نقش تمنایم

کہ بینم وقت مردن جلوہ آں روئے روشن را

بیدم تاز بالائے تو طرز دلربائی را
درون گوشہ خلوت تو ای زہد چہ می بینی
بطرز ناز تو عرض نیاز خوشتن کردم
بود انداز و ناز از زبان جہاں کیو
جمال آفتاب شد بذرات جہاں روشن
دل من بندہ عشق است ای زہد بنہ کیو
بکار مشکل من یا علی مشکل کشا رحمة
من گم کردہ رہ را حضرت اصدق نما راستے
بقربان تو از جو رجھا ہا ہر چہ خواہی کن

۳۰ زلوح دل ستردم نقش حرف پارسائی را
یہ میں در روئے یارم جلوہ شان خدائی را
منووم وقف درگاہ تو مشق جہ سائی را
نیدانم کجا آموخت طرز دلربائی را
بروئے خوب رویاں جلوہ داری خود نمائی را
زمن این خرقہ سالوس نہد پارسائی را
بدست قدرت بخشید حق شکل کشائی را
مخصص کرد حق بہر تو کار رہنمائی را
مہر پیشیم تو از بہر خدا نام جبائی را

طپد در خون دل باقر قیباں کلمایکے

تواں دیدن چشم عبرتے شان خدائی را

روئے تو نشد مقابل ما
خون گشت بدوریت دل ما
جامید ہدم بیدہ و دل
آئی تو اگر مبنزل ما

۳۱

بہر و فوس چنیں دل تو گاہے نندہ است مائل ما
 از آہ و زآب دیدہ گل کرد اسرار نہانی دل ما
 چوں روز شب من است روشن شد روئے تو شمع محصل ما
 اے راحت جان من کجائی شد پارہ بفرقتت دل ما

پرسید کہ ہاں کجا است باقر

آن کشتہ ناز بیدل ما

۳۲ خوشا و میکہ بہ بینم بہار رنگ ترا خوشا نصیب کہ بوسم دہان رنگ ترا
 ز تند خوئے تو عاجز م چیاں ہر دم بجان و دل بدہم جائے خشم و جنگ ترا
 دل ترا است اگر میل ناوک اندازی دل و جگر بنا یم نشاں خدنگ ترا
 نتیجہ نہ سبحر و نہ در فوس اشرے چساں بدست خود آرم دل چونگ ترا
 بگفتمش کہ مہر نام و ننگ من فرمود برو برو کہ نخواہیم نام و ننگ ترا
 یکے بسوئے من خستہ ہم کجاں در کش کہ تاب سینہ چو دل جاد ہم خدنگ ترا
 بشوق برکہ پے مشق برق اندازی سر من است کہ گردن شاں تفنگ ترا

متاع صبر و سکون سوخت در دل باقر

ز غازہ کرد چو مشاطہ شغلہ رنگ ترا

۳۳ پردہ می انداز رخ شاہد راز مرا روسیہ بادا الہی اشک غماز مرا
 یوسف مصری بشوخی واداہا کے رسد آن سراپا خوبی باعشوہ و ناز مرا

در تخریبش ز جوش و سرو نماز اپنا قفا
دید دگلشن چو قدس وطن از مرا
پیش پا افتادہ مصمومے نبند و طبع من
کے صریدِ چنیں صیدا است شہباز مرا
ہر زماں نامِ خدا در دلائلِ طبع شوخ
بر خیالِ فتنہ نوقت نہ پر داز مرا

خوش نمی آید بچشم جلوہ حسن کے

ہاں تو اں بنمود باقر جلوہ پرواز مرا

بیا بسوئے من اے رشکِ زوہار بیا
چو جان بقالب جان دادہ در کنار بیا ۳۴
بیا بیا ز کجائے کشیدہ می آئی
کہ لغزشیت بزقارت از خماریا
بہ نعمت ارز سیدی پے نماز کنوں
ز بہر فاتحہ چون شمع بر مرز بیا
گل است خندہ زن و سرو می چید باناز
تو نیز در چمن اے سرو گلغاریا
یکے ز ناز قدم رنج کن کہ در پست
متاع صبر و حسرد می کم نشا بیا
فدائے تیزی رہوار تو گہے سویم
غنا گُستہ تو اے ترک شہسوار بیا
بمن کہ محسرم راز تو ام چہ سرم و جیا
عبث بود ز من خستہ ننگ و عار بیا

پدید بخاک چو بسمل بد دوری تو بیکے

بسوئے باقر دختہ اے نگاریا

بصلح چوں کشم اے وارے خوئے جنگ ترا
چگونه نرم بازم دل چو سنگ ترا ۳۵
خندگِ غمرہ ات از بہر شتم کافی است
بریدن ار بنود تیغ سر بزنگ ترا
تو رشکِ حور بہشتی بتِ فرنگ نژاد
ز خلد بہہ شرم کشور و نرنگ ترا

ز و عدہ تو خوشم خواہ دوریا نزدیک
 براندی از بر خویش و درشت فرمودی
 ہم چو جاں بہ تن زار خویش شمشیرت
 ز چشم بدگل روئے تو در امان بادا
 ز ناوک مژدہ ام کشتہ کہ یہ سچ سپر
 کہ زود می شمرم وعدہ درنگ ترا
 بیاں کنم بکہ این ماجراے جنگ ترا
 بسینہ جا بدہم ہچو دل خدنگ ترا
 خزاں مباد اہی بہارنگ ترا
 نبودہ است چو تیر قصا خدنگ ترا

ز عشق تو بہ لبہ مرا خدکے را باقر

کہ عشق بردہ بت اراج نام ونگ ترا

۳۶ یارب چه تمنا است من خستہ تنہا
 باآں رخ زنگیں کہ بود چشم بدش دور
 قربان بہ دم خنجر تیر تو سر من
 یک جلوہ بفر ما طرف بزم حرفیناں
 اے من بقدایت بسر خود ندہم جا
 اے غیرت گلشن بچمن بے گل رویت
 ای ہمنفسان مژدہ کہ عاشق شدہ ام من
 برپائے تو آتش گرفت نام چہ بنام
 در کام دلم نغز ترا ز شربت خضر است
 در مایدہ دولت و نیب کہ حرام است
 در بر بکشم سر و قدے گلبد نے را
 نسبت نبود، سیح مطرا چمنہ را
 بر نعش بیا کشتہ خونیں کفنہ را
 کن از رخ خود رشک چمن انجمنہ را
 بانگمت زلف تو نسیم ختنہ را
 کے خوش بکنم جلوہ سر و دسمنے را
 شمشاد قدے ماہ رخے سیم تنہ را
 در راہ توقیمت چہ بود جان تنہ را
 یک بوسہ زدن پستہ شیریں دہنے را
 ہرگز نہ بیایا اے تو دست و دہنے را

دینا ہمہ پوچ است غمش پوچ ترا پوچ
بردار ز دل این ہمہ رنج و محن را

باقر زره دور و دراز آمدہ سویت

لطف کن و دریا ب غریب الو طنرا

۳۷ فراق یا کج و تو ان و تا کج با
مرا و طیفہ ز نحت دل است و خون بگر
مکن کرشمہ کہ از عشق و نغم انوم
کنوں نمادہ بے دست پازون ای دل
کشا و بند قبا ہرہ پر عرق چون گل
بروں شد است مستی سحر حنا نہ خود
نشست غیر بہ بالا و من فرو چہ شود
فتادہ ام من مست گنہ ز حق نعال
میان ابرود و چشم تافت است عظیم
مرا ز چشم ندانم کہ رفت خواب
شراب ناب کجا ساقی کجا کجا
زمان شیب کج عالم شتاب
طییدن تو کج رفت و اضطراب
تو میروی مہ من گو بہ این شتاب
ز چہرہ ماند کج برقعہ و نف تاب
جباب بحر کج و در خوش آب
نما ز صبح و دعایک متجاب
سر شک من کج اگر یہ سحاب
بگفتہ تو کہ بود جملہ منتج باقر
چو شعر حافظ شیراز اتجا کج با

۳۸ دیدم نہ عارض تو و ہستی تو بر ملا
من پاکباز عشق تو ہستم با کہے
از غایت ظہور بماندی تو دخن
جز تو خندا گوا کہ نگشتم آشنا
خود بودہ است درد دل خستہ دوا
بیرفرہ ہست شکوہ غیبی بلب رساند

از کثرت گنہ نامانده است چاره ام
یارب مرا بدرگه محبوب خود رساں
اے حسن پرده پوش کم محو جلوه ات
ہم احمدی و ہم احدی ای فدایت
چوں توبہ حسن نیست حسینے بزورگار
دل میکشد بسوئے تو حسنِ یلیح تو
پریکان غم سرہ میز نیم درد دل و بگر

جنز آنکہ برکشی و تم غم جو بر خط
در دل نامانده است جز این ہیچ عیب
فارغ شویم تاز تماشاے ماسوا
شان رسالتی تو و ہم شان بکریا
چوں توبہ دلبری نبود بیسج دلریا
کا ہم من ضعیف توئی طرہ کہریا
تیر انگنی و میفگنی تیر بے خطا

شد ساز و آواز مد و نجت کامراں

از بہر من ہر آنچہ بگفتی تو ناسزا

۳۹ روئے چوں آئینہ ات مانیہ لونی
توب حل برساں بار خدایا نشود
منعاً اطلس و دیباے تو خوب است مرا
ناگہ افتاد مرا بار امانت بر سر
دل دیوانہ بہ بند زلفت در نہا
ہست در ہند اگر شہرت نطس ہم چہ عجب
زود درد سر من ز مداوایے مسح

طرہ ات شانہ کش زلف پریشانی ما
کہ شود عنرق بلا کشتے طوفانی ما
نہ بود خوبتر از جامہ عسریانی ما
طرف آورد بلا این ہمہ نادانی ما
نشد از قید رہا یوسف زندانی ما
اصفہاں پر شدہ از شور خندانانی ما
ہاں شود خاک درت صندل پیشانی ما

نہ خریں ماندہ عسری نہ نظیری باقر

تاشود شیفۃ طرز عنزل خوانی ما

تقدیر برب بر زده سودے تو مارا
 مجھوں تو بدہ دامنم از دست کہ اسی دست
 شو قوم بکشد ہنفس آں روز کلام است
 امر و زبیا با رخ بے پردہ در آنخوش
 آں نخت رسا گو کہ رنگ سز زلفت
 بنشاند بروز یہی تیرہ تر از نخت
 ہم از نگہ مست و ہم از غم فر جاؤ
 ہنتم بہ ہمیں جامہ عرمانی خود مست
 گر جاں لب آمد کہ کند زندہ جیاد
 جز دیدن روئے تو ہوا ہوسے نیست
 دست کشی بے سبب و گاہ برانی
 در ویر و حرم چون بہ برم سجدہ کہ کرد است

۴۰ بہ نمود قصص عاشق شیدائے تو مارا
 دل گیسو درازیں تنگی صحرائے تو مارا
 کا یہ بہ نطنہ صورت زیبائے تو مارا
 تا چند کشت و وعدہ فردائے تو مارا
 باشد سر سود از وہ بر پائے تو مارا
 زلف سیہ عالیہ فرسائے تو مارا
 دل بر ز کف نرگس شہلائے تو مارا
 منعم نہ سر واطلس و دیبائے تو مارا
 یک بوسہ از ازل لعل شکر خائے تو مارا
 فارغ ز بہاں کرد تمنائے تو مارا
 خون شد جگر از شورش بجائے تو مارا
 قسمت ز ازل ناصیہ فرسائے تو مارا

گفتم کہ بہ میں حال بدم گفت کہ باقر

گر جان رُودت تیر چہ پروائے تو مارا

۴۱ ز آہ و ناله فرصت نیست یک ساعت لپ مارا
 رسائی تا بر عرش است یارب یارب مارا
 شب ہجرم قیامت شد نہ خواب آمدن یاز
 گریبانِ سحر در دست دانا شیب مارا

بجولان گرد ہی تھی قیس در میدان بیانی
 بود عشقِ تباں کارم بود پیر مغسایم
 نگر دو ہمنغان شبید ز عشقت اشہبِ مارا
 برو و اعطابکار خود چہ پُرسی نہ سہبِ مارا
 کہ سازی روز گاہتے از رخ روشن شبِ مارا
 سرت گردم چہ می پُرسی تو خود گو مطلبِ مارا
 بہ میں اختر شناس اشبِ عروج کو کبِ مارا
 بگفتا چوں بہ او گفتم کہ وہ یک لہ نہ غیب
 کہ باقر تو کہ باشی تا بہ بوسی غیبِ مارا

۴۲ رساں در شہر جانانم ز راہِ بی خطر مارا
 نہ چون سیلابِ خون جو شد ز ابر چشمِ گریانم
 نشان در کوچہ اشش یارب گردانِ بدر مارا
 کہ مرگانِ کجبت جانان بدل زدین شتر مارا
 بیا جانان کہ از تو نیست دیگر دوستِ تم مارا
 عدو گردو اگر عالم رسد کہ ضرر مارا
 بنا شد جز بدستِ تو خدایا نفع و نقصانم
 قناعتِ پیشہ ام گردان بہ اوجِ غمِ غمِ برسا
 بہرستِ قہرِ مثلِ فادم ز جو رشکِ شبہ بر با
 بدیں وارِ پرا شو بہے چو گشتم از عدمِ ظاہر
 ندانم جز بذاتِ تو نہ منیم بسترِ جمالِ تو
 بخاکِ ذلتِ ہم نہ نشاند حرصِ سیمِ در مارا
 بر نفسِ لعینِ یارب بد فتح و ظفر مارا
 نہ آسودم دور روزہ ہم کہ پیش آمد سفر مارا
 بغیر از جلوہ رویت نہ آید در فطنِ مارا
 خدایا پیرِ صدق را بگردانِ راہِ ہمارا
 مدہ عشقِ تباں یارب مدہ ایس در دہر مارا
 بہ وادیِ طلبِ برگشتہ و بہے راہِ میگوم
 بکنجِ عاقبتِ بہتالِ ہر پنج و بلا بر ما

براہِ دوستی یک جلوہ فرما در آن خوشم
بہا از من اگر خواہی نباشد سیم و زرارہ
بجی نوزداتِ خود بجی نور محبوبیت
بدہ نور نطنس یارب بگردانِ میدہ و وارہ
یہ پہلوئے توبہ شستم شود گر باعث ننگت
مراں از بارگاہِ خود مینداز از نطنس وارہ

بے ملک جہاں دیدم بے گشتم کنوں باقر
بکوئی اوشینم نیت مقصود و دیگر مارا

نمی کشد دل من سُوے بوستانِ تنہا
چو سیر گل کنم بے تو جانِ جانِ تنہا
کنوں بجمع یارانِ خوشی از ان اندیش
کہ جاہی کنی در قبر جاودانِ تنہا
دلایہ نالہ بسر کن کہ دوستانِ فرسند
بماندہ است وجودم از ان میاں تنہا
کنوں ز تو بگستاں ہی رسد صیتا
دگر نہ دشمنِ جباں بود باغبانِ تنہا
نہ بلبلے و نہ قمری و نہ ہم صیفریکے
دریں چین چہ بہ بندیم آشیانِ تنہا
چو پے قدم سگِ کونے تو میکشد دانا
بر اندم ز در تو نہ پاسِ جباں تنہا
بے بجاکِ طلید و بے بخونِ غلطید
کجا است عرفی و صائب کجا کلیم و حیرت
جداز منزل مقصود رہ غلط کردم
_____ بیندخت یک جہاں تنہا

نہ برد با خود و فرمود صایم باقر

گرفته ایم اجازت ز باغبانِ تنہا

میدہم جاں بفرقت صنما زودبیا
۴۳ ای قدمت پئے بیمار شفا زودبیا

۴۶

در کو چہ خود طپندہ را
 این مردہ بنام زندہ را
 ناچیز و حقیقتیہ را
 این زہر محن چشیدہ را
 سریش خودت ننگندہ را
 در راہ خودت طپندہ را
 ہمچوں تو عصا کشندہ را
 بر خاک درت طپندہ را
 از بندہ عنیم گزندہ را

در باب کیس نہ بندہ را
 ای رشک میسج زندہ فرما
 محروم مراں ز در گہ خود
 در حلق چکاں زلال مطلب
 دستہ بدہ وز خاک بردا
 از راہ خطا شہا بگرداں
 دامن بچاں گزارد اعمی
 ای خواجہ ہر دو کون در با
 شاہا چو توی معین کن دور

باقر بودت غلام بنگر
 مسکین بقف روزندہ را

۴۷ وز لب لعل تو شد چشمہ حیواں پیدا
 شد ز عکس رخ تو مہر و خشاں پیدا
 شد ز نور رخ تو شمع و خشاں پیدا
 قبلہ گاہ ہے ز پے سجدہ دوراں پیدا
 سحر چشم تو عجب فتنہ دوراں پیدا
 ہست از صورت تو شوکت یزداں پیدا

از گل رُوئے تو کرد نگلستاں پیدا
 آمد از نور جبینیت مہ تا باں پیدا
 من بقرباں وجودت کہ پے شام وجود
 عرش فرش رہ سیر تو نمودند و ترا
 پیش ازیں امن و اماں بود و لیکن نمود
 من ندانم کہ چہ چستی لیکن یہ یقین

نکته سخاں بجانند و سخت دان بسیار
 بچو باقر بجاں شدنہ سخت دان پیدا

۲۸ از گلو انداخت و از کف سچہ و ز نار را
 شد بہ آفاقِ جہاں تا غفلِ حننت بلند
 افکنده تا از ادا بروئے نگاهِ ناز خود
 صبحدم باد صبا تا بگفت زلفتِ رسا
 نیست جرمِ جنسِ معشوق تو و مغذومِ داناں
 بسکہ در جوشِ جنونِ زرد و نارنجِ دچاک چاک
 پنبہ ساں سوزد بیکدم گنبدِ بختِ آسماں
 لافِ عرفاں میسننی ز اہدو با عجب یا
 گر ترا پیش آید ای دلِ مشکل در بخت و تعب

برده از دین و ملت کافر و دیندار را
 در کساد انداخت یوسف گرمی بازار را
 ناتوانیہا فنسروں شد ز گرس بہارا
 از خجالت آب شد خونِ طیب عطارا
 سر مکن از بہر غمِ غمِ نہ خو نخواستارا
 لاجرم گرفت مجنون دامنِ کہسارا
 گر بعشقتِ سر دہم یک آہ آتشبارا
 سوز از آہ نہانی پرودہ پندار را
 یاد کن مشکلِ کثایتِ حیدر کز آرا را

گر بہ پیش بر کشی باقر سرود در دو غم

برخیزد نغمہ منقار موسیقار را

۲۹ دیدم شب آں دوز گس مست شراب را
 می آمدند جبہ بہ بر سبہ در گلو
 در خواب راستے عجبی بودہ ایم دوش
 آب تشنہ نام بخلق تم تشنہ جاں بریز
 دادیم سر بہ گریہ دو چشم پر آب را
 کردم سلام شیخِ مشخت آب را
 در بر کشیدہ آں بتِ مستِ شراب را
 از تیغ آبدار خودت قطرہ آب را

مخسوق جلوہ گر شیبِ ماہ است چمن
 ددر شراب و مجسمِ یاران گلشن است
 ظلمتِ سرائے من شدہ روشن شیبِ صصال
 من با تو ام قریب تو ہم شو من قریب
 شد تر تمام نامہ عصیاں من زاشک
 المختصر بخشش و ز اعمال من پیرس
 زاہد چو تار شہا چہا خور و پیچ تاناب
 این سن رسیدگی سبب منع عیش نیست
 چون ویدلے گہر گو سوارہ ات
 یکچند بود دُنوس و غنوارہ ام چکاں
 جولان گراست جلوہ دہ شہسوار من
 میناے بی من کہ بہت دران سنچ من پری
 رفتی بنا ز چوں لبِ دریا ز بہ غریل
 ہستم گداکے کوئے تو نازم بہ بخت خود

ساقی بیا کشتی و جب ام شراب را
 مطرب بغم آرمہ و در باب را
 برداشتی چو از رخ روشن نقاب را
 از غیب گوشش کرد دلم این خطاب را
 حاضر کنی چہ دست غرق در آب را
 با من مدہ طویل حساب و کتاب را
 در کا کل تو کردہ نظر پیچ و تاب را
 سبقت رباست پریم عمر شباب را
 چشم فشانہ دانہ اشک خوش آب را
 از دل بریم منتِ عمر شباب را
 کو طالع رسا کہ بو سُم رکاب را
 در شیشہ کردہ بند گرا آفتاب را
 گرداب بحر و ختمہ چشم حساب را
 در زم بچونہ طالع انساب را

در ہجر خویش ای بتِ فرزانه میردی

دیوانہ کردہ بافتِ خانہ خواب را

شاسم و نہد روئے التباس مرا در آسج لوہ و بنا بہر لباس مرا ۵۰

دگر بجلوہ گرائی چہ میکنی اے شوخ
 مئی روم ز سرِ کوئے تو اگر رضواں
 گہے کہ رحمتِ عام تو ام بیاو آمد
 کلیم آتش روی کے مہاجان سوخت
 بکوئے عشق تو آنم کہ سر بکف دارم
 ربودہ بیگے جلوہ از حواس مرا
 باغِ حسد بخواند بالتماس مرا
 نمود جلوہ بشکل امید یاس مرا
 بوادی توجہ حاجت باقباس مرا
 عبت ہمیشہ بکشتن دہی ہراس مرا

فدائی شیوہ ایں جہل عارفانہ را

چلویمت کہ کیم باقرم شناس مرا

۵۱ برویِ خویشین بستم مہ من بابِ عشرت
 عتابت بر سر و چشم و لے امی مفرغی تو
 کہ شبہا نور حق مینی بر بیداری و ہشیاری
 ز فکر این و آن بگذر ز حرص و آرزو خالی
 زار باب جہاں چمپیدہ ام — لیکن
 دیں ویرانہ از غفلت چہ خسی امی نالِ نادا
 بفرما قدم را یا خدا —
 بیاد عار غنت بگزیدہ ام تا کنج غزلت را
 دیرغ از من چرا داری کہن رسم مروت را
 مدہ در چشم خود جا مست غفلتِ خوا غفلت را
 زدست خویشین گذار دکانِ قناعت را
 زجاں ہم دوست ترمیدارم اربابِ محبت را
 کہ من از دور میشنوم صدائے کوسِ حلت را
 بارای ابر رحمت بر فرارم آبِ رحمت را

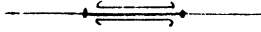
جان زار پر دلِ باقر

چلویم حالتِ بیتابیِ شبہائیِ فرقت را

۵۲ ایکہ شبہا بوسہ میدادم ز خندانِ ترا
 میکیدم تا سحر لہائے سے خندانِ ترا

می نهادم لب بر خشار ملیح و در غسل
 میکشیدم ساعد چو شاخِ مرجان ترا
 از قدم تا سر سبمی دیدم جمالِ طاهر
 در نظر میداشتم اسرارِ نپیان ترا
 از مسمی مالیدن و خاییدن پانِ شکرگرف
 طرفه زیبی میفرود آں لعل و دندان ترا
 بوسه میخوای ز من ای خرد سالانِ زین
 من فدای سادگیِ طبعِ نادان ترا

خوش بگفتی با قدرِ زردانِ این غزل
 من فدای شوخیِ این طبعِ جولان ترا



رویت با

۱ دل را بان شمع منور کند شراب
 مئے در پیالہ کن عنتم فردا چہ بخوری
 روشن برنگ آئینہ پیکر کند شراب
 سازد برنگ لالہ بیک جام تر دماغ
 تا بخیز ز فتنہ محشر کند شراب
 متانہ مئے ز ساتی گلچہرہ گیر تا
 در کاسہ ساقیم نہ مکر کند شراب
 بنمایدش محیط جہاں کم ز قطرہ
 مستغنیٰ ز جرعہ کوثر کند شراب
 و قتیکہ در پیالہ کند شراب

باقمر نہ در جہاں بود اکسیر بہ ایں

خاک است خود اگر کہ ہمہ زر کند شراب

۲ بے دل میطد بے تو در آغوشم بیامشب
 بیگلن سایہ زلف دراز خویش بر زخم
 فدائی ناز و تکینت بیاجانان بیامشب
 تو در روزیہ نیش بر سوزن سیر و مدعی من
 بسرنشین کہ آسایم در تسل ہماشب
 بفرما از چہ سراغ عارض خود خانہ ام رو
 کہ در دست من شیدا است آن زلف رسامشب
 دل و جان تا کنم جانان سپی تو خداشب
 چہ پئے وصل تو بر می آورم دست دعاشب
 بیاید ناگہاں ای کاش یار یوفیاشب

بخیزد باقر بیدل سحر که مست مدہوشے

بغزہ گر کنی مائل دو چشم سرمہ ساسب

۳ برقص آرد چمن را در چمن گردیدنت مشب
زند چاک دگر در دامن صبر و شکیبائی
همہ تن جلوہ سامانی سراپا طرز و اندازی
بیا و جلوہ فرماست گردم کہ چون نرس
کند گل غنچہ را کہ سرو من گل حیدنت مشب
بدشش آنگندہ دامان قبا تصدنت مشب
سرت گردم بود زینا بخود نازیدنت مشب
سراپا چشم گردیدم متوق دیدنت مشب
خوشا وقتے کہ دلبر در بر و ساغر کف کاری
حالات بادائے باقر بخود بالیدنت مشب

۴ بر فرق حسن گر چہ بود افسر آفتاب
در جلوہ گاہ نیر خشاں عارضت
تو آں شہی کہ دم ذکر نام تو
شاہا توئی کہ سوختہ جلوہ ترا
پیش رخت زوزہ بود کت آفتاب
طشتے پے نثار بود پر ز آفتاب
شاید پے خطیب کند منبر آفتاب
مانند ابر سایہ کند بر سر آفتاب
بر روئے خویش بزنگند چاد آفتاب
ہاں از مہ و نجوم بود بر تر آفتاب
کشی تکند از فلک و ساغر آفتاب
گردد بجائے جلوہ بے مضطر آفتاب
کرده است جلوہ از طرف خا و آفتاب
پیش تو صوفیاں جہاں را چہ نسبت است
آنانکہ لذت مے فیضت چشیدہ اند
چون نیت بر جمال تو تابندگی دہ
گویند چوں بنی و تدم از خانقہ برو

خلقے برند سجدہ بہ پیش وے و ترا
 گویند اگر چنین زپے فخر او بس است
 گرد ہوئے رفعت شان تو پر زند
 ہر چند جلوتہ ماب و ضیا گستر است لیک
 از بس صفائے ظاہر و باطن توئی شہا
 گر گزرد نسیم تو کیرہ با سماں
 انجم چہ باشد و رخ مہ را چہ نسبت است
 گر سنگری بد نیا و عقیقی ترا سزا است
 گرد و چو مانع حرکت عشوہ ات زند
 زیں بادہ سہ خوشتم کہ ز فیض نگاہ تو
 شاہا تو اصدق و من از صدق بندہ آ

از روئے صدق سجدہ کند برد آفتاب
 باشد جمال ترا منظر آفتاب
 ریزد با وج زمین تو شہیر آفتاب
 چون چہرہ تو نیت صفا پرو آفتاب
 در خوئے چون فرشتہ و در پیکر آفتاب
 جرم نجوم نماند شود غیر آفتاب
 نبود جمال روئے ترا ہمسرا آفتاب
 ہرگز نخواست است ز روزیور آفتاب
 در بحر اخضر فلکی لنگر آفتاب
 بس ذرہ ہا کہ گشت ضیا پرو آفتاب
 من ذرہ تو ام تو ضیا گستر آفتاب

باقربایہ سپر رحمت تو باد
 تیغ شعاع چون بکشد بر سر آفتاب

روفتا

۱ برون زعرش بریں بے تو آہ و نالہ گذشت
 شرار شعلہ افغان زواج ہالہ گذشت
 چہاں گذشت ز آغوش من کہ تو گوئی
 مہ دو ہفتہ برون از میاں ہالہ گذشت
 دید جان بہرگ و پے نسیم کا کل او
 بہ تر تم چو بت عنبریں کالہ گذشت
 بہ دور ز گس مست تو شیخ صد سالہ
 ز راہ شرع لبوق مئے دو سالہ گذشت

بکیش ما بود آں زندہ ابد ساقی

کزیں باط بدور مئے و پیالہ گذشت

۲ چوں دو زلف تو ہمدگر شکست
 طاقت و تاب را کہ شکست
 خواستم گریہ کنم از ضعف
 نفسم در گلو گزشت
 غمزه کافرت ز شوخیمہا
 نشر تم در دل و جب گزشت
 سنگدل از جفا و لم مشکن
 کہ نہ بند چو این گہر شکست
 کار عشق است در شکست بے
 کوہکن راز تیشہ سر شکست
 مرغ دل در ہوائے شوق رخت
 برید آں فتد کہ پر شکست

سخن آبدار تو با فتر

در نظر قیمت گہر شکست

میکده با کعبہ کجا ز گس جاوے تست
 ہر کے کو سایہ پر در و قد و سحجے تست
 پیچ و تاب کا کل و چین برسویے تست
 ساغر غم نوش کن لے دل کجاں لڑے تست
 ہر کہ از جاں داوگان ختم چوں آموئے تست

کعبہ کو میخانہ را باشد قرین ابروئے تست
 سایہ طلب باش با شد آفتاب سخنیز
 عرشیاں را طائر دل آنکہ می آرد بام
 بادہ عشرت ز دور آسماں ہرگز مخواه
 چاک چاک از جوش و حشت در لحد سازد کفن

با قمر از تکلیف رضواں کے بخت رخ کند
 زان کہ آن میکس گداز ساکنان کو تے تست

ایسر حلقہ گیسوئے مشک فام تو نیست
 بہ اعتدال مزاج ہوا لے بام تو نیست
 دوروزہ گردش گرداں اگر بکام تو نیست
 برو کہ جام فنا آشنائے کام تو نیست
 کہ محرم حرم راز عتس ل خام تو نیست
 نہ خوش کنم کہ در ولادت کلام تو نیست
 چو جام لالہ ترابے اگر بکام تو نیست

کدام دل کہ زو ابنتگان دام تو نیست
 نیم گوشہ باغ جہاں خوش است ولے
 ز لوح دل بتواں حرف کام بستردن
 خضر تبرت آب بقا چہ مینازی
 عروج اوج حقیقت ز عشق نچہ طلب
 فروغ بزم سخن خود اگر کلیم بود
 تو اں رساند ماغی ز داغ حسرت دل

چکیدہ قلمت با قمر است اعجازے

مگر ز عالم وحی است این کلام تو نیست

ہر آں ولے کہ ز بلف تو ما ل افتادہ است

ز دست خویش بقید سلاسل افتادہ است

زجا نیرود از سختی جفا بایت تمام جلوہ و من محویہ تر تم کہ کدام
 کہ دل بمشرب عشق تو کامل افتادہ است میانہ من و ولد احسانل افتادہ است
 ترا چہ سود کہ باشد بهشش جہت دیدا چو دیدہ دلت از دیدن عاقل افتادہ است
 رقیب گر ز رہ غم بسر ز تہ وقت است کہ زلف یار بدستم حاصل افتادہ است
 کسے چگونہ برد جان زدست آن ہر حم کہ ترک غمہ او سخت قائل افتادہ است

تو شرح دوری خود میکنی منم باقر

کہ دست من بیانش حاصل افتادہ است

بحر بے پایاں این عالم جا بے پیش نیست عمر خود باشد اگر چون خضر غول بے پیش نیست
 در حریم عظمت جانانہ قیمت کے نہند دیدہ و دل عاقبت خونے و آبے پیش نیست
 شربت وصلت چشیدن بائے عینے است بس صدنہ ہجر اکشیدن اضطرابے پیش نیست
 ذرہ دروے طلب تا محرم رازے شوہا حاصل این زہد تو را بد تو آبے پیش نیست

لذت آب و تمغیش چشم آن بخت کو

حکم بہر شتم باقر عتابے پیش نیست

سحر کہاں چو ز آغوشم آن صنم بر خاست بہر ترکتا ز دلم شکر الم بر خاست
 بنا ز گشتہ چو رقصاں ز نغمہ خلخال ز کجہائے لحد خفتہ عدم بر خاست
 بسیل نیستیم دادہ رخت ہستی! بچوشش عجب ازینہ موج غم بر خاست
 فتاند بر قدش نقد جاں دلم آن شوخ پے معانقہ چوں از رہ کرم بر خاست

فتانہ طشت زراز ہر چہ سنج بر پایش ز خواب ناز مہر من چو صبح دم بخت است

بسوخت نہ طبع قصر آسمان بے تو

ز بسکہ شب زدلم دو دو درد و غم بخت است

۸

ملک جم و سکندر رودار گرفته است	تا این دلم بکوی تو ما و اگر گرفته است
این شعلہ بین ز آب کہ بالا گرفته است	زنگ دگر رخ تو ز صہب گرفته است
مجنون عبث رہ صحرا گرفته است	یکخانہ ز جلوہ لیلیٰ تہی نبود
یارب چہ آتشت کہ با گرفته است	مانند شمع رشتہ جاں را بسوخت آہ
کس غیر ازین چہ بہرہ زدنیا گرفته است	کو شادئی کہ باعث صد گونہ بخت نیست
دلے فگندہ است کہ عنقا گرفته است	ہر کو رسیدہ است بمصنمون آن کہ
دل از سیاہ روزی شہا گرفته است	نور خشن نگشت کہے شمع بزم من
بیچارہ طرف دامن صحرا گرفته است	افتاد چون نہ دامن لیلیٰ بدست قیس
این فتنہ آتشت کہ بالا گرفته است	دست خانی تو خمیازہ بر نشد
یاد از صدائے قفل مینا گرفته است	ای شیخ رو کہ شیوہ ذکر خدا دم

باقر ز درد ہجر رخ ہجو روز تو

خغے فغان و نالہ شہا گرفته است

۹

زیب جسم ناتوانم خلعت عربانی است	تا رکم را افسر از دیباے بے سامانی است
تا نصیم بر در او منصب و ربانی است	بانہراں عجب رضواں بندہ نامست

یوسفِ گم گشتہ دل را نشانِ محبتِ آہ
چشمِ عالمِ نرگسِ آسا و آسویں و نبالہ ما
می نداشتم بجا و غمِ بخش ز زندانی است
سرِ مہ چشمِ تو نورِ دیدہ حیرانی است
پند ترکِ عشق از تو با من از نادانی است
ذرہ در سے بدلِ ناصح ز صد تقویٰ بیت

باقر از کلکِ گہرِ نیت نہ تنہا این غزل

ہر کلامے چون کلامِ سعدیِ خاقانی است

۱۰ ہمدردِ مرا جز دلِ پُرورد کے نیست
از دیدِ روحِ سرمِ ستہ ام از دولتِ عشقت
غیر از نفسِ گرمِ مرا ہمتی نیست
پیشِ تو جس میں سایم و کارم کجے نیست
کیا ہستی موہومِ بجز نیکنے نیست
در جادہٴ ایں با دیدیکِ خار و خسے نیست
کالے جانِ جہاںِ خبر تو کے و اور سے نیست
باقی ز وجودِ صنما بجز نفسے نیست
در قافلاتِ حاجتِ بانگِ جہ سے نیست
بزدیدنِ روئے تو ہوا و ہوسے نیست
از شدتِ وحشت نہ پلید مرغِ دلم چوں

در خاطرِ باقرِ سجداے شہِ خواباں

بزدیدنِ روئے تو ہوا و ہوسے نیست

۱۱ بردنِ دل ز عشوہ کار کے است
کشتنِ بیگنہٴ شکار کے است
خضر ہم آنکہ تشنہ اش باشد
آبِ شمشیرِ آبدار کے است

نہ نشاند بہ پہلوم از رنگ
 داروئے علتِ دل شیدا
 انچہ فخرِ من است عمار کے است
 لب نوشین خوشگوار کے است
 کہ خزاں من از بہار کے است
 ز گس چشم پر خار کے است
 مست سازم ز جامِ مدہوشی
 باقر این مصرعہ خزیم کشت
 چہ کنم دل با اختیار کے است

۱۲
 کہے را حاصلے ہیچ از بقا نیست
 بیگیتی در ہمہ تجا نہ یک بت
 کہ مست بادہ ذوقِ فنا نیست
 بجنّت ای صنم نامِ خدا نیست
 بود خاکش بسر گوید ہر آنکس
 چنان از نامتات دُور رفت آدم
 کہم سووانبستد جاں ولیکن
 چہ کار آید چشمِ سر مہ طور
 ز زیور فارغ است حسنِ خدا داد
 خدا را از رخ خود پرودہ بردار
 لبِ عیے ترنم آشنا بود
 بگو نام صح کد میں مذہب است ایس
 چہ حاصل از مے و مطربِ محفل
 کہ مست بادہ ذوقِ فنا نیست
 بجنّت ای صنم نامِ خدا نیست
 کہ خاک کوئی تو خاکِ شفا نیست
 کہ بابانگِ در آگوش آشنا نیست
 بہ بازارِ تباہِ جنسِ وفا نیست
 ز خاکِ مقدمتِ گرتوتیا نیست
 کہ مرجاںِ نخبہ محتاجِ فنا نیست
 کہ صبر از جلوہ ات ای مرلقا نیست
 کہ دردِ عشقِ راہرگز دوا نیست
 کہ می با یار نو شیدنِ روا نیست
 اگر آں ساتی رنگیں اوا نیست

اگر تو آفتابی ذرہ من
بزرگ سایہ از ذاتت جدا نیست

چہ شد باقر اگر پیمانہ نوشید

جو ان زنداست پیر پاد سانیست

شور حسن ملکیت بجاں افتادہ است
خوبی رونے خوشت در زبان افتادہ است

غیر پیمانہ کش بزم تو دشمنیست
کہ ز طاقِ دولت ای طرفہ جو ان افتادہ است

یوسف مصر بی زبان تو ہنگ نبود
پلہ حن تو لے ترک گراں افتادہ است

نیت رعنائی سر و چین از بے سببے
سایہ قامت آل سر و رواں افتادہ است

ہمچو مار سیہ از رشک نہ چیم حکم
طرہات آہ بدستِ دگران افتادہ است

ہست ز فیض نظر حضرت غالب باقر

شور نظم تو کہ در ملک جہاں افتادہ است

ہرگز دلم ز دیدن حسن تو سیر نمیت
گر نیگرم بروے تو تا خردیر نمیت

ما بلبلان قدسی عرش آشیانہ ایم
روح القدس بہ نعمہ ماہم صیغیر نمیت

افتادہ ام ز پائے بدہ ساقیہ شراب
زیرا کہ غیر جامِ میم و ستیگر نمیت

چشم سرش چہ بنگر داز سر معرفت
آزرا کہ دیدہ دل و انا بصیر نمیت

ما یم سالکان طسیر بق رضائے دوست
شوقِ نعیم در دل و خوفِ سعیر نمیت

پندم بترک شاہد و ساعسہ چہ میدی
ناصح برو کہ یک سخنن دلپذیر نمیت

بنود سرے کہ نمیت ہولے رخت درو
بنود و لے کہ در خم زلفت ایسر نمیت

باقر تراز کثرت عیساں چراست غم
آخر خطائے تو ز عطایش کثیر نیست

۱۵ خوں شد بگر ز حسرت و جاناں باناست
بوده است آشیانہ ما گلشن قدم
زین درد جاں سپردم و درماں باناست
آمد نسیم طرہ مشکیں علاج ما
کسب ہوئے عالم امکان باناست
بوده است بزم مے چه قدر بے توبہ تک
عنبر فانی گل و ریحیاں باناست
دور ترح چو گردش دوران باناست

تدبیر کار بے سرو سامانیم منند
باقر ہتھیہ سرو سامان باناست

۱۶

دل چو آئینہ محو طلعت است
گر عقوبت کند سزا دارم
سرخوش از بادہ محبت اوست
جنہا جلوہ رخ خویش
ور بہ بخشد گناہ رحمت اوست
در ہمہ کائنات و ہر موجود
یک نظر ہر کہ دید قسمت اوست
ہر کہ دانست عین سخن ہو جو
جلوہ منہ را جمال صورت اوست
رحم بر ہنم بفرست اوست
رو بہ آور بصانع بیچوں
ہیں کہ چون و چگونہ صنعت اوست
ز آفتاب قیامتش چه خطر
ہر کہ در سایہ حمایت اوست

گر ز ندوم ز خواجگی چه عجب
باقر از بندگان دولت اوست

چه وحدت است کز روشخ و برین پید است
 خیال جلوہ روئے تو میرد از خویش
 بزنگ گل دلِ عشاق را کند صد چاک
 گزشت عمر که خو کرده ام بس کامی
 چه نخلتے کہ برد نافہ نتا و ختن
 بہر کجاک کہ دہی جلوہ خوش گلستانیت
 بہ بے ستوں تو اگر گوش دل نہی شنوی
 شریک مجلس جمعیتم روئے دل با اوست
 حدیث عشق چه آرام لب کہ خوشوار است

بشعر عسرفی و طالب نیافتم باقر

فصاحتے کہ بہ انداز این سخن پید است

دل من است کہ کارش بجز طپیدن نیست
 بگاہ گفتن حال دل حیزین فرمود
 ہمیں بہ پستی ہجر تو ساختم ناچار
 تو خود بگو کہ ایزں دیدہ ام چه سود اگر
 بجز تم چه تواند نمود دست جنوں
 براہ عشق زرنج و تعب منال ای دل
 نصیب من لبسراق تو آر میدانیت
 لگو لگو کہ مرا طاقت شنیدن نیست
 کہ تا پیام و صالت مرا رسیدن نیست
 نصیب دیدہ جمال رخ تو دیدن نیست
 کنوں کہ پیر ہنم قابل دیدن نیست
 کہ کار عشق بجز بار غم کشیدن نیست

چہ ہو و از آنکہ اگر تبت است و گرتا مار
 نیم زلف تو آنجا کہ در وزیدن نیست
 چگونہ نخل مرا دست بگو مگر ریزد
 ترا کہ نخت دل از دیدہ تپکیدن نیست
 تو قیمت دل شیدائے من عبث پرسی
 چو مدعا دل خریدن نیست
 توئی نتیجہ ایجاب و مشرہ موجود
 کہ جز بذات تو مقصود آفریدن نیست

ہیں کہ می شنود لطف او بود باقر

و گرنہ قصہ تو لایق شنیدن نیست

۱۹ خاک در تو سرمہ نور نظر بر لب است
 جاناں غبار زیاد تو ام تاج سب لب است
 بر خاک آستان تو بودن حضور لب است
 رفتن بسوئے کعبہ کو بیت سب لب است
 بیار شکل است سلوک طریقی عشق
 سالک بہوش رو کہ دیر ز خطر لب است
 لیل و نہار عالم امکان ندیدہ ام
 زلف و رخ تو عالم شام و سحر لب است
 ای طالب رضا چو قناعت نہ دیتیت
 دست تہی ز بہر تو گنج گوہر لب است
 رگزن چرا تو نشتر خود راست میکنی
 مژگان یا رہر رگم نیست لب است
 در نزع ساعتے سرا بلین من بیا
 از بہر زندہ ماندن من این قدر لب است

باقر نہ حدت نماشاے او مدام

گر بنگری جمال رخس یک نظر لب است

۲۰ ساقی محفل زنداں چو کف جام گرفت
 مستی از زنگس مست تو مگر دام گرفت
 جان بجزرت بیپردہ نتوانست سیکے
 بوئے از لب لعلت دل ناکام گرفت

من بقربان تو لے نخت کہ در سیر حنین
 بدیار تو پس از عمر رسیدم صد شکر
 بہر سیر چمن حسد مہنت نرود
 دل بتیاب کہ میداشت پلیدن شہ روز
 ہر کہ در دست ز خود لالہ صفت جاگم گرفت
 ہر کہ در دست ز خود لالہ صفت جاگم گرفت

تا مکف دامن تسلیم گرفتیم با شکر
 دل ناشاد ز ناکامی خود کام گرفت

ای جان و دم سوختہ آزار محبت
 آغوش من و شاہد گونہ تمنّا
 جانان چہ کنم پیش تو اظہار محبت
 بالین من و سایہ دیوار محبت
 عمر سیت کہ جانم شدہ بیمار محبت
 از گرمی رخسار تو بازار محبت
 آنرا کہ شکستہ است بدائع محبت
 اینست اگر شوخی ز قمار محبت
 آزیب گلویم شدہ ز ناز محبت
 ما ز کف خود سبچہ صدوانہ نہام

ای باقر و نخت چہنیں حال تو چو نیست
 شاید کہ دلت گشتہ ز قمار محبت

آں دل کجا کہ از غم عشقت نکاز نیست
 کو گلرغے کہ بر گل رویت نشان نیست

در بزمِ ز تشریبِ خود ای خضر ملاف
 با آنکہ خونِ بے گنہاںِ ریختِ اس قدر
 تاراجِ دل نمود ز جولاںِ اسپ چوب
 مارا ز سیرِ باغِ چپہ کیلفِ میدہی
 بس جانگزا است دغدغہ روزِ حشر لیک
 با جسرم بے شمار و امید لطف تو
 دائم کہ از گرانیِ دلہا شدہ است خم
 خواہی علوئے ز تیرہ زیندار در گذر

باقر بنامِ رادی خود خاطر م خوش است

از چرخِ شکوہ ام

ماہ من نہ جقیقہ جقیقہ ابروی نمودار داشت
 بر ہمین ز ناز تار رشتہ دارد در گلو
 ہینچیکہ مسکینِ دلم نمود عرضِ عبد
 شیخ شہسوار مدجول با امراج کفر وید
 کردہ است از یک نگہ دیوانہ صد فرزانہ را
 دور از بزمِ وصالِ عاشقِ رنجور تو

۲۳

۱۷ جقیقہ جقیقہ کردن ابرو چہیزے از بزم میا زندہ با سودہ طلق آئینتہ زمان ولایت بر پیشانی دارو چہا پندہ مثل معیش ریزہ کہ بزم
 بعض زنان ہندست برلے آرایش و خوش آئینگی - مرزا جمال سیرہ کردہ جقیقہ جقیقہ ابرو را پندہ دادہ عرض جوہر مور -
 (بابا رحیم)

باقر مکیں بچے رشک فردوس تو شب
نالہ آتش فشاں نے گریہ ہائے زار و آفت

یک بوسہ بیدہ بہاش جان است
بے روئے خوش تو ام شب و روز
آمد بجنہ رام یا صنوبر
جز وصل تو نیت مقصد من
گر سو دمن است و گر زیان است
یا نالہ زار یا فغان است
یا سرو روان من چنان است
دانائے رموز راز دان است
بنگر کہ ولم چیاں طپان است
فرقے چو زمین و آسمان است
مقصود دولت گراختان است
آو دل ماشر رفتان است
بیرون نکشم کہ میہمان است
مسکین دل من ترا ازان است
جائیکہ لببت شکر فشان است
از دست منشس بر چو خواہی
طوطی نہ شود گہے نواسنج
از شوق وصال و آرزویت
از کرسی و عرش تابا بامت
شمشیر یکف بیابویم
در چرخ مداں شہاب ثاقب
از سینہ ریش خود خدنگت
از دست منشس بر چو خواہی
طوطی نہ شود گہے نواسنج

از لطف قدیم خود بہ بختائے
باقر ز غلام آستان است

از سینہ زلاعسری عیان است
لے دل ز بختائے او چہ نالی
رازیکہ مرا بدل نہان است
کیں ناز برائے امتحان است

از خانہ مراں کہ بر حبیبِ نم
مرون بدرت ز زندگی خوش
کیں مرگ حیات جادوان است
ہر کس کہ شنید شعر من گفت
این کس چہ نصیح و خوش بیان است
در ہجر خودت شنو فغانم
خوشتر ز نوائے بے بلبلان است
نام تو چہ و کج امکان است
سیس بدنایا بیا بفرما

اے فخر رسل باونگل ہے
باقر ز کینہ امتان است

۲۶ در ہجر دوست ای دل شنید اچھا گذشت
تو شب بعبیش صحبت یاراں گذاردی
دور از جمال آں رخ زیب اچھا گذشت
جانا چہ گو میت کہ نہ پر سیدیم بنا
دانی کجا کہ بر من شیدا چھا گذشت
دو داز نہاد حلق بر آمد بیک خرام
ہاں بردت بگوے کہ بے ماچھا گذشت
از تاب و پیچ طرہ خواباں ہاشم
آں مہ بہر طرف کہ بنا زوادا گذشت
راضی شدم بمرگ و طیبیم جواب داد
منت خدائے را کہ بخیر این بلا گذشت
جان من از علاج و دلم از دوا گذشت
گو یا ز حلق جسب عہ آب بقا گذشت
فریاد من بحضرت شیرِ حنہ اگذشت
تنگ آمد ز شورش روباہ سیرناں

از باقر شکستہ دل خود برون فلکن
ایں درد بکسی کہ ز حدیاء خدا گذشت

زلالہ زارِ فزوں تر بہارِ داغِ من است
 حجیم یک شرارِ شعلا زارِ داغِ من است
 ز خاکِ پیرِ ہن و کوئے یارِ مکن من
 ز بہیشتی نہ شوی زاہدا گے ہیشار
 نسیم گلشنِ بوئے گلُم نیایدِ خوش
 مباد سایہِ داغِ تو از سرمِ خیزد
 شگفتہ تر ز گلِ فوہبہا بر باغِ من است
 بہشتِ سبزہ بیکانہ ز باغِ من است
 ہمیں نشانِ من است ہمیں سر باغِ من است
 اگر چشتی ز شرابیکہ در باغِ من است
 ز بسکہ نگہتِ زلفِ تو در داغِ من است
 کہ در لیالیِ حیرتِ تو این چراغِ من است

بکج خلوت یا کوش نشستہ ام با فقر

کہ از دو کون و مکان باعثِ فراغِ من است

وصف تو بر تر از بیانِ من است
 جو روِ ظلمتِ منتجبہ دارد
 یکدو ساعت کشیدنت در بر
 تیغِ سرِ کردہ گویدم بکُشم
 نتوانم ز جا کہ بر خینرم
 ہمنوایم بہ لبلسِ شیراز
 از جفا ہا ہر اچسہ خواہی کن
 نفسہ گوش کن فسانہ من
 تو نہ آنی کہ در گماں من است
 این ہمہ بہر امتحانِ من است
 گوئیا عسمر جاوداں من است
 جدا نا ز دل ستاں من است
 این چنین طاقتِ فتواں من است
 طوطی ہند ہنر ماں من است
 گر ترا سُود در زیاں من است
 نہ عجب طُرفہ داستاں من است

سبزہ بیکانہ یعنی سبزہ بے موقع کہ قابلِ پیراستن و برکندن باشد میرزا صاحب سے
 تلاشِ محبتِ آئینہ روئے میکند تو قم
 کہ جوہرِ رنگا ہش سبزہ بیکانہ میدانہ (بہارِ عجم)

ظاُرفِ دسی ام فلک پرواز
بر سرِ سدره آشیان من است
حق سلامت بدارد احسن را
زور بازوئے ناتوان من است

جبہ سائی درگہش باقر
باعث فروغِ نورشان است

۲۹ ترا بد کہ حق ز اہداری نیست
اگر ز عجب و ریادِ دولت صفائی نیست
اگر میکیدہ رستم ترا چہ لے ز اہد
مرا برنگ تو دعوئے پارسائی نیست
تو دست کش ز علاج کہ امی طیب مرا
امید بہ شدن از حالتِ کذائی نیست
بہ تیغِ قہر سرش میکند فلک بہ دو نیم
ہر آں کسے بدت گرم جبہ سائی نیست
کنم چہ شکوہ ز کو تاہ دستی خود حیث
کہ تا بزلفِ رسایت مرا سائی نیست
گر فتم اینکہ توئی منارِ از غم، ہجران
رہِ خلوص نہ رفتی چہ دم زنی از زہد
بود بہ نطقِ طبیعی فصاحتِ سخنم
بر فتمش چو سحر کہ بخندہ گفت آن شوخ
اگر تو دل بشکستی شکستہ خود را
و گر نہ طبع مرا ذوقِ خود سائی نیست
تو کیستی کہ مرا با تو آشنائی نیست
چنانکہ بہر شکست تو مویسائی نیست
اگر نہ گشت رضا مند زین قدر چہ کنم
کہ غیر دین و دلم بہر رونمائی نیست

تو با سیرِ سلیمان چہ میکنی باقر

بکوئے یار اگر منصب گدائی نیست

۳۰ بگر و کعبہ بگشتن طواف خانہ تست
 بزن خدنگ نگاہت کہ خوش نشانیہ تست
 متاع مملکت و بسری خزانہ تست
 کہ جاں گداز عجب آہ عاشقانہ تست
 رواج جور و ستم انچہ در زمانہ تست
 و گر عذاب کنی عدل خسروانہ تست
 اگرچہ بہر میں این پند مشفقانہ تست
 منم کہ سجدہ گہم سنگ آستانہ تست
 بطرف این جگر خستہ و دل محزون
 ادا و ناز سپا پان لشکر اند ترا
 بخلوتِ دل شہا چین منال ای دل
 بنود پیش تو ہر چند بودہ اند حیس
 اگر بہ بخشیم از حضرت تو لطف و عطاست
 بترک منے نکتم گوش ز اہدا سخت

چہ مشہر شدہ باقر فسانہ عشقت
 کہ ہر کجا بزبانہا ہمیں فسانہ تست

۳۱ آنکہ شادی رانشا بد طبع ناشاد منست
 و آنکہ قیدے بر نہ تا بد طبع آزاد منست
 غالباً امشب دلا گوشش بفریاد منست
 دلفریب قدسیاں شوخ پر یزاد منست
 قامتِ رعنائے خواباں سرو و شاد منست
 عیسیٰ مریم اگر باش کہ جلا د منست
 در پے صید و لم آں ترک صیاد منست
 غیرت بیت الخزن کج غم آباد منست
 آنکہ پیش کس نہ بکشاید کف رعنا منست
 در دماغ من رسد از ناہا بوئے اثر
 نے ہمیں انسان بود محو جمالِ رُوئے
 منکہ عاشق مشریم با سرو و شاد مچہ کار
 جز لب لعل شکر ریزش نہ بخند صحتم
 دام زلفِ عنبریں و دانہ خال کج لب

من فدائے لطف او باقر کہ دستا دست

۳۳ بزم است و جمع میکشان آن مونس بہم کجاست
نقل و نثر اب است و سبواں ستانی بزم کجاست
چوں اشک چشم گوہرت کے آبدار استا نصیحت
ای بر نیساں عوشت چوں دیدہ پر بزم کجاست
ای ماہگر با عارضش لاف صفائی میں نہی
آن ابروئے چہنیش و آن کاکل پر بزم کجاست
لطفے مین میداشتی باغیر کنوں ساختی
آن جستجویم کو ترا آن پرش حاکم کجاست
دور از جمال روئے تو گشت این غم تنہا ایم
آن مہربان مں چہ شد آن مونس جانم کجاست
در رفتن رایت مرا فرسودہ شد پائے طلب
پروا کنم تا سوائے تو ہم آں پروا با کم کجاست

از ہجوم رنجہا باقر چہ مینالی عبث

خاطر خالی ز اندوہ و دل بیغم کجاست

۳۴ آمد ز ناز و صدستم ایجاد کرد و رفت
از غمہ کار خنجر جلا د کرد و رفت
باشکوہ و عتاب سخن کردہ و نجاست
صد گونہ جور بردل ناشاد کرد و رفت
آمد ز بہر سیر چمن با حنہ رام ناز
شمش دراز بندگی آزاد کرد و رفت
ترکانہ شد سوار و آمد بہ ترکت از
ویران ہزار خانہ آباد کرد و رفت
آن شہسوار میں ز وجودم براہ او
مشتے غبار بود کہ بر باد کرد و رفت
مازم بر بخت خود کہ شب آں مہ بخانہ ام
یک جلوہ کرد و خاطر من شاد کرد و رفت

اے سنگدل یکے نشیندی ویتنے

باقر براستان تو فریاد کرد و رفت

شدت تشنگی چشمہ حیوانم سوخت
 در شب وصل بہ آغوش خود از شدت شوق
 رفتم از جان بہ تنگای وصالت گامے
 بے خطر ساختہ از دغدغہ روز جزا
 نرسیدی بسر آخر غم ہجرتم سوخت
 آتیش آہ دلم دقصر عصیانم سوخت
 تنگ گرفت چنانم کہ گریبانم سوخت
 آتیش ہنجوشہ بر محکم قطرہ اشک
 نرسیدی بسر آخر غم ہجرتم سوخت
 آتیش آہ دلم دقصر عصیانم سوخت
 در سراق رخ تو دیدہ گریانم سوخت
 تاب دیدار کجا جلوہ او جانم سوخت
 تا نجلی گہ خشنش برسیدم لیکن

بر در دولت آن شاہ چور فتم باقر

شوکت خسروی و دبدبہ شام سوخت

بہتہ در نظر باشد شکلِ رونے زیبایت
 درون قالبِ جاں دادہ جانِ نقہ بازاید
 گلستان شد منام از نگہت زلفِ سخن سبایت
 گزارم گر شود مگرہ خلوت خانہ نازت
 حدیثے گر کنم گوشے از آن لعلِ مسیبت
 بصرائے جنوں آخر سبوت مردی ای محبوب
 سرت گردم بپا فتم چو آن زلفِ پللیت
 بکام شیرہ ریز از دہان شکر خود
 نیاید در منام تو نسیم زلفِ لیلیت
 بقربانت بنہ بر لب لب لعلِ چو حلوائت
 کہ جایم بود در نسلِ ہمالیوں سرو بالایت
 چہ سازم گلشنِ جنت چہ سازم سایہ دلنوی
 دل من منزلت باشد و باشد دیدہ ام جایت
 بود ہر عضو عضو من ز عکس جلوہ اش روشن

بسویت سجدہ میر نریزے صدق با اصدق

نظر فرما بسوئے باقر مشکین شیدا بیت

من فدائے لطف او باقر کہ استاد منت

۳۳

بزم است و جمع میکشان آن منس ہم کجاست
نقل و شراب است و سواں ساتی بزم کجاست
چوں اشک چشمم گو بہرت کے ابدار است اسی
ای بر نیساں عہشت چوں دیدہ پر ہم کجاست
ای ماوگر با عارضش لاف صفائی میںنی
آن ابروئے پر جنبش و آن کا کل پر ہم کجاست
لطفے بین میداشتی با غیر کنوں ساختی
آن جستجویم کو ترا آن پرش حاکم کجاست
دور از جمال رئے تو گشت این غم تنہایم
آن مہربان مں چہ شد آن منس حاکم کجاست
در رفتن رایت مرا فرسودہ شد پائے طلب
پرواکم تاسوئے تو ہم آن پرو با کجاست

از ہجوم رنجہا باقر چہ مینالی عبث

خاطر خالی ز اندوہ و دل بیغم کجاست

۳۴

آمد ز ناز و صدستم ایجاد کرد و رفت
از غمہ کار خنجر جلا د کرد و رفت
باشکوہ و عتاب سخن کرد و نجات
صد گونہ جور بردل ناشاد کرد و رفت
آمد ز بہر سیر حین با حرام ناز
شمش دراز بندگی آزاد کرد و رفت
ترکانہ شد سوار و آمد بہ ترکت ز
ویران ہنر ارخانہ آباد کرد و رفت
آن شہسوار میں ز وجودم براہ او
مشتے غیب را بود کہ بر باد کرد و رفت
مازم بہ نخت خود کہ شب آن مہ بجانم
یک جلوہ کرد و خاطر من شاد کرد و رفت

اے سنگدل یکے نشیدی ویتے

باقر براستان تو فریاد کرد و رفت

حسرت بوسہ لعل لب جانانم سوخت
 در شبِ وصل بہ آغوشِ خود از شدتِ شوق
 رستم از جان بہ تمنائے وصال گاہے
 بے خطر ساختہ از دغدغہٴ روزِ جزا
 آتشِ بچھوشتہ بر محکمہٴ قطرہٴ اشک
 تا بجلی گہ خشنش برسیدم لیکن
 شدتِ تشنگی چشمہٴ حیوانم سوخت
 تنگ گرفت چنانم کہ گریبانم سوخت
 نرسیدی بسر آخر غم بچھوشتہ سوخت
 آتشِ آہ دلم و قہصیب نام سوخت
 در سراقِ رخ تو دیدہ گریبانم سوخت
 تاب دیدار کجا جلوہٴ او جانم سوخت

بر در دولت آں شاہ چورقم باقر

شوکت خسروی و دیدہ بہ شام سوخت

بہشتے در نظر باشد ز شکلِ رویِ زیبا
 درونِ قالبِ جانِ دادہ جانِ نقتہٴ بازاید
 گزارم گر شود کیرہ بخلوتِ خانہٴ نازت
 بصرائے جنوں آخر بجزتِ مردی ای محبوب
 بکامِ شیرہٴ ریز از دہانِ شکرین خود
 چہ سازم گلشنِ جنت چہ سازم سایہٴ طربا
 بود ہر عضو عضو من ز عکسِ جلوہٴ تیر روشن
 گلستانِ شد مشام از زہتِ زلفِ سمن سبایت
 حدیثے گر کنم گوشے از آن لعلِ سجا
 سرتِ گرم بیا اقم چو آن زلفِ پللیا
 نیامد در مشام تو نسیمِ زلفِ لیلیا
 بقربانت بنہ بر لبِ لبِ لعلِ چو حلوا
 کہ جایم بود در نسلِ ہمایوں سرو بالا
 دلِ من نزلت باشد و باشد دیدہ ام جا
 بسویت سجدہ میر نریزے صدقہٴ ایصد

نظر فرما بسوئے باقر مشکین شیدا

۳۶

مستی ز گس قنال تو بے چیزے نیست
خلش خار بود دامن گل را لازم
در درون لب لعل مسی مالیدہ تو
مانع عن سرق شود تاب درونش دل را
دہنت تنگ شکر کان ملاحمت لب تو

شکن کا کل بیچاں تو بے چیزے نیست
یوسفاسی ملی انخوان تو بے چیزے نیست
لمعہ گوہر دندان تو بے چیزے نیست
خال بر چاہ ز نخدان تو بے چیزے نیست
باشکر شور نکلان تو بے چیزے نیست

یا قر از آتش عشق است ترا سینہ کیا۔

دود آہ دل بریاں تو بے چیزے نیست

۳۷

دلم بقل زد دست تو آرزو مند است
بقل عاشق میکس چساں کم بستن
ز عمر خضہ دراز است گر چہ زلف دراز
مرا کہ منزل جانان ندیدہ ام چہ خبر
دلم بوادی عشقش کشید خانہ خراب
ز زہر گر یہ خود جانم کہ تر یا قش
بہائے من چہ بود بوسہ لب لعلت
ز غفلت است کہ ناخواندہ کردش حبیب
مرا کہ طینت اضداد شدی کے گفتم
ہمیشہ لازم و ملزوم بودہ است بہر

بہ تیغ عشوہ و تیر نگاہ سو گند است
مگر چو نیست ترا از کجا کمر بند است
درازی شب بجران زلف و چند است
کہ ہاں کجا است بخارا کجا ستم غذا است
بہ دام درد بلا کردہ حیف در بند است
زلعل نوش چو گلبرگ او شکر خدا است
چہ گوئیم کہ لعلت ما بہائے تو چند است
بہ ہیں کہ نامہ شو قم ہنوز سر بند است
تواں کہ خاطر من پر غم است خرد است
ز عاشقان ہمہ زندی و ناصحان خدا است

دریں چین شجرِ عشق من بحمدِ اللہ باب جاری چشمِ ترم برومندا است

دو لے دل تو اندشن چرا باقر

کہ عارض و لبِ لعلش عجب گلِ قند است

بازلفِ مسلسل چو سحر و دید بامت
در پردہ توئی در طلبِ مقصد و کامت
باقامت رعنا چو شہی جلوہ گر بام
در لہو و لعبِ عمر بے سنا ختم کنوں
در دور و دو چشمِ سیمِ ست تو زاہد
تا رِسر گیسوئے تو کردہ است چو مویم
ما فارغم از مشک کہ شد مست و ماغم
بے صرفہ بود و وعدہ فردات کہ باشد
واعظ دلِ من شیشہ و پند تو بوبونگ
تو جانِ جهانی بجہاں زندہ باشی
بس تشنہ جگر آدہ ام پیش تو ساقی
باقر ز سرِ عشق بستن بازنہ آئی

تا چند کنم پند ترا چند ملامت

آنکہ عمر عریضہ اش سر و آرد من است
خانہا کرد آنکہ ویران خانہ آباد من است

پر غضب تیغ دو دم در دست جلاؤ من است
 وانکہ محروں کرو خلقے طبع ناشاد من است
 عرش را در جنبش آرد انکہ فریاد من است
 با عدم ملصق وجود است بنیاد من است
 دشت و صحرا شہر من ویران آباد من است
 از هجوم قہنہا پیش تو سیر یاد من است

من تسلیم خم اسادہ با عجز و نیاید
 آنکہ سوز و عالمے را آہ گرم من بود
 آنکہ قصر حریخ ننگافد کہ باشد نالہ ام
 بر وجود عارضی مارا چہ جائے نازچوں
 ہچو محبوں جادہ پیامے دیار حشتم
 زندگی شد یا خدا بر من بلائے جان من

رحمتے فرما بجا لم جدنا یا دستگیر

سرفراز مکن بگو باقر زاد اولاد من است

پیدا است ز سبائے تو آزار محبت
 آنکس کہ شود بندہ سرکار محبت
 چند انکہ شود باش گزافار محبت
 منصور صفت شو بہ سر دار محبت
 آنکس کہ خلد در دل او خاں محبت
 در دام حسم طرہ طرار محبت
 میرم بہ تماشائی بازار محبت
 آن دل کہ شود محرم اسرار محبت
 ہرگز نہ شود بہ ز تو بیمار محبت

لے دل شدہ خستہ و بیمار محبت
 نازد بہ اولوغرمی او خواجگی دہر
 از بندگی غیر رہا گشتہ تو ای دل
 از زندگی بے مزہ عشق چہ حاصل
 از درد دل زار مجال است نماند
 مرغ دل و حشت زدہ ناگاہ و راقا
 خوش وقت تماشائی ہنگامیہ سہفت
 در کون و مکان واقف ہر از نہاں شد
 بر خیز مسیح از بر مہیں درد و سرت

برداشتن بار عبادت بود آساں

آن کسیت چو باقر کہ کشد با محبت

۴۱

گلِ رخسار تو یا نوبہار است
سبب زلفِ تو یا مشکِ تبار است
بیا جانانِ نسیم آسا بسویم
بر اہمت جانِ دل ہر دو تبار است
دریں دریا بکن غلے سگر انجام
دو چشم من چہ بحرِ موج دار است
خیالِ قامتت در دیدہ تر
خوشا سرے میان جو تبار است
بگر و عارضت خطِ سیفام
حلب ہیں در حصارِ زنجبار است
تو در بزمِ کہ مے خوردی بفرما
کہ چشم تو چنین مستِ خمار است
کے کو برد نقدِ عقل و ہوشم
بتے سیمیں تنے گلگونِ غدار است
کہ میگوید کہ زنگیں از خاشد
نگارِ پایت از خونم نگار است
بیا اے بیوفا بہرِ ودِ عشق
مریضِ عشق بر آہو سوار است
بیاتا کے بود گرمِ طپیدن
بہ ہجر تو دم بس بتیوار است
چرا بر خود نہ پیچم ہچو زلفت
بہ رخسارِ تو زلفِ تابدار است
دریں صحرا بے سر ہا است غلط
مگر جو لانگہ آن شہسوار است
بود شیریں برنگِ جاں شیریں
چہ زہرِ عشقِ جانانِ خوشگوار است
بود افزونِ سروغ او کہ دغش
چراغِ خلعتِ شہائے تبار است
بروز اہد ز بزمِ مے پرستماں
ترا با صحبتِ زنداں چہ کار است

نمی پرُسد ز تمکین عاشقان را
 مہ من شوخ و تشنگ و میگسار است
 خدنگ سینہ دوزے بانگاہت
 دو ابروئے کجبت یا ذوالفقار است
 جہد بر پائے خود و لہا کند خوں
 مرا معشوق طفل نے سوار است
 رخ رنگیں تو یا گلشن سبز
 دل پر داغ من یا لالہ زرار است
 تو پوشی راز عشق از من چہ باقر
 ز رویت در و پنہاں آشکار است

سرم وقت سجود آستانت
 کرم منہ ما منم از بندگانت
 تو شاید باز پنہاں بودی ای شیخ
 شد آخبر ملا راز نہانت
 تو بودی طالب حق زاہد اچوں
 کنوں شد میل باحن بتانت
 بگردے خندہ گراں نچہ لب
 ندانتے کسے راز نہانت
 بگاہِ عرض حال من بفرمود
 خمس من شنوم شرح و بیانت
 تو شبہا میروی در کوش لے دل
 نہ خوف عسں نے پاسانت
 مکانت عاقبت زیر زمین است
 اگر خود لا مکان باشد مکانت
 نہاں تا چند لے غنائے مغرب
 کجا جویم کج یا ہم نشانت
 زمین و آسمان را پشت بگست
 کشیدم من مگر بار امانت
 نمی آید بگوش دلبر لے دل
 رسد گرتا فلک شور و فغانت

تو باقر پیل تن بودی جانے

کجا شد طاقت و تاب و توانت

بخواب ناز کہ آن شوخ مہر تھا نختت
 دہ نہ رخصت یک بوسہ شب و صلت
 بچشم بینش حتی جلوہ خدا نختت
 نسیم او کہ رساند بوسے من کہ صبا
 بنار در بزم آن ماہ از حی نختت
 شب فراق بہ بیداریم گزشت و ہنوز
 گز نیافت باغیکہ آشت نختت
 نہ ہچو شمع بہ بیداری سحر خیز
 بخواب ناز در آغوش دل نختت
 بہ حال زار و زبونے شیم تو ان دیدن
 مریض عشق کہ شب مایل دو نختت
 رسم چگونہ سلامت با ساحل مقصود
 کہ چشم من ہمہ بیدار و نخت نختت
 من دستیزہ شہائے تار و ناکامی
 کہ کشتی آمدہ در موج و ناخدا نختت
 زر وے خاک بہ برداش و بدہ دستے
 خوشاک یکہ ہم آغوش مدعا نختت
 کہے بسایہ تو ہمچو نقش پانختت
 ندیدیم کہ گدائے ورت کجا نختت

چہ لاف میزنی از نکتہ دانیت باقر

بے بنحاک بہ از تو سخن ہر نختت

الم بگدشت و غم بگدشت و صبح و بلا بگدشت
 چہ داننی تو کہ در ہجرت بجان من چہ بگدشت
 پے تعظیم ہر و اتسا و وز گس محو دیدن شد
 چو در گلشن پے پیراں بت گلگون قبا بگدشت
 مگر تو خود بعبسہ ربائی علاج در داد ورنہ
 مریض علت عشق تو از دار الشفا بگدشت
 سحر گاہاں نمیدانم کہ بود آن ناز میں سوخنے
 کزین رہ بازخ ز سیاہ باناز واد بگدشت

نہ تنہا در دماغ عاشقانتِ عطرِ نیر آمد
 کہ لہجےِ عینِ زلفِ تو از چہنِ تما بگشت
 ز غیشِ میشود روزی چہ دو نہائی روز افزوں
 بہ قیمتِ ہر کہ قانع گشت د از حرمِ و ہوا بگشت
 ندیدم ہچکے روئے اجابتِ وائے ناکامی
 ز ہنقم آسمانِ شبہا مرا تیب در عالم گشت
 بہ آغوشم کشید از مہر و بخشیدم گنہ صد شکر
 بت نازکِ فراجِ من بر لطفِ ز ما مضابگشت
 نہ آمد ماہِ من یک شب گہے در خواب ہم با بقر
 بیا در جلوہ اشش عمے مرا صبح و سا بگشت

صبح دیدم مہ من سوئے گلستانِ میرفت ۴۵
 ایں طرف آن طرفش مطربِ قانونِ در دست
 با گروہِ رقباحتِ سرم و شادانِ میرفت
 از کفِ حور و شسِ جاریہِ قلیاںِ برب
 پیش وے لوی چون زہرہ غزلخواںِ میرفت
 از رخِ سوسن و گلِ روئے تما شاکیسو
 بر سر ہر روش از ناز خراماںِ میرفت
 دیدمش دوشش بر ہوارِ فلکِ سیر سوار
 وز سو سرو و سمنِ بر زوہِ داماںِ میرفت
 می زوی در شبِ معراجِ بہ افلاکِ قدم
 بر ہوا در نظرِ سرم تختِ سیلماںِ میرفت
 گر چہ بے جرمِ مرا کشت و نجاکم انداخت
 بر رختِ رُوحِ ایں مروجہِ ضباںِ میرفت
 ظالمِ از کردہ خود لیکِ پشیمانِ میرفت
 ز ہا ہدِ صومعہ در کوئے تو عریاںِ میرفت
 در دمندیت کہ در پہلوئے صحتِ نہ نشست
 ایں دلِ خست کہ بس در پسِ سماںِ میرفت

از در دولت تو با قبر بے چارہ سر

بادلِ غمزدہ یُر حسرت و حرناںِ میرفت

شاید شوقِ رختِ حجلہ نشینِ دلِ ماست
 طوفِ کوئے تو بجان شد شرفِ ہر دو بہا
 گرچہ بے پاکی ورنہ ہی بجہاں شد علم
 شد ز تقدیر و فاشِ خطا پیشانی من
 گرچہ تسبیح و مصلّاں نیز ز بجوئے
 ز اہد از ملت و دینم چہ کنی ہرزہ سوال
 نیست ممکن شوم از کلفتِ دیرینہ رہا
 آب و تابِ چمنِ حسن تو شد ذکر لبم

باقر از فتنہ آن چشم چہ آید برجاں

زانکہ صیادِ نگاہش بہ کمینِ دلِ ماست

رسد کے دست کو تا ہم بہ اوجِ طرفِ امانت
 سیہ ترا ز شب و بجور باشد زلفِ پیچانت
 قدت سر و درختِ گل - کاکلتِ سنبل
 رواں میساختم با نامہ شوقِ خودم اُورا
 توئی مجبوعہ خوبی بود سر و قدتِ رعنا
 بمن در ساختی اول بریدی عاقبت از من
 نہ چوں عزلت نشینِ گوشہ بیتِ الحزن باشم
 مقامت بس بوجہ عالی بود رشکِ فلکِ شانست
 فروزاں تر ز چاکِ صبحدم چاکِ گریبانست
 بہارِ خلد باشد جلوہ رنگینِ گلستانست
 رسانی داشتے پیکِ صبا گر تا بہ ایوانست
 ہے ہے آن نارِ مینانست خوشایستِ بخدانست
 چہ شد قولِ قسمِ ای بیتِ کجاشد عہدِ پیمانست
 مرشد یوسفِ دلِ غرقِ در چاہِ ز تخدانست

تو در فن سخن باقر عدیم المثل و یکتائی
بود جمع دعا گویت بود خلتی شناخت

۳۸ شعلہ آہ من از چرخ برون افتادہ است
از دل زار چہ پرسی کہ چگونہ است ترا
لالہ گوں روفے تو نازم کہ ز جوش غم او
با غم و غصہ دل گرنہ بزم چہ کنم
مائل پایکی ظاہر چہ توئی لے زاہد
غیر چشم بہیت نیست یکے سحر و فو
آہ دردِ دلم از ناب فزوں افتادہ است
مائل صورت بیچوں و چگونوں افتادہ است
درد دل زار من خستہ چہ چوں افتادہ است
کار من با فلک سفلہ دوں افتادہ است
کار با پایکی احوال درووں افتادہ است
در جہاں گر چہ بے سحر و فوں افتادہ است
بے تو باقر بہ سر خاک افتادہ است بخون
ہیں کہ بیچارہ چہ در حال زبول افتادہ است

۳۹ صورتِ صافی اوزنگ گلستان گرفت
لعل لبِ نازکش ملک بخشاں گرفت
شکر ناز و اداس ملک دل دجان گرفت
مایہ ہوش و خرد نرگستاں گرفت
شعلہ آہم بہ بین خرمں جاہنا بسوخت
قطرہ اشکم بہ بین صورت طوفاں گرفت
شہرہ حسنِ رخت شد زسک تا سماک
ظنطنہ عشق من عالم امکان گرفت
حلقہ بگوشت زجاں جملہ حسینان دہر
دامن حسنِ رخت یوسف کنعاں گرفت
یار پری شیوہ ام ملک سلیمان گرفت
گر ز کفم در بود ملک دل من چہ شد
تادل دجان مرا عشق گریباں گرفت
دست جنوں کردہ است دامن من چاک چاک

درد و دم بہ نشد گرچہ بے کرد فکر
پاک شد از آب عفو دست عصیان من
بچ و بلا لازم است ہر کہ کو صورت است
جان منی غیب عیب لبس شہادت بہر

عیسی مریم کنوں دست زورمان گرفت
بسکہ گفت ہستم دامن پاکان گرفت
حسن رخ یوسفی سیلی اخوان گرفت
ذات و داء الود اصورت انسان گرفت

دامن عقل از کفم رفت بروں بافترا

عشق بتاں ما مرادست و گریبان گرفت

گفتم ستم ز دست تو بر پاچار رفت
از من چہ دیدہ کہ تو رنجیدہ ز من
از شدتِ الم دل من گرچہ پارہ شد
بس آشنا کہ در رہ عشقت طہید و مرد
بالائے باقم قصر تو چون نالام رسد
درد دلش نگفتم و نہ خواستم دوا
در مجلسی نہ جلوہ کنان رفت آن نگار
یا خواجہ معیسی کہ درد و مصیبتم
بہر وصال تو نہ شبے بہت کا ندرال
داری ہمیشہ درد زباں ذکر سیم وزر

گفتا ز ما ز رفت ز دست زما ز رفت
جانان بجزمت تو ز من یک خطا ز رفت
گاہے بر طبیب برائے دوا ز رفت
از جانب تو پریش ہیم آشنا ز رفت
ہر گز عیش خانہ نازت صبا ز رفت
پیش طبیب قصہ درد و دوا ز رفت
از ہر طرف کہ غلغلہ مر حیا ز رفت
بر لب بغیر نام تو نام خدا ز رفت
دست دعا بلند سوئے سمنا ز رفت
یک سخطہ بر زبان تو ذکر خدا ز رفت

قانع بماندہ است بنان جوین خشک

باقر بے حیفہ و نیاز جا ترفت

۵۱

دل می طیبد جمال تو بینم تمنی است
گل چینم از حدیقہٴ حنفت تمنی است
عسی تو گر علاج ندانی عبث کوش
دردِ دلم ز عشق کسے درزنی است
زاہد عبث بود ہمہ وجد و تواجدت
این مجلس سماع تو بہر تمنی است
بر نشیں دو ساعتے زکر ہایہ پہلوا
دستے بنہ بسینہ کہ دل را تسلی است
دائم کہ کار علمت از دست زوتہ است
عسی مگر علاج تو بہر تشنی است
از نغمہٴ تو زہرہ در آید بوجد و قص
جاناں چہ در گلوئے تو طرہ تغنی است

گر بار قیہ تا بہ سحر مے نخورده است

یا قمر از تو پیرس چہ وجہ تمنی است

۵۲

سر و چین ز غصتہ گویا بال دید نیست
آں سرو شو شخرام بگلشن چمنیت
پیش رخ تو زرد شو و رنگ روئے گل
یا قوت از لب لبِ حسرت گزینیت
می لبش نوی فسانہ فریاد و قیس را
بشنو ز من کہ قصہ ما ہم شنید نیست
ای دل مثال زہر فراقش کہ میکشی
آخر نصیب شربتِ ولعت چشید نیست
در عشق دیدہ ام کہ بنایت دیدنش
من بعد بنگرم کہ ز قیمت چہ دید نیست
نام خداست رونقِ حسن تو بر کمال
شایان بوسہ عارض ولعت میکد نیست
ضبط نفس نما ندو لعین کہ را ز دل
از دل چو مے ز ساغر پرے چکید نیست
غافل ز درد عشق ز بس بودہ کنوں
ای دل بروئے خاک چو بسمل طہنیت

ای غیرتِ چمنِ سخنراں چو سرو نماز
 در دامنِ نگہ گلِ حسنِ تو چید نیست
 پیکِ صبا ز کوچہ جانان ہمیرسد
 ای دلِ نوید وصلِ بگو شمعِ رید نیست
 جانِ دادہ ام بہ لالہ عذاراں سبِ حفظ
 بس لالہا و سبزہ زرقم دمید نیست

باقر میند غنچہ نط دلِ دریں چمن
 چوں بوئے گل ز گلشنِ دنیا رید نیست

۵۳ حرمِ تست کہ بیمار را شفا اینجاست
 علاج در دِلِ خستہ و دو اینجاست
 بخلوتِ شبِ عاشقِ چشمِ حیرت میں
 دل است پر ز غمِ ہجر و دلر با اینجاست
 بہ بزمِ بادہ کشانِ ساتی است مطربتم
 بیابا و بہ میں ز اہد اچہا اینجاست
 تو ناز کی چہ نہی پائے در سراچہ عشق
 مصیبت و ہمہ درِ عشمِ بلا اینجاست
 بہ بوئسِ روضہٴ اقدسِ بیابِ گنج مرز
 کہ انیت کعبہٴ مقصود و مدعا اینجاست
 چہ گو نہ پانہم اے جانِ جاں بکوچہ تو
 شہید ناز تو غلطیہ جا بجا اینجاست
 ز غیرِ چشمِ بہ بند و بہ میں بخلوتِ دل
 انیس و محرم راز است و آشنا اینجاست
 ہنوز از درمن نہ آمدست آں شتوخ
 بلند نعمتِ سہلا و محرب اینجاست

تو محو عیش در آجا و باقر میکس

بدوری تو بصد رخ مبتلا اینجاست

۵۴ بے گذشت و عشق تو صد بلا بقیت
 چہا گذشت ندانم کنوں چہا باقیست
 بیابناز در آغوش و لب بنہ بر لب
 کہ بوئے ز تو در و عدہ دلر با باقیست

بسوس تربت پاکان ز صدق و مہمت خواہ
 نما نہ ز مہ سنجاب و فرش استبرق
 بہائے جلوہ تو گر نما نہ سیم و زرم
 بزخم گر چہ تو از لطف ریختی مرہم
 ز گریہ بر سر نعش دیت بدہ قاتل
 نگشتہ ز علاج مہم خجل تو ای عیسیٰ
 بیاواز سخن ز زندہ کن مرا از نو
 کہ زیر خاک برفتند و فیضہا باقیست
 ہزار شکر کہ در خانہ بویرا باقیست
 متاع دین و دل از بہر روزنہا باقیست
 ہنوز درد دل پردرد درد باقیست
 کہ کشتہ تو مرا بر تو خون بہا باقیست
 ہنوز پیش تو درد مرا دو باقیست
 کہ جز رقی نہ کنوں و حیات با باقیست

زیر خاک بختی و زندہ باقیست

کہ ذکر خیر کلام تو جا بجا باقیست

شب کہ ذوق جوش مستی آن بت بخوار داشت
 صبحدم در خواب دیدم جلوہ حسن رخس
 عشوہ او و لغریب و غمزدہ اش افسوگے
 شیخ شہرین برآمد جامع اسلام و کفر
 مرغ دل در شوق رویت دوش در قہار خود
 پاک از نقش دوئی ہرگز نشد لوح دلش
 برہمن سوئے کنشت و شیخ سوئے خانقہ

۵۵

بزم عیش از مطرب منع برب جو بار داشت
 طرفہ چشم غمخستہ من طالع بیدار داشت
 طرفہ سحر بوالعجب آن ز گس بہار داشت
 سجدہ زیب دست بود و دگر گلزار داشت
 صدوائے و لغریبے ہچو مہ ستفار داشت
 شیخ مادر پیش رو آئینہ ز نگار داشت
 ایس دل دیوانہ عزم خانہ خار داشت

باقر دل خستہات و انتظار مقدمت

چشم شوق آگین بر اہت یابل دیدار دشت

۵۶ چہا بطابعِ برگشتہ خودم جنگ است
 عداوتِ دل تو با ولم بود قطرے
 مرا زتست تفاخر تر از من ننگ است
 کہ جو ہر دل من شیشہ دولت ننگ است
 کہ تو بعقلِ نگنجی کہ جامہ اش ننگ است
 کہ او بہ پلہ حن تو ننگ پانگ است
 شرار عشق تو در سینہ آتش ننگ است
 ہمیشہ غنجہ نمط در غم تو دل ننگ است
 کہ فارغ از دو جہاں مست باوہ ننگ است
 بہ میں کہ باوہ گلگول چکو نہ خوش ننگ است
 خموش خامہ و بس کن کہ فاقہ ننگ است

بگو کہ حلقہ بہ بیروں در زندہ میکن

اگر صحبت بیچارہ باقت ننگ است

۵۷ رویت بہار گلشن جنت تار یافت
 ای وامنم کہ دور ز قرب تو جاں دہم
 زلف تو بوئے نافہ مشک تار یافت
 خوش طالع کیسکہ بہ بزم تو بار یافت
 روشن دو چشم آنکہ ز کویت غبار یافت
 دور از وصال تو نتواند قرار یافت
 رحمہ بدوری دل پرورد من کہ او

چندیں خبائے دہر براہِ رضاے دوست

خوش نعمتے است ہر کہہ دیں رہ گزار یافت

۵۸ کو درجہاں حسین کہ سُبْحَتِ شازنیست
 از تیغ ابروئے تو چو من و لفظِ نیت
 بسملِ منظرِ خنجرِ عشقتِ بخونِ پستان
 سیما بوار از غمِ تو بے فتنہ از نیت
 اے دل گدامِ دل کہ بزلفتِ نشد اسیر
 واں سر کلامِ سہر کہ بی ایتِ شازنیست
 ساقی بجائے بادہ بدہ بوسہ لبِ ت
 چون لعلِ خونگوار تو مے خوشگوار نیت
 بے جلوہٴ جمالِ تو صبر و قرائت
 جاننا بیا کہ در دلِ پُر آرزوئے من
 ز اں سہرِ خوشم کہ در مے عشقتِ خزانیت
 در خاک جو گرچہ نہاں میکند حبیب
 پیدا درونِ خاطر عاشقِ غب از نیت
 خواہد نظارہٴ گلِ روئے تو طبعِ من
 مشتاقِ جلوہٴ گلِ و باغِ بہار نیت
 کردم بہ دلِ یقین کہ بود اختیارِ من
 لیکن بہ اختیارِ مرا اختیار نیت

یارب اگرچہ کوہ گناہ است بر سرش

نومیداز تو باقر عصیاں شعار نیت

۵۹ سر و قدر اے گلِ رعنا خراماں کرد و رفت
 یک دو ساعتِ خانہٴ مارا گلستانِ کرد و رفت
 دیدمش روزے خراماں بر سر بامِ خوش
 روئے چو گلِ در نہ و دامنش نہاں کرد و رفت
 بودہ ام گریاں بہ ہجرش ناگہاں آمد بہ
 ہچو گلِ لعلِ و لبِ خوش رنگِ خداں کرد و رفت
 دی بسوئے خانہٴ ام متانہٴ آمد بے نقاب
 روئے را پوشیدہ در زلفِ پشیاں کرد و رفت
 بر سرمِ مشکلتا دوشینہٴ آمد از کرم
 مشکلِ مارا از لطفِ خویش آسان کرد و رفت

دوش در بزم حرفیاں جلوہ گزشت ناکہاں
بزم را از چہرہ چوں آئینہ حیراں کرد و رفت
بلبل بے خان و ماں از کاوشِ فصلِ نخران
در چمن صد ناکہ و صد شور و فغاں کرد و رفت

از عدم آمد بہ ہستی باقر صورت پرست

در جہاں نظارہ رو ہائے حسیناں کرد و رفت

ز تاب جلوہ اش برین چہارفت	ندانستم کہ ماہ من کجا رفت
شبِ وصلت کشیدم چوں بہ خوش	بجان او چہ از شرم و حیا رفت
زمین و آسمان ظلمت کہ شد	ز پیش چشم چوں آن لقا رفت
ز جوشِ شوق در کوشِ غبارم	چہا چاکب تر از بادِ صبارفت
مراں از در ما سے من فدایت	اگر در خدمت از من جفا رفت
چکان از چشمِ زین غمِ قطرہ چنہ	کہ بہارت سوئی ملکِ فنا رفت
گرہ از کاکلِ پر خشم کشادی	دلِ مسکینِ دہانِ دامِ بلا رفت

مرا بار غمِش باقر دو تا کرد

چہ گویم انچہ زان زلفِ دو تارفت

بجلوہ گاہ تو چشمِ ہر انس جان بازست	بمدحت تو زبانِ سخنوراں باز است
رسد بکوی تو گر گشتہ نعمت شاید	کہ پیشِ روئے شہیدانِ جہاں باز است
نصیب من نبود خوابِ غیر خوابِ اجل	کہ ہر دو دیدہ براہ تو جاوداں باز است
اگر بدامن تو دستِ میسرِ نیم مرغ	کہ پیشِ اہلِ کرم دستِ سائلان باز است

بانتظار تو دم مہ سہنہ کر دہ
 دو چشم من بہ سہ راہ کاروان باز است
 دلاچہ عنم تو اگر رندی حسن باقی
 کہ باب بخشش و حمت بر عاصیان باز است
 بزرگ شانہ چو دستم نینرسد چہ حصول
 کہ طرہ ات بر رخ رشک گلستان باز است
 فدائی ناز تو یک ساغواز کرم ساتی
 کہ ہجو کاسم از تشنگی ہاں باز است
 چہ حالتت بگو باقر امشب کہ ترا
 بہ آہ و نالہ چو مرغِ قفس دہاں باز است

ہرگز لے قاتل ترا
 ہیچ و تلبے این چنین در جوہر شیر نیت
 این مں جمیں خودت در بوتہ عشقت گداز
 یکمیائے این چنین ہم این چنین تسخیر نیت
 کہے تو اں — شربت خضر مگر
 در گلوئے نشہ ام آبے ازاں شیر نیت
 کہ کند — لب حکیم خون جگر
 — زود کن بر من نظر
 — در مردن مرا تاخیر نیت
 — بہرازیں تسخیر نیت
 — بناحق رنجی خون مرا
 — لایق فتراک تو ایں ناتواں نخر نیت
 — ہست خود بیچارہ در قید خیال زلف تو
 — وحشت دیوانہ ات را حاجت نخر نیت

عاشق روئے تو بسیار زند جانان در

لیک یک کس ہجو باقر عاشق دلیکیر نیت

در فراق آہ غم و غصت نہانم نخت
 در شب وصل دلم جلوہ جانانم نخت

نرگس چشم تو و سروست در عنایت
 ترک یاد تو مرا دشمنه بدل برد فرو
 تازشہا است مرا گرمی و معشوق چه غم
 آتش زدمہ من شعلہ حسن تو بدل
 ما ز زلف تو گزیدہ است بدیدم در خواب
 جائے گل بے تو فنا ندیم بگلشن دروے
 بے تولے رشک چین دوش برقم در باغ
 آمد آں شوخ چو با جامہ زیریں بر
 من کجا یا رمن بارخ چون شعلہ کجا است

باقر آں مہ چونہ شد شمع شبت نام دوش

تا سحر کہ چو چراغ ایں دل بری نام سوخت

۶۴ دیدہ چوں آئینہ در روئے تو جیرانی دشت
 داو با غیر خدا ہمیش نشاط عالم
 آں کہ بودست کہ بگذشت ازین راہ کہ او
 بے گنہ گشت مرا طرفہ کہ از کردہ خود
 ہست امر وز تہہ خاک مذلت در گور
 رفت بیچارہ و خاموش تہ خاک نجفت
 دل زدست بر زلفت چہ پریشانی دشت
 در عشقت بمن خستہ دل از زانی دشت
 صورت حور رخ یوسف کعبانی دشت
 نہ نخل گشت مہ من نہ پشیمانی دشت
 آنکہ دیروز سب تراج جہانبانی دشت
 آنکہ در زیر نگین ملک سخن دانی دشت

تا ز پرده نہ رفت شہدایں راز بردن
دل خوگشتمہ غم عشق تو پنهانی داشت
شکر تعمیر خودم حسیت کہ چون میں نگم
وسعت آباد جہاں میل و برانی داشت
چوں کفیلم نشود رحمت یزدان کہ دلم
حب محبوب خدا حضرت جیلانی داشت

ہر کے غرہ بہ اعمال خود شہت فنظر

باقر خستہ سوسے رحمت یزدانی داشت

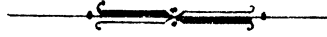
۶۵ دو راست گلزارِ رخس باغ و بہار میں کجاہت
نا دیدہ ام سرو قدش آں گلخاڑ میں کجاہت
شد شاہد گل و درچمن اندر نظر ما جلوہ گر
در جوش شد فضل بہار ان بہار میں کجاہت
سرگشتہ ام در جستجو ہجوں غبارِ کارواں
لے جبہ فرسائے دیش بر کو کہ یا میں کجاہت
تا دور گتہم از برش و زرقب و ماندہ جدا
تا ب و تو ان میں چہ شد صبر و دراز میں کجاہت
چوں آستانش بوسم و چوں جبہ سایم بردش
تا درگہ والائے او یارب گذار میں کجاہت
بے جلوہ نور رخس بے نور زم میکش است
آں مست ناز خود کجا آں مگی گسا میں کجاہت
گل شد بعارض خازہ کش سنبل گبہ سونانہ زد
گلزار شد گل پیرہن گلگون عدا میں کجاہت
شد مانع و صلح چین زینگو نہ جوش غیرت
آں شاہد خلوت نشین عصمت شعرا میں کجاہت
در راہ او شد عدم آخر چو کرد کارواں
ایوانمیدانم چہ شد مشت غبار میں کجاہت

لے رحمت عالم بوگاہ شفاعت روز شتر

آں باقر دل خستہ عھسیاں شعرا میں کجاہت

۶۶ طیلسان نہ تو افلاک دودے پیش نیست
مرکز ایں عالم فانی نمودے پیش نیست

کجاوے بچاؤ حق کجا
 کجاوے بچاؤ حق کجا
 نقش زنگارنگ عالم بہت
 جلوہ گرد تفرقہ ہم جمع ذاتِ مطلق است
 کار تو سجود سے بیش نیست
 ایں ہمہ تلویں کہ می بینی نمودے بیش نیست
 ایں تعینہا کہ می بینی نمودے بیش نیست
 بیش نیست



رودیفِ ثا

از شکوہ لب بہ بند و کمن پیش یارِ بخت
 از نسبتِ مشابہتِ روئے و موئے تو
 گر ہکنار میثویسیم از تو لطفنا است
 آں شوخِ نکستہ سنج نہ ملزم بہچ شد
 از حقہٴ لب ت در تیر بر فشاں
 زاہدِ حدیث زہد گو پیش میکشاں
 لب تشنہ ماندہ است از اں آبِ زندگی
 قطع امید کردہ م از طالعِ زبون
 امشب سخن ز زلف تو گویند اہل بزم
 بر خاطرش ولا از ساند عنبرِ بخت
 دارند در مفاصلہٴ لیل و نہارِ بخت
 ورنہ منی کنم پے بوس و کنارِ بخت
 کردم پے ثبوتِ جفایش ہزارِ بخت
 کز بعل نوشخند بود خوشگوارِ بخت
 اینجا کمن مگر ز مے خوشگوارِ بخت
 دارد دہانِ زحسم ز شمشیرِ بخت
 با من عبت کند دل امیساوارِ بخت
 دارد ہزار نامشہ چہیں در تمارِ بخت

باقر بکام اگر ز سیدی نمیتوان
 با بخت جنگ کردن و باروز کارِ بخت

ردیفِ حمیم

با عارضت به گلشن و گلها چه احتیاج
 بیتابی دل است که جان بر لبم رساند
 دارم دله زوانغ تو رنگین تر از بها
 محمود و مست ز گس متانه تو ایم
 شد زنده ابد به جاں کشته نعمت
 خوش جامه ایت بز نش از خاک کوچه ات
 مسجدیک جهاں بت نصرانیم بؤ
 حن تر از بر نیت و زیور چه حاجت است
 با چشم توبه ز گس شهلا چه احتیاج
 اینک بیا بوعده فردا چه احتیاج
 مارا بسیر گلشن و گلها چه احتیاج
 مارا بساعسر و می مینا چه احتیاج
 جاں داده ترا مسیحا چه احتیاج
 دیوانه تراست به دیبا چه احتیاج
 این عقبه ات ترا بکلیا چه احتیاج
 با غازه جلوه رخ مه را چه احتیاج

با قرب از با غم و دردِ دلِ حسین
 بیمار عشق را بسدا و چه احتیاج



ردیفِ حا

از غیرتِ رخ تو شود در نقابِ صبح
 ہاں پیش جلوہ ات چہ کز آفتابِ صبح
 بالائے یام بود مہ من بخوابِ صبح
 گرم نطف رہ بود ز چرخ آفتابِ صبح
 ابرو است بر رخ صنم مہ نقائے من
 یا مطلع بود بحسبین کتابِ صبح
 باشد شبِ وصال چہ کم گردد فلک
 گر اندکے بدیر کشد فتح بابِ صبح
 با قمر بہ پیش جلوہ روئے نگار من

چوں ماہتاب صبح بود آفتابِ صبح

۲ غنچہٴ دل بر کشد بوی گلستانِ صبح
 آتش گل بر فروخت صنبتش دامنِ صبح
 باشد یعقوب وار کشتہٴ شامِ شمش
 گر چہ بود آفتاب یوسف کنعانِ صبح
 بسکہ شب، ہجر شد چو قیامت دراز
 سوخت دلم را چو شمع آتش ہجرانِ صبح
 بہت بلندی گرا دولت صافی دے
 گشت سر آفتاب بہر سلیمانِ صبح
 از عرقِ انفعال آمدہ شبنمِ فشاں
 پیش رخت چوں قمر مہر در نشانِ صبح
 از گل رویت جدا آہ کہ از یاد تو
 نالہٴ شہنائے سے نالہٴ مرغانِ صبح

دید چو نورِ رخس چشمِ سحر باقرا

دست جنوں چاک زد طرف گریباں صبح

۳ کدورتِ دل خود شستم از صفائے قتح بدیدہ سُرْمہ کشیدم ز خاکپائے قتح
 ز تو گزشتہ نخل بچونے ہی ناملم کہ وائے وائے صراحی وہائے ٹائے قتح
 لبالب است دل من ز حسرتِ مینا نیامدہ است بسر بیچ جز ہوائے قتح
 ہلاک خندہ جام و می است جان و دولم مباد کس چو من خستہ مبتلائے قتح
 چہ گو میت چہ جگر تشنہ مُیم ساقی بکام من بچکان رشنہ زلائے قتح
 رسید محتسب شہر و جام می شکست بنالم و بکنم گریہ در عزائے قتح
 بگردش آرزو بروں سازم از خودی ساقی بگیر نقد دل دین برو نمائے قتح
 ہوا خوش است و خنک خاست است ابر بہار بصحن بلغ بدہ ساقیا صلائے قتح
 بیک دو جرعہ می زندہ ابد سازد بلا مینا شوم فدائے قتح
 گئے ز پیر مغان خواستم کہ از ساقی چہ گو میت کہ چہ خون خوردہ لبائے قتح

صفائے دل بدید ذکر نام می با قمر

بیا گزار بہ سپیر مغان دعائے قتح

۴ متاع جان و دل آشناندہ ام بہ پایے قتح مباد کس چو من خستہ مبتلائے قتح
 شکست ساغر می لیک محتسب را میں کہ سوگوار شستہ است در عزائے قتح
 تو از کرم و وسعہ جامے اگر وہی ساقی متاع دین و دل آرم برو نمائے قتح
 بہ بزم بادہ چنایں مست و بنیخود افتادم کہ دست بر شیشہ بود و سر سپائے قتح

بخلوتِ تو چیاں پانہیم اے زاہد بمسکدہ بہ نہادیم سرہ پائے قحج
 کمالِ تشنہ جگر خشک لب منم ساقی صراحی می ناہم بدہ بجائے قحج
 زبس کہ دست طلب چون تو بتام باقر
 ز آستین نکشم دست جز برائے قحج

میشود روشن دلِ صاحبِ دل از تویرِ صبح شد طلکے خالصِ خورشید از اکیرِ صبح
 ترسم از طولِ شبِ ہجران کہ آن خانہ خراب میفشارد آہ در دل ناخنِ تاخیرِ صبح
 ہر سعاد تھا کہ خواہی زیر دامنِ سے است تا توانی کوشش شہاد پرے تیغِ صبح
 موٹکافِ نکتہ زلفت بود اوراقِ ننام حلِ متنِ عارضت میگرد از تفسیرِ صبح
 جلوہ گاہِ صورتِ خورشید گرد و سینہ است گر کسی نقشِ نگین لوحِ دل تصویرِ صبح
 صبحدم بیدار شواز خواب تا آری بجا از تہ دل حرمتِ روئے سپید پیہرِ صبح
 شد گریباں گیر غزم لذتِ خوابِ سحر گر چہ شد قرع سما خمِ غمہ بکینِ صبح
 می تو ان گفتن یکے باندعی لاف زن گوچیں رنگیں غزل رشکِ صفائے شیرِ صبح
 جلوہ حسن تو ویراں کرد ایوانِ سحر خستہا از مہر باید تا کند تعمیرِ صبح

باشد شش و روز بان ذکر صفائے عارض

گوش کن باقر تو از جان خوبی تعمیرِ صبح



ردیفِ دال

شمع را آتش رخسار تو پروانہ کند
 آب سازد جگر می عنس لب خشکی من
 این چنین عشوہ فروشد اگر مغبچگان
 جلوہ شمع عذار تو دل عاشق را
 آہ کاں شوخ بہ حسرت بہیند وہمہ عمر
 در شب حہر چو بسمل بطپا نذر خاک
 پائی از سر بتواں کرد بہر گام کے
 شیشہ را پر تو حسن تو پر نجانہ کند
 حسرت نشکنیم خون دل پیمانہ کند
 سجدہ ہا کس نہ چہاں بردیخانہ کند
 پاک پروانہ صفت سوزد پروانہ کند
 رحم مکرہ نہ بجال دل دیوانہ کند
 و رشبے جلوہ دہد صحیح بیا فسانہ کند
 سفر عشق کہ از ہمت مردانہ کند

فیض طبع چین آرائے جہاں را نامم

کو چو گل پرورش سبزہ بیگانہ کند

ویشب کہ غیر با تو بہ بزم شراب بود
 دریب غنبت مہ من طرفہ آب بود
 لطف گل وجود و بہاران این چین
 گر بادہ خوردہ ایم بنہ عذر ز اہدا
 مشکیں دلم بر آتش غیرت کباب بود
 در بوسہ لببت فرہ شہد تاب بود
 بودہ است بوی غنچہ کہ پاد رکاب بود
 فصل بہار و مستی و عہد شباب بود

شب بوسہ ازاں لب تیریں نجواستم آل شوخ تا سحر ہمہ چشم و عتاب بود
گر دید عطرس از نیشِ مٹام جاں گیسوئے عنبریں تو یا مشک ناب بود
سرخیل خواجگان نشود چون بروزِ شہر
باقرا غلام بارگہ بو تراب ۳ بود

۳
دل بے غم یار خوش نباشد جان بے دل زار خوش نباشد
ساقی و شراب و گلشن و گل بے روئے نگار خوش نباشد
گر خود تو کنی کمنارہ از من حورم بکنار خوش نباشد
در شہر خودم بخوان کہ بے تو این شہر و دیار خوش نباشد
خوش گفت کے کہ گفت باقر

بے یار بہار خوش نباشد

۴
دل رخت حق نماست میگوید جلوہ کبریا است میگوید
کشتہ بر کشتہ دیدہ حلقہ ہمہ کوچہ ات کر بلا است میگوید
ہر لب ز حنم آب تیغ ترا وہ چہ آب بقا است میگوید
دید ز گس جمال روئے ترا جان بجننت فدا است میگوید

بوسہ لب چو خواہم از خندہ

باقرا این نارواست میگوید

۵
حق ز بزم توام جدا نکند من و دوری ز تو خدا نکند

شکوہ او کجا برم اے وائے
 انچہ تو کروہ بے دوست
 وائے قسمت کہ آن سراپا ناز
 چسیت تدبیر باکہ پیچ طیب
 در فراق تو دل چساں شیخ
 چکند ہر کہ دید روئے ترا
 خود اگر فصل ماجرا نکند
 آشنائے بہ آشنا نکند
 نظرے سویم از جیا نکند
 مرض عشق ترا دو آنکند
 جامہ صبر را قبا نکند
 سر بپایت اگر فنا نکند

دل عبث دادہ باو باقر

خبر و باکے وفا نکند

بکن یارب دل افکارِ محمدؐ
 دلم را کن جنبہ درِ محمدؐ
 شکست ہنگامہ خضر و میحاً
 خوشا چہ تہ کہ شد محو تماشا
 چہ صحت بخشد م داروئی علیؑ
 صبا بہر دل شیرم دہ من
 خدایا جلوہ اش نبا کہ ہستم
 زمیں را آسماں خوانم کہ گردید
 صماخ گوش او شد تقہ در
 مدہ دروے جز آزارِ محمدؐ
 منور اکن ز انوارِ محمدؐ
 بدور روز باز از محمدؐ
 بر خسار گہر بارِ محمدؐ
 مرا جانست بمیا محمدؐ
 رساں بوئے ز گلزارِ محمدؐ
 بے مشتاق دید از محمدؐ
 بے پامال رفت از محمدؐ
 شنید آنکس کہ گفت از محمدؐ

خدا را اے نسیم صبح بیکرہ
 نہاں کن سوزنِ خود اے میجا
 شفا بخشد بہ بیماریم بیکدم
 عطا کن اے خدا آں چشمِ پاکم
 کہے بے بہرہ و محروم از تو
 چہ کم گردد کہ پر شد حال زام
 بہ امیدیکہ میدارم شب و رُو
 بخواں عالم بسو کارِ محمد
 کہ دارم در جگر خارِ محمد
 نگاہِ چشمِ بیمارِ محمد
 کہ باشد محو دیدارِ محمد
 نشد اے رحمِ بیارِ محمد
 لبِ لعلِ شکرِ بارِ محمد
 جبینِ سایم بہ دربارِ محمد

اگر خواہی مرادِ خویش باقر
 بکن ہر لحظہ تکرارِ محمد

اگر یک ذرہ از کویت بداناش غبار افتد
 شب آں گل پیرہن درخانہ با جلوہ فرماد
 براہش نقشِ پاگشتم ز بخت بد شد ہرگز
 ہر آنکو میکند بیکرہ تماشائے گلِ رویش
 بگردِ خطِ سبزت جنبش گیسو بیداں ماند
 تلافیِ جسدائی میکنم گر بعد مردن ہم
 تماشایت یقین باشد اگر در روزِ محشر ہم
 فراق از درد دل اندر میانِ جسم و جان بہت
 صبا چون گہت گلبا بہر سو مشکبار افتد
 بہ آں رنگے کہ در گلشن گزار نو بہار افتد
 غبارِ مقدمش بیکرہ بحشیم انتظار افتد
 بہارِ باغ و بتانش ز چشم اعتبار افتد
 کہ زنگی سیہ متے بسیر سبزہ زار افتد
 گذار او یکے از نازِ بر خاکِ مزار افتد
 بکامِ تلخیِ جبرانِ چو صلدش خوشگوار افتد
 مبادا ہیچکس یارب جدا از زم یار افتد

بیتلیم رضائش گرنساز چوں کند باقر

بدست غیر ہر کس را عنان اختیار افتد

- ۸ خوشا سرے کہ خیالت درو کیس گروو نہ ہے دلے کہ پے نام تو نگیس گروو
 منی رود ز علاج میسج درو سرم مگر کہ خاک درت صندل حبس گروو
 و ہد فریب و فرستد من نوید وصال ز سادگی من دختہ را یقیں گروو
 تو و اعطا بکن این قصہ مختصر کہ نشد یکے ہزار ز پند تو دلنشیں گروو
 عذاب تنگی گورش ہی شود قسمت چو کشتہ دہنت و فن در زمین گروو

جدا از بزم خودم کردی و ندانستی

کہ حالتہم لبس سراق تو این چنین گروو

- ۹ چہ می پرسی ز احوالم چہ گویم داستان خود عیاں چوں شمع میوزم من از درد نہان خود
 ز بس گردید صلح کل برشت طبع بے کینم نذارم فرقی اندر دوستان و دشمنان خود
 اگر داند خضر ذوق بر اہت جاں پیون را ہمیا ز فدائے مرگ عمر حب او ان خود
 منم آن ملبس شیدا کہ دور از جلوہ گلہا ز آہ آتشیں آتش ز دم در آشیان خود

من و این دشت و حشت خیز یاری بہرمان افتد

جرس آسا ہی نام جدا از کار روان خود

- ۱۰ کے مشادہ صنعت اہی کرد نظر بروئے تو چوں چشم صبحکاهی کرد
 نہ داشت دست ز قلم دو چشم سفاکش نگاہ شوق بے گرچہ غم خواہی کرد

صفائے آئینہ طلعتِ ترانامم کہ مہرِ پیش تو اقرارِ رُوسیا ہی کرد
 بعشقِ و تافعِ بخونِ دلمِ منیِ خواہم غذائے خویش چون معزمِ مرغ و ماہی کرد
 شدہ است دیدہ نرگس از اسبِ نوبہ کہ پیشِ چشم تو دعویٰ خوشن گماہی کرد

بنوہ است چنین خشمگین ز عذر گنا
 دلِ حزینِ عبث اظہارِ بگینا ہی کرد

شب بے تو تاحسبِ دلِ شیدا پلید بود
 جانا بیا بیا ز کجا میرسی بگو
 در گوشہ فراق نہ کس بود بمنہض
 دور از رخت چگونہ فرات بود بگو
 آہے نہانت با تن صافی تو یاسین
 رُسوائے تہرگشت بہ عشقِ تو عاقبت
 زان نور عائنے کہ کند جلوہ در نقا

سخت جگر ز دیدہ پر خونِ چکبہ بود
 شب با کہ بودہ گلِ وصلتِ کہ چکبہ بود
 ما بودہ ایم و این دلِ حسرت کشیدہ بود
 آن خستہ کہ پہلوئے تو آرمیدہ بود
 نگاہا بہ پیشِ رُوئے تو رنگ پریدہ بود
 بیچارہ دل کہ گوشہ عزلت گزیدہ بود
 خیل فرشتہ دامنِ عصمت دیدہ بود

۱۱

چوں من کہ ہست بے ہنرے ہیچکارہ

تا باقر ایزدم بچہ کار آفریدہ بود

گل کرد موسمِ گلِ رطلِ گراں تو آن زد
 تاکے علمِ براوجِ عیشِ جہاں تو آن زد
 ساقیِ صلائے عیشے در بوتاساں تو آن زد
 از آہِ گرمِ برقی در ایں و آن تو آن زد
 بیدرد خیمہ بیرونِ زینِ خالداں تو آن زد
 در تنگنائے ہستی اے دلِ چہرستِ خانی

۱۲

واعظ ز لطفِ عیسیٰ افسانہا چہ خوانی
حرفے ز لعلِ نوشِ آن جانِ جاں توں زرد
ازین ہمتِ شاں ہر گل است آساں
دستِ طلبِ بذیلِ صاحبِ دلاں توں زرد
آں جا کہ عشقِ بخشِ معراجِ سر بلندی

سرِ پا بندوقِ مستی برفِ قدماں توں زرد

۱۳ خیالِ قامتِ او در دلِ افکارِ میگرد
بہ اندازے کہ گوئی سرودِ گلزارِ میگرد
نظرِ کیرہِ مین لے آنکہ از فیضِ نگاہِ تو
برنگِ غنچہ و اصدِ عقدہٗ دشوارِ میگرد
ندیدم جلوہٗ رویتِ بخواب لے وائے محرومی
نصیبِ من کجا این دولتِ بیدارِ میگرد
زباں ہر چند وقتِ جلوہٗ اشکشاید از تیرت
بعض مدعا شو قم لبِ انہارِ میگرد
برویش گریہ ہا ہر چند آبے میزند بسیکن
کجا بختِ من از خوابِ گراں بیدارِ میگرد

نبا شد دل چساں مشاقِ اشعارِ حُثتِ باقر

کہ شیریں کامِ جاں زین شیوہٗ گفتارِ میگرد

۱۴ عشوہ و غمزہ و ناز و وصفِ ترکانے چند
عارتِ کشورِ دلِ ساختہٗ ترکانے چند
جلوہٗ گاہِ رخِ خوبِ تو بود دیدہ و دل
دارم از دولتِ حسنِ تو پرتا نے چند
ز دستِ روشنِ ہمہ دیر و حرمِ خواندِ دل
یک فروغِ امت کہ شد شمعِ شبانے چند
مطربِ امشبِ بے زلفِ ام آہنگِ مید
کز دمِ گرمِ دلمِ سوختِ نیتانے چند
نہ ہمیں کشتہٗ نازِ تو عزیزِ مصیبت
ہمتِ برگردنِ تو خونِ عزیزانے چند
اندریں فضلِ گل لے ناصحِ ناداں چہ کنی
پندِ توبہ ز سپے توبہ پشیمانے چند

گاہ در حلقہ زلف و گہبے در چاہ زنج
یوسف دل شدہ زندانی زندانے چند
جلوہ از ناز لب بر لبوئے منتظر
تا فشانند بہ پائے تو دل و جانے چند
چند دایم نہاں راز محبت کہ زند
ہر خندانگ قرہ ات زخم نمایاںے چند
زہر باشد بہ مذاقش خود اگر تریاق است
نیت بیمار تو منت کش در مانے چند
وہ چه نیزنگی عشق است کہ با دیدہ تر
دارم از زخم سناخت لب خدانے چند

باقر از بس نے کلک تو حلاوت با است

آب گردند ز غیرت شکر ستانے چند

سوسن بچمن یاد گل روئے تو میکرد
سنبل سخن زلف سمن بوئے تو میکرد
ز دتاب دگر رشتہ دیوانگی ہم را
ہر شانہ کہ مشاطہ بگیوئے تو میکرد
شد رشتہ پیوند گلوائے سر گردوں
آہے کہ اسیرِ خم گیسوئے تو میکرد
اے وائے کہ بیمارِ غم عشق تو از جاں
میرفت در حسرت ہنگے سوئے تو میکرد
از سوزن عیسیٰ نہ پذیرفت ز فوئے
ز خمیکہ بدل غمزہ جادوئے تو میکرد

شد شیوہ تو بکہ تماشائے حسینا

باقر دل شیدا گلہ از خوئے تو میکرد

بہر زبے نقاب از عارض خود یار کشاید
بچشم عاشقان صبح قیامت بار بکشاید
بہ بند دغول ز غیرت در جگر صد فہمیں را
گرہ را چوں صبا زان طرہ طار بکشاید
مس آں میخوردہ رندم کہ از فیض گاہ من
برنگ غنچہ گلہا در خم ر بکشاید

فقد در خرمن جان و دل کربهای آتش به آه و ناله لب را چون دل بیمار بکشاید

به بند و لبسِ دلخسته منقار ترنم را
بهر جا خامه با قریب گفتار بکشاید

- ۱۷ لب هر غنچه بگلزار اگر میخندد
چشم از حسرت دیدار تو خون میگیرد
نسبت طرفه به اصناد او بود طبع مرا
گزاراں تر بود از برق اگر خود سبک است
گر کشاید دم از جلوه رویت چه عجب
مانده حیرت زده صاحب هنراں در کارم
- دهنِ زخم من اینجا بگلبرگ میخندد
زخم از شوق شان تو شکر میخندد
خیر بر حالت من گرید و شر میخندد
غفلت آرا بخیرم تو شر میخندد
لب هر غنچه به نزدیک سحر میخندد
که همه عظیم و عیبم به هنر میخندد

باقر اندر سخن نغمه حلاوت بارت

لذت هست که بر شهید و شکر میخندد

- ۱۸ دل هر قدر که ناله و فریاد میکند
لعل لبش که خنده بجالم زند مگر
هر مرغ خوش ترانه بگلها دین چمن
نازش جفاست تازه در هر خطه غمزه اش
نازد بخوشی خوبی از وقت بویست
دست کشاده ام که بدست بودم
- ترک جفا شعارم بیداد میکند
تدبیر و اشد دل ناثاد میکند
ذکر جفا شعار بی صیاد میکند
قانون فتنه دگر ایجاد میکند
گرنماز با سخن حسد او میکند
تا پیر میفروش چه ارشاد میکند

بروش برنگندہ کیے دام زلف را تسخیر صد سزار پر یزاد میکند

ہر خطہ آن نگار فراموش کار را

باقر عبت عبت دل من بایو میکند

از درد دل زار پس از مرگ رہا شد بیمار مرا کج لحد دارشفا شد

۱۹

دینداری و کفر است پئے کافر و نیندا وین مذہب عشق است کہ مخصوص باشد

شد صبح قیامت بہ نظر جلوہ گراموز تا بند قب از تن سیمیں تو اشد

برشمس و قمر سکے زند و اعجبینش ہر کس بہ ارادت بدت ناصیہ ساشد

جانا بدل سنگ تو ہرگز نہ اثر کرد از جوشن افلاک بڑوں تیر و عاشد

تا دامن او گر زریدہ است چہ حاصل گراوج غبارم ہمہ براوج سما شد

فارغ شدہ از قید دو عالم دل شیدا تابستہ آن سلسلہ زلف دو ما شد

شب بتو ہمہ شب مہ من با تو چلویم بر جاں خزیم کہ چہارفت و چہا شد

بروئے حسینان جہاں باز نہ افتد چشمیکہ تماشا فی آن حولت شد

از باقر شوریدہ سہرختہ چہ پرسی

جاں داد بعشق تو براہ تو خدا شد

بہ نخل ایں چمن کے بلبل من آشیاں گیرد بزرگ غنچہ از تنگی دلم زیں گلستاں گیرد

۲۰

تو دردست قیباں میدہی دست خانی را مرا از فرط غیرت آتش اندر مغز جاں گیرد

نشان نخچیر میگردد و خدنگ گمشادی را جو آن صید افگنم در دست و تیر و کماں گیرد

ز کبھسار آمد ابر تو بہاراں کو سبک رو سے
کہ در گلشن رسد ستانہ و رطل گراں گیرد
ز بس تو خوردہ ام بے لعل شیرین تو خو کردن
مرا اندر گلو حلوا برنگ استخوان گیرد
فغان کرد و در باشش حال دل ہمیش او
بگفتن در نمی آید و گر گویم زباں گیرد

بان باقر بیدل غریقِ محبِ عصیانم

خدا یاد تگیرے کو کہ دست بیکساں گیرد

ز فیضِ مقدمت جاناں گل از خاشاک میروید
پریشاں سنبل از گل در ہوائے کاکلت خیزد
بہیں تا اثر ہائے انتظار بے شمار من
گل ز گس پس از مردن مرا از خاک میروید
مگر خمی دلِ بے راو کرده است در یوزہ
گلِ عنابی سر ہائے شہیدانِ فاہر دم
چہاں در خاطرش رو کرد عشق من کہ تو گوئی
ز زمین او برویش ہر چند زہر تلخ میبارد
ز بس بگریستم بے تو پس از مردن ز خاک من
ز عکسِ قامت تو سر و ناز از خاک میروید
بشوقِ جلوہ ات گل بادلِ صد چاک میروید
گل جو جو جفا کر گلشنِ افلاک میروید
بشاخِ نخر تو اے بتِ سفاک میروید
کہ ستخنہ در زمین کا زہرِ افلاک میروید
ز شکر خندہ او نفیس تر یا ک میروید
بجانے ز گس ای جانِ دیدہ مناک میروید

جدا سازد سرم چند آنکہ از تن شہسوار من

سرے دیگر ز صیدم باقر از قتر اک میروید

محرمِ معنی صد شیوہ حب دو گرد
غزہ چون ہدم آں چشم سخن گو گرد
چوں رخ قبلہ نما روئے سوئے تو گرد
دل سودا زودہ ہر جا وہاں سو گرد

سایہ گرفتہ از وحشتِ حالم بی چمن
سرو تکمینِ خرامش دم آہو گر دود
نتوانِ رست ازین سلسلہ ہر گزیار ب
کس مبادا کہ اسیرِ حنمِ گیسو گر دود
قلم از تیغ تو خود راحتِ جانست و لے
انچہ ترسم کہ نہ آن ساعدہ بازہ گر دود
بنشین ذرہ یہ پہلویش کہ بیمار ترا
حالتے ہست کہ پہلو نہ ز پہلو گر دود
تیغ برفرقِ سردیں مسلمان راند
شانہ چون درخیم آن کاکل ہند گر دود

جنبش ناز کجا عشوہ و انداز کجا

من گرفتہ کہ مہ نوحنم ابرو گر دود

۲۳ بکوئے تو بود گر در جہاں آسودگی باشد
بگرد کعبہ گشتن حاصلش فرسودگی باشد
جمالِ عارضِ گلہا کتہ آخر بقصانے
ترا پیوستہ حسنِ بُوئے در افزودگی باشد
ز آبِ زہد و تقوی شستہ شد دامنِ حریفان
مرا تا چند یارب خرم در آلودگی باشد
گدائے کوئے جاناں شو کہ کام و جہانِ بانی
بخود چیدن بتاجِ خسروی بہبودگی باشد
باہلِ فیض لازم میشود در دسرِ نقصان
کہ شاخِ صندلے پیوستہ صرفِ سودگی باشد

چہ حاصل از سجو کعبہ ایماں کہ باقر را

نہادن سربایت مایہ بہبودگی باشد

۲۴ آنرا کہ نفس و بال باشد
کے خواہشِ ملک مال باشد
در مجلسِ دوست باوہ خوردن
در مذہبِ ماحلال باشد
زہرے کہ بہ آبِ خنجر تست
در کامِ دلم ز لال باشد

دارد فرہ کہ مشہد و شنام
 از قند لبست سوال باشد
 و تَدِ تو کہ ثمرہ وجود است
 در گلشنِ جِباں نہال باشد
 پنہاں نظرے بسوئے عشاق
 زان چشمِ چہ احتمال باشد
 آنے و بفرقتت زمانے
 غیرت وہ ماہ و سال باشد
 بیصبر نہ بخود کہ ہمجو بادہ
 خونِ ولتِ حلال باشد
 کن محو بغمزہ ہستی ما
 از ما اگر ت ملال باشد
 داری تپشے زیادہ امروز
 شیدا دل من چہ حال باشد
 شیدے روئے و ابرو تست
 گر بدر و گر ہلال باشد

باقر تو مگر مرید عشقی

طرز سخن تو دال باشد

ز نیم نخل طوبیٰ نہ چساں امیدہ باشد
 کہ بسایۂ قد تو دم آر امیدہ باشد
 تو بیایے نمازش کہ مرضِ دروشت
 بعدم شافت امشب خبرت سیدہ باشد
 نہ چگونہ پارہ زین غم بلجد کم کفن را
 کہ برگ من گریباں چو توئے دیدہ باشد
 تو عتا بہا بقاصد بکینی و من بدل خوش
 کہ بکام دل حدیثے ز لبست شنیدہ باشد
 بذاق تلخ دارد فرہ نشاط عالم
 دل ہر کہ لذتِ غم بجاں چسیدہ باشد
 ہمہ تن ز جوشِ خلبت کذبِ عطر گل را
 عرقیکہ از جنبیت زحیا چکیدہ باشد

نشہ از قضا نصیبِ دل ناشکیب باقر

کہ بکامِ خود زمانے بہ برش کتیدہ باشد

۲۶ زبند و در ہر آں دل کہ رستہ می آید زبند غمخواراتِ آخر شکستہ می آید
چہ جائے مرغِ دلِ من کہ طایرِ قدسی بدامِ حلقہ زلفِ تو بستہ می آید
ز بسکہ بستہ رہ آنجا ہجومِ دلِ آں شوخ ز کوئے خویش ہوں جستہ بستہ می آید
سکارا فگن مابین کہ دامِ زلفِ بدوش بزمِ سبید من پاشکسہ می آید

یہ میں بگوشہ چشمش کہ سوئے تو با قمر

ز جلوہ گاہِ دو عالم گزشتہ می آید

۲۷ در معنی بر و صفحہ چون کلکِ من افشاند نے کلکِ راستغا بنیساں دامن افشاند
ز بس گلچیں حسنِ گلندارے بودہ اگم گشتن شود گر خاکِ من بادِ صبا در گلخن افشاند
برنگِ سبزہ خوابیدہ جان تازہ باید ہر آنکو جانِ نیلے آن بت نسیرین تن افشاند
ہماکِ جلوہ آن شہسوارِ آسمانِ سیرم کہ ماہِ نودلِ جانِ را غسلِ تو سن افشاند
دیت ہادادہ باشد شوخِ سفاکِ اگر کجرہ شہیدانِ محبتِ را گلے بر مدفن افشاند
لبِ زیبِ مسی را چون تبسمِ آشنا سازی چمنِ زارِ ادا ہا صد بہارِ سوسن افشاند
صفائے گوہرِ آویزہ گوشِ ترانازم کہ بر ہر دانہ اش عقدِ ثریا خرمن افشاند

ہو ادا رصبا گردیدہ ام با قمر کہ تیا کبرہ

غبارِ عقدش چون سُرمدہ در چشم من افشاند

۲۸ گشتہ دگر یہ مرا موچونخِ یا سفید پیش چشم نشود ابرِ گہرِ بار سفید

سخت خونم زلف عشق بد انسان کہ مرا
می توان ساخت باین بخت سیاحت کہ دلا
تارہائے رگ جاگشتہ چوزنا رسید
بخت عاشق نشود چون دل بدکار رسید
ز آنکہ روزے شود ایں طرہ طار رسید
پیش زلف سیہت نافہ تار رسید
روئے آئینہ ماگشت ز زنگار رسید
چوں شود پیش رخت روئی بد رسید

باقر ایں از چه مقام است کہ کس را نشود

پیش زنگیس سخت نغمہ گفتار رسید

۲۹ کافر عشق تو لے کاش دل زار شود
چشم بالا کنم جب لوہ رویت بینم
تو سر بام مرا جاتہ دیوار شود
دیدہ باشی بچمن ہیلوئے گل خار شود
غیر از عشق دگر میسج نہ آزار شود
خط سبز تو مگر مرہم زنگار شود
طالع خفتہ مجال است کہ بیدار شود
گر چہ منصور سارو بہ سردار شود
سرو آسانہ گہے با ثرو بار شود
دہ زلا لے کہ دو لے دل بیمار شود

کافر عشق تو لے کاش دل زار شود
چشم بالا کنم جب لوہ رویت بینم
گرد آں مہر چہ عجب گرنشیند اغیار
امن از جسد بلا باز نہ امنخواہم
کہنہ ز جسم دل من نہ بکنند بیسج ہوا
ہفت دریا اگرش بر رخ و بر سر ریزند
حرف باطل چہ خیال است کہ گوید حق گوئے
چند ازیں درد بنالم کہ مرا نخل امید
چشمہ نوش بود لب شیرینت

بس خطرناک بود وادی عشق تو چہاں
 لذتِ می بہ چستی گر تو بہ رندان زاہد
 دست بردار ز جورے بت نیگیں دلِ مَن
 بستہ ام رخت سفر جانبِ منظر لگا ہت
 پر حذر باش از آندم کہ مراد دلِ شب
 نا توانی اگر این ست چہ گویم پس ازین
 باقر آزاد بود کے رسد آن وقت نحو

کہ بدم سر زلف تو گرفتار شود

شگفتن بیکدے زان لعل خندانم نمی آید
 قراق از حد فزون گردید و جانم نمی آید
 تو انم داشتن در سینہ را ز عشق را پینہاں
 بتقوی سر بر افرازی بزہجک مینازی
 خوشا وقتے کہ شاخ گل مراد آشیان ہم
 زدستِ وحشتِ دل نیست یک روز نصیب
 چہ میر پرسی ز احوالم چہ گویم با تو لے ظالم
 تو از حرفِ غلط بجا فریم مید ہی قصہ

۳۰

علاج درد دل از آب حیوانم نمی آید
 نذارم چارہ جز مردن کہ دہانم نمی آید
 چہ سازم ضبط اشک از چشم گریانم نمی آید
 برو زاہد کہ از تو بوسے عرفانم نمی آید
 دیس ویرانہ ہم بوسے زبستانم نمی آید
 کہ صد چاک از گریباں تابا نامم نمی آید
 چہا جو ہے کہ از دست تو بر جانم نمی آید
 عبت گونی کہ می آید کہ می دامنم نمی آید

کجا شد غالب شیریں نوا باقر کہ آہ کنوں

صد ازاں طوطی ہند خوش الحانم نمی آید

- سوئے من آن نگار بنا زواد ار سید
مضمون عشق من چه قدر شہرہ شد بدہر
جا یافت عاقبت دل محزون کجئے دوست
از فتنہ تظاول زلف تو قصہ ہا
از خون من فدائے تو خوش آبتہ نگار
شد بوسہ لب تو نصیبیم ہزار شکر
دست تھی ز زر دل خالی ز مدعا
جانا بہ تبت و نجت و ختن بچیں
آمد زیار نامہ بخت شکستہ
اکنوں ز راہ لطف چہ جوئے نشان او
آسان شود چہ مشکل من چون نمی توان
- ۳۱ ناز و بخود دلم کہ بر این مدعا رسید
این قصہ از کجا بجای تا کجا رسید
بیمار درد عشق بدار الشفا رسید
با سنبل و نیشہ زیاد صبار رسید
از باغ دہر طرفہ بدست حنا رسید
بیمار درد عشق بہ آب بقا رسید
خوش دوتے ز بخشش مولا بار رسید
ہر جانیم طرہ تو مشک سار رسید
بہر شکست خستہ دلم مومیا رسید
بیچارہ خستہ تو بملک فنا رسید
دستے بطرف دامن مشک کثار رسید

باقر بخود بنا ز کہ امشب بخانہ ات

زیریں کلہ بیٹے مہ گلگول قبا رسید

- ۳۲ نفس از سینہ ام آہستہ چوں بیمار بر خیزد
میخ من ز بالین من میبار بر خیزد
خوشا وقتیکہ از آئینہ ام زنگار بر خیزد
- سحر کہ چوں ز پہلوئے من آن دلدار بر خیزد
رسد تیغ قضا در دست جلا دجل ہر کہ
ز لوح دل چساں بیروں بر نقش غوی باز

کسے کو مست افتاد است بخود در کمر کویت کجا ممکن کہ روزِ حشر ہم ہشیار بر خیزد
 حذر از نالہ ام ظالم کہ سقفِ آسمان سُوزد ہر آن آہ و فغانے کزدلِ انکار بر خیزد
 چنایں رنجوری من گشت باقر در آثر کمال

کہ عیسیٰ از سرِ بالینِ من بیمارِ بیزخرد

۳۳ خوش طالع آن خستہ کہ بیمار تو باشد فرخندہ اسیر سے کہ گرفتار تو باشد
 یک جلوہ دریں خانہ بفرما کہ دلِ من آئینہ صفت طالبِ دیدار تو باشد
 گر آبجیات است کہ سیراب نسازد آزا کہ جگر تشنہ دیدار تو باشد
 خوشتر بود از حمتِ یاقوت و گہر با ہر سینہ کہ گنجینہ اسرار تو باشد
 عیشے کہ برد رشک بر و راحتِ فروس آسودگی سایہ دیوار تو باشد
 وابستہ دل خستہ عشاقِ چو گوہر در ہر شکنِ طرہ سرار تو باشد
 نے ایں دلِ بیتاب کہ صد برق تجلی منہ سودہ جو لانگہ رہوار تو باشد
 باشہد و شکر کار نداد کہ دلِ من لذتِ چشمِ شیرینی گفتار تو باشد
 محبوب شود ہر کہ محب تو بجاں شد مطلوب شود ہر کہ طلبکار تو باشد
 آتشِ فلکِ جنسِ من حنِ مہ کنغاں لے ہر تھا گرمی رخسار تو باشد
 در قالبِ ایماں و تنِ کفرِ گِ جان کافرِ پیر ارشتہ ز نثار تو باشد

یا قمر بنم عشقِ بکن گریہ کہ رور سے
 ہر قطرہ اشکے در شہوار تو باشد

گفتم بلائے ہجر ز سر و اشودنشد
 ہر چند خواستم کہ چو گل از نسیم آہ
 دور از در تو مردم و بُوَد است مدعا
 خوننا بے حب گر چه دست رخورده ایم آہ
 رفتم بہ بابِ رحمتِ او فضل بستہ بود
 زیں داغِ سوختم بلجہ آہ تا شبے
 از بہر عارتِ دلم آمادہ گشتہ بُود
 صد مرحلہ مجاہدہ کردم بنفس خود
 از کویچہ ات زلفت تو ہر چند خواستی
 گفتم کہ فوجِ نالہ و سہر یاد و زاریم
 خون شد ز بس طعیدن شہائے انتظا
 بُردم مناعِ دل

سامانِ عمیش وصل مہیا شونشد
 بشگفتہ غنچہ دل شیدا شونشد
 در کوچہ تو منزل و ماوا شونشد
 تا انصافِ دل سوسے مولا شونشد
 ماندم بہ انتظا کہ دروا شونشد
 شمعِ مزارم آن رخِ زیب شونشد
 آن شکرِ مژگہ کہ صفِ آرا شونشد
 صبر از لظنارہ رخِ زینبا شونشد
 دیوانہ تو باد یہ سپیاستونشد
 باشکرِ عنمتِ علمِ آرا شونشد
 دل بتو یکدمے نہ شکلیا شونشد
 تا آن نگار مائل سواد شونشد

باقر دعائے ایس دل محزون ببقرار

امید داشتتم کہ پذیرا شونشد

۳۵ کے جانبِ فردوس نظر داشتہ باشد
 و رنگ بود غنچہ صفتِ درچمن ہر
 پروانکند گر شکندش چو نہ لطف

آئینکس کہ بلوئے تو گزرداشتہ باشد
 ہر کس کہ چو گلِ خسرومن زرداشتہ باشد
 سو دلے تو ہر کس کہ بسر داشتہ باشد

آن برق جمال است کز و خیره شود چشم
آن کیست که اوتابِ نظر داشته باشد
در بحر رضا هر که در انداخت دل خود
از موج حوادث چه خطر داشته باشد

بے زحمت ز قمار کند سیر و عالم
با فقر بوطن هر که سفر داشته باشد

۳۶
دل اورا چه غم از گردش دوران باشد
نظر هر که سوئے خواهش نیروان باشد
زخمی تیغ اداسے تو بود جن و بشر
کشته غزوه تو گبر و مسلمان باشد
یک تجلی ز جمالِ تور باید از هوش
ناظرِ جلوه تو موسے عمران باشد
بر دسر بگریبانِ خجالت - بانقض
پیش رویے تو اگر یوسف کنعان باشد
مردہ دل را بسخن زنده جاویدند
لب نوش تو لب چشمه حیوان باشد
یک وجب جائے بکویے تو پئے نخته دلاں
خوشتر از ملک جم و تخت سلیمان باشد
زنده میداروم امید وصال و رتبه
جاں سپردن بغم هجر تو آساں باشد
نیست ممکن شود از قید راپا هر که چون
بش سلسله کا کل پچیاں باشد
تو کجا و سر عشاق و فاپیشه کجا
این نامر سبت که در حیطة امکاں باشد
نیستی از نظر م دور که آئینه بنظر
عکس رخسار تو در دیده حیران باشد

هر گزم روئے ارادت نتوان شد با فقر
جز با آن کوئے اگر روضه ضواں باشد

۳۷
روئے تو تہ زلف بطرز عجب افتاد
گویا به یقین قدرت زنگی حلب افتاد

کس در دولت از من بکدامی سبب افتاد
 در ملک عجم غلغلہ و در عرب افتاد
 بارنج و تعب کار بہر روز و شب افتاد
 رحم است بران دل کہ بدر طلب افتاد
 عشق تو بدل لے شہہ اُمی لقب افتاد

با آنکہ گناہے نہ نمودیم ندانیم
 چون حُسنِ دل انسرور تو در جلوہ گری شد
 خوش بود دلِ من بہ تمنائے تو اکنون
 تا در طلب نیست ز غمهاست فراغت
 از دایعِ غلامی تو شد جبہ نشان مند

از رنج و الم داشت فراغ دل باقر

بیچارہ رخت دید و برنج و تعب افتاد

۳۸ ز فرکان و زابرونیرہ و شمشیر میسازد
 بچولان آمد و تسلیم دل تسخیر میسازد
 بیا و سر بیانداز سپیرانِ طلیت را
 نگاہ گرم پا کال قلب را اکسیر میسازد
 بروں از خانہ چوں آید بت زنگیں خدازنا
 جہاں را از تختِ پیکرِ تصویر میسازد
 ولا ضبط نفس فرما کہ عاشق را بہ پیش او
 بیانِ مدعاشایستہ تقرر میسازد
 گہے خون گرید و گہے نالہا سر میکند عاشق
 کند تا مہر باں اورا چہا تدبیر میسازد
 عجب نبود کہ سر را بر دم تنیع تو افشام
 کہ عاشق را عنم جانانہ از جان سر میسازد
 ز تیغ انتظارم میکشد از جانب کوش
 چرا پیک صباد آمدن تلخیہ میسازد

تو کار خود بحق بسپار و از بد نیز فرار شو

کہ باقر نظم کار د و جہاں تقدیر میسازد

۳۹ ز نور عشق چو دل را جلا توانی کرد
 بہ یک نظر مس خود کمیی توانی کرد

چه ممکن است کہ با ما وفا توانی کرد
 بکن ہر آنچہ تو اے دلربا توانی کرد
 اگر تو دیدہ دل راحبلا توانی کرد
 دو اے دردِ دلِ من کجبا توانی کرد
 توئی کہ حاجت مارا روا توانی کرد
 رعایتِ دلِ عشاق تا توانی کرد
 برائے مغفرتِ من دُعا توانی کرد
 مقامِ بر سرِ کونے زنا توانی کرد
 بہ بارگاہِ حنا اگر دعا توانی کرد

توئی کہ باختہ بارقیب نزد دعا
 ز تیغِ عشوہ بخش یا بہ تیر غمزه بدوز
 بہ چشمِ سرِ رسدت جلوئے عالمِ غیب
 تو غیرتِ لبِ عیسیٰ مریمی لیکن
 منم کہ حاجتِ خود را از تو ہی خواہم
 ز فیضِ طینتِ لطفِ کرم خوش است بکن
 نہ آمدی دم ز رسم و لے براہِ کرم
 ہو اے بام تو میداشت دل بہ بر لیکن
 ز بارگاہِ حنا جرحِ دامنخواہ دگر

تو طاعتی نہ نمودی بشرط خود با قمر

عبادتے کہ نمودی قصصا توانی کرد

قد و رخ تو خوش از سرو یا سخن باشد
 اگر بگلشنِ کویت مرا وطن باشد
 نسیم خود اگر از وادے سخن باشد
 کہ عارض تو در آن شمعِ آنجن باشد
 بفیضِ خندہ آن غنچہ دہن باشد
 گر آں یگانہ صفتِ آشنائی من باشد

۴۰
 تنت لطف ز نسیرین و نسترن باشد
 بصدِ لجاجتِ رضوانِ من روم در خلد
 بغیر نگہتِ زلفتِ نازم بہ دماغ
 صفِ ملک بہ تماشارود بہر زبے
 نسیم صبح چه سازم کہ داشتِ گل من
 اگر جہاں ہمہ بیگانہ ام شوند چه باک

یکے بدولت وصلش اگر رسم باقر

زہے کرم زکر مہائے ذوالنن باشد

۴۱ آمد گہے کہ آید ڈہر و وفا کند
 طفلی است از حسرت قیامت پاکند
 می ہمیش کہ جو رستم تا کجا کند
 آوردم اقیماج بصد بحر بردش
 تا بعد ازین ز غم سفرہ و ابرو چہا کند
 باشد ز لطف حاجت مارا روا کند
 بہیش قدر پانہ نمازش قضا کند
 ز اہد اگر بصومعہ بینداوے او
 خواہد کہ جا بکویے تو چون نقش پاکند
 اکنون کہ پارسیہ فرو مانده خاطر
 خواہد بساط کلبہ ام از بویا کند
 نشتر شکن قلب من آید نائے عشق
 کارم تمام مطرب شیریں نوا کند
 نازم بہ ارجمندی نجات خود کہ دوست
 مارا برنگ سایہ نہ از خود جدا کند
 باید بہ ہر کسے کہ بخوید رضائے حق
 خود را با وسپارد و محور خاکند

اذ نے بدہ کہ باقر میکیں بیائے سر

بردر گہ تو آید و بر تو وعک کند

۴۲ ایکہ ایام تو خوش دوز غم میگزد
 گر بدریوزہ رسیدم بدرت رنجہ مشو
 تو چہ دانی چہ بہ من درد و الم میگزد
 کہ گدا بر درار باب کرم میگزد
 موج اشک است کہ ہر شب بہرم میگزد
 تا چہ بر سالک صحرائے عدم میگزد
 ساکن عرصہ ہستی چہ خبر میدارڈ

تو بجلو تگر دہلائے خریں جلوہ فروش
 من بقربانِ جن رام تو چھاقتنہ و شرم
 کیست ایں بادشہِ حسن کہ درو کب ناز
 کر سی و عرشِ بجاں ناہیہ فرسائے در
 از خطِ پشت لبِ غیرتِ یاقوت کسے
 ہر کہ از کشمکشِ قید بہ اطلاقِ رسید

باقرا تا براقاد ہواکے سخنم

فوجِ معنی است چو در ملکِ دلم میگذرد

زاں رخ آئینہ سیماہ و پرویں ساختند
 دل پے نظارہ روئے حقیقتِ میپید
 شاہدِ مقصود و آغوشِ دلہا جلوہ داشت
 از لبِ معجزِ بیانتِ یاسجِ نکشاید میج
 جو ہر جسمِ لطیف جلد از بیمِ وز راست
 فیضِ اصدق بے نیازم نہایت از دنیا نئی

نافہ آہوئے چہیں زان خطِ مشکیں ساختند
 شاہدِ حسنِ مجاز از بہر تکیں ساختند
 جتن از دیرو کلیسا رسم و آئین ساختند
 داروئے دردِ دلم زان لعلِ شہیں ساختند
 تا چراغِ مہرِ دولت از سنگِ وین ساختند
 آنکہ سنگِ آتاش کعبہ دین ساختند

ہر کہ باقر از حنمِ تسلیم جامے دیکند

تلخیِ ناکا میس در کامِ شیرین ساختند

مستغنیم ز فصلِ خزان و بہار کرد
 سیابِ دارِ ہر کہ دلم بیستہ ار کرد

آن سروچوں گزشت بگلشن بپائے او
در کام ذوق تلخی ناکامیہم نہ
از بادہ داشتتم سر پر ہیہ نرساقیا
از زیادہ دوسے نہ ہدروسے غفلتم
آسودہ بودہ ام ز عنہم روزگار حیف
دلہائے عاشقان شدہ پامال توش
فصل بہار خرمین گلہانتا رکرد
تامت ساقیم زمے خوشگوار کرد
مستانہ نرگس تو مرا میگا رکرد
یاد مگھے نہ آن بت نیا شمار کرد
فکر دل شکستہ مرا سو گوار کرد
جولان بہ شیوہ عجب آن شہوار کرد

باقر خموش باش بہ تقدیر دم من

خوش کرد ہرچہ خواہش پروردگار کرد

۴۵ درد در دل عشق در جان نختند
حامل بار محبت کس نہ بود
تا بگردوں رفت موج اشکها
ہر سخہائے تو شیریں تر رفتند
گریہ در چشم عدا دل کرد جا
فتنہ و آشوب و طوفان بلا
درد را میسرم کہ درد امان درد
مغ دلہائے سیر دام عشق
از حسرت قامت رعناے تو
گل بہ گلشن در بہ عمان نختند
ایں بلا بر جان انسان نختند
چشم گریانم چو طوفان نختند
درد بانٹ شکرستان نختند
خندہ در اہل گلستان نختند
سرمہ ساں در چشم جانان نختند
از کرم گلہائے در ماں نختند
در کمنہ زلف پچپان نختند
فتنہا بر سر و بستان نختند

آبِ رحمت بر سر اہلِ کرم خاک در چشمِ لیماں نختند

حضرتِ صائب بطرز این غزل

خوش غزل باقر بہ دیوان نختند

۴۶ بوئے گیسوئے کسے باد صبا می آرد
ہنگمتِ نافہ آہوئے ختامی آرد
بس نیازِ دل بے صبر و تمنائے من است
کہ ترا بر سر این ناز و ادا می آرد
میرسد بر سرمِ امروز میجانم
تا دلِ خستہ مارا چہ دوامی آرد
از سر انگشت تو تا در کف و دستت جایفت
سرخ خونِ من آں رنگِ ختامی آرد
جاں سپردن برہ دوست جیا تیت آید
این فانیست کہ تا حشر بقامی آرد
قدراں بادہ گلزنک چہ دانی زاہد
صیقلے ہست کہ در سینہ صفای آرد

باقر از سیلی سرنجہ افلاس منال

ذل فقر است کہ در طشل ہامی آرد

۴۷ ہیبتِ شان رخت لشکر قیصر کند
زور بازوئے تو شاہا در خیر کند
لمعہ روئے تو تاب از رخِ خورشید برد
سطوتِ جاہ تو ہنگامہ محشر کند
توبہ آں شوکت و شانی کہ بہ پیش تو کجا
کلہ ناز بر خسر و خاورد کند
کثرتِ تشنہ لبان گاہ صلائے کرم
کوزہ بر کوزہ لبِ چشمہ کوثر کند
من بہ پیش تو کمر بستہ بخدمتِ ثبوت
ولئے بر من کہ دلم دستِ شکر کند
خسرو ایک ہنگمے از سر لطف و کرم
نفس امارہ ماچوں بت آرزو کند

ایکے تو در دل من خاستم میشکنی دست و بازوئے ترا حیدر صفدر شکنند
 مرہم ز حنم غم و رنج تو داری و مرا نشتر درد و الم در دل مضطر شکنند
 یا علی شیر خدا بندہ خود را در یاب تا کجا کار مرا چرخ تنگتر شکنند

در ہوائے صفتِ عظمت و شاننت شاما

بال پرواز خیالِ دلِ باقر شکنند

جو گر دوں ہر نفس مارا ز صدجا بشکنند بخت و اثروں در دلِ من صد تمنا بشکنند
 ہچنچاں یا شد براہِ عشق لیسے گرم رو قیس را در پا اگر صد خار صحر بشکنند
 کشتی خود را بطوفانِ بلا انداختم چون جہاںش نہایت غم گر موج دریا بشکنند
 صنعتِ دستِ کہ باشد تا کند پیوند او خود اگر دستِ قضا آئینہ ما بشکنند
 ماہ من چون از می گلگون برافروزو غداً گرمی بازار حسن مہر و مہر را بشکنند
 جزی کے نبود میانِ حدت و کثرت و جو چون کے عینیتِ گرداب و دریا بشکنند
 از دماغ او فروریزد خمار احتساب مختب در بزم می گر جام و مینا بشکنند
 در بزم شراب چشم مستت شیشہ دل را مبادا بشکنند

گو ہر مقصود می آید بدستش ہر کے

پا بدامان توکل یا فتنہ آسا بشکنند

شب بشوقِ جلوہ او دل بے بیانی بود فرس راہ انتظارش دیدہ بیخواب بود
 کرد مست و بخودم طرزِ کلامت در لربا ہر سخن از لعل تو گو یا شرابِ ناب بود

از خدا میخواستم چون مدعیِ پیش نظر
 قبلہ ابروئے جانان حلقہٴ محراب بود
 سرکف آمد دل من بر سر میدانِ عشق
 رستم وقتِ خودش بود استیلا سہلاب بود
 غوطہا در موجِ اشکم خورد و چشمش وانشد
 طالعِ شوریدہ من آنچنان در خواب بود
 اے اجلِ افکندهٴ مارِ کنون بروئے خاک
 بستم در زندگی از قاقم و سنجاب بود
 من فدایش بوسہ او شد دوائے دل مرا
 لعلِ نوشتش قرصِ گل یا شربتِ عجاب بود
 شبِ عجب بزعمِ پُر از انوار حق دیدم بچوآ
 جلوه فرمایا بود و مجسمِ احباب بود

شب کہ در یاد بنا گوشش دو چشم میگفت

دانهائے اشک من با قدر خوش آب بود

۵۰ کے ایں رتبہ و شانے ندارد
 شود کس چوں تو امکانے ندارد
 بطرز جامےٴ عربانیسم میں
 کہ داماں و گریبانے ندارد
 بہ تدبیرِ علاجِ ما کموشید
 مریضِ عشق در مانے ندارد
 خوش آں خاطرِ جمعے کہ ہرگز
 سر زلفِ پریشا نے ندارد
 مترس از کس بیادِ رخانے ما
 درِ درویشِ دربانے ندارد
 دل من از خدنگت ہمتِ خالی
 خلیلِ امروز ہمانے ندارد

سراپا جسم او بیجرمی اوست

کہ بافتہٴ بیجِ عصیانے ندارد

۵۱ عیش و نشاطِ عالمِ رنگِ بقا ندارد
 مانند غنچہ و گل بوئے وفا ندارد

رسمِ وفا نباشد در شہرِ خوب رویاں
 بردار پرودہ از رخِ بہرِ خدا کہ چشم
 از زلف او کہ آرد چون بوئے گل نیبے
 آہستہ دشنہ راند تا جاں دہمِ سختی
 اکیر خاکساری کردہ است ز زسِ من
 عیسی تو از علاجِ آخر شدی پشیمان
 گر بگذری بسویم بر دیدہ ات نشانم
 از غمِ زہ جاں ستانی از عشوہ دلِ پائی
 چون آن سخن کہ آید زان لعلِ شکر نیت
 شاہِ منہ شہیتِ اصدقِ دُکُلِ کفشِ پایش

غیر از خدا بگوید پیشِ کہ حالتِ دل

آنکس کہ ہجو باقر غیر از خدا ندارد

ز تابِ عارضِ گرمِ متِ نقابِ میسوزد
 ز حسنِ و عشقِ تو دستاںِ لرزے خوابم
 ز رشکِ نہگہتِ گیسوئے عنبریں کسے
 شبِ فراقِ ز آتشِ فشانِ شوق
 فشاںِ ز لطفِ بہ نظارہٴ زخمتِ آہے
 زگرِ جوشی و صلّتِ حجابِ میسوزد
 لگو فسانہ کہ در دیدہ خوابِ میسوزد
 بنافِ آہوئے چینِ مشکِ تابِ میسوزد
 پسینہ امِ دلِ پر اضطرابِ میسوزد
 دلم بہ حجبِ تو یا بو ترابِ میسوزد

چه برگم که لبِ نازکت چنان شیرینست
 ز سوزِ ہجرتِ نہائی آن چنان سُوزم
 پیالہ ز سُبُوئے خود مبدہ ساقی
 چنان بسینہ من جاگند شکیب و قرار
 بشوقِ وصل بناگوش و گوشوارہ او
 محبت است چه آتش کہ در دل ہر کس
 بیاد آن لب و حشمتش اگر کشم دم گرم
 ز جا روم نہ بہ حُسنِ بتان جلوہ فروش
 بجائے آبِ شہرِ ریزد از چشمِ چہ دور
 چہ دلبری تو کہ در آتشِ محبت تو

کہ حلق و سینہ ام این شہد ناب میسوزد
 کہ مردہ در لحد اندر عذاب میسوزد
 کہ کام تشنہ بشوقِ شراب میسوزد
 کہ جان و دل ہمہ از اضطراب میسوزد
 گہر بہ بطنِ صدف از عتاب میسوزد
 فتادیک شہر را و شتاب میسوزد
 بخلد چشمہ شہد و شراب میسوزد
 دلم بعشق تو عصمتِ قباب میسوزد
 بدیدہ برقِ نگاہ تو آب میسوزد
 ہنوز طفلی و ہر شیخ و شاب میسوزد

پیرس حال کہ باقر بعشق شعلہ رُخے

طپد دل و جگر از التہاب میسوزد

۵۳ کشادہ بند قبا یہ سحاب می آید
 بدیدہ خون شود و میچکد بزرنگِ رشک
 چہ تیز میرسد از کوسے دوستِ فاسد
 خیالِ جلوہ جانان و دوریش قبر
 ز جذبِ عشق غبارِ رہت مرا از دور
 مہ من است کہ مستِ شراب می آید
 اگر بہ سحر تو یک لحظہ خواب می آید
 مگر ز پیکِ صبا ہم شتاب می آید
 فرشتہ ایست کہ بہر عذاب می آید
 بزرنگِ سُرْمہ چشمِ پُر آب می آید

بناز میرسد آن نازین سوار میں گروہ خلیق رواں درکاب می آید

پیام وصل فرستاده ام با باقر

برہ منیم از طرفش چون جواب می آید

درد تو ز دل ہرگز بیرون نتوانم کرد
آخر چہ کنم دل را اگر خون نتوانم کرد
زیباست سیہ حالت در کج لب میگو
در بادہ و لیسکن خوش افیون نتوانم کرد
این است اگر دوزی از وصل محال است
کیں دیدہ پر خون را جیوں نتوانم کرد
نازم کرم اورا کز ناز بہر باید
من عاشق بیدل امخروں نتوانم کرد
تو قصہ خود بر گو لیلی صفت تم گوید
من گوشش بہ احوال مجنون نتوانم کرد
ہر آنچه دہندے دل قانع نتوان بودنا
دانی ز حد قسمت افزون نتوانم کرد

میگفت حزین باقر با عجز و ادب بامن

یک شعر چو اشعار تو موزون نتوانم کرد

بس خواستم زد دست کہ ہماں شود نشد
زینت فرائے کلبہ احزاں شود نشد
چیں برجیں ز کینہہ شود گاہ دیدم
یکدم ز ناز حنرم و خنداں شود نشد
دامن زند ہمیشہ پئے قتل بے گناہ
گاہے ز شرم سر بگریباں شود نشد
من چون کنم برودت تنہا نیم کشت
آغوش گرم ازوبہ زمتاں شود نشد
ہر چند منکر کرد معالج و لے صحیح
بیار درد عشق ز درماں شود نشد
در وصل ہم نکرده جدا پرده نقاب
در بر کشیدہ خواستم عریاں شود نشد

از صد مہ و سراق ز بتیابی و طلق
یکدم خموشش این دلِ نالان شود نشد
نفسِ نصیث گشته بعضیاں چنیں دلیر
کز کثرتِ گناہ پشیمان شود نشد
بد خود لم نکشت ز عشقِ بتان نفوس
این گیر خواستم کہ مسلمان شود نشد

باقر بیافتادم و بس خواستم ولے
یکذره مہرباں دلِ جانان شود نشد

۵۶ کرد جاچوں بدل از تہیج مدا و نرود
عشق در دیت کہ از دار و عیسیٰ نرود
تو چه زیبا بخرامی کہ بہ زیبائی آں
بر گلو خنجر بیداد تو زیبا نرود
جا گرفتہ است بکوئے تو بخارم زانسا
کہ بصد حیلہ چو نقش قدم از جا نرود
من اگر اذن تو باشد بر کاتبے روم
کس پئے سیر بقر بان تو تنہا نرود
تشنہ شربت وصل تو عجب تشنہ لب است
آبِ خضر است اگر دپیش از جا نرود
پردہ بردار ز رخ بہر تماشا امروز
دل عاشق ز پئے وعدہ فردا نرود
قیدی سلسلہ زلف تو گردید دم
این چنیاں سلسلہ بہت کہ از پا نرود
شوق وصل تو فادہ است بلنساں دل
کہ اگر خاک شود نقش تمنا نرود
سوئے جنت مگر از جبر کشدش ورنہ
ساکن کوئے تو در خلد بہ عمد نرود

از دلِ خویش بکن دور تمنا باقر

دل آگاہ پئے ہیچ تمنا نرود

۵۷ چوں کسے راز محبت بدل نہاں کند
نشر این بادہ اہلِ فرود را عریاں کند

پاک کن اشکِ مرا از چشمِ زان اندیشہ کن
چوں زد دستِ مازنینِ خود بریزی مرہے
عالمے ساز و خراب این قطرہ چوں طوفان کند
میکند از یک نگہ دہائے عالم صید خود
ہر لبِ ز حنمِ مرا مانند گلِ خنداں کند
روشنی اہل دل ہرگز نہ ماند در لباس
چوں سمندِ ناز را آن شوخِ درجولان کند
حل عقدِ مشکلم سازو کہ از فیضِ نظر
شمعِ نورِ جوشِ در فانوسِ چوں پہناں کند
مشکلِ مارا مگر مشکلاکِ آساں کند

دشمن از تیغِ جنایتِ گر کشد باقرِ غم
زندہ از اعجازِ لبِ آن عسی دوراں کند

ہر خوبِ روزِ عصتِ بدلِ خار بشکند
از جوشِ شرمِ گرمیِ بازار بشکند
از جملوہِ رخِ تو حسینانِ عصرا
ز بخیرِ اگر بیائے گرفتار بشکند
کافیست گیسویِ تو پے بستنِ دلش
صد شترِ المِ پے آزار بشکند
ہر نخطہِ غمزہ ات بدلِ عاشقِ خزین
سرخوشِ ز نرگسِ تو چنان شد کہ رند
از لطفِ یکد و حرفِ زبیا پر سیت
خمہائے بادہ را سب بازار بشکند
اے ترکِ آنچنان تو مسلمانِ نژادہ
تہائے کہنہ از تنِ بمبار بشکند
از مشکِ بنیرِ نگہتِ و از بوئے جانفرا
کز غمغزہ تو لشکرِ کفتار بشکند
مانند میلِ سُرمدہ در آرد چشمِ اگر
زلفِ تو قدرِ تبتِ و تا تار بشکند
تو آن گلی کہ در چینِ آئی اگر بن باز
خارِ رہتِ بیائے طلبکار بشکند
از جملوہِ تو رونقِ بازار بشکند

نازم به این حسرام که از جوش انبساط
 من چون شکسته دل نه بانم که روزگارا
 منصور اگر ز فیض نگاهم بر نصیب
 دلهای بسته و اشود از غنچه دهن
 از درد دل چوناله کنم گنبد فلک
 از مستی نگاه تو در محفل شراب
 چون در رکاب تو نتواند روز خشم
 آن کیست در زمانه بفرما که همچو من
 فریاد زین ستم که مرا بند استخوان
 مارا چه عسَم که خدا ناخته است
 یکره اگر کرشمه چشم تو بسنگد
 باشیم ما به عهد و به پیمان خود همه
 گر بهر دیدنت سَنگَم بے ادب رود
 بوده است قسمتم که فتاده است بر هم
 پیش حلاوت سخن من چه دم زند
 هر کس شکست تن بدل اوست گردش
 هر پاره دلم بکف دست آن نگار

خلخال پایے تو دم رفتار بشکند
 کار مرا چو زلف بهر بار بشکند
 ز نار کفر خویش سردار بشکند
 چون قفل خامشی دم گفتار بشکند
 از یک شرار آه شرر بار بشکند
 ساتی پایله بر سر مینخوار بشکند
 شمشاد پایے خوش گلزار بشکند
 شکر بهر سخن دم گفتار بشکند
 از غیظ و عنصه چرخ تسمکار بشکند
 گوشتیم به چشمه زخار بشکند
 پیمان زهد زاهد سیندار بشکند
 صد بار اگر معاهده آں یار بشکند
 پایے نظاره دیده بیدار بشکند
 بارے که کوه را کمر این بار بشکند
 طوطی هزار قند بمنقار بشکند
 یارب زگر ز حیدر کرار بشکند
 چون دانه در شکنجه عصار بشکند

باقر عجب مدار ز تماشیر ناله ام
مطرب اگر بہ بر بوط خود تار بشکند

او بکاشانہ چیرا سر و چراغان ارد
سنبل از زلف فرعارض گل خندان ارد
چہ بلا سبیل بر شکاست ز چشم در جوش
از نگاہ ہے ز دل حلق برد بصیرت و آ
شربت خضر بود لذت یک بوسہ آں
داد بیداد کہ آں کافر بدیش ز کیں
پردہ از مہر رخ او کہ تواند برداشت
دلبری شیوہ نماز است و پے فتنہ گری
جو ہر تیغ تو نمازم کہ چسای از انجوش
میکند قصد ہلاک من شد اشب با بحر
نیت آساں شب من صبح بگرد باقر

طول چون روز قیامت شب ہجران ارد

ز نور روئے تو ہر دیدہ کہ روشن شد
ز ناز با رخ روشن چو شد سوار سمنند
ز فیض یک نظرش خازن گلشن شد
ز جلوہ مشرق خورشید پشت تو سن شد
خوشا ز بہر ہما کے دلم نشیم شد

تمناع طاقت و صبر و مترار مارا خوت
 بقدر حوصلہ بخشند ز اہد امنزل
 دلم ز پرده ازیں رہ کند تماشایت
 پئے نظارہ تو در چمن گل و سوسن
 بحال خویش خدا یا بہند میلزم
 کہے کہ خلقت انسان آب و گل گردید
 ہر آنچه داشت دلم از تمناع ہوش و خرد
 تو ان مشاہدہ انقلاب دہسرمود

نگاہ گرم ز چشم تو برق حسرت من شد
 ترا بہشت و مرا کوئے یار سکین شد
 درون سینہ ام از غمخہ تو روزن شد
 تمام چشم بگردید و محو دیدن شد
 خوش آن کسیت کہ اورا بدینہ من شد
 تنت ز آئینہ گشت و دولت ز آہن شد
 فدائے یک نگہ آن نگار پرنہن شد
 کیسکہ بود مراد دست پیش دشمن شد

ز ہوش رفت بیک جلوہ بخت باقر

قد تو موسیٰ مارا نہال امین شد

۶۱ ایسر زلف تو گشتم بلا ہمیں باشد
 غبار مقدم او کرد دیدہ ام روشن
 نہادہ بدم تیغ و گفتم چہ داست
 برو نما دل و دین میکنی طلب آری
 بدست صدمہ ہجران سپردن عاشق
 کہے ز لطف رساند شمیم طرہ ا
 بشمع روئے تو پروانہ ساں دہم جان ا

مریض عشق شدم ابتلا ہمیں باشد
 ز کحل طور مگر تو تباہ ہمیں باشد
 فدائے ناز تو جانم داہ ہمیں باشد
 برائے ہچو رخنہ رونما ہمیں باشد
 طریق مہر و شعار وفا ہمیں باشد
 امید من ز نسیم صبا ہمیں باشد
 مراد خاطر مے دلبر با ہمیں باشد

بکوئے دوست چو بسمل طپیدن مردن عروجِ رتبہ اہل وفا ہمیں باشد
 زناز باقر دختہ را بخش در بر
 پے شکستن دل مومیا ہمیں باشد

۱۲ بہ تلخی میدہد جان و دلم تسکین نمی باید
 چه رنگے هست رویت کہ زنگ گل پرواز
 تو داری سختی در دل کہ مشکش سختی ہرگز
 بحسن خود بود شاداں بہ کیلتائی بود نازا
 حذر از غیر میدارد بمن سازد بناچار جا
 بود سرگرم عشرت خمر و با این مشقتنا
 کہ ہم یک بوسہ زان لعل لب شیریں نمی باید
 چه بویے ہست زلفت کہ مشک چین نمی باید
 اگر خواہد کسے از سنگ و از رویں نمی باید
 کہ چون خود بخورے آن بت نجوین نمی باید
 کہ یک عاشق چو من آرد کافر بدین نمی باید
 متاعِ عیش را فرما و از شیریں نمی باید

بکام دل رسد اغیار از دست تو تہمت

مراد خویشتن را باقر تسکین نمی باید

۴۳ درد با میدہد و در پے درماں نرود
 بر سر نعرش من آئی تو اگر جہلہ کنہا
 گر تو یکرہ نگرگی طسرہ خوباں زاہد
 روش عرفی و جامی ہمہ سہل است
 نیست روزم کہ بہ سوداے تو از دست جزو
 از جہائے فلک اے وا ئے چہ بنا کہ من
 قاتل ماست کہ بر خاک شہیدان نرود
 جاں محال است کہ در قالب بیجاں نرود
 از تو سوداے سر زلف پریشاں نرود
 در رہ حافظ ما تا سیچ غزلخواں نرود
 تا بدماں مہ من چاک گریباں نرود
 آفتے نیست کہ از گردش دوران نرود

جذبہ عشق زلیخا بروش محبت کشاں
 یوسف از خود طرفِ مضرز کنعاں نرود
 دیں پناہ است ز بس آن بت نصرانی من
 میل طبعش طرفِ بیچ مسلمان نرود
 از وطن دور فنادیم بغربت لیکن
 از دم بیچ گہے یاد غزیراں نرود
 بے رخ شعلہ برافروز تو باشد نہ شبے
 کزدلم تا بفلک نائلہ سوزاں نرود

ہر کہ شد بادشہ ملک قناعت باقر

خاطر او طرفِ ملک سلیمان نرود

۶۴ تا تب ز عشق تیں دل ناداں شود نہ
 این گبر خواستم کہ مسلمان شود نہ
 در شوق سوختیم کہ آں ماہر و مرا
 یک شب ز ناز شمع شبستاں شود نہ
 بگریتم بے بہ تمنا کہ روز رسم
 یک بوئے از اں لب خندان شود نہ
 خونِ دلم شرابِ نمودم جگر گیاب
 تا یک شبے بیاید وہماں شود نہ
 نازم ترا جنوں کہ بچوش تو دست من
 فارغ ز شغل چاک گریباں شود نہ
 سویم نہ دیدیک نظرے گرچہ خواستم
 گفتم کہ مہرباں دل جاناں شود نہ
 چشمِ ترم نمود عیاں گرچہ خواستم
 رازِ دم نہفتہ و پنهان شود نہ

باقر بے زبوش ندامت گریتم

تا محو و شستہ دفتر عصیاں شود نہ

۶۵ تا بعشق یار بے پروا دلم دیوانہ شد
 خویش با من غیر گشت آشنا بگاہ نہ شد
 بسکہ در عشق سر زلف تو از جاں ز قدام
 پارہ ہائے استخوانم کا کلت را نشانہ شد

تا دلِ بلبلِ شرارِ آتشِ گلہا بسوخت
برہمی رُودادِ تقویٰ را بدورِ زنگست
نے بہتر خویش تنہا شہرہٴ عشقت شدم
عاجِ بلم وصالِ بعدِ صد رنج و تعب
بسکہ میگیریم بیا و حلقہٴ گوشِ کسے
میکنم یاد تو و از بہرِ ذکرِ نام تو
گر سوزِ دو پاکِ زین آتشِ دل و جانم چہ دور

این دلِ دیوانہ بر شمعِ رخت پروا نہ شد
شیخِ شہرِ آفا دست و مختبِ دیوانہ شد
در دیارِ دور دستِ این قصہ و افسانہ شد
باعثِ این شانِ نفعِ بہت مردانہ شد
قطرہٴ اشکِ چشمِ گوہرِ یکدانه شد
قطرہٴ اشکِ مسلسلِ سجدہٴ دانہ شد
سینہٴ گرمِ زبابِ عشقِ آتشِ خانہ شد

چون شد از خالقہ ممکن حصولِ مدعا
با قمرِ بیچارہٴ آخسر را ہی میخانہ شد

۲۶

دلِ زارم بعفتش مبتلا شد
ز خوبانِ فتنہ آرا کس چنین نیت
بجز سویت ندارم، هیچ میلے
باین ہمد و وفا جو روحنا ہا
برنگِ غنچہٴ خونِ شیدا دلِ من
بگاہِ بوسہٴ آلِ روئے نگین
بہر بزیمیکہ رفتی از سوزِ ناز
بلا خود بودہ است آن دستِ نگین

چہ شد ناگہ گرفتارِ بلا شد
بلایےٴ جانِ رخت نامِ خدا شد
دلِ پاک از ہمدِ صحنِ ہوا شد
عجبتِ دلِ بر تو ظالمِ مبتلا شد
بشوقِ آلِ بتِ گلگونِ قبا شد
جبینِ او عسوقِ ریز از جیاشد
بلند آبخا صدائےٴ مرجا شد
بلا اندر بلا رنگِ خاشد

برگ من میسرم الفتش را سیه پوشش از پے رسمِ غمِ غمِ غم

بشوق دست او خود نامه شوق رواں چابک تر از یک صبا شد

بنازمِ رفتِ اورا که بافت

بجالمِ مہرِ بایں بہرِ خدا شد

۶۷ چند دل از سمت شکوہ بیدا کند تا کج از تو جدا ناله و فریاد کند

بہ برد عرض شہیدان دل تیباب اگر جہتے نیز تہِ خنجرِ جلاؤ کند

بعبے نیست ز لطف و کرم او کہ گے جلوہ آرا شود و حنا نہ ام آباد کند

دل چو تسلیم نمود ہمہ لطف و کرم است ہر تہِ رجور و ستم بر من ناشاد کند

پندناصح کہ بود تلخ تو از گوش قبول بشنوی گرا اثر سید اتاد کند

چوں فراموش ز دل کرد بایں ز ندیم چہ امید است پس از مرگ مرا یاد کند

فارغ از نقش و نگارم کہ خیال تو بدل کارِ وضع و تسلیم مانی و بہنہ او کند

مردم آنجا و شد م خاک و لیکن ترسم کہ صبا خاک من از کونے تو بر باد کند

ہست امید ز ساقی کہ دین بزم شراب یکدو جا بے من خستہ ہم امداد کند

باقرا از شیوہ جو رستم یار مرغ

دل عشاق محال است کہ او شاہ کند

۶۸ زان لب نوش دل من منے نایب کشید وین جگر تشنہ ز تیغیش دم آبے نکشید

غنچہ سناں خون نشود چون دل حشرت گیس کز رخ لالہ رخاں بند نقابے نکشید

چوں تو امان و امن وصل تو کشیدن در خواب
 ہر کہ در عمر برج چادر خواب نے نکشید
 بیکہ بودہ است فساں دیدہ دم خنجر تو
 بسملت زود زجاں رفت و غائبے نکشید
 وائے قسمت کہ دل خوش ہام چندین سال
 خدمت پیر مغاں کر دو شرا نے نکشید
 لطف یکسو کہ گئے آن بت سفاک مبن
 چیں برابر و زدہ ہم تیغ غائبے نکشید
 کرد بر باد ہم عمر بخلوت زاہد
 در خرابات مغاں بادہ نایبے نکشید

باقر خستہ جگر تثنہ سحر ت جاں داد

یکدم از چشمہ حیوان تو آب نے نکشید

۶۹ دلم پایمال زرقار تو باشد
 ہلاک طرز گفتار تو باشد
 خریدار تو صد ہیمچوں زینجا
 زیوسف گرم بازار تو باشد
 رہا گرد ز ہر قیدے ہر آنکو
 اسیر زلف خم دار تو باشد
 بنازم دولت بیدار بختے
 کہ حتمش محو دیدار تو باشد
 بسوزد آنکہ قصہ آسماں را
 دلا آہ شرر بار تو باشد
 بیایے دل تو امان با او نمودن
 زہر جنسے کہ در بار تو باشد

بیا جانا بکن سودا کہ باقر

بہ نقد جاں حسد یادار تو باشد

۷۰ یک ادائے تو مبن بر کرمت دل نشد
 ہیچکے از طرفت پریش احوال نشد
 زخمی تیر نگاہ تو نشد کو جگرے
 واں دے لے کو کہ زرقار تو پایمال نشد

داشت در پتخہ ادا بار مر نفس لعین بختے نیست کہ از زشتی اعمال نشد

میرا دوز تو بصرہ سے تقویٰ وزہد زاہد سے ولے کہ یک قال ترا حال نشد

باقرا رحمت حق با دبر انکس کہ چو من

طالبِ جفیہ دنیا و زرو مال نشد

۴۱ زروئے جلوہ آرائے تو روزم رونق گل شد شب من از سر زلفت خیابانے ز سنبیل شد

تو با نشانِ غرورِ حسن آنجا محو استغنا دل بیچارہ اینجا کشتہ تیغِ نفاقِ فل شد

بیا اینجا دوستی کن بند کر نام حق ہدم کہ در عشرت نگہ جاناں بلند آوازِ قتل شد

مرا چوں دید گفتم از کجائی کیتی برگو فدائے ناز او جانم چہ خوش گرم تباہ شد

پر وبالِ عنادل در ہوا و اسوخت در کشن بلند امشت مگر یارب شمار آتش گل شد

کہے طناز سر و نازکاب سے نعرہ ز قبری کہے رخسار گل گردید کہ سر یاد بل شد

لب از فریاد بر بندم چہاں ضبط نفس سازم

کہ در دوز فتنش باقر فزون تر از گل شد

۴۲ تاروئے رشکِ شو سنت از غازہ گلگلوں میشود این چشمِ محجوبہ ات از گریہ پُرخوں میشود

یک نگاہِ ناز کن لے جانِ جان تا بہ شود ہاں از علاجِ عیسیم دردِ دل افزوں میشود

رُو میشود عناب را از جوششِ غیرتِ سیم ہر گہ تر از زیبِ مسی آن لعل میگوں میشود

با غیر تا دیدم تر از روزے بعشرتِ ختمتہ در سینہ دلعِ غیر تم ہر روز افزوں میشود

روزے بدیدم زلف تو چوں ابر بر ماہِ رخت ہر گہ کنم یاد ایں ادا ایں میدہ جھوں میشود

بس کرده افزودم خال لب میگوں تو
 معشوقہ عاشق میشود چون نچتہ شدہ سوائے عشق
 ہاں نشہ بالا میشود درمی چوانیوں میشود
 یلی بکار عاشقی بہ رنگ مجنون میشود
 از دلتے لب تشنہ آب دم تیغ توام
 وین خشکی کام دہاں ہر روز افزوں میشود

ما از سبب نخبی خود باقر ہمی نالیم آہ
 تاتیرہ روز من چو شب زان لف شگون میشود

شب تاریک من از روئے تو پر نور شود
 خط مشکیں لب یار چونہ کور شود
 بے سہ زلف تو روزم شب دیو جور شود
 از پے زحسم دلم مرہم کافور شود
 تو چنان بادشہ کون و مکانی کہ شہا
 ذات حق چون نعبنا عین وجودت گرد
 ہر بن موئے تن تو لب منصور شود
 قامتت از پے موسی شجر طور شود
 از فروغ رخ پر نور تو گردد بیہوش
 چند معمورہ بگرد زنگاہش ویراں
 گردد حادثہ اجزائے وجودم برباد
 از تہ زلف اگر جلوہ رویت بیند
 لے پسر عرہ مباحشی بجوانی ز نہا

از غم و غصت نہ گردد بر اجل چون نزدیک

ہر کہ باقر نمط از انجمن دور شود

شو قوم براہ عشق بکوئے تو میکشد
 داماں دل گرفتہ سببے تو میکشد

عذرم بنہ کہ شدتِ بیثباتیِ دل است
دستم اگر نقابِ زروئے تو میکشد
مستی چنان منزه و بدورت کہ محتسب
در مجلسِ شرابِ سُوءے تو میکشد
نازم باوج مرتبہ تو کہ جب سیریل
از چاہِ زرمزم آبِ دمنوئے تو میکشد
سوزِ زغصہ روعے حینانِ روزگارا
مشاطہ غازہ کہ بروئے تو میکشد
دوری از و نخواسته با آنکہ صد عذاب
بیچارہ دل ز آتشِ خوئے تو میکشد
صد در بروکشادہ ز فیضِ تو می شود
در شبِ دلیکہ نعرہ ہوئے تو میکشد

یا قمر بخود بسال کہ در جرمِ تو بسیار

ز بخیر زلفِ بستہ گلوتے تو میکشد

سیرِ برآمد از کھسارِ گلشنِ بنیر و خندان
بیا ساقی بدہ جامے کہ فصلِ نو بہار باشد
چمن شد روضہٴ نضوانِ ز حسنِ عارضِ کلہا
خیابانِ ارم از سر و گلشنِ اخیابان
تجلی گاہِ ایمن شد ز نورشِ کلبۂ تارم
بگاہِ وصلِ در آغوشِ چو آن شوخِ عریان
بر بہر تو معاذ اللہ دو چشمِ اشکبارین
ندانم بجز تلمذ گشت یاد ریئے عثمان
بیامد بر سر من معذرت خواہاں کج اللہ
کہ یارم از جنائے خود پس از عمرے پشیمان
مدام گوہر اشک است درد امن کہ میریزد
تو گوئی دیدہ دریا فشانم ابر نیسان
بہر روئے چو روئے گل چو بلبلِ مدحیم با
دلِ من مشہدِ عرشِ در شہرِ حسینان
ز تنہا غمزہ و مازشس ملانے اہل مجلس شد
بخوبی شہرتِ او آفتِ خلوتِ نشینان

ز راہِ راست دور افتاد یاربِ تکیگی کن

دلِ سیارہٴ باقر اسیرِ مکرِ شیطان شد

خیز و برگرد سرش گرد کہ دلدار آمد
نشود حسنِ حسدِ داد و بخالتِ مستور
دوش مطربِ غزلے خواند بصوتِ عجب
صادقِاں راستِ بصحبتِ اثرِ طرفہ بر صدقا
در رہِ عشقِ تداستہ نہادند ترم
بہ تمنائے بناگوش تو از چشمِ ترم
غافلان را بنود بارِ کج تو گمہ دوست
ہر حدیثِ تو بد لہاد صد فیضِ کشاد

۶ بختِ خوابیدہ بہ بینِ طالعِ بیدار آمد
یوسفِ مصر ز کنگال سوئے بازار آمد
کہ بر قص از طربش ہر درو دیوار آمد
کہ چون منظور انا الحق ز سرِ دار آمد
کیست آنکس کہ دینِ راہِ خبر دار آمد
قطرہٴ اشکِ بزرگِ در شہوار آمد
ہر کہ آمد بہ ادب آمد و ہمشیار آمد
حقہٴ لعل تو گنجینہٴ اسرار آمد

حذر از باقرِ دختہ کہ آں سوختہ جاں

در سرِ کوئے تو با آہِ شر بار آمد

۷ لے خوشا آنکس کہ شبِ با تو فرو میکند
سیر از سیر دو عالم فارغ از کون مکان
در بروئے خویشتن برستہ از ہر دو جہاں
در تمنائے تماشا لے جاں روئے تو
پائے در زنجیرِ غزلت کہ بود خلوتِ گزین
از نگاہِ فیضِ خود میسازد حیائے فلوس

خویش را در انجمن بہر تو تنہا میکند
پادماں کردہ در کوئے تو ماو میکند
بر مصلیٰ کردہ جا ذکر تو شبہا میکند
خویشتن را خالی از دنیا و عجبی میکند
چاک دامن کردہ گلہے رو بصرہا میکند
وز دم جاں بخشش خود کارِ میجا میکند

باقرِ عصیاں شَعارتِ از تو یارِ بکریم
حشر را در زمرہ ایشاں تمنا میکند

۷۸

نازِ مُشکِ ختن از پئے مامی آرد
 صورتِ شیخِ فرود آ رہ آئینہ دل
 خستگان را بدرِ دِ ارفشامی آرد
 گاہ بر سرِ زخمِ و گاہ بنا لم اے وائے
 بر سرِ مِ جُورِ و خفائے تو چہامی آرد
 میرسد قافلہ یارِ سفرِ کردہ مگر
 مژدہ آمدنش بانگِ درامی آرد
 قطرہ از خونِ دلم مال و نماشا فرما
 کہ بیائے تو چہ خوش رنگِ خمی آرد
 خندہ زن شد چمن آمد بخرام ابرہا
 ساقی من مٹی خورشیدِ تقامی آرد
 میرسد خرم و خنداں ز سرِ کوچہ یار
 مژدہ وصلِ مگر پیکِ صبا می آرد
 می رسد ساقی و با خود ز خراباتِ مغال
 ساغر و شیشہ می نامِ حندامی آرد
 ہر کہ افتاد دیرس دیرند انم تقدیر
 بکجامی بردایں رازِ کجبا می آرد
 سر و گل تازہ و تر شد چمنِ فصلِ بہار
 بلبل و فاختہ رانغمہ مرامی آرد
 گرجا بہ توفیقِ عفتدہ چہ رنجی لائے
 رحمتِ حق ز پیتِ عقدہ کشامی آرد
 نقتنہ چشم تو نازیم کہ یک دیدن او
 بر سرِ نالہ و سربا د مرامی آرد
 جذبہ عشق مرا ہیں کہ دلِ سنگ ترا
 از سرِ جُورِ سرِ مہر و وفا می آرد
 زیب بستر بود و لیک نیاید بہ برم
 چہ بلاکے بسرایں شرمِ جیامی آرد

میرسد عیسیٰ مریم بسر من بینم کز پے در ددل من چہ دوامی آرد
 شرم از کردہ خود دار کہ با قمر عمت
 ہیچکابے بدلت خوف خدا می آرد

۹ ہر نفس از توجہ انالہ و آہم باشد گز نہ پرسی تو مرا آہ چہ عالم باشد
 ہرگز از درد دل زار شفا ممکن نیست خود معالج اگر مے عسے مریم باشد
 جاگزا ہست بے درد دل از فرقت تو ہست بسیار قروں انچکم از کم باشد
 ہرگز از قید بلا نیست رہائی ممکن ہرگز اسبند دل آں طرہ پر خم باشد
 چارہ کار ندانم ز کہ پرسم چہ کنم کز پے زخم دل خستہ چہ مرہم باشد
 برتن زار ہر آں داغ کہ از ہجر تو بود اشب از جلوہ تو نیر اعظم باشد
 بندہ ناز تو ام ہر چہ بخواہی فرما سر سلیم بپیش تو مرا خم باشد
 حل ہر مشکل من بہت بدتت یا شیخ دستگیرم چو توئی پس چہ را غم باشد
 ضعفم افکند بکوئے تو و گز نہ چو صبا تا بام تو پر مگر پرو بام باشد

چہ بگویم کہ ز جور و ستم با قمر را

آہ ہر روز و شب و نالہ پیہم باشد

۸۰ دل شیدا طلب روئے تو ہر جا میکرد کہ سوئے مسجد و گہ رو بکلیک میکرد
 لب لعل تو کہ شب خندہ چو گلہا میکرد دہن تنگ ترا شرح معما میکرد
 من فدائے لب لعل تو کہ از خندہ ناز با لب خندہ چو گل غنچہ دلہا میکرد

یا و آن عہد کہ در کوسے تو مسکین دل من
 میکند خندہ تو انچہ کند شربت خضر
 بود زرا نخلہ دل خستہ من نیز یکے
 خوش رسیدی بر وقت ز جامے نوا
 تو بہ کروم ز مے ناب و پشیمان گشتم
 حالیا آہ یہ پیش کہ بر م شکل خویش
 سجدہ گاہ دل و دین شیخ من و مرشد من
 گریہ میکرد و چو شبنم چو حسریدہ من

روز ہا شور و فغان نالہ بہ شہا میکرد
 میکند غسل لبست انچہ مسیحا میکرد
 چشم فقاں تو چون غارت دہا میکرد
 ساقیا بس دل من میل بصبہا میکرد
 ہائے ادمحور دل کاوش غمہا میکرد
 رفت آنکس کہ مر اسل معما میکرد
 پیرا صدق کہ علاج دل شیدا میکرد
 دہن ز حشم دلم خندہ چو گلہا میکرد

یا قمر خستہ ز جاں رفت و نشد روزی

بوسے کز لب غسل تو تمت میکرد

بندہ عشق تو ام خلق خدا میداند
 دل من زلفت ترا دام بلا میداند
 عشوہ و غمہ و شوخی ہمہ تنم است بُر
 انچہ بر ما گذرہ پیش تو خواہد گفتن
 درد عشق است کہ آوری لب جان حزیں
 دل آگاہ من خستہ رخ مہر و قمر
 گر چہ طفل است ہر دلبہن لبیک چہا

کشتہ ناز تو ام جل و علما میداند
 رُوی پر نور ترا شان خدا میداند
 نیست شوخے کہ چو اونا ز ادا میداند
 حالت زار مرا پیک صبا میداند
 کیست آنکس پلین ردد و امیداند
 پیش نور شید غدار تو سہا میداند
 شیوہ ناز و ادا نام خدا میداند

دارم امید ز لطفش کہ شاید گرتے عقدہ کا رکہ آں عقدہ کشا میداند

از عتاب و ستم و جور و جفا با پروئے

انچہ کردی تو دل باقر ما میداند

دل من بے تیرا رہی باشد	بے تو سیما و اری می باشد
بلبلے پتھو من بگلشن نیت	گرچہ بلبل ہزار می باشد
دل پُرا ز درد و بنیو دیدہ من	دایما اشکبار می باشد
چہ گنہ کردہ ام بگو کز من	دل تو پر عنبار می باشد
زلف تو دایما بخوشبوئی	رشک مشکِ تار می باشد
دل شید ابدوری رویت	دایما سوگوار می باشد
جائے زلفت برخ بود آئے	بر سر گنج مار می باشد

ہست باقر چہ رندی خو آئے

دایما در خمار می باشد

آں مہر تو جہے بمن اصلا نمیکند	از یاد برد و پرستشے ازمانیکند
صد نامہ نیاز فرستادش ولے	اونامہ ز بہر من اتشا نمیکند
میرم سگر کشیش کہ خلقہ بہ تیغ ناز	از جاں ہلاک ساز و پروا نمیکند
صد بار میروم بدشش چہ بنا ولے	در باں چہ کافرست کہ دروا نمیکند
آں مست ناز ما است کہ در بزم میکشاں	میلے بوئے ساعر و صہبا نمیکند

صبر و سکون رہو دوی و بازش نمیدی مسکین دلم ز شرم تقاضا میکند

بخشد خلد و روضہ ضواں اگر باد

باقر بغیر کوئے تو ماوان میکند

۸۴ دل سودا زده و شورش جانم دادند
چشم خونبار و دم شعله قشام دادند
شکر بند کہ ز فیضیاں تہا نجانہ غیب
معجز ناطقت و سحر بیایم دادند
گلرخی سیم تنے سرو قدے ہر و
شاہدے غنچہ لبے موئے میانم دادند
آہ گرم و دم سرد و لب خشک و غم عشق
انچہ میخو است دل خستہ ہمانم دادند
از قدر است اگر تاوکِ دلہ و ز ترا
از قدر حسم شدہ طرفہ کمانم دادند
ز اہد از من مطلب رہروی حل و حرم
در ازل سلک رہ عشق بتانم دادند

باقرم با طرف خانقہ شیخ چکا
خدمت میسکہ و پیر میغانم دادند

۸۵ چو گرم جلوہ فرمائی بطرز دلربائی شد
دل ز اہد برون از قید رسم پارسانی شد
بر رخسار حسیناں جلوہ ہا فرمود و شید نہاں
چو آن خلوت نشین جانانہ گرم خودمانی شد
نماند کنوں بہ نزد من بہائے وصل و باقی
مرا دین و دل دیوانہ صرف رونمانی شد
ز فرقت تا قدم بحر لطافت میزند موج
عیان از صورت پاکش چہاں کبابی شد
تنش ز نگیس چو گل در وصل نماند از جوش اغوشم
ز نقش بوسہ طے من کف دوش خانی شد
نہ چیدم یک ثمر از باغ حسن باریت
دلم صد پارہ ہچوں گل ز در فریاسانی شد

نماند اندر جهان یک ذره رسم راستی باقی
دش را بادل عاشقی چو میل کج ادائیگی شد
شدم از سجده دیرو حرم مستغنی از ناله

ز درد فرقتش با قمر زجان نفتم بجمالش

کز آزار دل شوریده ام کنوں ربانی شد

شب زینت آغوشش من آن ماه بقا بود
نظار گیش عرفت دریاے قفا شد
نمود جدا از رخ خود پرده شب وصل
از چاشنی زنده جاوید بگشتم
بر من چه شوی خیره اگر کوی تو دیدم
از درد دل زار زجان رفت قشقایفت
هرگز بدو چشم نکند جلوه بجز دوست
میگشت نگاهم طرف گردش رویش
در رقص و طرب آمده لولی فلک شب
ماشکوه نداریم از آن آنچه تو کردی

دسته بر سرش نه ز سر مهر که با قمر

یک عمر خجاک در تو ناصیه سا بود

دنیای دنی اگر نباشد غم نیست که خوبتر نباشد

بیصبر نہ بود دلاکشیدن
 آہے کہ درو اثر نہ باشد
 از دشمن و دوست تا نخواہی
 نفعے یمن و ضرر نہ باشد
 حاصل چہ شود ز چشم بینا
 گر بر رخ تو نظر نہ باشد
 درد از جگر و دلش چہ خیزد
 آنرا کہ دل و جگر نہ باشد
 کن دانہ اشک من در گوش
 جانا بہ ازیں گہر نہ باشد
 خون خود بودم ز زخم در جوش
 حاجت پیئے نیست نہ باشد
 باشد چو ترا گذر نہ باشد
 گر خانہٴ ماست حسد و دوزخ
 عاشق دگر اندنی نہ دانم
 دانی کہ چو من دگر نہ باشد
 پیش کہ بنالم از تو اے و اے
 برگز بہ منت نظر نہ باشد
 کو سوئے دیار عشق بازی
 رہے کہ در ان خطر نہ باشد
 عشق است بہ گلستان عالم
 نخلے کہ درو ثمر نہ باشد
 دردا کہ ہمیرم از تپ دل
 وز حال منت خبر نہ باشد
 باشد بوجو و خوش اقامت
 گر سوئے عدم سفر نہ باشد
 میلے چہ کنی بہ سیم و زر کو
 ہم رتبہ پیشہ پر نہ باشد

باقر چہ کنی ہوس و صالح

قدر تو بایں قدر نہ باشد

گوش کن حال دل دیوانہ ام بایند ۸۸

داستانم خوش بود افسانہ ام بایند

بر امید وصل خواند و موکشان کردم برون
 محتسب را بین که مینا هم شکست و جام هم
 سینت ام نسبگفت و گردید از طغیانها برون
 می فراید در دل عشاق ذوق تازه
 مست شد از سانغرمی چهره چون گل بر فرو
 کهنه شد نسوخت گویا قصه فرهاد و قیس
 قصه بر جمعی حیا نماند ام باید شنید
 هم برون کرد از در میخانه ام باید شنید
 طرفه احوال دل بویانه ام باید شنید
 در دل شب نعره مستانه ام باید شنید
 سوخت بر شمع رخسار پانام باید شنید
 بهترین قصهها افسانه ام باید شنید

گر چه رندم با قراش بهایس دیوان

ذکر تسبیح ملک از خانه ام باید شنید

۸۹

بجام من فلک دورا ندارد
 بیابن گری حن قد میس
 برو عیسی از نبض دست بروا
 نباشد گل رخه سیم تنه کو
 به پیش جلوه تو کیمت کو چشم
 بود کان لطافت چون گراشوخ
 نه خواهم جلوه حور بهستی
 باشد ابر نیساں گر چه در آ
 خلیلم گر چه بس مهان نواز است
 بسوئے من گذر جان ندارد
 گل گلشن لبست چنداں ندارد
 مراد دست کال در ماں ندارد
 دله از سنگ و از سندان ندارد
 بزنگ آئینه حیراں ندارد
 زور دندان لب از مرجاں ندارد
 که ناز و غمزه چون خوباں ندارد
 چون چشم گهر افشاں ندارد
 دله جگر مفلسی ساماں ندارد

مرا باقر دل زاریت شیدا

کہ تابِ فرقتِ جانان نداد

ترا مسکینِ دلمِ شبِ یادِ میکرد ۹۰
تغافلِ پیشینہِ جانانِ من اے کاشا
ز دردِ دوریتِ من یادِ میکرد
بدلِ میداشتِ گر کینہِ رحمتِ
بہ یکِ دیدنِ دلِ من شادِ میکرد
بجولانِ گاہِ شبِ انہبِ ہمیراند
چرا بر من جنینِ بیدِ یادِ میکرد
دیار و شہرِ کماںِ بودے تعاش
کفِ خاکِ مرا بر بادِ میکرد
نہ پرسی تو اگر حالِ دلِ زرا
بخوبیِ حَسَنُ و نونشادِ میکرد
نشتے یکدے گر پہلے من
کہ پاسِ خاطرِ ناشادِ میکرد
دلِ ویرانہ ام آبادِ میکرد

بہ درسِ عاشقیِ باقر بکبت

عجایبِ بحثِ با استنادِ میکرد

۹۱
زینتِ آغوشِ من شبِ آں بُتِ مہ پارہ بود
بقیہ قرار از جو ششِ دلِ بود و دمِ سیما بدار
از نسیمِ عیشِ چوں گلِ غنچہِ دلِ پارہ بود
کامِ جاں شد شکرینِ از بوسہ نے او مگر
دوشِ زریبِ بسترِ آں آتشِ خسارہ بود
دیدش بر بامِ و سرگرمِ تماشا ششِ شدم
لعلِ نوشینِ چو گلبرگِ تو شکرِ پارہ بود
ہر گلے از باغِ او چیدنِ گلِ نظارہ بود
ہیچِ تاثیر نے نشد از آہِ جانوزمِ درو
گوہرِ دلِ از شکستِ شیشہِ صد پارہ بود
بعدِ مردنِ ہیچو طفلانِ بودہ ام بردوشِ غنجر
جنشِ لغشِ از پے من جنشِ گہوارہ بود

مائل بوس و کنارم بے حجاب بے خطر شب بر آغوشم مستی آں بت بخواره بود

باقر دختہ را در جوشِ وحشت بر لب

گرد باد آسا بدیدم در رہت آوارہ بود

۹۲

نشدم شاد چه میباید کرد دلِ ناشاد چه میباید کرد

کامران شد چو ز شیریں خسرو گفت فخر باد چه میباید کرد

دل آباد من لے وائے به عشق رفت بر باد چه میباید کرد

پیش ازیں آنچه تو کردی با من جور و بیداد چه میباید کرد

ملک الموت چو آمد ناگہ گفت شداد چه میباید کرد

بار عشقت کہ گران است از کوه بر سر افتاد چه میباید کرد

قامت یار و رخس میباید گل و شمشاد چه میباید کرد

میچ گاہے بسلام صد حیف نہ کنی یاد چه میباید کرد

داد خواه آمدہ باقر تو اگر

ندہی داد چه میباید کرد

۹۳

عاشقِ روئے تو از جانِ جہاں میگزد طالبِ کوئے تو از کون و مکان میگزد

نالہ پیہم زد دلِ ما و فغان میگزد چون خدے کج کہ بصورت ز کجھاں میگزد

اندیس و از قفا نام و نشانش یافت ہر کہ در عشق تو بے نام و نشان میگزد

آن نہ برقی است کہ براوج بہ بینی تباب نالہ ما بفلک شور فشاں میگزد

بخت خوابیدہ بہوش آؤ نظر کن سوش
 خوش تماشاست برتے قرار بیت تنک
 کیست زیں رہ کہ چنیں جلوہ کھناں میگنڈ
 آنکہ ازحت بروئے تو دُخان میگنڈ
 کیست در کوچہ تو غمرہ کھناں میگنڈ
 تاچہ شبہا بسر آہ کشاں میگنڈ
 کہ دریں باغ عجب سرواں میگنڈ
 سخنہ ہست کہ گاہے بزبان میگنڈ
 دولت وصل کجا ذکر تمنائے وصال

نوجوانی شد و شد موسم پیری باقر

ماہارے کہ برو باد خزان میگنڈ

۹۴ ہر خوب رویہ پہلوئے خود خارش کند
 از جملوہ رخ تو حیناں عصر را
 چون آن نگار طرہ طرار بشکند
 از جوش شرم گرمے بازار بشکند
 ز بخیر اگر بیائے گرفتار بشکند
 صد شتر الم پئے آزار بشکند
 خمہائے بادہ را سب بازار بشکند
 تپہائے کہنہ از تن بہیاں بشکند
 کہ غم نہ تو شکر کفن ار بشکند
 از نازیکہ و حرف ز بیمار پُرسیت
 لے ترک آنچناں تو مسلمان تزاؤ
 از مشک نیز نگہت و از بوئے جافرا
 مانند میل سہرہ در آرد چشم اگر

تو آں گلے کہ در چین آئی اگرینا
از جلوہ تو رونقِ گلزار بشکند
نازم باین حسرام کہ از جوشِ انبساط
خلخال پائے تو دم رفتار بشکند
من چون شکستہ دل نہ بانم کہ روزگار
کار مرا چو زلف بہر بار بشکند
منصور اگر ز فیضِ نگاهم برد نصیب
ز نار کفر خویش سوار بشکند
دلہائے بستہ و اشودار غنچہ دہن
چون قفلِ خامشی دم گفتار بشکند
از درد دل چو نالہ کنم گنبدِ فلک
از یک شرار آہ شر بار بشکند

از مستیِ نگاه تو در محفلِ شراب

ساقی پیالہ بر سرِ میخوار بشکند

۹۵

چو صبحدم دل خود رفت ام بپوش آمد
صدائے صلِ صلوٰۃ السحر گوش آمد
بخواستم ز سرِ بستر و صنو کردم
زباںِ نغمہ تکبیر در خروش آمد
رخِ خودم بسوئے قبلہ کردہ استادم
دو دست من پے تخریمتہ مابدوش آمد
من از را بخشوع و خصوع کردہ ادب
نشتم و دل شوریدہ ام بپوش آمد
بذکر حق شدہ مشغول بودہ ام سرخوش
کہ گرچہ بہت نماز تو در شریعت رست
نماز کن کہ در آن کم شوی ز ہستی خود
بنوش بادہ عسفاں و آں بود عارف
سپس شدم متحیر کہ چوں شوم عارف
کہ ناگہماں ز درم سپر میفروش آمد

پایله داد بدستم که ہاں نبوش نشوق
 ببال بر خود و بر بخت ارجمند بناز
 طرب نما کہ ترا وقت نئے و نوش آمد
 کہ بر تو رحمت یزدان حق نبوش آمد

سپاس دار کہ مشاطہ ام ترا باقر

زدست من بہرت یا رحد پوش آمد

۹۶ بشوخی دامن خود بر میان پیچیدہ می آید
 قبائے سرخ در بر غازہ در عارض خاکبف
 پریشاں کاکل دست و نظر در دیدہ می آید
 زد دولت خانہ خود بر سر من در دل شہا
 زبے چون شاخ گل جنباں پانغریذ می آید
 مگر از جانب جاناں سپا م وصل می آید
 نقاب انگندہ بر رخ از عس تر سیدہ می آید
 بسویم چون نمی آئی ز جوش غم مر شہا
 ز کولیش قاصد م شاداں بخود بالیدہ می آید
 یہ بزمش میرود شاداں دل تید امید انم
 نغماں از سینہ آہ از دل مر شک از دیدہ می آید
 بے غلطیدہ در کولیش نشد پامال از تار ش
 زباغ عارض آن گل چہ گلہا چیدہ می آید
 فلک را سینہ بشکافد اگر آید جان او
 دل حرماں نصیبم از درش رنجیدہ می آید
 ازاں درد و تعب کان بردل غدیدہ می آید

خجل از کردہ و از شومی خود منفعل یارب

بدرگاہ تو باقر باتدخمیدہ می آید

۹۷ فدائے او کہ بکونین بادشاہی کرد
 بلند بدبہ خسرویش در آفاق
 جہاں گرفت و بعالم جہاں سپاہی کرد
 نظام سلطنت دو جہاں سپاہی کرد
 جہیں نہاد بہ امرش روزہ تا بحر شید

سپاس و منت ایزد کہ در ہمہ عالم
 بہ ہر دو کون چو خورشید سر بلندی یافت
 غلامی در آن شد مرا مہربانی کرد
 کسیکہ سجدہ آن عرش بارگاہی کرد
 در ترا ملک و ملک قبلہ گاہی کرد
 نشان پائے ترا سجدہ ریز جن و بشر

یہ نامرادی خود سازو دم فزن باقر

کہ ہر چہ کرد بتو مر سیبے الہی کرد

مبار عشق کہ سیمن تباں بدل سنگ اند
 ز رنگ و نام چہ جوئی ز عاشقان کین قوم
 جفا شعار و ستم پیشہ ماہل جنگ اند
 ز دست داوۂ ناموس نام و ہم ننگ اند
 ز شا ربان می ناب و جوگر بنگ اند
 ز دست جو و جفاے تو عاجز و تنگ اند
 رونڈ چوں کہ بہ کوئے تو پائے و سنگ اند
 فدائے تو کہ بحن تو سنگ پانگ اند
 بصلح بادگراں و نجویش جنگ اند
 اسیر سلسلہ گیسوان شب رنگ اند
 محو فریب کہ ایں زاہدان ریش سفید
 ز درگاہ تو اسیران حلقہ زلفت
 اگر بحسن تو سخن خور ویاں را
 قیاس سیرت پاکاں بخود مکن کیناں
 محو فریب کہ ایں زاہدان ریش سفید

ز دوستاں جہاں باش پُر خند باقر

عدو بہ باطن و در صورت آشنانگ اند

مرا کہ تشنہ لب افتادہ ام ایام و بید
 بہار میسرود و فصل گل دماغ نیست
 بخانہ دل تار یک جن سپر اع و بید
 بریک دو ساعت پر بادہ ام دماغ و بید

کجافتا دو کجاشد از و نشانی نیست
 روید و از دل گم گشته ام سراغ و بید
 شکسته بال و پرافتاده ام در و تنه
 مرا ز حنائے صیاد و جاب سبغ و بید
 کنید بیخود لے ساقیاں بزم حضور
 ز کار دیں و ز دنیا مرا سراغ و بید

صغیر خامه بافت بر بدعی بر بید

نوائے بلبل دستاں را بزاغ و بید

۱۰۰
 ز راه قرب دور افتی اگر رنگ ریاب شد
 حضور می میکنی حاصل اگر صدق و صفا باشد
 صغیرم کس نلشیزد منم تنها درین گلشن
 نباشد بلبلے اینجا که با من ہمنوا باشد
 ز عکس آن تن زگیس کہ تا بدار لباس تو
 شود روشن کہ برگ گل ترا زرقب باشد
 ز بزم ت دیر می آید ز بخت نارسانا لم
 شود پے پائے رقائش اگر قاصد صبا باشد
 ربا بد خندہات ہوش و نماید غزوات سہل
 کراے جان جاں خجرتو چنین ناز و ادا باشد
 چراے من بقربانت زمین بگیا نہ میگروی
 کہ تو درد ہر اگر جوئی نہ چون من آشنا باشد
 ہشید ناز و باشد بخاکش ہر طرف نقصاں
 زمین کو چپہ جاناں زمین کر بلا باشد
 ز فرگانش ہی روم کہ خاک آستان او
 بفرق سہر بود صندل بدیدہ تو تیا باشد
 توئی گر عاشق صادق ز جور و منال لے
 بجنب عاشق بیدل چہا پنج و بلا باشد
 اگر خون ریختی ما را میندیش لے بر تکافر
 کہ قتل عاشق بیدل معشوقان و ادا باشد

بہ درد عشق محبوبان مباد ایچ کس باب

برنگ باقر بیدل اسیر و مبتلا باشد

عاشقت ناله از بلا نکند
چوں من سادہ دل مُسلمان را
میرد از دردِ دل دو آنکند
انچہ تو کردہ بمن جاناں
عاشقِ روئے تو خدا نکند
آشائے بہ آشنا نکند
حاجستم را اگر روانکند
عشوہ و غمزہ ات پہا نکند
پیش تو عرض مدعا نکند
تو بہ از جور و از جفا نکند
نظرے سویم از حیا نکند
دیں گدا جز بسرفدا نکند
خضر مقصود رہے نہا نکند

مشکل خود کجا برو باقر

گر بہ پیش تو التجا نکند

۱۰۲ دلم از نغمہ خود بخود در حال میشد
در آن شبہا کہ باشد آمد آن شوخ ز قاصم
ز چوں صوفی برقص از نغمہ تو الٰہ میشد
چہ حاجت با شراب و ساغر و مینا بودا
دو گو شمع فرشتہ راہ نغمہ نخلال میشد
کہ در رمضان بشوق آمد شوال میشد
ایا غم از شراب عشق مالا مال میشد
بیاد حق بمان ہر دم از غافل مشو ہرگز
کہ البلیت ہمیشہ در پے اصلال میشد

ز ضبطِ گریہ نتوانی ہنفتن را از عشقِ اے دل کہ ظاہر صورتِ انساں بہ باطنِ دال میباشد

یہ بردارش بہ ایماں از جہاں یار کہ باقر را

بدلِ خوفِ سیر و دہشتِ اغلال میباشد

۱۰۳

دل دہنم بجانِ کوئے تو میکشد
واعظ بجلّس تو کنڈ کارِ مطربی
اشفتہ شد مزاج ز نازک فرجیت
صد چاک میشود دل من ہچو شائے آت
شو قم بہر زمانہ بسوئے تو میکشد
زاہد بہ بزم بادہ بسوئے تو میکشد
دل صد ہمار تندئی خوئے تو میکشد
مشاطہ شانہ را چو بچوئے تو میکشد
از دورِ جلوہ تو عیاں میدم وے
ما از کجا و طوف حریمت شہنشاہا
از کس چہ حاجت است کہ بر نم نشان تو
زلف سیاہ پر وہ بروئے تو میکشد
ایں بندہ پروری تو سوئے تو میکشد
مارا براہِ قرب تو بوئے تو میکشد

یا قر کہ بندہ تو بود چون غیرت

بر در گہ تو نعرہ ہوئے تو میکشد

۱۰۴

دل خستہ اندازہ ز رفتار تو باشد
نازم بجالِ رُخِ خوب تو کہ یوسف
تیغیکہ از ان ریختہ خونِ غریزاں
از دہر بود سارغ و از قید و عالم
جان شیفقہ لہجہ گفتار تو باشد
جان باختہ گرمی بازار تو باشد
تینخ دو دم از ہوش سے خمدار تو باشد
آزاد بود ہر کہ گرفتار تو باشد
آسائے در سایہ دیوار تو باشد
رومی نکند جانبِ رضواں کہ دلم را

وارو صدفِ سینہ پُر از گوہرِ مکنون
زندے کہ دلش محرمِ اسرار تو باشد
جانا سببِ رفعتِ سرہائے بلنداں
پا مایے جولاہی نے رہوار تو باشد
کے مائلِ نظارہ خوباں شود آں چشم
کز جانِ مہ من طالبِ دیدار تو باشد
من گم شوم از خود چو بیا بزمِ خبر تو
لے عویشِ دل آنکس کہ خبردار تو باشد

ہر تیر جفاے ز کماں سر شود گم گفت

باقر بدش سینہ او نگار تو باشد

۱۰۵ بسوئے خازم آں شوخِ امشبِ بھجاب آمد
دو روز سے بودہ ام موجود و معدوم کنوں ہستے
بہار آمد زند گل خندہ و بلبلِ زند چہ چہ
بنازم طالعِ خود را بدیدم جلوہ رویش
کتابِ حُسنِ خوباں را حالتِ انتخاب آمد
خطم ناخواندہ با قاصد ز جاناں بھجاب آمد
مشام راز کوئے او چہ لولے شکناں آمد
بھسوئے خازم آں شوخِ امشبِ بھجاب آمد
دو روز سے بودہ ام موجود و معدوم کنوں ہستے
بہار آمد زند گل خندہ و بلبلِ زند چہ چہ
بنازم طالعِ خود را بدیدم جلوہ رویش
کتابِ حُسنِ خوباں را حالتِ انتخاب آمد
خطم ناخواندہ با قاصد ز جاناں بھجاب آمد
مشام راز کوئے او چہ لولے شکناں آمد

بجالِ زار اور حمے کہ مسکینِ باقر بیدل

یہ بزمِ تِ بادلِ نالانِ باہتمِ پرآب آمد

۱۰۶ چہ عبتِ فغانِ آپے کہ دران اثر نباشد
تو صحبتِ رقیبیاں بنگرِ بجالِ زار
بروم زجاں پیئے تو تو ترا خبر نباشد
کہ مرا عشقِ رویت ز کسے خبر نباشد

چه سُرین که کوہِ سیمیں چہ میاں کہ تاز زلفت
 نہ چنیں سُرین بخوبی و چنیاں کمر نباشد
 رہ عشق را بن زام کہ مصوں بو زلفت
 یہ چنیں رہے قدم زن کہ دران خطر نباشد
 بہ تنی وصال من و صد مہ فراق
 شجریت نخل عشقت کہ درو تر نباشد
 ہمہ شب بکج غزلت نظر من است و رات
 چہ کنم بحال زارم کہ ترانہ نظر نباشد
 چہ کنم نعیم حنّت چمن ارم چہ سازم
 بفرار بام و صلت اگر مگذر نباشد
 تو علاج در دسر کن سر من جدا تر کن
 چو جدا شود از تن خاشہ و گز نباشد
 مے ناب دہ تو ساتی کہ بود علاج دم
 کہ می است آن دو اسکہ در و ضر نباشد

بکف است نقد بہت ز عطائے دوست باقر

زر و سیم در کف من چہ شود اگر نباشد

۱۰۴
 فرغِ رُوئے تو جاناد را نغمن باشد
 چنانکہ شمع فرو زندہ در لگن باشد
 زمین کونے تو از خون کشتہ نازت
 ہمیشہ نسبت نسیرین و نترن باشد
 مرا کہ جو رعسہ زیاں رساند جاں برب
 بطع کر بت غربت بہ از وطن باشد
 گل شگفتہ ز غیرت ہمیں شود غنچہ
 ز ناما چون لب لعل تو خندون باشد
 چو غیر حق نبود در دل شکستہ چہ دور
 سفر بخلوت و خلوت در انجمن باشد
 ز قدر و قیمت حنّت چہ کم شود شیریں
 کہ زینت کفّت از خون گوہن باشد
 مر ز در تہ خاک آبروئے من یارب
 نہاں ز شرم چو رویم تہ کفن باشد
 میان ما و ضم ز اختلاف ملت و دیں
 تفاء و تیت کہ در شیخ و برہمن باشد

بکیش من نبود امتیاز دشمن دست کیکہ دشمن من شد عزیز من باشد

تو خورد سال ترا قدر بایدش شناخت

کہ باقر تو ترا عاشق کہن باشد

۰۸

جانم بہ رجا و بیم باشد بر جاوہ مستقیم باشد

جز بے تو سخن بکن نازم گر نغمہ سخنم کلیم باشد

من حسرت تو نہ جا پذیرم گر خلد و گر نعیم باشد

ترسی چه ز پریشش علہا رب تو دلا کریم باشد

بخت نبود اگر بکامت خامش کہ خدا حکیم باشد

اے طبع حکیم شو معالج نبض تبسم سقیم باشد

از خنجر غمزہ تو ظالم زخمی دل من دینم باشد

در عشق جد از نام و نغم از طعن کے چه بیم باشد

باقر تو کجا و عشق بازی

شناخت بجد اعظیم باشد

۱۰۹

شمع من جلوہ کنان چہ ز میان بریند دود آہ از دل من شعلہ فشاں بریند

عاشق خستہ ز بزم تو ز بیمہر ہے تو از سر حسرت و غم اشک فشاں بریند

جاں دہد ہر کہ جگر سوختہ و صلت دوست روز محشر ز لحد تشنہ دہاں بریند

عاشقِ رونے ترا گروئے حنبت طلبند نیست ممکن ز درت شینفتہ جاں بریند

ہر کہ از سیر جہاں رستہ نشیند بدرت
 پشت پاگر بزنی بر حسد کُشته ناز
 ہچو سیلاب بعسلطم بہ سربستر خویش
 گرچہ چشم بزندان آب برویش بختم
 میزند دم ز تو کل عبت آل گر ستمہ چشم
 لے خوشا حال کہ سودا زودت روزشور
 آتش عشق بدل ہر کہ بجوشد بہ سحر
 کشور دل چو شود تخت گہ شاہ یقین
 آنکہ کیسان بودش ماضی بوم مستقبل و حال
 زین و آن فارغ و از کون و مکان خرید
 از تہ خاک کہ میناب و توان خرید
 چوں مہ من ز بر جم جلوہ کنان خرید
 مکنے نیت کہ از خواب گراں خرید
 کز سربستر خود از پے نان خرید
 از لحد نعرہ کنان جامہ دران خرید
 ہمچو از در ز دہن شعلہ فشان خرید
 لشکر شکا برد و فوج گساں خرید
 از سر برمد و ہم دہسوز مال خرید

باقر از تلخی ایام نشسته است خرید
 وقت این است کہ میکس ز میاں خرید

آمد گنجے کہ آید و مہر و وفا کند
 طفل است از خسرم قیامت پاکند
 آوردم احتسلیج بصد عجز بردش
 ز اہد اگر بصومعہ بنید اولے او
 کنوں کہ پازیر سہر و ماندہ ظلم
 خواہد اگر مہمند جم جاوہد مرا
 می نمیش کہ جو رو ستم تا کجا کند
 تابعا این ز غنہ و ابرو چہا کند
 باشد ز لطف حاجت نار او کند
 بہیش فتد ز پا و تارش قضا کند
 خواہد کہ جا بکوسے تو چون نقش پاکند
 خواہد باطل کلبہ ام از بو ریا کند

نشرِ شکنِ قلبِ من آید تو لے عشق
کارم تمام مطرب شیریں نوا کند
نازم بارِ حمزہی نجاتِ خودم کہ دست
مارا برنگ سایہ ناز خود جا کند
باید بہ ہر سیکہ بجز بد رضائے حق
خود را با و سپارد و محو صا کند

اذ نے بدہ کہ با قمر سکیں بیٹے سر
بر در گہ تو آید و بر تو دعسا کند

کافرِ عشق تو لے کاش دل زار شود
تار زلفت بگوار شستہ ز ناز شود
چشم بالا کنم و جلوہ رویت بینم
تو بہ سرِ بام و مرا جاتہ دیوار شود
گرد آں مہ چہ عجب گریز نشیند اغیا
دیدہ باشی کہ بچمن پہلوی گل خاں شود
امن از جملہ بلا ہا ز خدا میجویم
غیر از عشق و گریہ هیچ نہ آزار شود
کہنہ ز حسم دل من بہ نکند تیج دوا
خطا سبر تو مگر مرہم ز نگار شود
ہفت دریا اگر کش بر رخ و بر سر ریزند
طایعِ نختہ مجال است کہ بیدار شود
حرف باطل چہ خیال است کہ گوید تو گوی
گر چو مفسور سرا و بسر دار شود
چند ازیں در دینم کہ مرا تخیل امید
سر و آسانہ گے با تھر و بار شود
چشمہ نوش بود عمل بس شیرینیت
دہ تر لالے کہ دوائے دل بہار شود
بس خطر ناک بود جادہ عشق تو چساں
طے بہ بینم زمین این وادی پُر خار شود
لذتِ محی بچپشی گر تو برنداں ز اہد
رہن میخانہ ترا جبتہ و دستاہ شود
دست بردار ز جور لے بہت سگیں دل من
چند ازیں تیشہ دل زار من انگار شود

بستہ ام رخت سفر جانب ننگ گاہت
استلام تو کتم بخت من اریار شود
پر حذر باش از آندم کہ مراد دل شب
گرم روسوںے فلک آہ شر بار شود
نا توانی اگر ایں است چگویم پس ازین
بردت آندم آہ چہ دشوار شود
باقر آزاد بود کے رسد آن وقت ہستے
کہ بدام سر زلف تو گرفتار شود

۱۱۲
ز تیر فتنہ دل خود فگار نتوان کرد
لگاہ شوق بہ روئے نگار نتوان کرد
بکیش عشق دل و جاں چہ قیمتہ دار
بیائے یار کہ اور انتشار نتوان کرد
بیار بادہ کہ ابراست دلکش ساتی
حذر ز بادہ نفضیل بہار نتوان کرد
اگر عشق تو مردم چہ جئے افسوس است
دو دیدہ را بعنم اشکبار نتوان کرد
ز درد عشق اگر سینہ شق شود چہ غم است
تپ دروں بہ کسے آشکار نتوان کرد
زیر گلشن و گلہا چہ بشگفت دل من
امالہ عنم یار از بہار نتوان کرد
بیا بیا ز کج میرسی بیا جانا
بہ بردر آرز من خستہ عار نتوان کرد
فدے شان تو لے خواجہ ام کہ گفت ترا
زخیل غلاماں شمار نتوان کرد

توئی بسا یہ نعلیں خواجگان باقر

ترا ہراس ز روز شمار نتوان کرد

در دل نبود جز بہ تمنائے محمد
لبریز سہاست ز سودائے محمد

خورشید غلام رنج زیبائے محمد
طوبی است بجان بندہ بالائے محمد

سُوِ اَدب است اینا کہ کم و عموئی عشقش
 باشد چو خدا عاشق شیدائے محمدؐ
 عیسیٰ بد بد جان و خضر نقد دل از کعب
 بر غمزات آنے ز گس شہلائے محمدؐ
 در عرض غرض پیش کے لب نکشایم
 جز سرور خود حضرت والائے محمدؐ
 از بہر شفاے من و نختہ بود بس
 حرفے ز لب لعل شکر حنائے محمدؐ
 گرد و چو حسرا ماں زرہ از کمزن
 این دیدہ و دل فرس کف پائے محمدؐ
 رفتم خرد و ہوش بت راج نگاہش
 شد جان دل من ہمہ نغمائے محمدؐ
 گرد دست دہا ز مد و نخت بلنت
 برگرد دلاگرد مر اپائے محمدؐ

ز بخیر گل شد دل دیوانہ باقر

در عشق تو لے زلف چلیپائے محمدؐ

شب زینت آغوش من آن ماہ جبین بود
 اقلیم نشاط و طبریم زیر نگین بود
 فارغ شدہ عیش و نشاط و دو جہانم
 تا در دو عنمت در دل من گوش نشین بود
 _____ و از نقش خیالم بدلم بود
 جز عشق تو دیدیم نہ آن بود نہ این بود
 گفتم کہ بدر دو عنم عشق تو بس دم
 کفنا چہ تو اں کرد کہ تقدیر چنیں بود
 _____ و شنہ عشق تو بر انداخت
 دل در صدف سینہ عجب در شیں بود
 از ناز من حال شب ہجر چہ پرسی
 جانا چہ گویم کہ چنیاں بود چنیں بود
 _____ آمدی و باز رفتی
 ہر ہر نفس من نفس با تپسین بود

_____ آں بارگہ و قصر بلنت

آخر نہ مہتمام تو ہمیں زیر زمین بود

۱۱۵ — دوری تو کے ستم ایجاد نامد
 ہر کجا گو کش کم شہرت عشق من تہیت
 کشت جہر تو مرا حاجت جلا د نامد
 یثہ سلسلہ زلف تو ان کسیت کہ نیت
 قصہ عاشقی شیریں و سہرا د نامد
 شکوہ کردم ز فراموشی او گفت کہ من
 خالی از عشق تو یک ہی بندہ و آزاد نامد
 خود کجا لطف کہ از خشم و عتاب لے
 خواستم بس کہ ترایا د کنم یاد نامد
 ہچکلا ہے دل غمیدہ من شا د نامد
 دم تصویر تو از غیرت حسن رویت
 جہنشتہ دستلم مانی و بہر آزاد نامد

من بعت پیاں تو از لطف بفرما لطف

باقر خستہ کہ اولایق بیدا و نامد

۱۱۶ حال در دل من خستہ کجا میبند
 گر بیاید ب سرم عیسی مریم چکند
 انجہ بر من میگذرد بے تو خدا میبند
 چه نویسم کہ بہ پیش تو بخواہد گفتن
 سخنم را بہ ہند معنی دیگر چہ عجب
 کشتن بگنہاں آنکہ روا میبند
 لعل نوشیں تر آب بقا میبند
 بندہ ات شان ترا شاخ خدا میبند

زد بکارم گر ہے بخت زبونم یا شیخ

باقر خستہ ترا عقدہ کثا میداند

چشم بدو رو وجودت چمنے ساختہ اند
 قامت دروئے ترا سرو سمنے ساختہ اند
 قامت سرو و رخت گل لب لعلت نغجہ
 ایں سرو پائے ترا خوش چمنے ساختہ اند
 مُطرب و ساقی و می صحبت زندان ستیبا
 اندرین ججمع چہ خوش انجمنے ساختہ اند
 مشک نیز است سردامن صحرا کہ توئی
 گوئیادرحسَم زلفت نغمنے ساختہ اند
 — چند ز گلہا و سمن دوختہ اند
 از پے کتشتہ نازت کفنے ساختہ اند
 عاشقان و اشہ از جامعہ عیرانی خود
 برتن از خاک دت پیرہنے ساختہ اند
 از پے شہرت حسن رخ شیریں دروہ
 ہچو فرہاد بترشہ ز نے ساختہ اند

میزنی لاف ز اسلام چہ باقر کہ ترا

از پے مہربتاں برہنے ساختہ اند

دل نہاں با تو بدادیم و ندانستیم
 ننگ و ناموس مرا عشق تو برباد کند
 تو ز حال دل من ہایچ نداری خبر
 دل ما ہست کہ ہر لحظہ ترا یاد کند

از کرم رنجہ و تدم کردہ درخانہ من

حق تعالی از کرم خانہ ات آباد کند

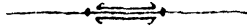
آہے از دل غم برون نہد
 دو دایں آتشم برون نہد

پشگاہ رخت ز غیرت حسن
 چشم خونناب نم برون نہد

تا در اشک نیت گوہر عفو
 موج بحر کرم برون نہد

بے وجودِ حقیقتِ واجب ممکنے را عدمِ بڑوں نہد
 آپنجاں محورے تستِ دلم کہ چو آئینہ دمِ بڑوں نہد
 گر بخت کشند عاشق را از در تو قدمِ بڑوں نہد
 دل عاشقِ عسیمِ محبت را از بلا و ستمِ بڑوں نہد
 تا ندانند غیرِ در کتب رازِ عشقتِ قلمِ بڑوں نہد
 گر رو نقتد جاں رود لیکن ممسک از کفِ دمِ بڑوں نہد
 دید صدا نامہ ام گراں شوخ رقیے از قلمِ بڑوں نہد

از لبِ فوشس چوں چکد تریاق
 افعی زلفِ ستمِ بڑوں نہد



ردیف ذال

زہرِ عنت در کام جاں چن شیر و ایجان شد لذیذ
 از شوقِ جادو دم بدل بیکانِ خونخوار تر از
 نظارہ رخسار او خوشش آیدم از سیر گل
 خو کرده ام تا این چنیں بر تلخیِ حبسِ لوتی
 زنده میسازد دلِ عشاق طرزِ نطق او
 بیماریِ عشقت مراد دل ز درماں شد لذیذ
 جانانِ بکامِ ہستم تکریمِ مہمان شد لذیذ
 از شہد و شکر بوسہ آن لعلِ خندان شد لذیذ
 چون لالہ نعلِ مرا این داغِ حیران شد لذیذ
 از دمِ عیسی سخن زان لعلِ خندان شد لذیذ

کے حزنِ پیشیت ز ندوم ہم چہ جابے عرفی است
 باقر اشعارِ خوشت از شعرِ سلمان شد لذیذ

رؤف را

گریه شد کار دل از پسته خندان تو دور
ز برغم ریخت بجان غمزه شیریں کارت
جلوه آراست گلے تازه و شاخ سنبل
نا اجل می نشود دست و گریبان با من
نشود از تو گه سیلے اخوان تو دور
صبر صحر حاشه باد از چمنستان تو دور

چسیت تدبیر تو ای باقر و نخته که شد
پانے ز فمار تو پے منزل جانان تو دور

غیر حق ہر چہ بود ای دل شیدا بگذار
دست از حرص کش و کج قناعت بگزین
بوریا فرس کن و کہنہ گلیمے در بر
در گریبان تامل سر فکر ت در کش
خوابش روی خوش و زلف چلیپا بگذار
الفیت مال و زر و دولت دنیا بگذار
شوز پشیمنے بر اول اطلس و دیبا بگذار
دیدہ بر بند تہسروید و تماشا بگذار
چشم بینا بکشا دیدہ اعے بگذار
دیدہ انجمن منسوق یہ میں خلوت جمع

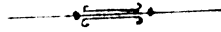
تا تو اں رازِ محبتِ تتواں کرِ عیال
سازِ ضبطِ نفس و نالہ شبہا بگذار

باقر از دوسوے غیر تھی کن دل را

از سرِ داعیہ بر خیند و متن بگذار

تو مولا سیدی اشرفِ جہانگیر	تو آقا سیدی اشرفِ جہانگیر
فتاد م بردت دستے بدستم	خدا را سیدی اشرفِ جہانگیر
بسوے من ز رحمت یک نگاہے	بفرما سیدی اشرفِ جہانگیر
زیہرم مجلسے از ارف و مہر	بیار سیدی اشرفِ جہانگیر
توئی آنخبِ معین و دستگیرم	ہم آنجا سیدی اشرفِ جہانگیر
من جاں دادہ رازندہ سرا	میجا سیدی اشرفِ جہانگیر
توئی حلالِ مشکلِ مشکلِ من	تو کجنا سیدی اشرفِ جہانگیر
بفرما سرفرازم بر سرِ من	نہ پیا سیدی اشرفِ جہانگیر
بفرما چشمِ کورم رازِ رحمت	تو دنیا سیدی اشرفِ جہانگیر
مرج از من کنم گر بہرِ مطلب	تقاضا سیدی اشرفِ جہانگیر
ترا خوانم بہرِ دشت و بیابان	بصحر سیدی اشرفِ جہانگیر
نباش چون تو کس از خیلِ خمیان	دل آرا سیدی اشرفِ جہانگیر
بفرما دعوتم را از سہِ لطف	پذیرا سیدی اشرفِ جہانگیر
بگرداں دستِ شفقتِ بر سرِ من	خدا را سیدی اشرفِ جہانگیر

بود ذات و صفات شان حجت
 سر ابا سیدی اشرف جہانگیر
 فشانم جاں بیاپیت گشتہ امن
 ہمایا سیدی اشرف جہانگیر
 شد از نور رخ پاکت مدینہ
 کچھوچھو سیدی اشرف جہانگیر
 جمالِ روئے خود بیکرہ یہ باقر
 تو بنما سیدی اشرف جہانگیر



ردیف زا

یک نگہ کردی و رفتی زفته از کارم هنوز
قیس را شدنگ اسپ ناله در صحرای عشق
نا توانی گرچه پیے کرده است پایے فغتم
شدت درد دل شیدا تمامم کرده آہ
گرچه واعظ میکند تلقین اسلام بے
گرچه در عشق تو کردم خانان خود خراب
تو ز قید دوستی خود رہا کردی من

از نظر نہیاں شدی و محمودیدارم هنوز
برق آس گرم جولان است ہوارم هنوز
در طریق عشق بازی گرم ز قفارم هنوز
دست بردل میگذارد بگمال مایم هنوز
سجدہ بت میکنم در بت ز نارم هنوز
لیک وصلت را بنقد جان خریدارم هنوز
در خم زلف چو زنجیرت گرفتارم هنوز

حاصلے باقر نیکرود و لے تخم امید

در زمین دل عبث از سادگی کارم هنوز

دل بسوداے تو بے تاب و توان است هنوز
گرچه بر بستہ میان از پیے طوف حرم
شعلہ شوق تو ہر چند چو شمع بمگدخت
خط سبز اچہ بر آورد رخ باچو گلشن

۲ بردت ہمچو برس گرم فغان است هنوز
لیک پیش نظر م روئے بتان است هنوز
راز عشق است کہ در سینہ نہان است هنوز
خندہ لعل لبش آفت جان است هنوز

وا عَطِشِ ہر ترا گرمی بازاری من اند
معدنِ فیضِ در پیرِ میغان است ہنوز
برقِ آہ است کہ بسوزد دلِ سودا زده را
آتشِ نالہ ہاں شعاعِ نشان است ہنوز
نا تو انیست کہ افسردہ دلِ زار ازو
دلِ بتیابِ بشوقِ تو لپان است ہنوز
پر تو ظلِ صفاتِ ہمہ جا جلوہ گر است
کہنہ ذاتِ تو مگر سترِ نہان است ہنوز

تو گوئی نشتی ز سرِ عہدِ وز پیمانِ خودت

باقرِ دلِ شدہ بر عہدِ ہمان است ہنوز

۳ خیر و کن زود و ضنویں میرودت وقتِ نماز
پائے ز قمار تو لنگ و سہرتِ دور دراز
لطفِ فرما و کرم کن بر من لے بندہ لوان
بردت ہست ز کونین مرا لے نیماز
یاورم نیست کسے جز تو خدا یا مددے
نیتِ کس مونس و دلسوز ندارم و ساز
خشمِ آلودہ نگہ را چو بسویم انداخت
ظاہرِ دلِ شدہ ناگاہ شکارِ شہباز
عاشقِ روئے بتاں شو کہ بحشیم عار
جلوہ گر نورِ حقیقتِ شود از نورِ مجاز
بے نصیب است ز نظرِ اہِ حسنِ رخِ دوست
گردہ ہی بوسہ ز لعلِ لبِ نوشیں چہ شود
آں سیدِ دلِ کہ ندارد دلِ او سوز و گداز
گاہ دستِ کرم از ما نمنودی کوتاہ
لے ہمہ شوخی و اندازِ سپاہِ ہمہ ناز
نیتِ یک جلوہ گے غیر تو در ملکِ موجود
ماہِ من بادِ ترا سلسلہ زلفِ دراز
چوں تو اں داشت نہاں رازِ نہانِ عشقت
نبود ایسچِ نظیرِ تو نداری انباز
منزلِ عشقِ بودِ پرِ خطہ رود دراز
اشکِ گلزنگِ و رخِ زردِ چو گردِ غماز
اندیریں راہِ مزنِ گامِ کہ لے دلِ نرسی

کس نہانت وراسا ئی دیوار کجاست کیست آنکس کہ برد راہِ خجنگہ نماز
ہست سُلطانی کونین بدستِ محمود گر رسیدیک نفسے در کفِ اوزلف آیا ز
آبروے خودش از کثرتِ عھیانِ عجزت

باقر امید بہ پیشِ توحید دار و اعزاز

بس زبونِ وزار باشد بے تو احوالِ ہنوز در شہستانِ المِ دور از تو میسالم ہنوز
گفتہ بودی یک شبے بانا زایم بر برت زیں مسرتِ جانِ من بزخوشِ میسالم ہنوز
چوں کنم طولِ زمانِ روزِ فرقتِ ریاں میشود یک روزِ ہجرِ تو یک سالم ہنوز
در نفسِ بے طاقتی شد مانعِ پروازِ من سُو خنِ صیادِ منجا ہد پرو بالم ہنوز

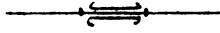
گرچہ باقر گشتہ ام از دامِ خطا اور ہا

دانہ آسا میفرید دانہ نجاتِ ہنوز

سرم از عرشِ باشد برتر امروز کہ سودائے تو دارم در سر امروز
چسبان بند ز چشمِ چشمِ خون کہ ٹرگانش بدل زدنشتر امروز
کہ امی فتنہ قد آمد لبِ بام کہ در شہر است شورِ محشر امروز
نبا شد چوں تو سفاکے در عینِ عہد توئی تیغِ ستمِ راجو ہر امروز
چناں طوفاں نمود اشکم کہ گردید درو دیوار دیوار و در امروز
جبیں سودم بہا بہ عشقِ از صدق خرد را فضلِ بستم بردر امروز
نصیبِ اوست فردا جبام کوثر کسے شد مستِ عشقِ تجیدر امروز

پے گم کردہ راہِ طریقت بجز اصدق نباشد رہبر امروز

توئی سلطانِ اعلیم معانی
ترا باقر نباشد ہمسرا امروز



ردیف سین

شد داغ دل خستہ بزرگ پرطاوس
از بس زنداں شوخ خدنگ پرطاوس
مستانہ بدیناں نطرب چون کندھس
ہاں کشور حسن است بے چنگ پرطاوس
ہم چشمی داغ دل سودا زدہ من
ہرگز نکند دیدہ تنگ پرطاوس
عشرت وہ صد جلوہ باغ امت بہار
مازیم بدیں شوخی رنگ پرطاوس

باقرچہ بود گلشن کشتیہ بر بہر چشمش
دید است ہر آنکس کہ فرنگ پرطاوس

عاشقِ روئے تو ایم آخر زیارِ ما پیرس
ساکنِ کوئے تو ہستم از دیارِ ما پیرس
در تمنائش ز درد انتظارِ ما پیرس
بے چراغِ روشن از شبائے تارِ ما پیرس
بوسہ نعلت بنقد جان نماید آرزو
از تمنائے دل امیدوارِ ما پیرس
شمع ساں از سرتابا از جلوہ او سوختم
روئے آتشناک او بگز کارِ ما پیرس
روکش باغ ارم باشد دل پر داغ ما
ہیچ از رنگیں بہارِ لالہ زارِ ما پیرس
شب براہ انتظارش کنفیس خواہش نبرد
حال زارِ دیدہ آخر شناسِ ما پیرس

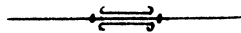
تو کریمی بادشاہ از کرہائش نجیش

کردہ ہائے باقر عصیان شعارِ پامپرس

۳ کن رحمتے وارِ عظم یا خدا پامپرس
 شرمندہ ام ز کردہ خود از خطا پامپرس
 اے دل برفت ہر چہ از دبا جز پامپرس
 با جور او ب ز زہر و وفا پامپرس
 گر خود ترا بخلوت نازش گزار نیت
 رازِ حسیم یار ز بادِ صبِ پامپرس
 گردن تو ان نہاد بہ تیغِ جھائے او
 با درد دل بس از ز دلبر دو پامپرس
 دل بردہ زدست من اکنون ز حال دل
 از من فدائے ناز تو اے دربا پامپرس
 از فرق کردہ سر بر سیدم بکوئے یار
 بگذشت بر سر انچہ زرنج و بلا پامپرس
 ز ہر آب غصہ ریخت بکامم نمود تلخ
 عیشم چگونہ آں بُتِ شیریں او پامپرس
 رقصاں بوجد و حال یہ میں شیخ شہرا
 بالحیہ سفید و ز صدق و صفا پامپرس
 دی شب بہ انتظار قدوش دمید صبح
 در شبِ فراق چپ گویم دلا پامپرس

باقر خمیش تو محرمِ رازِ دل نہ

خون شد دل چگونہ ز بہر خدا پامپرس



ردیف شین

نظارہ یکے حور و ملک گر بکندش
در چاہ ز رخ گہ دل دیوانہ کند بند
مشکل کہ بہر ناز و ادل ز بندش
گہ میکشد از ناز ز گیسو بگمتش
شوخی است پر ناز کہ در شیشہ کندش
گر بچو سر طرہ خوبان شکنش
ایں فتنہ کہ دارد روشش گردش گرو
آمد مگر شیبوہ جولان سمندش

باقر سر خود ساخته وقف رہ خوبان

تا در دم رفتن سر پایے بزندش

بہ تغافل نظر لطف خود لے جان مفروش
دارم اشکے کہ جہان است از و طوفانی
یا عشاق و فاپیشہ بہ نیان مفروش
بمن لے ابر تو ایں دیدہ گریان مفروش
داع حسرت بمن لے لالہ نعمان مفروش
ز اہد خشک بگمت سر گریبان مفروش
پیش روشن گہراں گہ ہر عفان مفروش
زاہد از بادہ بود پیکر ما نورانی

دل بتدبیر بسند آبروئے عشق میریز
تیشہ بزرحم مزن در دو بہ در ماں مفروش
ہر لب زخمِ دلم از تو بود خنداں تر
بمخستہ تو لے گل لب خنداں مفروش

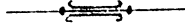
بمراؤ تو بہائش ندہندت باقر

گو ہر پاک دل خود حسیناں مفروش

۳
من و شوق رُوئے آں بہ کہ ندیدہ ام ہنوزش
چہ بودے وصالش کہ نچشیدہ ام ہنوزش
تو فسانہ ام بگفتی ز کے شنیدہ باشی
تو بگو بگفت ہے ہے شنیدہ ام ہنوزش
برہش چھاں بر قسم کہ بماند پائے رفتن
بکجا است منزل اور نہ سیدام ہنوزش
تو بیا بگفت با من کہ زربط مہر با تو
سر رشتہ کہ دارم نہ سیدام ہنوزش

ز سر نیاز گفتم کہ غلام تست باقر

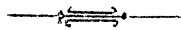
بہ چگونہ شد بگھٹانہ خندیدہ ام ہنوزش



ردیف صا د

<p>در شعله چو آفتاب بلبه وانه کن در قص در بطن صدف گوهر یکدانه کن در قص متانه حشم و بادیه و سپانه کن در قص بلبل بچین چند بویرانه کن در قص هر سرو سہمی بخود متانه کن در قص برگرد رخ شمع چو پروانه کن در قص</p>	<p>در عشق چو بسمل دل دیوانه کن در قص در شوق بنا گوش تو از جوش طربها یکره سوئے معینانه گراز ناز بر آئی هر جا همه مستند به اندازه خود با آن دم که به گلزار تو از ناز حسرامی یاد آیدم از کرد سرت گشتن ز خویشم</p>
---	---

یا قر بیکے گردش آن نرگس جادو
 ز ابد بدر می کده زندانه کن در قص



ردیفِ صادق

نہ فروغِ رخِ شمس و قمری بود عرض
 ریختم اشک پے ناقہ بر آئینِ دل
 رہ سپردیم سوئے کعبہ و گہ جانبِ دیر
 بر جمالِ تو نینیت و مرا نورِ نظر
 بود مقصودِ حدیثِ تو شنیدن از سمع
 سوئے مسجدِ کبشہ صبحِ گہم بہر نماز
 مژدہ وصل رساندی بقداستِ جانم
 اشک و آہ است کز اں شہرہ عشقِ تو شام

لمعہ روئے تو زین جلوہ گری بود عرض
 مقدم محمل یاز سہری بود عرض
 جلوہ روئے تو زین در بدری بود عرض
 آہ زین چشمِ مگر بے بصری بود عرض
 دیدن روئے تو از دیدہ وی بود عرض
 بوجئے زلفت ز نسیمِ سحری بود عرض
 فاصد از تو ہمیں خوشخبری بود عرض
 ورنہ ایں راز کرا پرودہ داری بود عرض

کشتہ شوق تو بودہ است بدل باقرا

کے تماشائے رخِ حور و پری بود عرض

ردیفِ ظاء

نصیحت تو بود جسمه از ریا و اعظ
 فداده زره صدق درستی بس دور
 هنوز قشری و دم میزنی ز کهنه علوم
 زمن که ساکن محینا نام چه میپرسی
 کنی مطالعہ گراں رخ کتبی را
 نکرده اند چو قیمت ترا دل صافی
 حدیث رتبہ اہل کرم و طیفہ تست
 فداده پئے قصر شارب رنداں
 ز اجتهاد برا علم دین خطا گیری
 ز باب علم و عمل خود نگشتہ آگاہ
 سر نیاز بخلوت نہ بر زمین سائی
 دل تو نیست بہ اخلاص آشنا و اعظ
 کج دل تو کج جلوه جفا و اعظ
 بذوق مغز نگردیدہ آشنا و اعظ
 کہ شیخ شہر کج ماند کج و اعظ
 وہی ز جبہ و دستار و نم و اعظ
 مباحش غرہ بریں ریش باصف و اعظ
 بطرز خوب کنی عرض دعا و اعظ
 دراز باد ترا ریش خوشنما و اعظ
 تو رستگار بناشی ازین خطا و اعظ
 براہ دین کہ ترا کرد پیشہ او اعظ
 میان جمع بمنبر کنی دعا و اعظ

تو مگذرا از حد خدمت بہ پیش او باقر

کہ زند و وضع تو ہستی و پارک و اعظ

رویت غین

۱ یار ویرینہ مر از نظر انداخت دیرغ
راز عشق تو بدل بود نہاں ہچوشہ
از وفا تاخت عنان بجفا ساخت دیرغ
اشک غماز مگر پردہ بر انداخت دیرغ
بر سر دم دست قضایع اہل آخت دیرغ
بر سحر دست قضایع اہل آخت دیرغ
لشکر عنم طرف کشور دل تلخت دیرغ
عشق سفاک بجاہا علم اولخت دیرغ
بامن آن جان جہاں زرد عابا تخت دیرغ
ساخت باغیر و بریدار من پیمان شکست

در حرمیش چو بنا گاہ رسیدم باقر

حالت زار نہر رسید و نہ بخت دیرغ

۲ جمال دوست ز تو ماند در حجاب دیرغ
ز تاب عشق نکردی جگر کباب دیرغ
ز روئے دوست نہر داشتی نقاب دیرغ
ز خون دل نکشیدی شراب ناب دیرغ
ز نوش باوہ غفلت شدی خراب دیرغ
ز داوستی مایک متع شراب دیرغ
نگشت ہیچ گہ قیمت تو ہشتیاری
رسید جان ز جگر تشنگی بلب لیکن

بماند روئے تو در پرده نقاب دیرغ
 تو قطره آب نخوردی ازین سحاب دیرغ
 تو زین صدف کشیدی در خوش آب دیرغ
 هنوز پختہ نگرید ایں کباب دیرغ
 تو بیخبر ہمہ مصروف خورد و خواب دیرغ
 بماند محمود چہمت بر صد کتاب دیرغ
 ز دل شکیب ر بود و زویدہ خواب دیرغ
 ز گرد راه شہنشاہ بو تر اب دیرغ

اگر چه جلوہ حسن تو شد جہاں افزون
 سحاب فیض بیاروز آسماں شبِ روز
 جہاں ہمہ صدف ستر عالم معنی است
 فلکندہ ام دل خود را بر آتشِ عشقت
 مدار زہد بہ کم خواری و بیداریست
 یکے بغور نہ نگریتی بصفحہ دل
 بجان رسید چہاں زان نگاہ سحر آمیز
 گذشت عمر و نہ شد سہرہ قیمتِ چشم

اسیرِ عشقِ رخِ خود نموده یا قمر را

تو زلفِ خویشِ فلکندی سچ و تاب دیرغ

۳ کند بخاطر جاناں گذر دروغ دروغ
 ز حال خستہ من پرسی از دولت بس دور
 تو سنگدل ز تو آید کہ در رگِ جانم
 ز سادگی بہ یقین دانم و تو ہر روز
 بخندہ گفت فرستادہ کہ می آیم
 ز راہ عشق نگر دم چہ گوئی لے زاہد
 پئے تو سحر و سجادہ بس بو زاہد
 بہ آہ و نالہ عاشق اثر دروغ دروغ
 کنی ز لطف تو بر من نسر دروغ دروغ
 ز نوکِ عنبر زنی نیشتر دروغ دروغ
 دہی ز آمدنِ خود خبر دروغ دروغ
 بخانہ ام تو شوی جلوہ گردوغ دروغ
 مرد کہ ہست و بریں رہ خطر دروغ دروغ
 ز عشق دم مزن لے بخیبر دروغ دروغ

جواب نامہ ز معشوق قاصد معلوم
 فدائے ناز تو جان و دلم بوقت طلب
 دستی سخن و صدق و عدہ ات دامنم
 یہ فرقتت بہ عنعم ورنج و عختہ ساتھ ام
 بکج فختہ بہ تقدیر گشتہ ام قانع
 سخن درست بگویم بہ پیش جلوہ او
 زنی چہ دست بہ حبیب و کمر دروغ دروغ
 چہ حیلہ آوری از درد سرد دروغ دروغ
 کنی ز وصل خودم بہرہ دروغ دروغ
 مدہ ز آمدن خود خبہ دروغ دروغ
 من و محبت گنج و گہر دروغ دروغ
 شعاع شمس و منور و قمر دروغ دروغ

نماہدہ است ز پاباقر تو در راہت

رود ز کوسے تو جائے دگر دروغ دروغ

۴ میلے مکر دسوسے من آں باہر و دیرغ
 بہرین ز عشق نہ کردم ظہارتے
 خلقے کنند عرض غرض پیش او گر
 از تشنگی بردم و ساقی بہ بزم می
 از نقش پائے یار نصیبم نہ شد نشان
 بے حسرتی بود طلب آبرو ز غیر
 آمد پئے نماز بہ نعشم ولے ز غم
 دایم ستیزہ میکنم و ز کرم یکے
 با من کہ بندہ ام بخشا در حدیث لب
 از رخ کشیدہ پردہ نشد روبرو دیرغ
 از آب دیدہ گر چہ نمودم و ضو دیرغ
 آن محو ناز می نکند گفت و دیرغ
 تہہ بسر عہ زنجیت مرا در گلو دیرغ
 ماندم متام عمر دیں جستجو دیرغ
 از عنبر حق کنی طلب آبرو دیرغ
 اشکے زنجیت آن صنم خند رُو دیرغ
 مایل بہ آشتی نشد آن جنگجو دیرغ
 داری چہ را بہ ہچو منے گفتگو دیرغ

باقر نہ رفت داغِ سیدہ زینبِ بنتِ

کردم ز آبِ دیدہ بے شست شو درینغ

- ۵ کن یک شبے از روی خود در خانہ نام روشن چراغ
از روش شب کہ میگردنی نظر سے برون
میخوا میدی بہ بام امشب ز عکسِ رو تو
کشتہ ناز تو من ہستم شہیدِ غمخوات
دوست دشمن بنگرم از یک نظر از سادگی
شمع روئے او ایانا دیدہ گلہ کیے کین چیں
حالتے دارم شبِ ہجرت کہ از سوزِ دروں
ہست در آغوش من امشب ہمہ گرم ناز
- روئے کن در دامنم چون در تہ دامن چراغ
بودہ است از عارضت در خانہ روزن چراغ
بود روشن ماہ من در کوچہ و بزرگ چراغ
میباہیت آورد غم یک شب ہر مدفن چراغ
میفروزم ہر شبے در خانہ دشمن چراغ
می بر آرد از سر و روی رگ گردن چراغ
بر سر تنہائی من میکند شیون چراغ
میکند نظارہ باش قابل کشتن چراغ

سُوخت دل چوں شمن باقر بر سیدہ زینبِ بنتِ خود

در شبِ حلت نشد روزی نم مردن چراغ

ردیف قاف

۱۱ عشق باشد منزل من میرسم از کوی عشق
 نور رخسارِ محبت شمع افروز دل است
 میرسد از هر چمن اندر مشامم بوئے عشق
 گر بنقد جان بدست آید خوشا بخت بلند
 روح را مستی فرزند نگہمت گیسوئے عشق
 میکند در یک نفس تسخیر ملک جان و دل
 زندہ جاویدک زودمده را داروئے عشق
 زہد را زدیسیلی و سر نیچہ تقوی شکست
 رشک سحر مری باشد مگر جاوئے عشق
 غازہ روئے محبت ساقم خونِ جگر
 من بلاگرداں زور و قوت با زوئے عشق
 شد سویدائے دل من و سمنہ ابوئے عشق

فارغ آمد باقر از سیر ہمہ شہر و دیار
 ہر کہ چون مسیکن دل من شد مقیم کوئے عشق

۲ قوام ملت و دین حضرت قیام اصح ق
 بعارض شر و ابتلائے سببش حق
 نظام شرع متین حضرت قیام اصح ق
 منور صانع قدرت بخاتم مہر ہر
 چہ طہر فدو جبین حضرت قیام اصح ق
 علج درد و علیمان علت عصیاں
 ستودہ نقشش نگین حضرت قیام اصح ق
 دوائے قلب خریں حضرت قیام اصح ق

بروئے خاک چو بسمل طپیدہ ام تازت باوج عرش بریں حضرت قیام صدق

بباطن دل غمگین باو تر میکس

بود چو روح قرین حضرت قیام صدق

۳ میرمن است و پیرم حضرت قیام صدق
ہستم ز ناتوانی چون نقش پافتادہ
از دشمنی اعدا باشد چہ خوف مارا
شد جان و تن سرا پاروش ز نور روش
و گلشنش چو بلبل ہر صبح دم بنالم
نقش جمال رویت چون نقش در گنبنے
از لطف کن نگاہے سوئے من غریبے
از قید حُزن و کریم از لطف خود رہا کن
رویت چگونہ بینم بے نور شد و چشمم
من شاہ ملک فقرم تاج من است کفشت
از زیستن بہ تنگ ام بے روئے تو بخوام

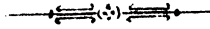
کن از کرم نگاہے بر حال زار باقر

دلخستہ و حقیرم حضرت قیام صدق

۴ رحمتی من شیدا یا پیر قیام صدق
بر من نظرے فرمایا پیر قیام صدق

لے من بغدادے تو از حال من میکن
 ہستم بہ در فضیلت استادہ بصد حسرت
 دور از در پاک تو آوارہ بوم تاکے
 از شور و غنای خود کردیم تماشا کن
 این ہستی موہوم در ذات تو شد پنهان
 امر و ز وجودم شد در دست و لائے تو
 از مدحت ذات تو آریم سخن گفستن
 تو ساقی بزم آرا من جگر کش فضیلت
 از بہر من میکن جز تو نبود ہادی
 و علم خدا و انی در معرفت و عرفان
 تاکے نہ کنی پروایا پیر قیام اصدق
 این بستہ دت بکشایا پیر قیام اصدق
 در بادیدہ و صحرا یا پیر قیام اصدق
 حشرے بدت بر پیا یا پیر قیام اصدق
 من قطرہ و تو دریا یا پیر قیام اصدق
 مارا چہ عشم فردایا پیر قیام اصدق
 مارا چہ بود یار یا پیر قیام اصدق
 یک ساغرے زان دنیا یا پیر قیام اصدق
 در دنیا و عفتبسی یا پیر قیام اصدق
 کس چون تو نہ بود پیدا یا پیر قیام اصدق

بریاد گل رویت چون مرغ جمن باقر
 فریاد کند شبہایا پیر قیام اصدق



ردیف کاف

شایسته بیش و گفتار من اندک
 بود باقی به بین نقش بسجودم
 خود از سر با دوازده مجنون تو خود گو
 چو دید احوال من گفت از حسرت
 غم و دردم بود در دهر بسیار
 نیم شایان لطف او و لیکن
 فنزول حسن تو ویدار من اندک
 بکوهی رست آثار من اندک
 بود گر می بازار من اندک
 که خواهد زسیت بیمار من اندک
 رفیق و یار و عشق من اندک
 سرے دار و بمن یار من اندک

چه غم باقر که از فضل کریم است
 فنزول آن دشوار من اندک

ردیف لام

سیاہ دار مضطرب و بہت سار دل
 نغمین دل و ملول دل و سوگوار دل
 خاکسریت شعلہ صفت یا شہر دل
 دل نیت ہدیہ کہ پسند و نگار دل
 درد و عشق رونے تو گردید خوار دل
 مانند ابر بے تو بود اشکبار دل
 براہ مقدم تو نمود نثار دل
 در سینہ مبطد ہمہ لیل بہار دل
 یکجا بیک و تیرہ نہ گید ترار دل
 پروردہ شد چو غنچہ عبث در کنار دل
 گیرم کنوں مگر زکے مستعار دل
 ہاں راز عشق راز نشود پردہ دار دل
 ہر چند میسرد بہ ہوا چوں غبار دل

دارم دے لے مگر چہ دے لے خوار و زار دل
 زخمی دل و فگار دل و داغدار دل
 بیچارہ دل ز آتش عشق تو پاک مہت
 ہر چند دل بہد یہ سپردم باو مگر
 بودہ است گوہرے بگراں با لگی علم
 لے سرد من بیا کہ دریں موسم بہار
 در بار چوں نہ بود متاعے عریب نور
 بر یاد عارض و سرگیوے پر خمت
 ہر لحظہ میکشد طرفے دست و ختم
 آخر زدست عشق چو گل چاک چاک شد
 در کوئے عشق با ختم آل دل کہ دہشتم
 آہے کش ز درد و گہے نالہ از فراق
 شد خاک در رہت سر بام تو رہ نیت

حسنِ غیور اوست کہ گرد و نیجہ کو کہ
 جسے گراں بہا است بدان قدر قیمتش
 لعلے است شب چراغ و در شاہوار دل
 بر پائے نازکِ توفش نام ہزار دل
 از کردہ خود است بے شرمسار دل
 دستے بزد بدامن دنیا ولے نیات

باقر چہ احتیاج بسیرِ حسیں مرا

از داغہائے عشق چو شد لالہ زار دل

۲ از تار زلفت شانہ را صد سنبستارِ دُغبل
 از داغِ ہجرات دلم خورشید تابیماں دُغبل
 ابر سیہ آمد بسرا و بہاراں دُغبل
 از شرمِ عصیان نامہ را سازیم پنیہاں دُغبل
 گید کجا ہر ملبوسِ معشوقہ آساں دُغبل
 تیر و کماں زیب کمر شمشیرِ عریاں دُغبل
 پیدا ماسد از کجا این دشمن جاں دُغبل
 عہدِ جوانی و جنوں پیری و سیاں دُغبل
 اوراقِ بابِ پنجمی ہست از گلستاں دُغبل
 صبحِ وطن دور از نظر شامِ غریباں دُغبل

از عکسِ رویت آئینہ فضل بہاراں دُغبل
 از آہِ سوزاں سینہ ام برقِ دختراں دُغبل
 ساتی بیاسوئے چمنِ جام و بسورا جلوہ کن
 چوں از بدی و نیکیم پرسند در روزِ جزا
 زاہد بروزیں رگہ ز لافِ وصالِ اوزن
 آمد بغیرِ قتل من آلِ ترکِ باطنِ زعجب
 از دلِ چلویم ماجرا ہر دم کشد سوئے بلا
 در عمر کے طاعت کند ہشیار کے گرد و کسے
 از ہر کتاب و علمہا بیگانہ ام کنوں مگر
 عمر سیت کز خود بخیر ہمدوش حیاں ماندہ ام

باقر دمِ پیر سیت این از جام و مینا دگر

تبلیغِ زیبِ دست کن میدار تشریف بگل

۳ سحر باغ شدم تا کنم نظارہٴ گل
فزود و حشت من حبیبِ پارہٴ گل
بروں کشند ز باغش بکوچہ و بازار
بگردش است مگر طالع دستارہٴ گل
چہ تاب ہمسریِ روئے او بود گل را
کہ در مقابلہٴ اش نسبتِ جز خنارہٴ گل
چہ نسبت است بر نگینِ رخت گل را
بہ عارضِ تو غلط ہست استعارہٴ گل
باوج باد بہ پرواز بالِ بلبلِ سوخت
پریدہ است ز گلشنِ گرشمارہٴ گل
نہ خط سبز بگردِ غدار جانانست
طراز سبزہٴ ریحانست بر کنارہٴ گل

چہاں ز دیدنِ روئے تو آیدم سیری
بنگشہٴ است کے سیر از نظارہٴ گل

۴ اے ماہِ تقا مہر و شاخِ سحر شمال
گردید دل و دیدہٴ من سوئے تو مائل
از شوقِ زخمِ بوسہٴ من آن مصحفِ روا
گردست تو ان گشت بزلفِ تو مائل
اے من بقدا بیت چہ گویم کہ چہ خوبی
خوش صورت و خوش سیرت و خوش نصائل
اے و اے بریں گوش کہ نشیند حدیث
رویت چو نیدہ است ازین دیدہٴ حاصل
در کون و مکان نسبتِ بجز روئے تو دیگر
یک ذات تو حق است و گر غیر تو باطل

حسننتِ بکمال است تو ان داد ز کو اتش

باقر بنجاب تو گد آمد و سائل

۵ نہ دل چو غنچہ نہ چوں گلِ داغ شد حاصل
بہیں چو لالہ بعشقِ تو داغ شد حاصل

ز زخمہائے نگاہ تو شد بہارتان
 بہ آستان تو پایا شکستہ نشستم
 بجھجھوٹے تو گم شد چنانکہ چون غفا
 مرا ز دست تو در درساغزے ساتی
 کتاب خوش خط عارض ہوش زانکہ مرا
 ز عارض تو سیہ خانہ ام منور شد
 مرابینہ خود سیر باغ شد حاصل
 ز سیر کون و مکانم فراغ شد حاصل
 مرانہ از دل شیدا سراغ شد حاصل
 بہ سینہ داغ بجائے ایباغ شد حاصل
 ز درس عشق تو اکنون فراغ شد حاصل
 زہے بکلبہ تارم چیراغ شد حاصل
 نصیحتم تو اگر نشنوی برو باقر
 مرا ز پند تو شرطِ بلاغ شد حاصل

رولیف میم

چو بر عزم طوافِ کعبہ کوشش میاں بتم
 عبت رنجیدہ از من بجانِ خوشین ایجان
 درونِ خانہ دل تا عنسمِ جانانہ ام جاگز
 بجائے سجدہ صد دانہ در عشقِ تبتاں آخر
 مبارک باد شوقِ کعبہ و طوفش بتو زاید
 بیارِ عافلاں ہرگز نہ دیدم گوہر سونے
 زبس را ز محبت زد بگوشِ سامعانِ آتش
 دلِ وحشی بچوش آمد بہ شوقِ کوچہ جانان
 بدان گرم گرو شتم کہ پائے آسماں بتم
 کہ من چشم از تماشائے حسینانِ جہاں بتم
 بوئے خوشین در ہائے عیشِ جاوہاں بتم
 ز تار زلف زمار سے ز گروں تا میاں بتم
 کہ من از کعبہ احرامِ تماشائے تاں بتم
 من کم مایہ رخت خود جدائیں کارواں بتم
 خموشی زبس بیا کہ دم زبان زین داستان بتم
 ز من لے دوستانِ عشق کہ دامنِ میاں بتم

بیا و جلوہ متانہ آں مہ جبین باقر

شبِ فرقت لبِ خود را ز فریادِ وصال بتم

بچشم جلوہ فرمائے و ہر سو جستجو دارم
 ز روئے روشن آئینہ گویا روبرو دارم
 نہ فکر مرہے در دل نہ پروائے رفودارم

۲ بدل چوں جان ہم آغوشی و صلت آرزو دارم
 ترا می بینم و خور تماشایم کنم در تو
 ز زخمِ خجرت باشد تنم رشک بہارستاں

حقیقت رس نہ واعظا عبت داری سحر شرم کجا باچوں تو ہمیں غمے و مانغ گفتگو دارم

ہمہ سُود و زیاں را از خدا و ابنتہ ام باقر

زلطف دوست امیدے نہ سیمے از عدو دارم

۳ از در دل بہنہ زنی ہمنوا تر م با چشم تر ز دامن ابر آشتنا تر م
اے سرو نمازین بہ نیازم کہ از خلوص از جملہ عاشقان بدرت چہ ستر م
زیبا است جلوہ تو بہ ز بخود کہنا از حسن شادان جہاں دلربا تر م
سوزِ محبت است بدل چون شہر نہاں از آب دیدہ گر چہ برنگِ حن تر م
در عشق کردہ است بیکتا ئیم سلم بارِ غمت کہ کرد ز زلفت دو تار تر م
گفتم چو یاصب با بر از من باو پیام گفتا کہ از تو خود برا و نارسا تر م

چندانکہ خواستم کہ شوم ہمہ قرین دوست

باقر فگندہ سپنج ز بزمش جد اتر م

۴ یاد آں عہدے کہ طبع شادمانے دایتم خاطرے دُور از عنہم نامہر بانے دایتم
ہست سُودایت کہ مارا کرد بے نام و نشان ورنہ ماہم پیش ازین نام و نشانے دایتم
بر گل اے طبل چہ مینا زنی کہ ماہم چند روز نکتیہ بر بازوئے یارے مہر بانے دایتم
جلوہ حسن تو ز دہر خموشی بردہاں ورنہ از ہجر تو صد شرح و بیانیے دایتم
ماہمی کردیم صرف سجدہ کوئے کے خود اگر چوں خنجر عمر جاوانے دایتم
ضبط آہ آتشیں در سینہ می کردیم چو آتش عشقت بجان ناتوانے دایتم

باقراں مہ شہر داز بندگانِ سخن تو ما
برجیں از سجده کوشش نشانے داشتیم

پریشاں گرد شو تم سر سجدہ ادا دے عشقم
بغیر از نعمتہ مستانہ تنواں کوش کردار من
برو ناصح ز پیش من مکن این اثر خانی با
نیم آگہ ز حرف عقل و نقش لوح دانائی
فدائے نام جانان کردم اسباب تعلق ترا
بہر شہر و دیار سے میرسم بر جاوہ عشقم
نہ از ویرانہ عفتلم گلستان زادہ عشقم
بر بندت دل چہاں بدہم کہ من دلدادہ عشقم
سیہ مست می شو تم خراب بادہ عشقم
قلندر مشربم متانہ ام آزادہ عشقم

بکوئے عشق باقر بیچکا ہے نے ز خود قسم
برنگ کاہ سوئے خود کشید جاوہ عشقم

بگوش جان رسد بانگ استم
بزودش وارہا نم چون تو خود گو
ز وحشت داشت مرغ دل پریدن
بپایش سر نہم ہچون صلحی
مرنج از من اگر گرم نیازم
ز پافتادہ ام بر آسانت
امام شہر خواند کا فرم زان
ز تاب سنبلیت در پیچ و تابم
بذوق لذت این بادہ مستم
کہ درافتاد امانت بدستم
بزنجیر سر زلف تو بستم
کہ تا ساغر دہد ساقی بدستم
کہ آخنر بندہ ناز ہو تم
بدہ بہر خدا سے بدستم
کہ شاہد باز و زندومی پرستم
زرنگ لالہات درخول شستم

بخواجہ اصدقؒ از باقر بگوئید

کہ من چشمِ دل از غیر تو بستم

صُبحِ ہدایتِ روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

شامِ سعادتِ موئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

داروئے عیسیٰ نفع نہ بخشد شربتِ خضریٰ سود نہ آرد

زندہ شوم از بوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

فقتہ دورانِ آفت جانے گلشنِ جانِ سرو روانے

نخلِ قد و لُجے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کردہ اسیرِ حلقہٗ گیسو طائرِ جانِ ہر دو جہاں

تارِ نفسِ ہا موئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

روزِ قیامتِ لطفِ عیشِ دیدہ بیاشد اہلِ جہاں

چشمِ ترصدِ سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جن و بشرِ ہا عور و ملک ہا ماندہ بصدِ جاں گرمِ سجود

قبلہٗ جانہا کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تیرِ قضا را، میسجِ کمانے نیست نہ باشد بیچِ زمانے

غیرِ خمِ ابروئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

باقرِ خور ابا رخسارِ یا قبلِ زو قوتِ خاکِ شہنا

سازِ خبارِ کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 دل بدر آمدہ منسراید کنم یا کنم
 پیش تو شکوہ بیداد کنم یا کنم
 وعدہ وصل زد لدار رساندی قلم
 دل ازین فرودہ بگو شاد کنم یا کنم
 گرچہ ہجر است گلانِ حسرتِ بدین باقیست
 سر تہِ خنجر جلا د کنم یا کنم
 من بیاد تو و نسبیاں تو ہستم حسرت
 چند پرسی کہ ترا یاد کنم یا کنم
 من بقربانِ اوایت چہ دہی نامم
 عرضِ حالِ دل نانشاد کنم یا کنم

از پے کشتن من حسیتِ رضائیں باقر
 سر تہِ خنجر جلا د کنم یا کنم

کشم جامِ محبتِ مشربِ زندانہ دارم
 دریں دوقِ گدائیِ شوکتِ شامانہ دارم
 ز دل یا ہو بر آرم نعرہِ مسانہ دارم
 گہے چینِ جسبِ دشنامِ گلے گاہِ بدقتن
 علم بر آسماں از عہتِ مردانہ دارم
 ملافِ اعشوقِ پیشِ من کہ من ہم چوں تو اے مجنوں
 عجب نازکِ مزاجے تند خو جانانہ دارم
 شرابِ عشقِ مینوشم بذوقِ آنِ سببہم
 بعشقِ بے وفا یاسے دلِ دیوانہ دارم
 تبا شد بے سندِ عشقم ز دیوانخانہ جانانہ
 کجا چوں دیگرانِ شوقِ می و میخانہ دارم
 بعالمِ قصہِ منسرا د و مجنوں شہرتے دارم
 فرین کردہ از مہر و نشاں پروانہ دارم
 بیادِ جلوہ کن اینجا فدائے پردہ ات جانم
 زمن گر بشتنوی من ہم عجب افسانہ دارم
 برائے زلفِ شبرنگت زمرگانِ شانہ دارم
 بیاجانا باغوشم کنم مشاطگی تو

بیامد ماہ من امشب درونِ خانہ ام باقر

تعالی اللہ عجیب رشکِ جنانِ کلنسانہ دارم

- ۱۰ از چہ روشم صفت دیدہ گریاں دارم
 آفتابی رخ او ہست دلیل روشن
 یعنی چوں گل ہوں آں لب خنداں دارم
 من اگر نہ ہب خورشید پرستان دارم
 گر چہیں غیرت گلہاست ترا نگہت وزنگ
 من چو گلہا نہ چرا چاک گریباں دارم
 نیست غم نیت بکاشانہ اگر شمع و چراغ
 کہ من از نور خورش شمع شبستاں دارم
 زا ہد اسجدہ حق از من سیکس مطلب
 کہ بتے دشمن دین غارت ایماں دارم
 دیدن رنگِ رخ تست بہ گلہا مقصود
 من نہ بیہودہ سرِ سیرِ گلستاں دارم

گفتش یک غزلے گوش کن از من باقر

گفت خامش کہ بے چوں تو غمخوار دارم

- ۱۱ اے گنجِ مخفیہم ز ظہورِ تو خستم
 یکرہ نہ ہچو شمع ببالینم آدی
 غیبت نشان من ز حضورِ تو خستم
 سر گرم ناز من ز غرورِ تو خستم
 موسی بسوخت از شرِ رنگِ طورِ من
 اے شمعِ بزمِ حسن ز نورِ تو خستم
 مامحو جلوہٴ رخ جانانہ خودیم
 واعظ برو ز مژدہٴ حورِ تو خستم
 خاموش ماندہ بودی شہا چراغِ دل
 ایں شمع را ز شعلہٴ نورِ تو خستم
 تا بد نہ جلوہٴ تو بہ آئینہٴ دلم
 اے شعلہٴ روزِ حسنِ غیورِ تو خستم
 از عرشِ بام او چہ بد آیدی مین
 اے قاصدِ صبا ز مہرِ تو خستم

باقر بہ طاعتِ تو چو بُوئے خلوصِ نیت
از طاعتِ تو سچو فحورِ تو سو خستم

۱۲ سرِ سودائے نونِ بالادلِ شیدے خود دارم
زیرِ لالہ زارِ افتادہ امِ فارغِ کلامی ہدم
بروئے مشتریِ شرم از زبوں کلائے خود دارم
بہارِ تازہ از داغِ چمنِ پیرائے خود دارم
شکایتہا ز غمِ یار بے پروائے خود دارم
دہ سبیلِ حوادثِ جنبشِ لیکن بجد اللہ
کہ پائے استقامتِ روزِ ثوبِ بجائے خود دارم

کنم ہر چند ضبطِ خویش باقر لیکِ تو انم
کہ رازِ عشقِ پہاں در دلِ شیدائے خود دارم

۱۳ بر شمعِ عارضِ تو چو پروانہِ خستم
سیا د بے گناہِ اسیرم نمودہ بو
از برقِ جلوہ تو کلیمانہ خستم
تا رقصِ زآہِ غریبانہ خستم
نا کردہ طاعتے ز ثوابِ کجا مید
از حسرتِ منم پرس کہ ماوانہ خستم

پروانہ سوخت از نفسِ گرمِ شمعِ و ما
باقر ز سرِ دہری جانانہ خستم

۱۴ شرابِ لالہ رنگِ وساقیِ گلغامِ میخوام
شبِ ہفتابِ دروئے آبِ دو جامِ میخوام
ز چشمِ و لعلِ نوششِ شکر و بادامِ میخوام
نگارِ سیم اندامِ و طرفِ بامِ میخوام
دلے دارم ز تیغِ انتظارِ مقدشِ ریخوں
مگر در گوشہ مرقدِ شوم بہدوشِ این مطلب
کناہے زان دو چشمِ مستِ سخنِ آسامِ میخوام
ز بے تابیِ دردِ دلِ و مے آرامِ میخوام

ز شہر یار می آئی حصارِ اترودہ قاصد
 طفیلِ مقبلانِ خود لبِ سیر یادم برس یارب
 نجات از دست جو نفسِ نافر جامِ خواہم
 نیسے زان سر گیسوئے غمِ فرجامِ خواہم
 فرغے خاطرے از فتنہ ایامِ خواہم
 شدہ ام قیدِ در خلوتِ اسیر گوشہ عزلت

بصدالحاج و صد زاری زد گاہِ خدا باقر

و وصولِ مدعاے اس دلِ ناکامِ خواہم

فارغ از کشمکشِ رحمتِ تدبیرِ شیدم
 چون بہ پیشِ نظرم صورتِ جاناں آمد
 عقد از کارِ دلِ ماکہ شاید مہیہات
 لبِ شکر شکنِ یارِ چو آمد بہ سخن
 تا درونِ دلِ بے رحم تو سازد اثر
 جنبش از جانبِ چوں صفتِ نقشِ قدم
 ساخت مارا بہ جوانیِ بغمِ عشقِ خراب
 ما غریبیم و تہہ کارِ خدایا رجم
 محو دیدار تو تا حشرِ بیا شیم اگر

۱۵ تا بکارِ دلِ خود مانعِ تقدیرِ شیدم
 محو حیرتِ ہمہ تن صورتِ تصویرِ شیدم
 بستہ حلقہٴ آن زلفِ گرہ گیرِ شیدم
 بیخود و شیفتہٴ لذتِ تقریرِ شیدم
 گرم آہِ سحر و نالہٴ شبگیرِ شیدم
 در سرِ کوچہٴ دلدارِ زمیں گیرِ شیدم
 کشتہٴ تیغِ جفاے فلکِ پیرِ شیدم
 با امیدِ کرمِ مت مؤردِ تقصیرِ شیدم
 نتوان گفت کہ از دیدان تو سیرِ شیدم

چوں پئے فاتحہ آمد سرِ مرقد بہ لحد

باقر استادہ بیاز سر تو فر شیدم

نظارہ گل و سُنبل دریں چمن چہ کنم
 سوال بوسہ از آن غنچہ دہن چہ کنم
 نسیم گل چہ کنم نافہ سخن چہ کنم
 چہ احتیاج بدستار و پیرہن چہ کنم
 بجائہ حرم محترم کفن چہ کنم
 دعا بدرگہ غفازد المؤمن چہ کنم
 دریں خصوص بگو ز اہدا کہ من چہ کنم
 کہ این محیط بے ہمت شعلہ زن چہ کنم
 دُر سُر شک فشانم دُر عدن چہ کنم
 رسد بگوش صدائے تنن تنن چہ کنم
 حکایت گل و نسیرن و نسترن چہ کنم
 تبرک عشق بگوئے بتوسخن چہ کنم

دریں دو روز سر اے بے جہاں وطن چہ کنم
 برنگ گل نکشاید گچہ بحر فوج
 صبا بیار من نگہتے از آن گیسو
 بر تنگی است لباسم شعار من عشق است
 برائے مغفرت من بس است شجرہ پیر
 ز بس گناہ سیاہ است نامہ اعمال
 تو سوئے کعبہ کشتی آن صنم بجانب یر
 بہ بحر عشق فدا دم و لے نہاںتم
 تو نازنین جہانی بیائے نازک
 چہاں ز قصم و مستی کنم کہ از غیبم
 حدیث گلشن روئے تو ام تکرار است
 برو کہ پسند تو دا عظم نمی کند آری

۱۶

بہ شوق لعل لبشس جاں ہمیدہم باقر

اگر نہ سب گرد آں عیبسی ز من چہ کنم

دل زار بس بغیر تو ماہل گداشتیم
 از داغ خون بدامن قائل گداشتیم
 ماہر ہی راکب و راجل گداشتیم

دردا کہ عسمر در رہ باطل گداشتیم
 مایا و کار خود ز طپیدن بوقت فوج
 طے کردہ ایم راہ تو تنہا بیائے سر

۱۷

چوں کشتی شکستہ بساحل گذاشتیم
 کج میسر ویم و جانب منزل گذاشتیم
 تا عکس تو در آئینہ دل گذاشتیم
 ما نقد دل بدامن سائل گذاشتیم

تا دل یہ بحر عشق گلن دیدم نفس را
 اے خضر رہ بیبا کہ غلط کردہ اہم راہ
 فارغ شدیم ما زمانہ ناکے روئے تو
 منعم اگر خزانہ بہ بخشید و رسم و زر

باقر بہ فیض حضرت غالب کہ در سخن

ماداغ رشک در دل بیدل گذاشتیم

۱۸ کم طواف حرمت زراختیا روم
 بسا ابر کجئے تو اشکبار روم
 اگر بخت رضوان ز کجئے یا روم
 ز تاب و طاقت از آن لطف تابدار روم
 بہوئے نافہ آن لطف مشکبار روم
 کہ سینہ چاک ز کجئے تو دلفگار روم
 کہ در کتاب تو اے طفل نبیوار روم
 خوش آن دمیکہ بہ اجمیر از بہار روم
 بہ صحن باغ دریں موسم بہار روم
 مگر بہ صوت خوش تہری وہزار روم

ہوئے کعبہ کوئے تو ہفتی روم
 برنگ برق بویت رواں شوم بیاب
 بگو نہ گو نہ عقوبت بہنم سوزد
 ز برق جلوہ آں روئے آتین سوزم
 ہوسے جلوہ گہ آں نگار سین تن
 اگرچہ خاک رہم بسکن از موت دور
 عبار رہ بہ تمنائدم دریں پری
 دل است خون بہ تمنائے روزہ خواج
 بیار سا غرومی سا قیا کہ من با تو
 بگلشتم نہ کشد دل بشوق لالہ و گل

بقیہ نفس گرفتار ماندہ ام باقر

بروں چگونہ ازین آہنی حصاروم

۱۹ بہ شہر آں پری زخار بر تخت ہوا رفتم
 تسلیم خم کردم رضا جویت بجان شتم
 سلیمانم پے بلفیتس در ملک با رفتم
 برائش پاز سر کردم کوئے اوگز کردم
 ز قید کام دل افتم بروں از مدافتم
 ز دل نقش دوشی شتم دوی محو کیے ہم
 بروئے او نظر کردم کج بودم کج رفتم
 فدا و ذوات او شتم زیاد ما سوارفتم
 فدایت جان من از جان ازین ناروا دارفتم
 ہکے چین برجیں گردوی بستم زیر گہ با شیا

بوقت جلوہ روشن خیابان رقم ز خود باقر
 کہ بند از گفت گویب شد عرض مدافتم

۲۰ دیدہ آماجگہ تیر نظر ساختہ ام
 بسکہ از گرمی عشق تو شدم زار و زار
 سینہ از بہر خندگ تو پیر ساختہ ام
 از تماشا کئے تو با یکد نظر ساختہ ام
 حرمت مقدم من دارو بر خود بنشان
 نارسا بودہ ام از بس ز سبک روی خود
 بہر پرواز لب بام تو پیر ساختہ ام
 سوئے من سر لگہ معشوق سفر ساختہ ام
 از خدا ہست امیدم کہ بمقصود رسم
 من فدائے نگہ نیض تو گردم یا شیخ
 کہ من خویش زاکیر تو زر ساختہ ام

باقر این طرفہ عنزل را بہ تامل بنگر
 صورت و معنیش اعلیٰ و گہ ساختہ ام

۲۱

اگر چه پریشدم طفل این دلبستانم
 نمانده است بحسن مرگ بسج در نامم
 ز حد گذشت بروں اشتیاق جانانم
 که مت نکمت گلهت این گلستانم
 هلاک شیوه ناز و بیم چه انانم
 نمود کرده خود آبخندان پیشمانم
 خمیده قامت من کرد با عصیانم
 که سرنگنده و شرمنده گنایانم
 خوشم باین که مگر بنده مسلمانم
 که حُب آلِ عبا هست دین و ایمانم
 چه حاجت است که گویم که من بخندانم

بدر سگاه محبت دلاست بقوانم
 ز سینه قاری عشقت چنان شدم که کنون
 ز وصل دوست پیام که قاصد اکون
 طراوت چمن سینه حشمت افزون با
 ایسر سلسله زلف آل پریرا دم
 حدیث عذر به پیشت نیادم بر لب
 بغیر رحمت تو چون شود سبکدوشی
 ز چشم لطف خدا یا بسوی من نظری
 غم گناه زنده نشترم بدل هر چند
 مرید حضرت عشقم بخود همی نازم
 بخلق کوس خندانیم بلند صداست

بود به سیر گلستان بے خزاں باقر

گرفته است دل از سیر این گلستانم

۲۲

در شبستان شمع از رخسار دلبرداشتم
 بسکه شوقی آن قدر رشک صنوبرداشتم
 بسکه از آه و فغان و ناله شکر داشتم
 در چمن زار حسیم دوست بستر داشتم

جام در کف در عسل آن ماه پیکرداشتم
 در تماشاخانه چمن دام کنش از رقم زرد
 وی رقیب از دور باش من ز بهت خورد
 بود شب آن فروشان من که رضوان برد

خضر اگر از حلقہٴ من رہبری خواهد چه دور
ہیچو اصل حق ہاوی خود پیر بہر ہوا شتم
نانہ مشکِ ختن گویا کف دست من است
بسکہ شب در دست آن لبت غنچه شتم

بود یا قر دی شب من در تجلی ہسچہ روز

در بغل آن شاہد خورشید منظر د شتم

۲۳
بہ بوئے کاکلت مستانہ چون بوئے صنم
رہا کر دم ز سر دستار و از بند قبا فرم
ز بس بر بود بیتابی عنانِ اختیار ازن
بسوش شد رہا قاصد من اور از قضا فرم
ز بس کردہ است شوق او بکروم ہم بیم آسا
چو بوئے گل بکھوئے یار بردوش صبار فرم
مرا دروایت جان فرسا کہ در مانش نمیدانی
معالج از سرم بر خیز گرفتہ وافر فرم
رہ تسلیم بہ پیر دم بدل محور ضا شتم
ز کام دل رہا شتم ز حرف مدعا فرم
تو عہد خویش شکستی ز راہ ہر گشتی
من مکیں ہماں پیوستہ در راہ و فراق فرم
بدم گفتی تو خود از نا خود بخجیدہ ازن
سیا جانا کر منہ ما کہ من از ماضی فرم
بہ شرب تا حتم آہن ز ہندستان مجاہد
کہ از دام بلا جرتہ در دارالشفار فرم

ملول از شکوہ اغیار پیش او نیم باقر

گزشتہم از سر این قصہ وزیں ماجرا فرم

۲۴
بدل ز دستہ تانغہ آن حشیم فنام
سحاب آسا گہ بار است ہر گہائے تو گام
نشد و اغنخہ دل از تماشائے گل تانم
چہ باشد آہ تیریم چہ سازم سخت حیرانم
بزرگ شمع امشب جلوہ فرما گشت جانانم
بلائے دیں و ایمانم بہ شوخی آفت جانم

ز درویش انتظارش بر لب آمد تاوان جانم
 تو ای عیسی قبر بابت بفرما صییت در ماتم
 اگر خواهی هلاکم کن و گر خواهی بخش در بر
 که من از جان و دل جانان ترا در خط فرام
 من و ذکر تو بر لبها دلم سویت توئی جانان
 که صوم سختی از دل نمودی فنی سیانم
 دهم در بندگی خود در ابها یک بوسه میخوایم
 خریدن میتوان جانان که جنسه خوب از زانم
 بدست نفس نافرمان گرفت ارم معاذ الله
 چه باشد آه در نامم مرض در عصیانم

حیات جاودان بخش مرا یک بوسه زان باقر

که جان دارو بود شیرینی لبها بجانم

خوش آنکه بجان طالب دیدار تو باشم
 در سلسله عشق گرفتار تو باشم
 چون زلف سیاه تو سیه روز پریشان
 چون نرگس بیمار تو بیمار تو باشم
 باشم ز مقیمان سرا پرده نازت
 همراز تو و محرم اسرار تو باشم
 افتاده و وا کرده نظر سوسه در وبام
 چون نقش قدم در پس دیوار تو باشم
 چشم برخت باشد و گو شمع به حریت
 محو طرب از صورت و گفتار تو باشم
 سرخوش کندم چاشنی شربت دیدار
 پامال خرامت دم رفتار تو باشم
 خاک در تو بر سر من افسر شاهی است
 سلطانم اگر بنده سرکار تو باشم

گفتم که جفا تا بحج گفت که باقر

باشد پس ازین مونس و غمخوار تو باشم

بیا که زخمی شمشیر انتظارت تو ایم
 قرار و صبر و سکون رفت بقبر ارتو ایم

بدر عشق ز جاں رفتہ سو گوار تو ایم
 مخی رویم بر یی رحمن کہ خوش نکنیم
 بہار غنچہ و گل خوش نہ آیدم بد باغ
 شمیم نافرین چہنیں خوش نیایدم بد باغ
 بیا و از دم جاں بخش زنده کن مارا
 ازاں دو قطرہ زلالے کہ تر دباغ شیوم
 اسیر حلفت گیسوئے تابدار تو ایم
 بہار گل کہ تاشایئے بہار تو ایم
 کہ عندلیب بہار گل عذار تو ایم
 کہ مت نگہت گیسوئے مشکبار تو ایم
 کہ کشتہ دم شمشیر انتظار تو ایم
 کہ تشنگام می لعل خوشگوار تو ایم

ترانہ عنبرِ تازہ ساز کن باقر

کہ گوش بر سخن نغز آیدار تو ایم

جز نام تو چیرے دگرے یادندارم
 خاموشیم از نالہ نہ از قوت ضبط
 جز جلوہ محنت نبود یا بیچ بچشم
 گر مہر کنی خانہ ات آباد کر مہاست
 در دیدہ و دل صورت رخسار تو پدیدت
 در لوج دباغ نم نبود غیر خیالت
 معشوقہ من رو کن بخر بسوے من
 در حلقہ می زلہ بر سپر مغام
 از دست خودم کش کہ تنائے من این است
 در سبب بجز ذکر تو اورا ندارم
 از ضعف مگر طاقت فریادندارم
 غیر از غم تو در دل ناشادندارم
 در جور کنی شکوہ بیدادندارم
 نقش تو کشد حاجت بہزادندارم
 در شیشہ دل حسرت تو پریزادندارم
 من شرکت معشوق چونر بادندارم
 من بندگی خدمت زما دندارم
 گردن کہ تہہ خنجر جہلا دندارم

از نرگس نقاں تو شد وقفِ خرابے
ویراست کہ من ملکِ دل آبادندارم
چوں من نبود کس بجہاں کافرِ سرب
گر عشقِ بآن حُسنِ جِدادِ اوندارم
تا چند بجا بر سر مہر آئے کہ اکوئل
من تابِ جہاںِ ستم ایجا دندارم

قاصدِ چوز باقر برسانید سلامے

فرمود کہ او کیمت بگو یادندارم

۲۸ نصیبِ ماست در ریشِ فغانِ دجا نقشانی ہم
ہمیں خواہم بصد جانِ لوسبہ از لعلِ شکرِ خانی
برونازِ زوادِ انجمِ است و طرزِ دستانی ہم
نخواہم داروئے عیسیٰ آبِ زندگانی ہم
شرارِ نالہ آتشِ فشاںِ سوزِ نہانی ہم
شرارِ نالہ آتشِ فشاںِ سوزِ نہانی ہم
ز دلِ صبر و سکونِ بر بود و لطفِ نگانی ہم
ز دلِ صبر و سکونِ بر بود و لطفِ نگانی ہم
ز آہ و نالہ من شیوہ آتشِ فشاںی ہم
ز آہ و نالہ من شیوہ آتشِ فشاںی ہم
بدہ یک بوسہ لعلتِ شرابِ ارغوانی ہم
بدہ یک بوسہ لعلتِ شرابِ ارغوانی ہم
بوصلتِ از خدا خواہیم عیشِ کامرانی ہم
بوصلتِ از خدا خواہیم عیشِ کامرانی ہم

نگردد خامہ کس ہمنوا با خاماتِ باقر

گہرِ ریزی بر دہنم آمد و شکرِ فشاںی ہم

۲۹ دی شب بہ ناراشکِ چو مضرابِ میزوم
شدرتے کہ غسره تہہ آبِ میزوم
خواہم منی بر بود ہجرِ تو شبِ زاشک
آبے بروئے بختِ گراںِ خوابِ میزوم
بر یادِ روئے دگر گس متانہ تو شب
جامے بروئے آبِ بہ مہتابِ میزوم

در شوقِ جِسلوہ تو چو آرزینہ میر مید
 دستے بدامنِ دلِ بیتاب میزدوم
 چو ز فلکِ چو بر طوفِ غریبم کشید
 بر سر زردِ فرقتِ احباب میزدوم
 خونابِ دستِ کنونِ مستم ہیں
 در بزمِ یارِ حبابِ مئے ناب میزدوم
 در انتظارِ جِسلوہ تو ز رخِ تو شب
 آبی بروز دیدہ بیخواب میزدوم
 در شوقِ ابرویتِ بدرِ حنائہ حرم
 دستِ طلبِ بھلقہٴ محراب میزدوم
 دی مینود زانِ خرد شے بکلبہ ام
 فالے خوشے بمقدمِ احباب میزدوم

غافل ز فیضِ مبداءِ اسباب کائنات

باقر نظر عالم اسباب میزدوم

۳۰
 از شعلہٴ تجلیِ جانانہ سوختیم
 بر شمعِ آنِ عنادِ چو پروانہ سوختیم
 دیدم تہی ز جِسلوہ ساقی است میکہ
 از آہِ آتشیں خمِ خمخانہ سوختیم
 از آہِ آتشیں دمِ نطفہٴ رخت
 در جِسلوہ گاہِ حسنِ تو مردانہ سوختیم
 سو دئے عشقِ تست کہ بیخاناں شدم
 رختِ سر از سوزِ دلِ دغانہ سوختیم
 نورِ رخِ چو وادیِ ایمنِ بلند شد
 ہچو کلیمِ بے خود و مستانہ سوختیم

باقر ز ما شنودل دیوانہ را چو شمع

از سوزِ عشقِ آنِ بتِ نذرانہ سوختیم

۳۱
 روزگارِ یست کہ ما ہمدوم ہمراز قیام
 بندہٴ ناز تو و مونس و دمساز تو ایم
 سرِ بودے تو و محو خیالتِ دل زار
 چشمِ بر راہ تو و گوشتِ آزار تو ایم

فرش را ہم ترا سبزہ منط کرچہ ولے
 مایہ طاقت و صبر است براہ نوشا
 بندہ ناز و ادا کشتہ شمشیر جن
 مطربا ہوش رُبا پرودہ از نارسنج
 دم رفتارتو پایمال خرامت ہستیم
 چشم بر رُوئے تو داریم نظر باز تو ایم

نہ شکیبی نہ دہی دل بقناعت باقر
 مابے سنگدل از حرص تو و آرزو ایم

لے گلشن حسن دل نشینم
 باشد نہ کم از علو شانست
 آرم چو تو آہوئے بخواہم
 ہستم بغلامیت سرفراز
 یک جلوہ بکن بجائے من
 دُور از تو مردم و نشد آہ
 دور از تو ستادہ ام نجات
 از تو نہ شوم جدا ولیکن
 وے سر و رواں تازینم
 در سایہ تو یکے نشینم
 در بند وصال در کینم
 گر صاحب تاج و رنگینم
 خورشید جمال حمہ بینم
 یک جلوہ ز روئے تو بہ بینم
 اذ نے کہ بہ پہلویت نشینم
 روزیکہ گمنم در برینم

باقرچہ عجب ز بلع حسنش
 باشد کہ گہ گئے گلچینم

کہ از شمشیر نازت و لہکارم
 نہ آمد آن بتِ گلگونِ عذارم
 نمی آرد بتِ نیلِ شمارم
 اگر بینی یکے روئے نگارم
 کہ نختِ دلِ ہمیں از دیدہ بارم
 چه باشد کارِ با باغ و بہارم
 چلویم در نظر گل بود خارم
 کہ از تو طاقتِ دُوری ندارم
 کہ شاد بازورند و میگسارم

چه گویم طاقتِ گفتن ندارم
 بشم خون شد جگر در انتظارش
 فراموشم نمیکرد کہ در یاد
 شوی ز اہد جبدا ز زہد و تقوی
 بچشم این است مقصود دولت
 بہار و باغ من جانا تو باشی
 سحر کہ در گلستانا بتیورستم
 مشواز من جدالے من فداست
 بچشم کم ہمیں اے زاہدِ مزاں

دلِ پرورد آوردم بہ پیشیت

چه گویم باقر عصیماں شمارم

ہم عنبر تو دلربا ندارم
 این چشم من از صبا ندارم
 این درد ترا دواندارم
 زان کا کل مشک ندارم
 من عنبر ازین دُعما ندارم
 من مانے بخرند اندارم

من جنس تو کس آشنا ندارم
 از زلف تو آورد نیسے
 نھے بخشید و عییم گفت
 لے لے کہ در مشام بوئے
 خالق برساندم بچوہیت
 ہستم گدا ایش سرفراز

فانی شدہ ام بذات پکاش من یاد ز ما سواندارم
بے جلوہ روئے روشن تو ہرگز بے نظر ضیاء دارم

امید قضا کے جملہ حاجات

باقر بجز از خدا ندارم

جز عنبر تو با ہیچ کے ساز ندارم ہم جز تو کے ہم دم و ہماز ندارم
ہرگز مر و اے مایہ جانم ز بر من من طاقت صبر اے بت طناز ندارم
بہر چہ رہا ساختہ صیاد زرد امم میکشت کہ من طاقت پرواز ندارم
بتیابی شوقت ببرد خواب چہ سازم گردیدہ بہ راہت ہمہ شب باز ندارم
گر جلوہ گنی منت در می نکھی خیر من طاقت برداشتن ناز ندارم
سر سبز بود گلشن و من قید قفس آہ این فصل بہار و پر پرواز ندارم
در سینہ غم عشق نہاں اشتہام یک من چارہ ازیں گریہ غم ز ندارم

باقر غم و درد دل خود با کہ بگویم

اے اے کہ یک ہدم و ہماز ندارم

۳۶

اگر دنیا ندارم غم ندارم چہ شد بزخم گرم ہم ندارم
بغیر از جلوہ روئے نکویت درون دیدہ پر خم ندارم
بخزیک بوسہ لعل لب تو تمنّا در دل پر خم ندارم
ز دنیا کے دنی فانی نشتم چہ شد دینار و گرد ہم ندارم

ازیں غم چون نگر و دیشیت من خم
 بے در عشق دارم رازِ پنہاں
 گذارم چوں زمینِ کوئے جاناں
 منم محوِ جالت دیدہ تر
 نمیدانم چه میسازنی علاجم
 کدامی شب کہ از دردِ فراق
 کنوں ما و حسنم محرابِ مسجد
 صلاح کار بارِ دین و دنیا
 بدست آں کا کلِ چرخم ندارم
 بگویم با کہ چوں محسوم ندارم
 کہ صبر از تخت چوں او ہم ندارم
 سوئے مہر چوں شبِ نیم ندارم
 کہ در و دل میجا حکم ندارم
 چو بلبل نالہ پھیسم ندارم
 ہوائے زلفِ خم در حسنم ندارم
 ندارم آں من و ایں ہم ندارم

پریشانیت باقر قسمت چوں

چو زلفش کار خود بر ہم ندارم

شب کہ در بزم تو جالے مہ تقامیداشتم
 تو ز من بے بریدی و با مدعی در ساتھی
 عاشقِ جانب از بودم در بھائے بوشے
 او کریم است و رحیم من بہ ہر کربِ طب
 روزگارے شدنی آرد نسیم زلف او
 حیرتِ حسن تو شد مہر ز بانم ورنہ من
 از پئے نظارہ محرابِ ابرویت بلند
 کو کب اقبال براوجِ علی میداشتم
 من ز تو لے بیوفا چشم و فامیداشتم
 عزم جانم گر ہمیک کردی دامیداشتم
 در ہمہ حالے نظر سوئے خدا میداشتم
 چشم امیدے من از باد صبا میداشتم
 بہر عرض خدمتت صد مدعا میداشتم
 در دلِ شب تا سحر دست دعا میداشتم

بسکہ باقر آمد او از سفر بود است گرم
شب ہمہ شب گوش بر بانگ در میداتم

چون پس دیوار بامت بترے میداتم
چون کم پرواز یارب تا بآں بام بلند
زال دنیا را پر سیدم کہ باشد شوہرت
بندہ از بندگان ت بودے زاہد ولے
کاشکے ہچوں صبا بال و پے میداتم
گفت در آغوش ہر شب شوہرے میداتم
دل بدست اختیار دلبرے میداتم
آنکہ درد دل از غنم تو انکھے میداتم
سینہ آتش فشاں چشم تھے میداتم
ور تہ ماہم پیش ازیں باتو سے میداتم
تا چو تو در خانہ تاباں انکھے میداتم
کاشکے من ہم چو گلشت زرے میداتم
پیش ازیں بادگیراں خبر تو سے میداتم
بردوت از نالہ شور محشرے میداتم

در طریق عشق باقر چوں نباشتم مستقیم

چوں جناب پیر اصدق ہرے میداتم

بندہ ناز تو ام میل سخن بانگ منم
لذت بعد وطن حب وطن برد ز دل
ناظر روئے تو ام رو بگلستان منم
یارا غیار شدم یاد غریبان منم

برگنہ بسکہ مرا رحمت حق کردیسیں
 مایہ زندگی از بہر چہ سخی داد مرا
 سخنِ ناصح مشفق نکند سماع قبول
 فصل گل آمد و شد تازہ مراد غنچوں
 جلوہ حسن مجازاں و تدرم بر ذرخود
 در عشق تو عسیر آید از جان عزیز
 کام جاں کرد ز بس لذت در دم شیریں
 بے ثبات است ز بس روئے دل خود گزیریں

گفت از خندہ کہ باقر بہ غم مرگ تو من

نہ بیوشم سبہ و موئے پریشان کنم

میان بستم پے خدمت بکتر از سبارتم
 ز خوباں چشم بر بستم ز امر نفس گزستم
 نیم گر لایق خلوت مراں از در گم بارے
 رہا از خویش گزستم بذات دوست پیوستم
 کشادم چشم وحدت میں ندیدم غیر روئے او
 ز جان محو رضا گزستم بدل تسلیم تقدیر
 مگر با شد سر کویت فرداں از دی این

ز سر پا کرده در سر کار شاہ و دوسر رفتم
 ز دنیا سے دنی بے خطرہ حرص و ہوا رفتم
 مکن جو رجوا جاناں من از ہر دو فارتم
 ز آلام فگارستم بہ آرامِ بے تارتم
 شدم محو تماشایش زیاد با سوا رفتم
 بگشتم از سر مطلب ز حرف مدعا رفتم
 بدیدم جلوہ رویت ز ہوش ای دلبارتم

نستم بردت عمر سے ندیدم جلوہ روت
بصد اندوہ و حسرت ہا ز کویت دلر بار فتم

ز خود کم کردہ ام خود را نیند ارم خبر باقر

کہ من با ایں دل محزون کجا بودم کجا فتم

چوں نسیم آہ براہ تو پنویم چہ کنم
ز اہد از من تو مرغ از نکنم با تو غما
من بشوق لب لبس تو بمیرم ہمیشہ
شدت تشنگی لے و لے رگ جانم سوخت
من چرا بادل پر عشم نہ سازم کہ فلک
گرچہ از شکوہ بیداد تو ضبط نفس است
میرساندم بسیر عرش فغان و زاری
عیش من چوں نشود تلخ کہ ہر دم برپا

جلوہ سمرمانشوی گرتو بسویم چہ کنم
لایق سجدہ حق نیست وضویم چہ کنم
تو ز شرم ار نہ کنی روفے بسویم چہ کنم
آب تیغ ز سر گدگر بگلویم چہ کنم
در عیشے نخشا دہ است برویم چہ کنم
حال زار دل خود با تو نگویم چہ کنم
غیرت عشق کند خفت گلویم چہ کنم
فتنہ نوکن آں عہدہ جویم چہ کنم

من و چشم و رخ تابندہ آں ماہ لے

باقر اور انظرے نیت بسویم چہ کنم

مینوارم و بجز پیرمغاں یارند ارم
دور از گل رویت منم گوشہ عزت
موسی صفت از خود بردم جلوہ
میرسیم احوال دل خستہ ولیکن

منز لگے جز خانہ خم ازند ارم
میل گل و گلشن سرباز ازند ارم
لے و اچہ کم طاقت دید ازند ارم
چوں عرضہ دہم طاقت گفتار ازند ارم

نے مومن و کافر نہ منم بیشخ و بزم
 در بر چو کشم می بردش خوابِ شبِ صل
 جز در او سے وصلت نبود ہیچ دوا سے
 خاموش زبان میکنم خیرتش
 از مکر و دیا پالم و صدتکر خیرتصال
 کشتائے سر کیسے خود بہر سلوکم
 تا منزل جانانہ خدایا برسم چوں
 دور آمد و من طاقتِ رفتارندارم
 گویا پئے مطلب لب انہارندارم
 ز اہد صفت ارجبہ و دستارندارم
 منع طمع در ہسم و دینارندارم
 در دست و گلو سحر و زارندارم
 آیا چہ کنم طالع بیدارندارم
 جز صد مہ ہجرت و گرازارندارم

خوش گفت کے باقر و من نیز بگویم

من در دو جہاں غیب خدایا زندارم

۴۳ در فرات ماہ من باشور و تامم ختم
 با نغان و زارعی شبہائے پیمم ختم
 با رخ زرد و دم سرد و شرار آہ گرم
 با دل پرد و دو غم با چشم پریمم ختم
 طاق ابرو سے ترا ز دور کردم سجدہ ہا
 قامت خود را بہ تعظیم قدرت ختم ختم
 در فرات غنچہ سال بستہ ماندم زور
 گر یہ شبہا بر گل رویت جو ختم ختم
 جبہ وقف سجدہ ایزد نکردم و ادیرغ
 چہ وقت خود وقف رہ دینار و دہم ختم
 تو بر خم غیر رگ زن مرہسم کافورنہ
 پائے خود وقف رہ دینار و دہم ختم
 آدم ستانہ و ش جام و سپور ابر زوم
 من بجائے زخم خود از شک مرہم ختم
 بزم عیش میکشاں بیض فرہم ختم

فکر با کردم شد بہ باقر این زخم دلم

ساز با بقراط و با عیسی مریم ختم

شب ز بتیابی دل روئے بگلشن کردم
 شب فقیرانه در صاحب دولت بدم
 به تمنائے تو سیر گل سوسن که دم
 کفر و دین را نشناسم که شدم بنده عشق
 داہنا، سچو گدا گدیہ رخسار من کردم
 گرم جولان سبند آدہ آں مایہ ناز
 رو کہ قطع نظر از شیخ و برہمن کردم
 تا تماشائے جمالت کنم از دیدہ دل
 جیہ را وقف سجدہ ستم توسن کردم
 بسراغت ز سیدم تو کجائی اشوخ
 سینہ بشکا فتم از نالہ و رزون کردم
 لے خوشاباغ کہ دایم بو دش فضل ہا
 جستجوئے تو بہر کوچہ و برزن کردم
 من بگلزار حسن زان دیدہ نشمن کردم

با قراں مایہ علیے کہ مرا بود و فنی

صرف نیماں بہرہ آں بت پرفن کردم

۴۵
 ز صحت کی طرف رنجور در و لا دو بودم
 شہودم در شہادت شد و را اندر و را بودم
 مریض عشق بودم فارغ از فکر دو بودم
 بری از بیم و فارغ از رجا بودم خوشا عالم
 اسیر بندگی اینجاست دم آنجا خدا بودم
 رسیدی بر سرم ناگہ ولے نہ نشسته بر گشتی
 میرا و منترہ ہم ز تسلیم و رخصت بودم
 منم کنوں کہ در راہت بخارا تاواں ہستم
 چرا ایگانہ و نش رفتی نہ آخر آشنا بودم
 چشم اہل منبتش ورنہ روزے تو یا بودم
 نشستم بر سر راہت نہ آورد از تو بیغامے
 سحر در انتظار مہت دم پیک صبا بودم
 چہ از بخت زبوں ناالم شد و اعقدہ کارم
 کہ من عمر سے درازے ناخبر دست بودم

چہ گویم تاچہ بودم عرقِ بحر گنہ بودم
ولیکن کشتی اہل صفارا ناخدا بودم

زبان و سود خود باقر بدست یار پریم

زنا کامی نہ بد بردم ز بس محو صبا بودم

۴۶ رواجِ راحت ورنج از میاں بگردانیم
کمال ذاتی خود چون مرادست شہرہ و ہر
بر آن سہم کہ شعارِ جہاں بگردانیم
ز کار عشق ز معشوق چون شد کام
تفاخر سیت کہ از دو دماں بگردانیم
غبار خاطر نازک اگر فسانہ مات
بخواہم اینکہ از ان سوغناں بگردانیم
زبانِ ناطقہ بندم بیاں بگردانیم
کہ راز عشق نہانت عیاں بگردانیم
کنیم گریہ و سہرناہا ہمی خواہم
چساں ز قول تو دل شادماں بگردانیم
بچند وعدہ مہر من یکے نکردی رات
بسوئے فصل بہاری عنان بگردانیم
بیابا کہ ز وصلت ز سہر جواں گروم
ازیں چین پریم آشیماں بگردانیم
قرار گاہ خوشا بود گلشنِ قدسم
بگرد و فرقی تو دل را دجاں بگردانیم
بیابا کہ بیائے تو سہر بفتانیم

بگوشہ نشینم سیا و حق باقر

ز روئے خلق رخ خود نہاں بگردانیم

۴۷ قیام قبلہ جاں میپرستم
سراپاشان یزداں میپرستم
مس آں مہر درختان میپرستم
چراغ دین و ایماں میپرستم
سرم وقفِ سجودِ درگہ اوست
ہجائے اوج عرفاں میپرستم

نصیبم نیست بارِ درگہت آہ
 ز حرفِ کفر و اسلام خبر نیست
 من از یک عسمر و یان میپرستم
 حریفان گوہرِ مقصودِ برون
 ترا سے جانِ جاناں میپرستم
 بجان و دل ندارم غیرِ اصدق
 منم کہیں داغِ حیران میپرستم
 ہماں سلطانِ خواباں میپرستم
 حس و خارِ سیاہاں میپرستم

بیا باقر بخوان بہ خدا باز

قیامِ قبیلہ جاں میپرستم

۴۸ جلوہ حسن کسے در دل نالاں دایم
 تاجرانیم و سرکشورِ جاناں دایم
 وہ چہ گنجے است کہ در منزل ویران دایم
 در ہوائے زح او خار بدوشیم مدام
 نختہا سے دل ص پارہ بدکان دایم
 ہر نفسِ نختِ دل از دیدہ پرخوں ریزد
 حالِ آشفتگیِ کاکلِ جاناں دایم
 چوں بگلہائے جہاں یوئے محبتِ نود
 گل بچیند چہ گلِ زیبِ گریبان دایم
 تاز صاحبِ نظر انیم دریں باغ وجود
 نے دماغِ چین و نے سرستان دایم
 سایہ ساں نیست زوات تو جدا ہستی ما
 نرگس آسا برخش دیدہ حیران دایم
 جلوہ گریشان و خوب از سر مکان دایم

یکہ تازانہ مضمار بلاغت باقر

توسن طبع رواں برس جو لاناں دایم

۴۹ سحر با مطرب و مینا و ساتھی درچین رستم
 زجاں درانتظار آں بت پھان کن رستم

گل رویش تماش کردم و از خویشتم
 ز سرد کوئے جانان بچو بجز آنستم
 ز دین شیخ بگشتم بکیش برهنستم
 چه سنگس ساعے بودا نکه در قید بدانستم
 بصد حسرت بشام غربت از صبح وطنم
 بزخم تیشہ حسرت من خونیں کفنم

سحر گہ چون صبا بر بام آن رشک چینستم
 ز طوفان بلا بر جستہ بیرون از وطنم
 چه پندم میدہی اکنون کہ در عشق تباںم
 سبک پرواز باغ قدس بودم لے خوشا وقتے
 ز بس بیرحمی خویشاں ماشد موکشاں
 شہید نازا بودم قتل غمہ در مرقد

بشوق استلام عتبہ پیران خود باقر

گہے اجمیر و گہ دہلی و گاہے دینم

برق از طوفان بہت درخس نیازم
 پنہ در گوش سماعت چوں لب مینازم
 دست گرد دامن آن شیخ بے پروازم
 دست و پا ہر چند چوں بل میں سودازم
 چاکہا مانند گل در جام تقویٰ زدم
 جام عشرت بامی و مطرب لب در یازم
 طبل رسوائی عشق آفت و بالا زدم
 پا پر پرواز خود را بر پر عنفت زدم
 گریہ ہا کردیم روز و نالہ در شہا زدم

۴۵ حاصل ملک جہاں لہا بہشت یازم
 ہرزہ بود از ناصحان از بسک پند ترکم
 گرچہ میا کسیت معذورم ز فرط شوق خود
 رہ بکوئے یار برون از قضا قسمت نشد
 خلعت رندی عطا فرمودا سلطان جن
 نالہ پرورد بود و گریہ و خونار ب دل
 مست سودایم شرح نام و ننگ زبا پر
 تا مقام ماب سعی فکر کے تہواں رسید
 در نظر ہرگز نیامد علوہ وے

فتح باب مدعا باقر نمی آید بدست

بس در دیر و حرم چون مومن تر سازیم

تا نه بینیم جمال تو شکیب نشویم
 آنچنان محو خیال رخ زیبای تو ایم
 تا بیاد گل رخسار تو در حنا نه خویشم
 هر دم از مبد و فیض است تقاضای عروج
 تا ز خاک قدمت دیده کحل نشود
 گر چه بس فتنه کار است بلا عشوه فروش
 جمع ممکن نبود حیف بخوداری و شوق
 یار چون واقف راز است به انت که ما
 تا صحا دیده بینا بچپ حق داده اگر
 و اشک ما همه موقوف شکر خنده است
 طالب دنیا و عجبی چون باشد —

بپسجو باقر تسلیم فکنیم به پیش
 گر رسید تیغ زدست گله آرا شویم

رودیف نون

۱ چو آں رعنا غلام رشتہ الفت برید از من
 بعشق آتشِ روی چو مشتق گریہ میگردم
 ز خون من کہ لے قائل نگارِس کردہ پار
 چراغِ ہستی ہم گل شد چو شمع صبحکہ امشب
 چہ گویم بتو چوں بگذشت شب از فرط تپنا
 ز انسون جنوں آہ نہ نمودم ام چوں مجول
 بزنگ نے ہجرت ہمہ تن شور و افغانم
 پریشاں ماندا ز حیرت طیب من ز احوالم
 تو لے نعمتہ بلبل پریشاں خارج اہنگت

دلم از سینہ چوں آہو بروں حبت میزدن
 بجائے قطر ہائے اشک انگر محکبید از من
 ز غیرت آب شد در سینہ خون صد شہید از من
 بہ اندازِ عجب آتشوخ و امن بر کشید از من
 نیک دل بلکہ ہر عصفورے چو سبل مطبید از من
 غزالے را کہ از وحشت بجلی می رسید از من
 چہ غیر از نالہ و آہ سے کیے ایجا شنید از من
 ز شوق میطیبید از بس چو شیریاں ہر ویز از من
 ہجرت نالہ متانہ ہر کس شنید از من

نظر بر رحمت داریم باقر با ہمہ عصیاں

کہ خود گفت او بنیاد گشت ہرگز نا امید از من

۲ رحمے بحال بیدلاں چندان خراب کاری کن
 ناز و ادا و غمہ را صرف دل آزاری کن

باشد مشام عطرسازان کا کلِ عزیزِ فشان
 لے من فعلے میں او آخر کہ گفت ای دربار
 لے نافہ چینِ پیش من بصریہ عطاری مکن
 دلدادگانِ خویش را یک ذرہ دلداری مکن
 بر کن نگاہِ ناز را بر حالِ بیاران نگر
 لے چشمِ جاوئے کسے خود غدِ بیماری مکن

در حلقہٴ زندانِ بیازاہد بخشِ پیمانہٴ

مستی کن و دیوانہ شو بہودہ ہتھیاری مکن

۳ خاطرِ غمزہ از من دلِ شادِ اردگران
 بسکہ ناز تو کشیدیم زیادِ اردگران
 خارِ حرمِاں ز من بخشل مرادِ اردگران
 سرگراں کردہ بما بودی و شادِ اردگران
 ہم بہ پیش تو بنا لیم ز جو روستمت
 مانخواہیم زبیداد تو دادِ اردگران
 شکوہِ غنیتِ اینس رو کہ فراموشم کرد
 شکوہِ اینست کہ چون سلتمتہ یادِ اردگران
 گرچہ آشوبِ جهانست جیناں لکین
 حسنِ تو فتنہ بر آنگیخت زیادِ اردگران
 جز بدر گاہ تو امیگہ ما نبود
 مانہ آیم کہ خواہیم مرادِ اردگران

طعنہ بر باقرِ دل سوختہ درِ عشقِ مزین

گر بہ آیینِ وفا خستہ فداِ اردگران

۴ داغِ عشق تو بود زیبِ جبینِ دلِ من
 وسعتِ آبادِ فروخت چو بدیش گروں
 نامِ پاک تو بود نقشِ نگینِ دلِ من
 از سرِ غمِ بوسید زینِ دلِ من
 خانہٴ دلِ ہمہ از غمِ تو پرِ دانتہام
 جز بیداد تو کے نیست مکنِ دلِ من
 جاں پے در صلح فدائے نگہِ ناز تو کرد
 چشمِ منتت چو کمر بست مکنِ دلِ من

از تجلی جسمال رخ پر نور کے ہست خوبے عجبے پرہوشینِ دلِ من
ہست کویت صنما کعبہ مقصود مرا آستان تو بود عرش برینِ دلِ من
نہ مسلمانش تو ان گفت و نہ کافر باقر

می ندانم چہ بود ملت دینِ دلِ من

۵ بیا در کوچہ او شور محشر آتماش کن
مصفا ساز از حسن وے آئینہ دلِ را
دریں جام جہاں میں روئے دلبر آتماش کن
بقدش ہمہ سری وارد صنوبر آتماش کن
بیا و انتظار چشم بر در آتماش کن
دریں دریائے بے پایاں شناور آتماش کن
جمال عارض آں ماہ پیکر آتماش کن
بہ بحر عشق طوفانی ست گر خوشی نوح
نصیحت میکنی در عشق او ناصح مرا کیہ

بکام غیر مارا دور کرد از بزم وے باقر
جفا ہائے سپہ سفلہ پرور آتماش کن

۶ بخود از نظرہ دلدار میباید شن
از سنانِ غمغہ انگار میباید شن
مست از پیمانہ دیدار میباید شن
کشتہ تیغ نگاہ یار میباید شن
مست لایعقل سربازار میباید شن
خواب غفلت تا بکمر بیدار میباید شن
محو صورت محرم اسرار میباید شن
نکتہ ہا دار دے بر صنعتِ نقش وجود

تا کجا ضبطِ نفس میکنی دلِ من پیش او حال دل را بر سرِ اظهارِ میباید شدن

میتوان آرزو گشتن با قراقرز قیدِ خودی

بی حجاب از پردهٔ پندارِ میباید شدن

بے تو درو آنست ای خورشیدِ سیارِ ریتن که مرا ز نیگونہ باشد آہ زین بارِ ریتن
تا کجا خلوتِ بیازا ہد بہ بزمِ میکشاں خوش بود باستی و با جامِ مینارِ ریتن
من فدائے تو بیائے مرگِ تناکے تھیواں بانفغان و نالہ و نسرِ یادِ شہارِ ریتن
با غم و دردِ فراقِ زندگانی مشکل است خود بہنہ چوں توان و زارتو جانارِ ریتن
ساز کن پیمانہ لے ساتی کہ آمد نو بہا نیست خوش در فصلِ گلِ بجایِ صہبارِ ریتن
در تمنائے تو مارا بہر نفس در موجِ اشک نقش بر آب است چوں گداب در یارِ ریتن
از بس بردنِ عجیبِ یارِ مردنِ تہہ رست خوش بود بادِ لرباد در عیشِ شہارِ ریتن

چوں نباشد با قراقرز اجنگِ فہموت با کھے

میتوان در دہرِ با لطف و مدارِ ریتن

چوں لب گلِ روزی من ساز خندانِ ریتن تا بکے یارب بزنگِ شمعِ گریبانِ ریتن
از غم و دنیا نباید ایست در روستا ختن میتوان لے ہفتیش باروئے خندانِ ریتن
تنگنائے دار دنیا محبسِ سخنِ من است شاد و حنہم چوں تو اندکن زندانِ ریتن
بے نصیبم از لبِ لعنتش کہ در مانِ من است خود گم مر گے بود در شوقِ در مانِ ریتن

لہ روسا سخن یعنی شرمندہ شدن۔ من بیک ریح گوید سہ مجموعہ جاب از آنکس کہ صاف طریقت نیت : تفائلے آئینہ روسا سخن بنیادہ
(از صطلمات الشرا) ایضا معنی دگر گزینہ شہادت است۔

گر کے جانیر شود از ناز او باشد وے
 در اماں بودن دستِ نفسِ کافر مشکل است
 چیت شمشاد و گل و نسیرین و در زنده ام
 حاصل زہد تو ز پادشایت جز عجیب و ریا
 چوں دلِ حسیع تو آرم خاطر جمع از کجا

کامِ بخشہا کنڈاں شوخ باقر غیرا
 آہ میگوید مرا ہمدوش حرماں ریتن

مایم و در فراق تو شبہا گریستن
 در شوقِ نوشِ آن لبخنداں ست کازن
 در ہر یکے طبیعت دیگر نہادہ اند
 بپارکار خویش بقدرِ روشاد باش
 چوں حال دل بدوست نویسم بزنگار
 آہستہ اشکِ یزنی مضبوط نفس خوش است
 بے گریہ کار دل نکشاید بے بیسج جا

باقرہ شستہ شد ز دل یار گریستن

خوشتر ز گریہ تو بود نا گریستن

جانا بیا جب وہ و ترکِ حجاب کن
 بالیں ز بازویم کن و باناز خواب کن

خون ناب دل رواں ز چشم پر آب کن
 خنجر کلف بیا و لقب تلم شتاب کن
 از خشم او ترس سوال و جواب کن
 ہاں نشاۃ کیسویے پر بیچ و تاب کن
 مگذار این متد ز برائے ثواب کن
 آتش بخر من دل ہر شیخ و شتاب کن
 ہر چند باعتبار نمائی خطاب کن
 آہے ز سینہ برکش و چشمے پر آب کن
 ساقی بیا و ساغر من پر شراب کن
 جولاں بازو کشتور و لہا خراب کن
 یارب ز لطف دعوت ما متجاب کن
 بیگانہ از خور نق و اجنباب کن
 لغت بکار زندگی چوں جناب کن

در ہجر دوست گریہ کن و ترک خواب کن
 سیر آدم ز زندگی از دوری رخت
 تا چند ضبط شکوہ برواے دل خیز
 بر ہم مدار خاطر عاشق ز بر ہمیش
 دل میطیبد بجز تو دستے بسینام
 بیرون دراز پروہ و از شعلہ عذار
 روئے تو سجے من خستہ جاں یکے
 اے مست جام غفلت ہر روزہ یک شبے
 آمد بہار لالہ و گل چہرہ بز فروخت
 اے شہسوار اشہب آہو خنجر ام را
 بر آستان پاک جیب خود مرساں
 یارب رساں ز لطف بہ آبادی قدم
 خواہی زدن چو غوطہ بہ موج اجل حضور

باقر بیا بمبکدہ دستے بجام زن

در کار خیر تا بتوانی شتاب کن

۱۱ در چین چوں بگذری سر و سمنیر یاد کن
 تشنہ لب ہر گہ شوی از حوض کوثر یاد کن

سنبستماں را چو بینی زلف دلبر یاد کن
 چوں تبری از گنہ لطف پیسیر یاد کن

چشم بنداز هر ورق در صفحه دل کن نظر
 یک با اجاب خود آراستی بزم شراب
 تشنگان وصل را از یک دو ساغر یاد کن
 فتنه روز قیامت راز بالایش نگر
 از بیاض گردن او صبح محشر یاد کن
 گوهر عقد ثریا را در گوشش شمار
 چون به بینی ماه را آن ماه سپیکر یاد کن
 چون بخوای کام دل بر گوشتی کلک کش
 چون مصیبت رود بد شیر و شیر یاد کن

در بیابان طلب یا قمرش منت ز خضر

ره چو بنامی غلط از پیر سب یاد کن

۱۲ گریه بار آورده اهل نظر خندیدن
 صحبت ما تو میداشت بهار عجب
 میکند دل دل شب همچو سحر خندیدن
 از ادای تو بجا هست اگر میارد
 گریه تلخ زمین از تو شکر خندیدن
 از لب عاشق گریبان تو ممکن نبود
 لب و دندان تو بر لعل گهر خندیدن
 بسته میدار لب خود که پریشانی گل
 زعفران زار گر آرد به نظر خندیدن
 چه بلائیت ادایت که بود افت جان
 گشت در صحن چمن پیش بهر خندیدن
 بارخ همچو گل تازه و تر خندیدن

باقر از خنده بیهوده لب خود بر بند

که بود عیب بر اهل هنر خندیدن

۱۳ رود همش و خرد از جلوه خسار ماه من
 یک زردیده دیدن ل بر دجا و نگاه من
 گر وصل تو ام جانانم ایطالعسم شون
 سیه تر از شب هجران بود نخت سیاه من

ز فیض معدش روشن چو صحنِ لامکاں گردد
 دہد در کلبہ تارم اگر تشریف شاہِ من
 حذر کن از دمِ گرمِ دلم اے جانِ جانِ نہ
 زند آتش بگردوں چون بخند برق آہِ من
 ز شرمِ کثرتِ عھیبان نہ آید عذرِ تقصیرم
 امیدِ رحمت باشد خدا یا عذر خواہِ من
 بغیر از خاک کوئے تو نہ از دمِ سحرِ طبعائے
 ہمیں دیوارِ بام تو بود پشت و پناہِ من
 بے ہر چند در لہش نمودم جانفشانیہا
 بت سنگیس دلم ہرگز نہ آرد و براہِ من
 چو فریادم شنید آں مہ بگھٹا ہاں تو ان دین
 کہ مینالہ بجوئے من کہ باشد داد خواہِ من
 مباد ازین ادا آلودہ گرد و دامنِ پاش
 نہ بیند از حیا سویم بتِ عصمتِ شعارِ من

صدائے آفرین خیزد ز جہ جمع سامعان!

نہ تنہا ہست بر شعر تو با قرواہ واہِ من

بیایے سرو من اینجا بفرمایید داغِ من
 چہاں از ناتوانیہا بہ عشقش بے نشان گستم
 ۱۴ کہ رشک گلشن رضواں بود گلہائے داغِ من
 چہاں از نگہت زلفِ سخن سائے تو سرمستم
 کہ مرگ از کاتبِ اعمال میسر سراجِ من
 بہ ترکِ شیوہ رندی چہ پندم میدہی ناصح
 کہ بوئے گلشن و گلہا نہ بر تابد داغِ من
 ز بس پروانہ ام بر شمع روئے پاک میں شوئے
 ز معشوقِ وحی مینا کجا ممکن فرایغِ من
 نہ از دستِ نوال تو کہ از نجت زبوں تالم
 بچشمِ اہل سنبش سر مہ شد و در چراغِ من
 کہ از لطف تو اے ساتی نشد پرمی ایغِ من

اگر آن شمع رو با قمر نگر و شمع با نیم

چراغِ خانہ تار یک من شہا ہست داغِ من

۱۵

وانگے از عاشقِ بیدل نہ پروا داشتن
چشم را در راه مقدم تا سحر واداشتن
بایدت آئینہ دل را مصفا داشتن
از پئے آں میہاں باید مہیا داشتن
گردش از خطِ سیہ شرح معما داشتن
لوح دل را خالی از حرفِ تمنا داشتن
در بغل در دست ہر دم جامِ نیا داشتن
بر رخِ روزی نشد چشم تماشا داشتن
کا کل شبگون بیوئے مہر سیا داشتن

ایں چنین حسنِ یلیح و روئے زیبا داشتن
تا کجا سوزم بہ شوقِ از کہ می آید بگو
تا نماید جلوہ در وے پر تو حسنِ ازل
ساتی از خونِ جگر می وز دل پر غم کباب
چوں دہن باشد محائے عیثیں آمد ضرور
چوں تمنا بر نمی آید ترا می بایدت
تا صحا پندم چہ گوئی شد شعارِ من چنین
از چنین چشمے چہ حاصل وایے بقدر چو
می رہاید صبر و طاقت تاجِ زیریں کج بہر

روز در فکر معیشت باش و باقربایت

نعرہ یا هو و یا امن ہو بہ بہا داشتن

۱۶

ہر چہ خواہی بکن از پیشِ خودم دور مکن
گو تجلی پئے من بر خجبرِ طور مکن
تو در بغ از طلبش تا حقت دور مکن
خدمتِ حضرت او بر طمعِ حور مکن
تیز بر سنگِ فسانت دم کا طور مکن
زیبِ فرقِ سر خود از غرغفور مکن

ایں تدرج و جوار بدل رنجور مکن
از فروغش دل من وادی امن باشد
گر چہ بے جذبہ او تادرو صلش زری
از عبادتِ تو ان نخواست بجز رضائش
جاں سپردن بہ تہ تیغ تو دشوار خوش است
جیبہ سانی بدرت ہست ز شاہی خوشتر

گر چه شوق طلب سیر دیار و امصاً ناز پرورد بت من سفر دور مکن
خوش بیا با رخ بے پرده بہ بزم عشاق زیر برقع مہ من عارض پر نور مکن
در رہ زہد اگر می طلبی حسن قبول مایہ صدق و صفا آرد لائز و ر مکن

بختنت گر عویش کو چہ جانان بخشند
باقر از راه مرو ہرگز منظور مکن

۱۷ ای عیسی در دہم نہ مہے بریش من
بہر بہائے بوسہ دارم بکفت این نقد دل
نوشے منیدارم اگر مانند زنبور عسل
کردم بی پائے آن صنم همچوں بر بہن سجدہ با
رفتم چوسے آن صنم گفتا بصد لطف و کرم
آخر یہ عشق آں صنم نقد دل و دیں با تم
کالے دریں سودا کروایں عقل دوزیدش من

۱۸ برگ آخر کشیدے والے احوال عجیب من
کجا این چشم خونبارم کجا نظارہ رویش
دم نرعم بیا و از حدیثے زندہ ام فرما
بیا جانانہ ام بنما بہار گلشن حُنت
بصدنا زوادا امشب بہ آغوشم بوداں مہ
چہ بر صنم نہی دنتے برو نادان طبیب من
کہ وصل او بخواب اندر کرد ہم نصیب من
کہ گر عیسی بود جسرتو منی با تبیب من
کہ چہ چہ بر گل رویت نماید غلیب من
بروغون بگرمی نوش و بر زرن رقیب من

کجا انجم تو اند شد طرف مهر و خشاں را
کجا حسن مہ کنغاں کجا حسن حبیب من
میان ما و اوقریے و بعدے بوجہ باشد
کہ من دورم ازو بسیار و او باشد قریب من

بہ ہجر تو زجاں رفتم نہ پرسیدی یکے آخر

کجا رفت و کجا شد باقر میکین غریب من

مشکل برخت دیدہ بدیدار کشاں
اے پردہ نشین شاہد مستور چہ لازم
ما و نظر یاس بہ دیوار کشاں
در بستہ بروئے چو مہ باز چہ حاصل
روزن لے نظارہ بدیوار کشاں
تا شہر شود دشت ختن بادت ای شوخ
بے صرف لب وعدہ دیدار کشاں
ز اہد تو نہ محرم اسرار نخواہم
بر بام یکے طرہ طرار کشاں
وارم گلہ بسیار ولیکن نتوانم
در پیش تو گنجینہ اسرار کشاں
تا واشو دم عتدہ کار دل شیدا
پیش تو زجیرت لب انظار کشاں
خواہم نبرد گر چہ بھرتو برویت
باید گرہ از کاکل خندار کشاں
روزی نشدم دیدہ بدیوار کشاں

باقر بودت دیدہ گریاں خوش و ناخوش

در خذہ دولب بیدہ بسیار کشاں

سرور دوسرا معین الدین
توشہ سی من غلام بر پائیت
ہادی و ترہنما معین الدین
در و منڈ آدم بہ چشم و توئی
میکنم جاں مند معین الدین
ورد ہارا دو معین الدین

ما مصینیم روضه پاکت
 نور حق جلوه تو و شانت
 هست دار الشفا معین الدین
 در مشامم بگو که بوئے خوشت
 هست شانِ خدا معین الدین
 گشته بیگانه از همه با تو
 برساند صبا معین الدین
 گشته ام آشنا معین الدین
 نیست خوبے بر حسن و زیبائی
 چون توئے دلربا معین الدین
 خوش بیا و نشین چشم و سرم
 مرحب مرحب معین الدین
 آدم بر در تو حاجتمند
 حاجتم کن روا معین الدین
 من غلام تو و مراد برنج
 بشنوائیں ماجرا معین الدین

یک نگہ از کرم کہ بندہ تست

باقتربینوا معین الدین

۲۱

ہادی و رہنما معین الدین
 سرورِ اولیا معین الدین
 رہبر و پیشوا معین الدین
 ہمہ زیبائی و کرشمہ و ناز
 ہمسرا نبیا معین الدین
 ہم طیب و معالجِ مرسم
 شاہد دلربا معین الدین
 از پے مغفرت و سیلہ من
 ہم دوا ہم شفا معین الدین
 نیست بچوں جمال عارض تو
 مقصد دعا معین الدین
 وارہا نندہ قلوب از عشم
 صورت دلکش معین الدین
 واقع ہر بلا معین الدین

دل و جانِ عزیز و ہوش و خرد
 بر تو گردم فدای معین الدین
 نشود آشنائے کس ہر کو
 با تو شد آشنا معین الدین
 نور چشمِ حسین ابنِ علی
 سید دوسرا معین الدین
 تو طبیعی و من مریض تو ام
 کن کرامتِ شفا معین الدین
 روز روشن ز نور دوست ششم
 ہست نور و ضیا معین الدین
 اندریں ہر دو چشم تیرہ من
 روشنی کن عطا معین الدین
 شمع دین شد ز نور اور روشن
 آفتابِ ہدیٰ معین الدین
 نور ایزد عیاں ز عارض او
 مرآۃ حق من معین الدین

نظر سے کن ز لطفِ داز باقر

عفو فرما خطا معین الدین

فغان و زاریت تا چند بس کن
 منال سے دل چنیں ضبط نفس کن
 بروں از خانہ شو کن سیر بازار
 بشوخی جلوہ بر پشتِ فرس کن
 مکن آزاد صیدِ نحوشتن را
 بیشکن بال و دقید نفس کن
 بسوئے عاشقان برقِ نگاہ
 بیا و آتشے در مشتِ خس کن

کد امی کار رواں می آید ای دل
 بروں شو گوش بر بانگِ جس کن

رَدِیْفِ وَاؤُ

- بسوخت ز آتشِ حسرتِ دلِ خلیل از تو
 بدید و کعبہ بغیر تو نیست جلوہ کنی
 بخواہم از کہ بغیر تو راہ مقصد با
 جدا فادہ ام از بزم وصل تو لیکن
 چو میل سُرْمہ بچشم ہی کنی رفتار
 بشا ہر اہ محبت بحق تشنہ لبان
 محقق است کلامت ہر آنچہ میگوئی
 نظر بروئے حسیناں بود تماشایت
 تمام سُم بعضیاں گذاردم انون
 نہ واقف است نخل از تو باقر اتہا
 بخون دل بخورد و غوطہا قتیمل از تو
 چوں برق سوخت جاہنا گلگون قبائے تو
 خوں کرد دعا لمے را رنگیں ادائے تو

گے خون ز دیدہ ریزم کہ لخت دل نشنم
 گشتیم محو حیرت در جلوہ گاہ جنبت
 یکرہ نشد گذارت تا گوشہ دل او
 از لوح دل ستردی حرفِ وفا بکلی
 جانا چہ بگویم در وجدائے تو
 از خودر بود مارا ایس خود نمائے تو
 آہ رسا چگویم از نارسائے تو
 خون شد دل ای شکر زین کج اولے تو

مرغان خوش نوارا شد برق خرمین جان

ای کلک نکتہ سخن آتش نوائے تو

۳ جاں میدہد بقالب بیجاں نسیم تو
 تاکے بدوری تو بسوزم بیان شمع
 رجمے کنی اگر تو باہم چہ کم شود
 جانا گدائے کوفے تو با شتم ہیں بہت
 دلہا فدائے شیوہ ترکانہ غمزات
 جانا ز ما بریدی و با عنین ساختی
 گفتا ہا دست بدستم جو بوسلی
 شرمندہ آب خضر ز خاکِ حریم تو
 اے من فدائے شہرہ خلقِ عظیم تو
 محروم کس نشد چو فیضِ عمیم تو
 آں بخت کو چو عنین کہ با شتم ندیم تو
 جانا ہلاک خندہ لعلِ بسیم تو
 آں وعدہ ات کجا شد و عہدِ تیدم تو
 پیدا است درد عشق ز نبضِ تیدم تو

باقرچہ نغز بخت ز کلک تو ایس غزل

صد آنسیریں بہ وقت طبعِ سلیم تو

۴ یاد از من دلخستہ نیاری عجب از تو
 اغیار بود محو تماشائے تو و من
 اے حضرت مخدوم بہاری عجب از تو
 دور از تو کس نم نالہ و زاری عجب از تو

در خون جگر بچو من بندہ نازت
 غلطہ سر کوئے تو بخاری عجب از تو
 صد داغِ عنلامی تو دایم تو بیکرہ
 مار از عنلاماں نشماری عجب از تو
 با آنکہ فتندم بہت نقد دل جان
 پروئے من خستہ نزاری عجب از تو
 صد غرقہ طوفاں بلا رستہ زدست
 از بحرِ عنم گرنہ بر آری عجب از تو

دستے ز عنایت نہی برسِ اغیار

بر باقر خود جسم نیاری عجب از تو

خط بر آرد ولبت رونق آں رنگ تو کو
 شوخی و ناز کجا شد ستم و خنک تو کو
 ربط با مدعیان ہست کنوں شیوہ تو
 نخوت و شان تو و شرم تو و ننگ تو کو
 گرسہ ہمسرتی بامہ من ہست قمر
 خط و خال و لب لعل و دہن تنگ تو کو

بینمت خستہ و افسردہ چہ شد باقر من

جوشش و دولولہ و ہمت و آہنگ تو کو

خفن ز نگہت زلف تو مشکبار از تو
 چمن چور وئے تو شد نو خط بہار از تو
 شر آہ دم از تو شد ز چرخ بر لب
 دو چشم من شدہ از گریہ جوئبار از تو
 ز تیغِ عنفرہ سفاک کشتیم از ناز
 شدم شہید و شدم صاحب فرار از تو
 تار ناز تو شد ہم عاشق و معشوق
 گل از تو سوز تو قمری و ہزار از تو
 جمال تست و من و حسرت لے مہ کنعاں
 غریز مصری و شدم مصر ایں دیار از تو
 چو تیر غمغہ فلکندی بسوئے من از ناز
 دلِ حسین من خستہ شد فگار از تو

چہ شرح حال خودم پیش تو کنم جانم
کہ ماندہ ام ہمہ شب بتیو بیتیہ راز تو
نہ کاکل است براں عارض صفا آگس
نشانہ شد بر گنج طرفہ ماراز تو
دو چشم زگس و گیوئے سنبل و رخ گل
بدیدہ ام من شیدا عجب بہاراز تو

براہ تو ہمہ من شد چنان عدم باقر
نماند ہیچ از وجہ نہ کفِ غباراز تو

خار ز راست چمن لے گل خنداں بتیو
چہ بر آید ز گل و سوسن و ریحاں بتیو
آتشین روئے تو کو کشت مرادست برد
چوں گذشتہ ست چہ گویم زمستان بتیو
جلوہ از ناز بفرمے بظلمت کہہ ام
ہست بے نور مراد شمع شبستان بتیو
زوم سوئے چمن تا تو نہ آئی از ناز
سر من خوش نبود سیر گلستان بتیو
ماہ من گنج مراد است وصال چہ کنم
خود اگر دست دہد ملک سلیمان بتیو
جلوہ آرا خود اگر ویست کنعان ست چہ
رونق بزم محال آمدہ جاناں بتیو
یکرہ از ناز بیاوسر و سامانم ساز
گشتہ ام آہ بے میسر و ساماں بتیو

بر در خود طلبش زندہ چہاں ماندہ

باقر بندہ تو لے شہ جیلاں بتیو

دلم آشفستہ بیباکی تو
ہلاک شیوہ سفاکی تو
فریب وصل وادی دل ربودی
سرم قربان این حال لاکی تو
بر این تردامنی خواہم چہ از تو
حیامی آیدم از پانگی تو

بسانِ غنچہ خوں سازم دلم را
 بزرگ گل گریباں چاکی تو
 خار آلودہ میگرددی پریشاں
 معاذ اللہ ازیں بیباکی تو
 ببارش آورد ابر کرم را
 بسرا ز چشم ترمننا کی تو
 بروں کن کلفتِ دل را کہ باقر
 غمیں میا ز دم غمنا کی تو

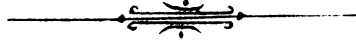
۹

صنوبر فدا گل رخا جاوئے تو
 بدل ہستی دہم بچشم توئی تو
 بہ شوخی و خوبی چسگویم کہ چونی
 ز خواباں عالم غرض نیکوئی تو
 معطر دماغم شد از نگہت تو
 گلی یاسمن یا گل شب بوی تو
 نذار دو جوئے کے جز وجودت
 یکے ہست ذاتت بری ز دوی تو
 نیاید بچشم بجز جلوہ تو
 بہر جا بہر سو کہ بینم توئی تو
 بعبودیت گرتایم چہ باشد
 کہ مسجود خلق از خم ابروئی تو
 ز رنگِ رخے ز شکایت و مر جان
 ز جوش صفا ہا دُرِ لولوی تو
 اگر دست حسرت نالم چہ سازم
 کہ اغیارِ راحیف در قابوئی تو
 ز انداز و از طرز ناز و کرشمہ
 عجیب گونہ سحری عجب جادوئی تو
 بہوش آرم چون ز غفلت بیدم
 کہ ہستی در آغوش و در پہلوئی تو

چساں بنگر دجز سبئے تو باقر

بروں از جہانی و در ہر سوی تو

المنتہ لئد کہ چین آمدہ تو از قامت و رخ سرو سخن آمدہ تو
 صد شکر کہ پرویں و پرل آمدہ تو از نگہت خود مشک سخن آمدہ تو
 رحمت کہ میجائے زمین آمدہ تو لطفے کہ طیب دل من آمدہ تو



ردیف ہا

۱ آتشوب تازہ در چمنستان برآمدہ
 گل با ہزار چاک گریباں برآمدہ
 دود از نہاد گبر و مسلمان برآمدہ
 با تیغ عشوہ بر زودہ دامان برآمدہ
 روحی فداک از تن جیباں برآمدہ
 در ہر چمن کہ باللب خنداں برآمدہ
 ایخبا ہزار یوسف کمنساں برآمدہ
 جبریل بر تو مروحہ جنبساں برآمدہ
 رعناقدے کرین چمنستان برآمدہ
 تا در حرام سر تو لے جاں برآمدہ
 در ہر چمن کہ آن گل خنداں برآمدہ
 تا جلوہ جمال رخت چہرہ بز فروخت
 کردہ است خوں بیگنہاں ترک من بے
 برکشگان خویش چو گدشتہ نینا
 جاری شدہ است از گل و بلبل شکر خوں
 قربان جلوہ تو کہ از پر تو رخت
 پوئیدہ در رکاب تو با بانگ طر قوا
 از جاں فداکے خوبی در عنائی تواند

رشک شہی ست فخر چو اندر لباس فقر

ماقر بجلوہ آن شہ شاہاں برآمدہ

۲ عیش خلقے تلخ از شہد تبسم کردہ
 عالمے راکشتہ طرز تکلم کردہ

خوا بگاہت نیست فردا غیر فرسوشوئے خاک
تسکینہ گرامروز بر سنجاب و قافتم کردہ
در شکنج زلف نہاں کردہ میر سوزن
گوہر یکیدانہ دل را کج گم کردہ
می نہ آید در نوشتن می نگجہ در بیان
انچہ از جو روحا بر جان مردم کردہ

می برد از خود مرا موج نسیمش ساقیا
جرعہ زان بادہ گلبو کہ در جسم کردہ

۳ ز شوخی نیکت بردم سنان زد
ز جنبش مژہ نشتر بمنجر جان زد
چہ حاصل تو شود بعد ازین بجز حیرت
عبث لبشکر عشاق ناتوان زد
رسیدہ بر ہدف دل گذشت تا بجاگر
فداے شوخی تیرے کہ بزبان زد
باوج رتبات اسے نالہ ولم نازم
علم بر اوج مکانہائے لامکان زد
کنون ز وعدہ وصلت چہ میزنی آمم
کہ آتش از تپ بہر مجرم بمنجر جان زد
ز شیوہ ستم ارکشتہ مرا چہ عجب
چو من ہزار عشاق کاروان زد

بعشق شعلہ رخاں جہاں عبث باقر
تو برق آفت بر جان ناتوان زد

۴ بر حال خستگان نہ بدین چہ فائدہ
فریاد بیکان نشین چہ فائدہ
از راست باز عشق نشین چہ فائدہ
از طالب وصال رسیدن چہ فائدہ
رحمے نکرد یا رو کجہ چشم نم نشد
اے نخت دل زوید چکیدن چہ فائدہ
ترکانہ آمد تو مرا کشت و حالیا
شمشیر از نیام کشیدن چہ فائدہ

زہر سراق چوں برگ و پے حلول کرد
نزیاق وصل یارچین چہ فائدہ
محو نظارہ شودل نادان برے او
در زیر تیغ یار طپیدن چہ فائدہ

باقر بعشق سنگ و لے بیوفا بیتے

بسل نخط بخاک طپیدن چہ فائدہ

جاں میری برقص تو دستے بسرزده
دستے دگر بن زواداد رکرزده ۵
لعل لب تو خندہ بلبل و گہر زده
رخسارہ تو سکے شمس دستہ زده
جانا چہ گو نہ بہ شودم زخمہائے دل
ہر سخطہ عنترہ تو خدنگ و گرزده
یکرہ در آ بجلوہ مہ من کہ گلستان
لا فذرحن خود گل دعویٰ بسرزده
کارے نکرد آہ فلک سیر من ہنوز
اے آسماں بگو چہ بلا بر اثر زده
بیروں ز جستجوست نشان مقام ما
عقدا در آشیانہ ما ہم نہ پرزده
تاراج کرد مملکت عمیش و انبساط
تا شکر غمت بدلم خمیر برزده
بودم زار جندی بخت بلند دوش
پیمانہ وصال بطبر ز دگرزده
لب بر لبش نہا وہ دستے بگردش
دست دگر بطبر ز عجب دگرزده
دینم رہو حسن خط سیر فام دوست
قیمت نگر مرارہ امیاں خصن زده

باقر بطبر ز تازہ مہ من رسید دوش

گیسو با فلکندہ و دامان بسرزده

با صد کرشمہ سوئے رقیباں رسیدہ
تا من چہ کردم ام کہ تو از من رمیدہ ۶

جانم زدست جور تو آمد بلب مگر
خود گو کہ شکوہ ستم از من شنیدہ
از بندگی مکن آزادیم پسند
بے زر چہ را چو از پے خدمت خریدہ
داری حصول کام ز دنیا عبت طمع
گلہ گل مراد ازیں باغ چیدہ
زین پیش داشتی سر مہر و محبتیم
الکون چہ شد کہ رشتہ الفت بریدہ
بردار تا مجال تو بینیم بے حجاب
آں پردہ کہ بر رخ زیبا کشیدہ

پے کردہ پائے سیر کنوں خوب کردہ

باقر کہ پابدامن عزت کشیدہ

۷
ایں شکل و این شمائل ہرگز کسے نید
چوں صورتیکہ داری خالق نہ آفریدہ
بتیابی دل من شب بود چوں ہجرت
سیاب وار یکدم ہرگز نہ آرمیدہ
رحمے تو اں نمودن بر پیر بندہ خود
در خدمت رسیدم با قامت خمیدہ
از جوش غصہ و غم خون شد دل فکارا
چوں قطر ہائے شبنم از چشم چکیدہ
از بزم تو نہ جنبم قلم اگر منائی
در محفل تو استم چوں شمع سر بریدہ
رحمے بحال زارم دانی کہ گیت تم من
مخروں جفا کشیدہ مسکین ستم رسیدہ
لے نارین کرم کن از ناز جلوہ فرما
پائے تو بر سر من جا بیت بہر دویدہ
چوں سرو من گلشن دامن کشاں حمیدہ

باقر مرا ازیں عنم تا نفس گتہ

سر رشتہ محبت آں بیوف بریدہ

۸

در حجب یارے دل شید چگونہ
 لے دل جہ از عالم بالا چگونہ
 جاداشتی بہ بزم حرفیاں دلاکتوں
 عرشنِ خدا کجا و خیالِ حجاب کجا
 غیر اربدم گھنت بہ پیش تو دشمن است
 از ما بریدہ لے بت پیمان شکن گو
 با ایں ہمہ جمال کہ داری وزنگ بُو
 باکا و کا و غصہ شکیبہ چگونہ
 لے آہو رمیدہ ز صحر چگونہ
 در گوشہٴ بحد تن تہا چگونہ
 خود دردِ دل تو لے غم دنیا چگونہ
 تو گوش بر شکایت اعدا چگونہ
 با غیر سر خوش می و صہبا چگونہ
 پہلوئے خار لے گل رعنا چگونہ

فارغ بدی ز کعبہ بہ پیش تباں کنوں
 باقر ز عجز ناصیہ فرسا چگونہ

۹

تا شد لباس خوبی بر قامتت بریدہ
 از سر زہوشیاران شد عقل و ہوش آسج
 نشیدہ چون تو خوب لے گوش فلکِ عالم
 یوسف بہ پیش رویت از جن چون ندوم
 از طرز عشوہ تو وز ناز و عنسہ بُو
 ذوقِ لقاے خواباں شد زہر در مذاقم
 تارفتہ تو چون جان لے جانجان پہلو
 بگذشت چون گلشن آں نو نہاں گشتند
 دست جنوں گریباں تا دامنم دریدہ
 مستانہ چون بر آمد از خانہ کمی کشیدہ
 چون رشتے دلفروزت چشم فلکِ نیدہ
 بیچارہ بندہ تو بودہ ست ز زخیدہ
 دلہا بخوں طپسیدہ جاہناز تن رمیدہ
 نالذت و صالت کامِ دلم چشیدہ
 مسکین دلم یہ پہلو کیدم نہ آرمیدہ
 محو نطفارہ او گلہائے نو میدہ

تا گشت زریب گلشن آں شوخ گلکندارم رنگ چمن ز گلشن چوں بجے گل پریدہ

حافظ دریں زریں چوں منہ موذکر باقر

آوردہ ایم ماہسم مضمون چیدہ چیدہ

۱۰ سپردہ ام بتودل با چنین بجائے کہ چہ
چگونہ در خوردم صحبت تو خرم و خوش
شہنہشیست شہناظر کفش پایے توام
توسادہ لوح ندانی کہ این سرفانیت
ترا کہ شرط اجابت یکے مہانیت
ترا کہ ہست بریدن ز عنبر حق لازم
ترا چو عنبر خدایہیچ کس غنی نکند
تو دین و دل بر بانی بیک ادا از خلق
فتادہ تو عبث عیسم ب فکر دوا

تو بیوفا شدہ ام با تو آشنائے کہ چہ
کہ راست باز دل من تو کج ادائے کہ چہ
من و نشستن در سایہ ہمائے کہ چہ
بجواب عیش و خفقن دریں سرائے کہ چہ
کئی دودست بلند از پدے دعائے کہ چہ
بہ بستہ دل خود را ببا سوائے کہ چہ
بنغیر درگہ او گشتہ و گدائے کہ چہ
بجو رخلد بیاشد چنین ادائے کہ چہ
برائے در دل عاشقان دوائے کہ چہ

بہائے جلوہ جانان است دو جہاں باقر

تو میدہی دل و کجاں بردنکے کہ چہ

۱۱ ہر کس کہ محو آں دہن و آں میاں شدہ
راز نہاں کہ بود در اں عنچہ دہن
دجیسہ تم کہ نقطہ موہوم ہندسی
غفا صفت زہر دو جہاں بے نشان شدہ
مانند رنگ گل ز تبسم عیاں شدہ
آمد چیاں بطرف لبانت وہاں شدہ

ز جلوہ رخ تو بہ گلشن و مید گل
 پیدا ز عکس قامت تو ارغوان شد
 عشقِ رخت ز چہرہ عیاں شد چون گل
 سوزِ عنایت بدل چو سویدا نہاں شد
 بودہ است یک دلے بمن آن نیز نصیب
 رسوای خلق در غم عشق نہاں شد
 نازم لبش کہ شد شکرستان نام زیم
 گرم سخن چو آن بت شیریں دہاں شد
 نازم حلاوت تو کہ قداست آن بت
 میرم لطافت تو کہ جسم تو جاں شد
 ضبطم ز دست شد دم نظارہ رخت
 ہمتاب جلوہ تو و صبرم کتاں شد
 دارم بجز تو رخ زردے و اشکِ سرخ
 جانا بیابا بہ میں کہ بہا رم خزاں شد

دارد بشوق تو نفس گرم و آہ سرد

ہم باقرت ز طائفہ عاشقان شد

۱۲ نورِ دو دیدہ گشت و سرورِ دل شد
 وارو ز دوست نامہ مشکیں رقم شد
 ایں سبز خط کہ بر رخ زگیں شد آشکار
 خطِ غیبِ ربر ورقِ گل رقم شد
 آن قسمتہ کہ خامہ تقدیر ز دستم
 دیدم ز سعی عقل کہ نے پیش و کم شد
 موجود راست اول ہم آخرش عدم
 موجود از عدم شد و سوئے عدم شد

باقر چکیدہ کلک تو در جہاں

چون نیشکرِ نجوش فرگہا علم شد

۱۳ لذتِ شہائے وصلت شب چو دریا آویں
 از تپِ حسرت دل زارم بفرمایا آویں
 لے دل خود ز فتنہ خم کن گردنِ عجب دنیا
 تیغِ درگفت بر سر وقت تو جلا داد آویں

گفتہ بودی باتو باشم لیکن آں پیمان عہد
 چشم ز گس زلف سنبل چہرہ گل تن با من
 اندرین گلشن نیم چوں گل بقید آب زنگ
 دام بردوش است می آید بویہ این چین
 رفت میکیں از سر شوق و پیر سیدش کے
 محو حیرت ماندہ ام یارب چہ باشد تراں
 از جفا ہائے تو ظالم میخورم خون جگر
 میکند جولانیش قطع لسان شاعران
 این و تدبیر چہ جاناست بنیاد آملی
 قدر عنائے بخوبی طرفہ شمشاد آملی
 از دو عالم طبع من چوں سرو آزاد آملی
 نالہ بلببل مگر در گوش صیاد آملی
 از سر کویئے تو دل با طبع ناشاد آملی
 آنکہ در اسلام جنگ سد و ہنقاد آملی
 از کہ خواہم داد ہر چہ از تو بیداد آملی
 خامہ در دستم بجائے تیغ فولاد آملی
 باقرا بر خیر و بر خواں پیشین و از گرفتہ

از پے اصلاح روح غالب استاد آملی

آں سرو نازکز چمن جاں برآمدہ
 روئے خوش تو از صدف جن گوہر
 مرہم نہ جراحی عشاق خستہ دل
 چوں من ہزار غرقہ کہ از دستگیریت
 در طے ہفت چہ سنج براق بکروت
 از بہر حفظ تو بہ نگہبان چہ حاجت است
 کردی لہجن باغ قدم نخبہ چوں نبار
 نخل و تدبیر ز گلشن امکان برآمدہ
 یا تازہ گل زر و صفت رضواں برآمدہ
 از یک تبسم آں لب خنداں برآمدہ
 بر ساحل نجات ز طوفان برآمدہ
 غرق عسرق ز گرمی جولان برآمدہ
 خالق بفس خود چو نگہبان برآمدہ
 قمری شلخ سرو عنبر نجان برآمدہ

وقتِ ہلاک دشمن باریاں آں تو از کردہ ہائے خویش شمایاں برآمدہ

آں سنگدل صنم بت سفاک زورگا آسودہ کف زخوں شہیداں برآمدہ

جاں دادہ ام نہ بگفت گیسوئے آں نگا

باقر ز تر بتم گل و ریحاں برآمدہ

- ۱۵ برہمن از کشت از صومعہ دیندار بگدشتہ
چو درستی از اں سواں بت منجوار بگدشتہ
نظر بر مصحف آں روئے چون افتاد ز اہدرا
ز خلوت شد برون از جہہ دوسار بگدشتہ
ز فرطِ جوش استغنا ز جنت شد بری کنس
بہ زیرِ قصر ادا از سایہ دیوار بگدشتہ
ز پیرِ خانقہ چون شیخ را فیضے نشد حاصل
بر پیرِ معان و خانہٴ محنت اربکدشتہ
تو کوئی وادی میں شد بویش کچھ و بزرن
چو باروئے عرفناک از سر بازار بگدشتہ
کنوں از مہر سازد از قدوم خویش ممنوم
بجد اسد کہ آں مہ از سر انکار بگدشتہ

زد نیارفت امشب باقر محروم ویدار

دے در گریہ شوکان طالبِ یاد بگدشتہ

- ۱۶ خلقے بدام زلف گرفت اریدہ
نازی نہ چوں کہ گرمی بازار دیدہ
از جیرت جمال تو پیش تو ساکت
گویا گھے مرالب اظہار دیدہ
گم کردہ ام رہش تو بفرما ہایتے
زادہ اگر تو حسانہٴ محنت اریدہ
مایم در رکاب تو تہا مریبیر
آیا گھے تو کو چہ و بازار دیدہ
جانا چنانکہ طرہٴ غیر فشانست
مشکِ ختنِ طببکہ عطار دیدہ

مازت بجاست بہ جنت کہ صدزار
بہمچوں عنبریز مضر خریدار دیدہ

جانا چگونہ میل بہ باقر بود کہ تو

لطف دگر بصحبت انخیز دیدہ

۱۷
افسردہ دل چہ لبِ حسرت گزیدہ
شاید کہ حال عشق من از کس شنیدہ
گیرم کہ از تری تو تا بہ شریار رسیدہ
اے مرغِ عقلِ تالِبِ باش پریدہ
مانند جاں بختِ ارم نشینِ چہرا
آہو صفت تو از من وحشی رسیدہ
اے دل شدہ است کلام و دہانتِ شکر نیش
در خواب شبِ مگر لبِ جانانِ کیدہ
اوراقِ دین شدہ است پریشانِ حوزِ زلف
تاشانہ را بزلفِ پریشاں کشیدہ
شبِ بارِ قیبِ دست و گریبان تو بودہ
جانا چہ شد کہ دامنِ عصمتِ دریدہ
اے و اے ہچو بسملِ سیانیتِ حالت
شبِ تاسحرِ بیاد کہ اے دلِ طہیدہ
ہر نعمتے بکام تو ز ہر بلا ہل است
تا چاشنیِ عشق تو اے دلِ چشیدہ

باقر بہ وصف او توانی قلم کشید

چوں حسن صورتِ رخِ خوشِ زندیدہ

۱۸
آمد بچوے گلشنِ آں شوخِ می کشیدہ
پیرا ہنش بہ مستی مانند گلِ دیدہ
چوں طائرانِ قدسی در شوقِ جلوہ تو
عقائے نالہ من تا آسماں رسیدہ
سر بردت نہادم در کوچہ اتِ قادم
پائے شکستہ خود از سیرِ کشیدہ
اے کردہ رو بہ بستانِ انجبا و بنگر
برز تربتِ شہیدانِ گلہائے نو دیدہ

می آمدی بسویم در خانہ رقیباں رقی عنان اشہب از جانم کشیدہ
 صد سیلِ غول بریزد موج طراوش او ہر قطرہ ہائے اشکم گز چشم من چکیدہ
 اے مھوناز و نکمیں رحمت بحال باقر
 کو آمدہ بخمدت باقامت خمیدہ

۱۹

ای آنکہ کوے خانہ دلدار دیدہ فردوس زیر سایہ دیوار دیدہ
 بیتاب میروی ز بر من برون دلا در سینہ ام بگو کہ چہ آزار دیدہ
 مشکے چو زلف یار گمہ دیدہ بگو اے آنکہ چین و تبت و تانا دیدہ
 بردار میکشید و فاپشید مرا غوغا شبے کہ برس بار بار دیدہ
 شرے مکن کہ محرم راز دل تو ام دزدیدہ گر بجانب اغنیار دیدہ
 خورسند چو شوی زمین با کیا عشق لطفے اگر بصحبت اغنیار دیدہ
 تسکین چہ میدہی تو بگو راست ای ہیچ از حصول صحتم آثار دیدہ
 بیتاب میرسی صنما سوسے من نگر تاثیر ناہاے شر بار بار دیدہ
 کردی بسیل آب دم تیغ قنبت از بس سحوم کشتہ دیدار دیدہ

باقر بہ بزم اور رقیباں مشغول
 خود در چمن بہ پہلو گل خار دیدہ

رولفت یا

۱ دلم در علتِ عشق تو بیمار است میدانی
 بہر سو میروی سر بر کنڈاز پے خریداران
 بدام زلفت خمدارت گرفتار است میدانی
 کہ ہر شوخے پر زوے دل آزار است میدانی
 تراہم یوسف آسا گرم بازار است میدانی
 جرس آسا با نغماں نفس کار است میدانی
 شب ہجرت و من جویم حکویم با تو امی ہم
 بروز آوردن این شب چہ شہوار است میدانی
 نیاری چوں بقدر قیمتِ خود ای سرت گدم

تراہر کس بقدر جان خریدار است میدانی

۲ گل پرہنیا یوسف کنعاں کہ بودی
 اے من بصدائے تو بیا جلوہ بفرما
 نوز نظر دیدہ چمیراں کہ بودی
 آبا دکن جنت ویراں کہ بودی
 در دو ماگشت تو در ماں کہ بودی
 سودازدہ زلف پریشاں کہ بودی
 گلیں بہا رحنستاں کہ بودی
 اے لعل لببت زندگی عیسی مریم
 آشفنگی از حال تو پیدا بودے دل
 چوں گل ہمہ تن گشتہ امی دل خنداں

چوں لاله وجودت ہمہ نواع است دل را
سیلی خور سر سنجہ فرگاں کہ بودی
دی غارت دل ساختہ از من و امروز
ای دشمن دیں پے ایماں کہ بودی

باقی ہمہ چاکست چو گل دامن حیرت
نظارگی چاک گریباں کہ بودی

۳ نہ بختِ گردِ گشتنِ ز دستے با پیا بوسے
دلے دارم چہ دل ز مدعا محروم و یا بوسے
مقیم کو چہ ات باشم مراد و مدعا نیت
نہ شوقِ حنبتِ رضوانِ نہ میلِ باغِ فردوسے
ز تقصیرِ نظرِ باشد ندیدن آفتاب را
توئی پیدا بہ ہر ذراتِ چوں شمعے بقاؤسے
ز قیدِ کفر و دینِ ہر س برون آید گوش او
نہ باشد فرق در بانگِ نماز و بانگِ ناتوسے
چناں در دیدہ و دلِ جلوہ آرائی کہ غیر از تو
ندانم ہیچ معقولے نہ بنیم ہیچ محسوسے

چکیدہ است از نے کلکے باقر اس جنیں
نگاریں دلکشے رنگیں بزرگِ بالِ طاؤسے

۴ گیسو تے با د ار برخسار میکشی
مصحفِ جلقہ سہ ز ناز میکشی
جراحِ زخمی خط سہ نش بود دم
بر زخمِ من چہ مرہمِ نگار میکشی
تسلیم شو کہ لذتِ راحتِ چینی زربخ
بہر چہ جو چرخِ تم گار میکشی
من خود کیم کہ حلقہ تہ دو سیاہج
بہر طہیدن ای دل شیدا برون شتاب
خود کشتہ غم تو ام از بہر من چرا
در حلقہ ہاے طرہ طرار میکشی
در تنگائے سینہ چہ آزار میکشی
این شکرِ کرمہ بہ پیکار میکشی

خود شہرہ است باقر شیدا عشق تو
اور اچھ موکشاں سر بازار میکیشی

۵ دور از شمعِ رخت گل شد چرغِ زندگی
وادر یغاشد بہارِ عمر پاپالِ خنداں
بے تو زہر افشاںد در جانم ایلیغِ زندگی
بر مراد دل نہ گل چیدم ز باغِ زندگی
شریبتِ مرگ از دم تیغ تو دارم آرزو
از سر شکِ لالہ گوں پرور نہالِ عشق را
بہ ازیں نخلے نمیباشد بہ باغِ زندگی

خواستم ریزم می عشرتِ بجا م آرزو

ناگہاں بریز شد باقر باغِ زندگی

۶ گاہے بسلا مے بہ من یاد نکردی
جانم بغدائے تو کد ام است بفرما
ایں خاطر نہاشاد مر اشاد نکردی
جو ریکہ من اے ستم ایجاد نکردی
یک جلوہ نکردی بدلِ زار و زارم
ایں منزل ویراں شدہ آباد نکردی
یکرہ نکشادی دے از وصل برویم
زیں بند عنتم ہیچکے آزاد نکردی
مردم بعنبر اراق تو بصد حسرت اندو
رحمے من اے شوخ پریراں نکردی
شیریں تو و سر گرمی ہنگامہ بہ پرویز
یکرہ نظر لطف بعنبر ہاد نکردی

اے مرغِ چمن درد گرفت رچہ دانی

سیر قفس و خانہ صیاد نکردی

۷ ز بس نازک مزاجی ہر روز زمیندانی
بعاشق جز عتاب و خشم ورنجیدانی

سید متے چرا از بادہ عفت بود صوفی
چو من خوشا بہ دل را چونوشیدن منیدانی
بگاہ بوسہ میرنجی و در آغوش میجویشی
عجب کز گلستان وصل گل چیدن منیدانی
سرے خورشید محشر از گریبان بر کن ہرگز
کہ پیش برق آہ من درخشیدن منیدانی
خراش سینہ گل شد فغان خارج آہنگت
خمش لبے بلبل شیدا کہ مالیدن منیدانی
گرہ در ابروان و خند ہا در زیر لب پیدا
فدائے سا دیکہا ہیت کہ رنجیدن منیدانی

بخندیدن در آمد ہر لب زخم دل باقر

تو لبہا را بہ بندے گل کہ خندیدن منیدانی

۸ لطفہ بمن فدائے تو گاہے نمیکنی
مرہون منتہم بنگاہے نمیکنی
پیکان غمراہات جگر و دل شگافتہ
اے ترک شوخ چشم گاہے نمیکنی
آخر مرا بہ تیغ تغافل کہ شتہ است
گر خود توئی چنین کہ گناہے نمیکنی
با خاک گشتہ ایم برابر چو نقش پا
چشمے چرا چشم بر اہے نمیکنی

باقر غلام ہمت مردانہ تو ایم

جاں میدہی بسختی و اہے نمیکنی

۹ اداے دلربائے نحوے میا کاندہ داری
نگاہ شوخ و شنگے غمراہ ترکا نہ داری
ترا دیوانہ بسیار ند میدانم و لے خود گو
ازیں دیوانگان چوں من یکجہ دیوانہ داری
نگار نکنتہ سنج تو سرے دارد بہ اف نہ
بگوئے دل تو ہم پیشش اگر افسانہ داری
فدائے جلوہات جانم تو از بزم کہ سے خورہ
پریشیاں میرسی و لغزش مستانہ داری

بیوز و ساز پروانہ ہی خندی مندیانی کہ گردِ شمع روئے خود تو ہم پروانہ داری
 بہیلی قیس مینازد بشیریں کو کہن سازد تو ہم بر خود بیال ای دل کن خوش جانہ داری
 درونِ حسائے اغیار تا کے جلوہ آرائی پریشاں گرد من آخر تو ہم کاشانہ داری

متاعِ دین و دنیا باختی در عاشقی باقر

بنام ایزد چہ والاہمتِ مردانہ داری

تو از سینہ ای دل رمیدی چہ کردی ز چشمان پر نم چکپی دی چہ کردی
 شکستی مگر شان تسیم را دل تہ خنجرِ او طپی دی چہ کردی
 درونِ دل زار و بشکتہ من تو اے نشترِ غم خلیدی چہ کردی
 پچھیم گلے از گلستانِ حُش اجل بر سر من رسیدی چہ کردی
 نہ ممکن کہ آئی بروں از خارش می عشق اے دل چسیدی چہ کردی

نذاری یکے عاشقے ہمجو باقر

تہ تیغ جو رش کشیدی چہ کردی

خورشیدِ رخس ہر چند در پردہ نہایتے و چشمِ حقیقت میں بے پردہ عیانستے
 اے زاہدِ ظاہر میں متِ مخمکت پیدا و نہاں ہر جا آنت و نہایتے
 زیں کو چہ بروزا ہستی نہ حرفِ آں آں آبرو آں مڑگاں تیغے و نہایتے
 ظاہر بود و مخفی داخل بود و حاج از کون و مکاں بیروں در کون و نہایتے
 درد و غم ہجوری گفستن نتواں ہرگز ایں قصہ بروں اے دل از شرح و نہایتے

باقر دل محسوسم چوں گل نہ چراغ کف
مصروف بخت دیدن آن غنچه دہانتے

۱۲ کرد ساقی می پرستم تیلے داد جام و کرد مستم تیلے
پازگرد شہا شکستم تیلے برس رکویت نشستم تیلے
شد مجاز من حقیقت زانکہ کرد بت پرستی حق پرستم تیلے
از سر کوین دست افشاں شدم پیرا صدق داد دستم تیلے
از تاشائے حینان جہاں در بروئے خویش بستم تیلے

چوں تو اے زاہد نیم تقویٰ گزین
میکش و شاہد پرستم تیلے

۱۳ بروں از من زلخ و ای مہر کامل نمی آئی
ہمی آئی بر من خشم آلود و عتاب آگین
حرایاں بامی و مطرب بشوقِ تقدت جہان
رسد جاں بر لبم در اشتیاقت یاروم از جاں
نباشد کار دنیا، هیچ جز لہو و لب دیگر
نمی آئی اگر بے پردہ خود پیش من مجوں
ہمی آری جو اب نامہ شوق من لے قاصد
بغیر حق بود ہر آنچہ اندیشی ہمہ باطل
بچشم در نمی آئی و ہم در دل نمی آئی
بہ پیش من چراغندان رخ و خوشدل نمی آئی
چرا چوں شمع ماہ من در محفل نمی آئی
منی آئی بسر و قدم عنصن حال نمی آئی
تو بازار شغسل این کردار بجال نمی آئی
چرا ایسلی نلط در پردہ غسل نمی آئی
ولے میرم کہ چوں بیک صبا جلال نمی آئی
تو اے غافل بروں اندیشہ باطل نمی آئی

ازیں طوفان موج افزا بروں افتادنت شکل غریق بجز الفت لبِ حاصل نمی آئی

اگر شوقِ شہادت دامنِ دل میکشد باقر

چرا از خود بزیرِ خنجرِ قاتل نمی آئی

از نورِ رختِ روشنِ هر چنانہ بفروائی
در کلبۂ تاریکیم باروئے چو مہ بیکرہ
در خانہ و در صحرا گم نالہ و گم گرید
باشد کہ وہد بارم در خلوتِ خاصِ خود
دور از تو چہ بر گویم چون است دلِ آرام
می ساختم از اول از عشقِ تباہِ نعت
بے پردہ بیا جانان از نازِ بے بالینم
میکردت دم زنجہ ای کاش یکے یوم
بر شمعِ رختِ خلقے پروانہ منط سوزد
باشد بے خواباں در خلقِ جہاں لیکن
این عقبہ و الایت چوں کعبہ و سنگِ آں
تا بد ز حبیبین تو ہم فرسلیمانی
در جوشِ جنوں دارم با پیروزین چاکے
یک جلوہ چشم ہم اے آنکہ تو ہر جانبی
باشد کہ قدمِ خنجر از نازِ بھائی
حالے عجبے دارد ایں عاشقِ سودائی
بر در گمہ و الایت ایں ناصیہ فرسائی
نے صبر و شکیبائی نے تاب و توانائی
آخر بکشید لے دل کار تو بر سوائی
کس نسبت دگر با من غیر از غمِ تہنائی
دارم بزبان و رو دایں ماضی تمنائی
گر جلوہ کنناں ای مہ از خانہ بروں آئی
جانانہ تو بے مثلے در خوبی و عرسائی
ہم بوسہ گمہم باشد ہم جلے جہیں سائی
باشد بہ سرت زیبا ہم تاجِ شہنشائی
گہ سیر بیابا ہنہا گہ با دیدہ ہمیائی
باقر بہرت زید بے غائلہ یہی

در ملک سخنداری گہرا فسر دارائی

- ۱۵ گاہے نہ نمودی بمن از ناز نگاہے
از لطف بکن لے بت طنز نگاہے
گوئی جب گرم سفت و دلم نیز خدنگے
کر و آں ہر من با عجب انداز نگاہے
یک طرفہ بلا ہمت نگہدار خدایا
از فتنہ آن شوخ فسوں ساز نگاہے
دل می برد از دست و خرد کم گذار سر
از زنگس مست تو یہاں ساز نگاہے
گوئی کہ مگر سر مہ حیرت بگلور بخت
از چشم تو ام باخت آواز نگاہے
باقر زود در دمن از داروئے عیبی
الا کہ کت ماہ من از ناز نگاہے

- ۱۶ مرا کوئے صنم جائے تو باشد گلشن ای قمری
مرا بے یار باشد گلشن تو گلشن لے قمری
بیا اینجا و سر وقامت یارم تماشا کن
عبت بر سر خود ساز بی نیاں لے قمری
اگر سرد روانم در چمن دامن نشاں آید
تو از سر و گلستاں ز فشاںی دامن لے قمری
اگر بینی سنانِ خمزہ موزوں قدما را
بچشم تو شود شاخِ صنوبر سوزن لے قمری
دلے دارم جرات دیدہ از فرقتِ جانان
بہ خیل عاشقانِ خستہ مخصوصی و متماری
طیم بر خاک و خوں از دوری لدا خود مارا
تو بر سر وہی نازی و بلبل بر رخ گلہما
خوشا بلبل کہ باشد برگ گل زیب گریباں
ترا خالی بود از غنچہ و گل دامن لے قمری

عروسِ غنچہ و گلہا بگلشن جلوہ فرمادند
توان بالہجہ خوش نغمہ سنجیدان قمری
بیسرِ روئے گلِ ملبیل ہی میالہ و نازد
ز دستِ سرو حاصل شد ترا لیلانِ قمری
بود سرو تو سر سبز و دلِ ملبیل نئے محزول
ترا زیدِ دریں وقتے تجھ و نازیدانِ قمری
پریشِ نالہ زارم ہی بندِ لبِ ملبیل
تو کے پیشم توانی نالہ سرگردانِ قمری
دلِ باقر بفرماید است از پاسِ ادب

تو از افعال لبِ خود را توانی بستنِ قمری

قیامت بر سر انگیزد کند صد فکر و تدبیرے
فغان و نالہ عاشق ندارد، مسیح با شہرے
حرارت سوخت جانِ دلِ خیالِ لبِ شہ نامِ قائل
چکاں اے من فدایت در گلویم آبِ شمشیرے
قدت شمشاد و دروایت گلِ لبِ لعل تو یا توتے
تعالی اللہ کشید از خاتمہ قدرت چہ تصویرے
بود پیشم سخنِ گویشِ بصوتِ حالِ مگو یا
نیکبند دریں جا، مسیح تقریبے و حجریرے
عینِ ہر کس رود آنجا ہمیکر و نشاط گیس
ہمانا کو چہ اوز عرفانِ زار است و کبیرے
چہ میسری ز احوالم کہ چون ہستی جلا ز من
پریشان خاطرے آشفتنہ محزون و لکیرے
ابیر عشقِ شہ یاربِ دلِ خود رفتہ ام ناگہ
بدام افتاد صیادِ مرا این طرفِ پنجرے
دلِ بیچارہ ام شد متبادلے عشقِ ترسا
گویی اے مسلماناں اگر دانید تدبیرے
چنان سویم نموداں مہ نگاہِ آفت جانے
ہمانا بردم افتاد ز ہر آلودہ تیرے
درونِ سینہ ام جاگیرِ دو درجائے دلِ گرد
اگر آں شہسوارِ من بسویم سر کند تیرے
منور میشد و کاشانہ از شمعِ رخت تنہا

دل شہباز خود ز فتن مس دل را طلائع سازد
 نباشد غیر ازیں بہر ہوس بیچ اکیرے
 دل خود ز فتنہ باقر ز دستِ عشق ویران
 نکر دآں بادشاہ من دین ویرانہ تعمیرے

۱۸ ہوشم بر بود آں صنم جلوہ طرازے
 کو تاہ کنسم دامن صحرائے طلب را
 جانیکہ تو باشی و من خستہ جگر ہم
 باشد و ہنت غنچہ گلزار معانی
 جانم بڈائے بہت لے مایہ نازم
 تقویٰ چہ بود پیش رخ خوب کہ محمود
 در عشق دلم آمدہ بس نچتہ و پیکار
 گشتیم رواں بخود و گزشتہ و حیراں
 ظلمتکدہ روشن کنسم از شعلہ آہے
 جادو رو شے ماہ و شے مایہ نازے
 گردست دہد سلسلہ زلف درازے
 سر سبز شود گلشن رازے و نیازے
 لعل تو بود حجت پراز گوہر رازے
 در پیش من آتا بنجم عرض نیازے
 نقد دل و دین باختہ در عشق ایازے
 طے کردہ دین راہ نشیبے و قرارے
 در منزل عشق تو نہ برگے و نہ سازے
 امید کہ تشریف دہد جلوہ طرازے
 باقر طر بے ساز و بہ ہوش آئے کہ نادا
 آمد بہ سرت شاہد عشاق نوازے

۱۹ تو زمانہ بر مراد تو تو فلک بکام داری
 تو بیا بیالینہ ما سر من فدائے راہت
 کہ ز سحر حسن خوبی دل خلق رام داری
 کہ کجا است مسکن تو تو کیو کچہ نام داری
 چہ ز سوئے دلبر من سخن و پیام داری
 چہ خوش آمدی تو فاصد نبش و زود برگو

ز کجا بود ز سویت نظرے ز لطف بر من
چو من غریب و مسکین تو بے غلام داری
منم آن یکے کہ گاہے کنجی من نگاہے
ز گرم سوئے رقیبان نظر تمام داری
سخن تو آب حیوان ز لطافت است باقر

چہ لطیف و نغز لکش روش کلام داری

کجا بودی تو ہمسماں کہ بودی
مہر من شمع ایوان کہ بودی
تو در بزم کہ بودی جس لوہ افروز
بقربان توحب مان کہ بودی
بر آغوش کہ بودی راحت افزا
سرور سینہ و جان کہ بودی
ز در و دل مرا جان است برب
مسیح من تو درمان کہ بودی
کجا از لعل لب بودی گہر ریز
بہ این کہ وہ این تکبیر جاہت
سخن سنج و سخن بان کہ بودی
ز بے برگی منم پر مردہ دل آہ
میطع وزیر سرمان کہ بودی
توبرگ و ساز و سامان کہ بودی

بغشت باقر اخلصیت گریاں

شہید لعل خندان کہ بودی

۲۱
نہشت آن جواں کیدم آغوش من پیرے
رمید از پہلوئے من چوں ز آغوش کماں تیرے
نگردد رام آن کا فرزندم لئے سلماں
خدا را میتوان فرمود بہرم بیچ بدیرے
سبب چشم تو سید افکن بے یلف و زار تو
پے قید دل عشاق باشد طرفہ زنجیرے
ازاں یک ذرہ مالیدن من تن اطلاساز
برنگ خاک کوئے تو ندیدم ہیچ اکیرے

بہ ترکِ عشقِ خوابم چہ میگوئی برو اعظ
 ہماں شدا نچہ تو کردی ہماں گردو کہ تو خواہی
 نباشتم قسمتم و صلس ندارم نامہ بر پیکے
 بخوان علم وجود او بہر کلی و ہر جزوی
 کہ تاثیر سے ندارد در دل من و عظ و تذکیر
 معارض کے تو انگشتن بہ تقدیر تو دبیر
 میان ما و او یارب نہ تقریر سے نہ تحریر
 یہ میں ترکیب صنع او بہ تعریف و تکبیر

ز قرب جاہلاں باقر حذر کن تا تو توانی

کہ قرب پہلوئے جاہل بہ پہلوئیر بندیرے

چو ششم آگین شدہ پہلوئے من و من قشائِ رفتی
 چو آگ گشتی از دوقِ شب و صلت جلا شد
 ز بزم می دمِ نصحت شدن از دیگران خوشدل
 بر پایت سرہمی سودم سہی گشتم تقریبانت
 نمودی بزمِ عشرت را شکیج حلقہ ماتم
 چہ رود او دامن شب اتی قاتل کہ شمشیرِ دو دم در کف
 قات سر و رخت سوسن پریشان طرہ ات سنبل
 ۲۲ نہیے با عارض چون گل خدیچوں ارغوان رفتی
 سحر با خاطر خوشنود و طبعِ شادمان رفتی
 چہ دیدی از من مسکین کہ انون بگران رفتی
 چرا از دست من لے جان جان و کشتان رفتی
 چرا آزرده دل جانا ز بزمِ میکشاں رفتی
 بقتلِ عاشقِ مسکین چو مرگِ ناگہاں رفتی
 بہار آمد بہ گلشنِ چون تو در فصلِ خزاں رفتی

گزیدی گوشہ عزلت بیاد ختی خوشا باقر

برون ز اندیشہ کونین و فکر این آں رفتی

دلا بر عارضِ آن گل نظر انداختی رفتی
 سمند ناز جو لان کردہ چون برق آمدی ناگہ
 ۲۳ متلع عقل و نقد ہوش خود را باختی رفتی
 دیار ملک دل لے ترک ویراں ساختی رفتی

بہ مستی آمدی از نازد محو حیثیت کم کردی
 نقاب از تپہ پر نور خود انداختی رفتی
 سوار باد پادشاق را بہ نواختی از لطف
 ز من عطفِ عمانِ انہبِ خود ساختی رفتی
 بمیدان آمدی ترکانہ شمشیر ادا در کف
 بہ اقتدیم ستمگاریِ سلمِ افراختی رفتی
 بمن ربطِ خلوص از روزگاسے داشتی اکنون
 بریدی از من و با مدعی در ساختی رفتی

ترا ہر روز و شب با غیر باشد گرم جوشہا

بہ باقر ساعتی نزد محبت باختی رفتی

خوشا بختی کہ غمخوارم تو باشی
 رفیق و مونس و یارم تو باشی
 دوائے علتِ بیتابی دل
 چہ سراغ خانہ تارم تو باشی
 نہی دست از کرم بر سینہ من
 تسلی دل زارم تو باشی
 نذاذد ہیچ کس را ز دل من
 مگر دانائے اسرارم تو باشی
 تو باشی ہم انیس خلوت من
 رفیق سیر بازارم تو باشی
 کشم کے منتِ خنک رویا
 دووائے جان بیارم تو باشی

بگفتا کیستی باقر چہ تو

کہ خواہی محو دیدارم تو باشی

بے پردہ جلوہ گر رخ تاباں چہ میکنی
 یک خنق را چو آئینہ حیراں چہ میکنی
 کنوں کہ کرد در دلم کار خود مدام
 ناداں طبیبِ کوششِ درماں چہ میکنی
 گرم درہ ام بہ عشق تو جانا بگر من
 زلفِ سیاہ خویش پریشاں چہ میکنی

گرفت موسم گل رعنا بصور باش
ای عذلیب ناله واقفان چہ میکنی
گرد ز پرده جلوه حسن تو آشکارا
روئے چہ چو شمع در تہ دامان چہ میکنی
رود چمن بسیر منم ہر کاب تو
تنہا نشستہ بر لب ایوان چہ میکنی
از خاطر تو شستہ نشد لوث ماسوا
زاہد دروغ و دعوی عرفان چہ میکنی
ہر ہفت کردہ پے تاراج دین و دل
زیں گونہ شیوہ غارت ایمان چہ میکنی

باقر ہوئے آل لب و دندان مبارکت

بیہودہ خواہش در و مر جاں چہ میکنی

۲۶ ساعت وعدہ دیدار شمارم تاکہ
حال شوقِ دل بیاب نگارم تاکہ
گر شود رنگ رخ و دیدہ پر نم عناز
راز عشق تو نہاں آہ بدارم تاکہ
من بر سودائے علاج تو طیبیم ای وائے
آہ سرد نفسِ گرم بر آرم تاکہ
جلوہ سبک کہ دل زارت سلی گردد
در دجہبران بر برد صبر و قرارم تاکہ
ساکن کوئے تو ام شہر تو باشد و ستم
پرسی از خندہ تو از شہر و دیارم تاکہ
من بقرباں اداے تو بفرما از دور
خواہیم گفت بیا عاشق زارم تاکہ

من فدائے تو کنی خانہ ویرانہ من

رنگ گلزار تو ہے باغ و بہارم تاکہ

۲۷ دی کہ با تیغ ادا جلوہ کنان میسرتی
بہر عشاق بلا جان جہاں میسرتی
چہ گلویم بچہ عنوان و چساں میسرتی
روئے در پردہ نہاں کرد عیاں میسرتی

از پے سیر چین سرور و ان میبفتی با رخ رشک گل و طرہ رشک سنبل
 مست از خانہ زرخ پر وہ کشان میبفتی باز می خوردہ بہ اغیار چہ روداد کہ دوش
 بہر پامال دل خستہ و لان میبفتی پائے رنگیں زخا کردہ بکفش زریں
 غارت دین و دل ای تمن جان میبفتی با کلاہ و کمر زر و کلاہ اطلس
 باقد و ابروئے چون تیر و کمان میبفتی من شد م صیدا دایت تو کجا بہر شکا
 لے بت غنچہ دہاں مئے میان میبفتی دست در دست رقیباں تو کجا وقت سحر

در تماشای کہ چنیں بے سرو سامان باقر

بالب خشک کجا آتش دہاں میبفتی

۲۸ لے زاہد خلوت بجز اخبار چہ دانی تو سادہ دلی لذت دیدار چہ دانی
 لے بلبلس دستا نزن شاخ شجر گل تو نالہ مرغان گرنقا رچہ دانی
 از خانہ بروں آے و بریں راہ کشاؤہ نادیدہ تو حال پس دیوار چہ دانی
 لے شیخ تو و خلوت و تسبیح و مُصلے تو حاصل طوف و خمار چہ دانی
 لے مدعی بہیوہہ مزن لان و گزانی آساں نکمی ہنہم تو دشوار چہ دانی
 ہر قطرہ اشکے کہ چکدہ در یتیم است تو مرتبہ چشم گہر بار چہ دانی

زاہد زرہ کب زنی طغنه بہ باقر

کافیست مرا رحمت غفار چہ دانی

۲۹ بیا شترے عجب در کوچہ و بازار میگرد سحر باناز چون بر بام خود رفتار میگرد

ترا جا دو گرانا زم کہ در ساعت میجارا
 ز عکس عارضت میرنجی گل در گریبانم
 کنوں از شور و افغانم ترسی پیش ازین در نہ
 ز راہ چندہ گریکرو با تو وعدہ مقدم
 چہ خوش بودے کہ از خونِ دلم میانجی شفته
 خانی میشدہ ای کاش از خونِ دلم دش

ز سحر نرگس بہا یخو بہا می کردی
 ز نوکِ غمزہ خود در دل من خار می کردی
 حذر از نالہ و از آہ آتش بار می کردی
 تو ز اہد فرس را ہش جیبہ دستار می کردی
 ہم از تارِ رگ لے ہندو پسر نار می کردی
 لباسِ سخن و زائشکِ سرخ من گلزار می کردی

چہ از شانِ نیازت کم شدے باقر اگر گزہ
 ز مقصد و اگرہ نازش لبِ اظہار می کردی

بندہ خستہ دلے نامہ سیاہ ہے عجبے
 عمر در لہو و لہب با خستہ بے ہنر ہے
 اشک ریز آمدہ ام بردت انجی خواجہ معین
 ماہمہ تن گنہ تو ہمہ نختائش وجود
 ما کجا از در پاک تو تو انم فرستن
 برسربدہ مسکین بنہ از لطف قدم
 بے وضو دادہ ام ار بوسہ بیائے سگ تو

آدہ پیش تو با حال تباہ ہے عجبے
 موے سفیدے عجبے روے سیاہ ہے عجبے
 بادلِ پرچم و بانالہ و آہ ہے عجبے
 ما غلامے عجبے خواجہ تو شاہ ہے عجبے
 ہست خاکِ در تو جائے پناہ ہے عجبے
 ہست در خاکِ پلہاں چشم براہ ہے عجبے
 عفو فرما کہ شاز بندہ تجاہ ہے عجبے

باقر بندہ تو آمدہ با عجز و نیاز
 بروے از لطف بکن نیم نکلے عجبے

۳۱

دیدم امروز بتِ فتنہ پنا ہے عجبے
دانتے ہچھوکلے تنگ قبائے گلوں
علمِ افراختہ در معرکہ جو رستم
رقم از ہوش و شدم جو تاشائے رخس
تا ہدے شمع کے رخِ غیرت ما ہے عجبے
کج بطنِ زربے عجبے کردہ کلا ہے عجبے
بودش از غمزدہ و از ناز سپاہ ہے عجبے
کرد در سوئے من از ناز نگاہ ہے عجبے
از من خستہ شو نالہ و آہ ہے عجبے

جلوہ آرا شدہ در خانہ باقر آں تاشا
باشکو ہے عجب و شوکت و جا ہے عجبے

۳۲

خوش فصل بہار آمد شد موسم گل ساقی
سر خوش چو کنی از مے آید بظہر شام
کن ربوئے گلشن با ساغر دل ساقی
با آتش رخسارش دم میرند از گرم
تو مرشد گل ساقی ہادی ہل ساقی
می ریز کہ می آید در سمع بے خوشتر
افسردہ ز آب می کن آتش گل ساقی
خوش و جلاہ بچوش آمد با چنگ و دف و مطر
از چار قل و ستر آں اید و قل بل ساقی
ہنگامہ می بر پاکن برس پر بل ساقی

آں لعل چو گل راشد لب تشنہ دل باقر

یک جام میش در دہ بانزبت گل ساقی

۳۳

ز تشنگی است بلب جان بدہ میم ساقی
ز بہر می دوسہ جامے دیر نع میداری
دو دست پیش تو بندم بیاقتم ساقی
یہ بخش بادہ کہ بخودی بخشند
کنون ز انجمن پانسیکشم ساقی
ہمی قدر ز تو خواہم نہ بیش و کم ساقی

بہ بخششِ دوسہ جامے تو زندہ ام کردی شدم کمینہ غلامِ تو بیدرم ساقی
 بہ بخششِ دوسہ رطلِ گراں دماغم دہ بہ بامِ عرش کہ چون قیاسِ پریم ساقی
 کرم نماوز بہرِ خدا مرو از بزم روا مدار تو بر جانِ من ستم ساقی
 بہ پیش او ز سرِ صدقِ غدر کن باقر
 بدہ می کہ بہویش ز جانِ روم ساقی

دیدہ ام محو جسمالِ رخ زیا نکنی من ستادہ بہ درتِ حیف تو دروانکنی ۳۴
 دلِ پر دردِ بشوقِ تو بجا آمدہ حیف تو سیحی و علاجِ دلِ شیدا نکنی
 عقدہٴ دلِ بکشاید بہ یکے خندہٴ تو غنچہٴ آس بہ تبسم لب خود وانکنی
 وائے تقدیر کہ بر شمعِ خدات ای شونخ ہچو پروانہ بسوزیم تو پروانکنی
 خوش بہار است گل و سنبل و سوسن و بوش سبزہ شد سبز چرارو بتماشانکنی
 از چہلے من بہ فدایت بت نصرانی من از رخت خانہٴ من رشکِ کلیانکنی
 خود تو فرما مہ من بہت ہمیں شرط وفا من بہ یاد تو تو یاد من اصلا نکنی
 دشمنِ جان بودت نفسِ لعینِ کافر عرہ بر زد مشوناز بتفقوئے نکنی
 اے دلِ خستہ بود خلدیریں کو چہ یار ہم دراں کو چہ پرامنزلِ ماومی نکنی

باقر اینجا ہمہ مست اند حریفان تو چرا

روسوئے ساقی و درک غر صہبا نکنی

چہ خوش آمدی فدایت تو کجا مقامِ اری ز کجا رسی بھنرا و بگو چہ نام داری ۳۵

سحرِ خوش چه بینی که بدیده شام داری
 چه شمی شمیم زلفش که بسر ز کام داری
 زره کرم خدایا همه عفو کن گناہم
 چه زبندہ کیس نہ نہ انتقام داری
 بہ من غریب بسکین نظر ہے ہم از کرم کن
 تو بوسے بندہ خود نظر متام داری
 چه سنگفت باجرائے کہ متمم بہ حجوبیت
 بہ دیار و در پریشان تو بدل مقام داری
 بہ کہے نہ لطف و مہرے نہ مجھے نہ خلقے
 نہ طریق راہ و رسمے نہ سر سلام داری

دل بتیزار باقر چو حمت نمودہ پر خون

چه عجب تو سر و نام روشن خام داری

ز دیار خویش گفتم کہ سفت کنی نکروی
 برہ تو بود چشم کہ گزر کنی نکروی
 تو شدی خراب آخر تو گفتمہ بودم ای دل
 زاد او ناز و خوبان کہ حدز کنی نکروی
 زره نیب ز صدرہ تنوای صبا بگفتم
 کہ برو بہ اور حال تو خبر کنی نکروی
 چه زنی تو دم ز عرفان تو بودی شیخ لازم
 کہ ریا و سمعہ از دل تو بد کنی نکروی

ز کرم نمودی پریش کو یکے ز حال باقر

ز تو داشت آن امیدے کہ دگر کنی نکروی

جمعے بہ جن خویش گرفتار میکنی
 خلقے بدم زلفت گرفتار میکنی
 جانا تو با رقیب چه گفتار میکنی
 اغیار را چه محرم سرار میکنی

روحی فداک باہمہ دعوی پروگی

نظارہ باز خستہ دیوار میکنی

۳۸

زنگ کیس از خاطرش یارب زود کاشکے
 ماہ من کیرہ بر آغوشم غنود کاشکے
 زلف مشکینش صبا برہم نمود کاشکے
 سینہ را بدریدہ دل را می ربود کاشکے
 جائے صندل زلف مشکین اسود کاشکے
 ترک من زیر گوئے عشقم آرمود کاشکے
 از من یکس رسد بر تو درود کاشکے
 داغِ عشقت در دلم پر دم فرود کاشکے
 جائے تو جانا نام در دیدہ بود کاشکے

نالہ جانسوز من کاشے نمودے کاشکے
 طالع خوابیدہ ام بیدار بودے کاشکے
 کوچہ و بازار گشتے رشک صحرائے سخن
 می طیم از درود دل شہا چہا در خاک خون
 خوش غلابے بود بہر درد سہر بجیہ ام
 تیغ ذر کف آمدے گفتے کہاں گردن بنہ
 یا رسول اللہ چہ دارم تا کم بر تونشا
 اشتیاقِ جلوہ ات باو ابجا نم بلند
 راحتِ جانی دہم نور نظر چوں مردک

کترین بندگانت ہست باقر بانی
 برد تو جبہ را در سجدہ سوڈ کاشکے

۳۹

سجدہ گاہ ما بود محراب ابروئے علیؑ
 ماہمہ ہستیم صنواں ساکن کوئے علیؑ
 نگہت یوسف چہ سازم بدیم بوئے علیؑ
 رشتہ جانم بود از تار گیسوئے علیؑ
 فرض شد ہم مسلمان عشق باروئے علیؑ
 مگر از رو بہ شمار و ہر سگ کوئے علیؑ

بندہ عشقم یوئے ما بود سوئے علیؑ
 میکشی ما را سوئے حبت منیدانی مگر
 میکتم برد منش پیراہن یوسف نثار
 آتش دوزخ چہ سوزد یک سر موئے مرا
 فرض شد بعد از نبی بڑے درود و سلام
 از علوئے قدر خود شیران بفت میدا

شربتِ خضریٰ چہ سازم یا خدا و کامن
 کشف شد سترِ خفی مد بسم اللہ تمام
 قطرہ آبِ چکان از جئے دلجئے علیؑ
 نقش شد ماورِ دلِ مہربتِ ابروئے علیؑ
 عاشقِ روئے نبی شد عاشقِ روئے علیؑ
 پارہ سازد و شمنم راتینِ ابروئے علیؑ
 من علامم مرتضیٰ را منی تر سہم از عدو

باقر از سیرِ جہاں فرسودہ شد پیاہمت

بعد ازین دستِ من است و دلِ من کوئے علیؑ



مخمسات

خمسہ بر غزل بابا کمال خجندی رحمۃ اللہ علیہ

۱ شدم جدا ز درت ماجرا ہمیں باشد شدم بروئے تو عاشقِ خطا ہمیں باشد
مرا ز پیش برانندی جفا ہمیں باشد مزا کے عشق مگر دلربا ہمیں باشد

نہایتِ ستم ای بیوفا ہمیں باشد

نماندہ است سر سیر بوستانِ نعیم نہ شوقِ تحتِ سیماں نہ میلِ طورِ کلیم
جدا بود ز درت ز رستنِ عذاب الیم براستان تو مردنِ سعادتِ عظیم

ز بختِ خویش توقعِ مرا ہمیں باشد

برنگِ برسینہ خوشنما است زلفِ کثرت پے جنوں زدہ ز بخیر پاست زلفِ کثرت
ز بوئے ناقہ بے جانفر است زلفِ کثرت لگاں بر زد کہ مشکِ خطا است زلفِ کثرت

تصورِ کثرت و منکرِ خطا ہمیں باشد

ز عشقِ روئے حسیناں ہمیں نشا نامِ ذیل اگرچہ ہمتِ بعالم ز رخِ برو صد خیل
ز بکہ ذات تو اصل است و دیگر اطفالِ منیکند دل ماجس ز سیر و قد تو میل

علوئے ہمتِ مشتِ گدا ہمیں باشد

بگوشِ جاں بشنیدیم گفتگوئے ترا بکامِ دل برساندیم رنگِ بوئے ترا

بیازمودہ ودانتہ ایم خوئے ترا بدانچہ شکر گھنٹم وصال روئے ترا

گر انتقام نامی جزا ہمیں باشد

اگر ز جہلہ مجان حضرتِ اوئی اگر تو خود ز معتیمان حضرتِ اوئی

چو باقر از زگدایاں حضرتِ اوئی کمال اگر زگدایاں حضرتِ اوئی

مقام سلطنت و کبریا ہمیں باشد

خمسہ بر نخل حضرت بابا فغانی رحمۃ اللہ علیہ

رویت کہ ہچو شمع فروزاں برآمدہ ماہِ عجب ز چاک گریباں برآمدہ

سامان جوش متی مستان برآمدہ نخلِ قدرت کہ از چمنِ جاں برآمدہ

شاخِ گلے بصورتِ انساں برآمدہ

جانم ہلاک شوخی و آن صورتِ جمال قربان آن کرشمہ آن حسنِ بینال

میرم یہ ایں لطافت و خوبی و اعتدال از فرق تا قدام ہمہ جانست آن نہال

گویا ز آبِ چشمہ حیواں برآمدہ

یوسف یہ شوقِ روئے تو باعجز و بانیاں کردہ است سرچاپے وے از بہر اتیاز

اں جانگاہ کہ شد ز قدم تو سرروز برہر زمین کہ جلوہ کنساں ز فتنہ بناں

دود از تہا دگبر و مسلمان برآمدہ

سوئے قطار لالہ و صد برگ و یا سمن سوئے شگفتہ سوسن و نسرین و فسترین

یا نگہتے کہ ہست پئے نافہ رختن بہر نظر ارہ گل روئے تو در چین

گل ہر طرف ز شاخ درختاں برآمدہ

بر حن خویش غرہ و بانار خود با یارب کہ بادسلکہ زلف او دراز

باروئے ہمچو شعلہ و با چشم نیم باز مست از می شبانہ بہ من خواب نا

با آفتاب دست و گریباں برآمدہ

درد و عارض توحینان نازین خطِ علامی تو کشیدند بر جہیں

تقویم کہنہ ساقی نختہ حسن ہر حیں اکنوں توئی جمیل جہاں گچہ پیش ازین

آوازہ جمال ز کنگاں برآمدہ

لے خواجہ بندہ پرور و اسے شاہ دلنواز بر آستان تبت ملک راسر نیاز

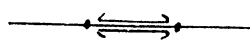
بر روئے عاصیان در رحمت نمودہ بانہ بر کشتگان تیغ تو بگذشتہ بناز

رُوحی فداک از تن بیجاں برآمدہ

باقر حدیث درد شنوار لبِ تسلیم با قامت خمیدہ و با چشم بر پر زخم

از فرط اضطراب دل و شدتِ الم در ہر چین کہ خواند قعانی سر و غم

افغان ز بلبلاں رخسارِ حال برآمدہ



رباعیات

رُبَاع

اے نور نگاہ اہل بینش مددے وے شمع سراے آفرینش مددے
دارم دلکے اسیر زنجیر ہو س اے عقدہ کشائے عقل و دانش مددے

رُبَاع

اے بارگہت قبلہ کہ حاجت ما وے سجدہ خاک در تو طاعت ما
عفو و کرم و عطا عادت تو جرم و گنہ و سہو و خطا عادت ما

رُبَاع

اے رونق بزم جام دنیا از تو وے روشنی دیر و کلیب از تو
لیلی ز تو جلوہ کرد و کج خلوت مجنوں ز تو سر زدست و صحر از تو

رُبَاع

یک نظر گر رخ خوبی ببینم چه شود یک گلے از چمن حسن بہ چینم چه شود
من کر عمرے پے وصل تو شدم مگر گرداں گر بہ پہلوئے تو یکدم بہ نشینم چه شود

قطعات

ا قطعہ در جواب مکتوب دعوت از حضرت شیخہ غلام مظفر صاحب کس قرائت

یا شمع در لگن طرف انجمن رسید	با گونہ گونہ ناز در آمد صبا بہ باغ
یا نگہتے ز جانب دشت ختن رسید	بوئے گل است آمدہ از صحن باغ خلد
روح بقالب آمد جانے بہ تن رسید	کحل الجواہر است کہ در دیدہ جا گرفت
یا حرز باروئے کہ زیشخ زمن رسید	افسوں سحر کامی از بہر نخشہ
۵ وحی شکر ف نو کہ ز چرخ کہن رسید	تو قبیح کامرانی و منشور مدعا
جان داروئے کہ بہر مریض سخن رسید	اکیر اضطراب دل و کیمیائے درد
یا ہد پد سباز سبختہ زن رسید	بر سر فلکند سایہ سمانے خجستہ پے
از سوئے دوست نامہ شوقے بمن رسید	حرفے تو ان شنید کہ تفضیل محل است

کیوان منزلت عطار و مرتبت ملکی ذات قدسی صفات والا گہر خورشید
منظر جناب شاہ گردوں پائیگاہ غلام مظفر صاحب لازالت شمس انوار کم بارغہ

علی رؤس الطالبین -

سلا میکہ از مجمرہ گردانی خلوص مشام جان را معطر و شامہ ناطقہ را از شکلی
نیاز معبر گرداند ہدیہ خدمت حاشیہ نشینان بساط فیض مناطمی نماید۔ ہما یوں تا مرتبہ حتامہ
در ساعت مسعود منت و رور و برگردن این سراپا نیاز نہاد۔ خاطر از غایت خرمی ہا
بر خود ببالید و بخت نارسا بر رسیا ہماے خویش بنازید۔ داعیہ شوق و ابرام آرزو ہا
دامن دل بر کشید کہ ہاں پا از سر و قدم از دیدہ ساختہ گام فرسائے جاہدہ این
انجمن مینو سوادورہ نور و این مجلس برکت بنیاد می توان شد۔ خانہ کسکندی خراب کہ
دل خویش گشتہ اشتیاق را رہین این تمنا کرد و خوے نجالت را از چہرہ تیا بہا فریاد
از غایت سرور وقت بر خود خیدن و ہم از دست نارسائی ہائے طالع را ز بالید
مقربان حضرت ارشاد منزلت مخاطب بہ ندائے حتی علی الخیر و البرکہ فرمودہ اند
و بخت نافر جام نخست انجام پائے نقل و حرکت فرسودہ۔ ناگزیر از نگہت انفاس
منبر کہ حاضران آں سواد از دور بوئے برگرفتم و بیاد سر گرمی شورش آں ہنگامہ
ہوئے بر کشیدم بالجملہ نافرمانی و نا کامیم غرق کجہ ملال کردہ است و ایسیر سلسلہ انفعال
تقصیر غیر مسئول و عدت قصیر مقبول باد۔ تیاریخ یازدہم ربیع الاخری سن۱۳۱۶ ہجری۔

۲ قطعہ در تاریخ تصنیف کتاب سر و قش سخن تصنیف جہاں علی بن حبیب صاحب فریاد

بنام ایزد چہ رنگیں داستانے کہ شد جاری از نہر فصاحت
خرامان نوجوانان معانی باغ صفحہ اش با صد نزاکت

- بہ گاہِ سیر در چشم تماشا
 نہ افسانہ فسوں عشق کز حشر
 ۵
 رہا بید دل ز پر کارانِ پرفتن
 چکید از نوک کلکِ خواجہ ما
 شرافت خانہ زاد خاندانش
 دبیرے شاعرے رنگین بیانیے
 ۱۰
 بہر بزمے شود سگر گرم تیر
 بہر علم و فنوں علامتہ دہر
 ذکی الفطرتے کا نذر ماشش
 لطفے بذکہ گوئے نکتہ سخنے
 ۱۵
 چہ وارد لذتے شیریں کلاش
 پے تفتیش تیارخ سرخجام
 بغورش بودہ ام حیراں کہ ہاتف
 کہ دل بچسپ از جوشِ حلاوت
 چو بروم سرفرد جیبِ فکر ت
 بگوشش ماو میداروئے بھت

چہ رنگیں مصرعے موزوں دلکش

”نہے سرچشمہ حن و لطافت“

۳ قطعہ تاریخ تصنیف کتاب دستور النبا تصنیف مولوی فرید الدین صاحب

تصنیف چو گشت این کتاب دخواہ شد خامہ ماگرم گہر افشانی
یعنی پے اختتام تاریخ نوشت دستور نباے بیت ویاواں دانی
۱۲ ۸ ۲

۴ قطعہ تاریخ تصنیف کتاب نجم ناقب الیف منشی نجم الدین صاحب

چو آں روشن دلے والا جنابے عارفِ کامل
چکویم از علو رتبہ ذات و صفات او
بنام ایزد چو نام خویش نجم ملت و دین است
حریش بکہ آمد کعبہ اہل دل و ایمان
ز بس اوج کمال او شد از او را ک بالار
ز جوش بخشش و احسان و انعام عمیم او
بہ تحریر جواب اعراض فیلسوفان
تعالی اللہ چیزین نسخہ نوشت کلک او
ز شوخی حرف او بود معشوق طناز
بجنب جنس تحقیقش خرد کیشان عالم را
۱۰

کہ مشہور جہاں در علم وز ہد و پارسائی شد
براہ معرفت مخصوص بہر پیشوائی شد
شکست رنگ دین باہمت او مویائی شد
بکوش یکجاں ز اخلاص گرم جبہ سائی شد
عروج فکر اینجا مایہ حیرت فزائی شد
در او عالمے راقبلہ حاجت روانی شد
موفق از رہ صدق از جناب کبریائی شد
کہ از فیض سوادش صفحہ کاغذ خانی شد
کہ در بزم تماشا بر سر برقع کشائی شد
ببازاریاں کا سد متاع خود نمائی شد
منو دم فکر تا بخشش روش آمد بگوش من

طلوعِ شمسِ میں کا نجا باوجِ رہنمائی
۱۲۸۴ھ

۵ قطعہ تاریخ انطباع کتاب دیگر تصنیف نشی نجم الدین صبا
بحمد اللہ کہ شاہیں نسخہ مطبوع
کہ باشد جملہ احکام شریعت
بیانِ رتبہ شاہِ شہان است
کندر روشن دل از نورِ محبت
طریقِ اہل حق را رہنمون است
بود دستور بہر اہل سنت
مصنف را جزاے خیر بادا
کہ خوش ملزم رستم فرمود حجت
بہ تنبیہ مخالف کشف حق کرد
کہ دیں را گفت پیغمبر نصیحت
دلائل از کتاب سنت آورد
نہے دینداری و حسن عقیدت

خرد گفتا پئے تاریخ تمام
چہ زیبا کاشفِ رمزِ حقیقت
۱۲۸۹ھ

۶ مصرعہ تاریخ دیگر برائے ایضاً
عجب گنجینہ فیض معانی ہے

۱۲۸۹ھ
قطعہ تاریخ تصنیف علامہ المصنف فی الرجال و القائل تصنیف حاجی اقبال حبیب بریں
عابد و زاپہ تصوف کیش
فاضل دہر مولوی اقبال
صاحبِ غر و مجد و جاہ و جلال
معدنِ علم و مجمعِ خوبی

نظا ہر شس منظر جمال خدا
 خاطرش آفتاب علم و یقین
 واقف راز و شاہد اسرار
 روشن از نور معرفت دل او
 طرز گفتار او بود اعجاز
 باشد از غایت صفائی ہا
 بہ تصنیف این کتاب لطیف
 وہ چہ نسخہ کہ ہر سطرش
 معنی نازکش ز پر دہ لفظ
 بسکہ آورد حجت محکم
 دعویٰ ہنچو غنہ تقریب
 این چنین گفتن است در سفتن
 این حدیث خوش و لطافت باز
 معنی حالت و حقیقت آن

۵

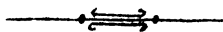
۱۰

۱۵

باطنش مایہ صفات کمال
 پیکریش آیہ جلال و جمال
 محرم گوشہ حریم وصال
 وز تجلی ذات مالا مال
 روش کلک اوست سحر حلال
 سخن آبدار او چو زلال
 شد موفق زایز و متعال
 باشد از بوستان علم نہال
 جلوہ گر چون مخدرات جمال
 منکران را بہت لب ز سوال
 ہاں گزاف است و ادعائے محال
 جزا گفتگوئے و طرز مقال
 بطریق صواب باشد دال
 شرح کم دادہ کس بدین سوال

چوں دلم خواست سال تاریخش
 گفت ہائے "ضروری لا احوال"

۱۲۹۳ ہج



۸ "تقریباً بر کتاب مولوی عبدالرحمن صاحب ناصری گنجی معیارِ طبع"

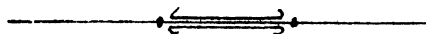
تعالی اللہ ہے زگیں کتابے
 ز مضمون لطفے درج گوہر
 عبارتِ آتش متاعِ خوش بانی
 مجلاتر ز آبِ نضہ و زر
 صفائے لفظ او چون عارضِ نور
 بنام ایزد چہ تقریرِ مدلل
 ز گونا گوں علومِ نغمہ شحون
 خفیظ الدین لقبِ جبرے بنیلے
 کتابے کرد در توحید انشا
 مجیب لودعی روشن رقمِ سخت
 بزنجیرِ جوابِ نچتہ بستہ
 کنوں نے خصمِ راتابِ جوابت
 بنائے قصر او از یاد افتاد
 خزاں آمد بہ آب و زنگِ باغش
 چنین توحید ہر ذی علم و دعای
 کتابے نغز یادِ خوش آہے
 ز رنگینی بود یا قوتِ احمر
 ز لالے بلکہ آبِ زندگانی
 مدلل چون کتابِ شیخِ اکبر
 فروغِ معینش چون جلوہ طور
 بزنگِ زلفِ محبوبانِ مسلسل
 ماندہ خصمِ راتابِ چہ و چون
 براہِ معرفتِ روشن و لیلے
 بدعوی شد میدانِ صفا آرا
 بہ نقضِ ہر برائیش سرچرخت
 حریفِ خام را پائے شکستہ
 نہ ساکت نہ توانِ در چ و تاب است
 مگر بودہ است از بس سست بنیاد
 بروں شد نشہ علم از دماغش
 نہ فہم غمیر از رومی و جامی

بود موقوف بر برہانِ عہتلی
 چہیں تکلیف بس مالایطاق است
 چہاں زیں کشمکش ماریتوان است
 ز قدرِ فہم و عقلِ ناس بہرین
 نباشد ہر کسے رارسم و عادت
 کہ موقوف آمدہ بر تحصیل است
 نباشد حق بجز علم شہودی
 نباشد غیر گفتن کف و طغیاں
 خلاصے فیہیچ نے در این کلام است
 مخالف را کسے گمراہی گفت است
 شعار اہل کشف و واردات است
 بسفتند این نمط و ردِ حقائق
 حقیقت پیشگانِ وحدت سر انجام
 نہ بر برہانِ ظاہر جانِ ببازند
 ہمیں ساں شیوہ اشراقیانت
 بہ اثباتِ براہین و تمہید
 نماید قلب را چوں عرش منزل
 چوریزد بر دل آید بر زبان ہم

بگویدا نذران ساعت ہمارے دست
 ہمہ نقشِ دوی از دل بشوید
 ندانند تکتہ این غیبِ عارف
 نہ کارِ سفند و ہر سو قیام است
 بفرمودہ است صوفی عبد رحمان
 چنین نقل بلا ذکر ارتحال است
 جنابِ پاک قاضی فضل رحمان
 سلام از ما رسد بروح پاکش
 کلیل آمد از وعینِ مصنف
 اگر باشد مؤلف مرد میدان
 چو شد مطبوع این دلکش کتابے
 کہ ہاں نبویں سال انطباعش
 رقم زدو خامہ ام از روئے اظہار

نہ بیند غیر حویں گوید ہمہ ز روست
 بگوید ہر چہ گوید حق بگوید
 چہ دانند ز فرمایں اہل زخارف
 ز جہل و احمق ز نیماں نشان است
 بہ مطوی کلام خود ہمیں ساں
 سر سر سر سر قہ بہت و ابتذال است
 ہمہ اخلاق صوفی کرد آساں
 ببارد آب رحمت حق نجاش
 نکر دیش فہم طبع این مؤلف
 بہ تردیش بگرد و دامن نشان
 رسید از غیب کلم را خطابے
 برا فگن پرده از روئے نجاش
 براورد از صدف این در شہوار

بہ نقشِ کلک خود بگریہ تدقیق
 بخوان باقر "عجب تدقیق و تحقیق"
 ۱۳ ۱۳ ہج



۹ تاریخ دیگر

چو این نسخه مطبوع شد خاطر من به تفتیش تاریخ او کردی میله

بر سیدم از ہاتفِ غیبِ سائش

بگفت ” بہ بینی لطیفست نیلے“

۱۰ ” تقریظ بر دیوان حضرت حسن نوشتہ توحید قدس سرہ کہ
جناب حضرت شاہ امین احمد صاحب ظلہ قصد طبع آن دارند“

صورت پیدا و نہاں آفریں

حمد خداوند جہاں آفریں

صورت اشیا متکون از دست

دزدہ عالم متکون از دست

معرفت خویش دروسا ز کرد

گوہر دلہا صدف راز کرد

خلق ہمہ فانی و موجود او

خلق ہمہ ساجد و سجد او

ز دست گوی بلکہ ہمہ عین اوست

عالم امکان ہمہ موجود از دست

بین کہ عیاں ہم ہمہ لایب اوست

پروہ برخ در تنقِ غیب اوست

جلوہ پیر حاجت از وغیر نیست

بخرخ او در حسرم و دیر نیست

زلہ بر ماندہ جو د او

خلق ہمہ صید نمک سود او

ساختہ مخصوص پے انبیا

از ہمہ خلق شرف و اجتبا

داد بہ آن حسا تم پیغمبری

وز ہمہ خاصا شرف و برتری

۵

۱۰

گردن بے ذات و سہ اندر میاں
 نام خدا شان خدا شان دست
 ہر دو جہاں مشتری نازا و
 بخشش وجود و کرم او نعیم
 خیل ملک حاجب دیوان او
 سجدہ بر بارگش ہر نبی
 ہر چہ بفرمود ہمہ حق بود
 صدمہ زاعدا چہ کت جان او
 شد چو براور رسم رسالت تمام
 فیض خودش رخت قلب علی
 دولت این فیض علی اولیا
 زان ہمہ خاصان خداے کریم
 نوشتہ توجید جناب حسن
 قدوہ دیں زبدہ اہل صفا
 واقف سہ حرم کبریا
 عالمیاں رازرہ عاطفت
 سحر حلال آمدہ گفتار او
 کے شے پیدا اثر دو جہاں
 عرش یکے زینہ زایوان دست
 شیفتہ شیوہ انداز او
 قہر و عتاب و غضب ابو حیم
 جلوہ حق شمع شبستان او
 زلہ بر مایدہ اش ہر ولی
 صورت او آئینہ حق بود
 خود چو خدا بود نگہبان او
 یافت برو نعمت حق احتتام
 فیض علی انور دل ہر ولی
 رشک دہ طائفہ انبیا
 در حرم خاص ولایت مقیم
 غوث زمان مرشد ہر مردوزن
 واصل حق پیشرو اولیا
 ہمدوم و ہما از رسول خدا
 کرد بہ رخ باز در معرفت
 معجزہ روح قدس یار او

۱۵

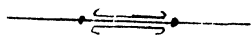
۲۰

۲۵

- ۳۰
- معنی متر آن همه دیوان او
جامع ہر فصل جناب امیں
زینت سجادہ حضرت شرف
خلق خوشش منظر خلقِ عظیم
جامع علم آمدہ از عقل و نقل
عالم علام زماں بے بدیل
ہمدی و ہادی رہ ساکاں
رو بہ سخن کرد چو طبعش ز شوق
گشت نہاں نام ظہوری ازو
نام خدا سعدی ثانی است او
خواست کند طبع و این نغمہ را
کار عجیب ہمت والاے او
طبع بے برمود ز فضلِ جلیل
- ۳۵
- آیہ عرفان خط عنوان او
آنکہ بود منبع علم و یقین
روح شرف راست بہ سویش شغف
مالکِ دلہا است ز لطفِ عمیم
صاحب تحقیق بہ شرحِ وصل
فاضل من زمانہ و جبرِ نبیل
شیخ زمان قطب جہاں بیگیاں
در سخن از نکتہ وراں برد فوق
کردہ بہ رخ پر وہ دوری ازو
ریشکِ نظیری و فغانی است او
تا بکشد پردہ ز روئے نखा
کرد زہے روشنی رائے او
نسخہ خوش بہر شفاے علیل
- ۴۰

بادرواں چشمہ احسان او

موج فرا دحبہ فیضان او



«رقعه منطوم بتقریب فی یختمه»

نطق و بیانها بزبان آفرین	حمد خداوند جهان آفرین
راست بپوشش بود اسناد خلق	راست کن نسخه ایجاد خلق
دست بدوشش رقم مدعا	هست از او مفرد و ترکیب را
گشت از ویسیلی محل نشین	معنی الفاظ فصاحت قرین
۵ پنجه مرجانست حسای ازو	روئے سمن است صفای ازو
مایه صبر دل ملبیل بپوخت	آتش گلهبا بچمن بر فروخت
ساز کن نگهت گل باد ماغ	تاب ده کاکل سنبل به باغ
قرمى ازو طفل دستان عشق	بلبل ازو گشت سبق خان عشق
دست و بغل صورت و معنی ازو	جلوه حسن و رخ زیب ازو
۱۰ خازن اسرار نهانی ازو	ناطقه را فکر معانی ازو
سلسله بند صفت پیغمبران	جلوه ده کوکب مرسلان
خاص کن طائفه انبیا	از همه مخلوق بهر دو سرا
داد به آن حساتم پیغمبری	وز همه خاصان شرف و سروری
گشت شناخواستش سجدت عظیم	احمد مرسل که خدائے کریم
۱۵ حور و ملک بنده ناز و سیت	هر دو جهان گرم نیاز و سیت

جان مجسم روح روانِ عرب
 جلوه دہ صورتِ حنِ نخت
 روحِ رواں مجوسِ رُوحِ خوش
 نے مہ من آمدہ شکلِ عرب
 مجمع اسرارِ حدوثِ وقوم
 غیرتِ عرشِ آمدہ ایوان
 خاکِ رمشِ سُرْمہ چیم ملک
 ملک و ملک زلہ برِ خوان او
 گردِ سرشِ گردِ بصدِ جانِ خلیل
 مغزہ آموزِ کلمیسم و میخ
 انچہ نہ پا کردہ مکتبِ گھے
 بادِ زما ہدیہ درودِ سلام
 بعدِ چنیں عرصہ ہم بانیا
 خدمتِ اخوان و عزیزاں ہمہ
 کر سراطف و کرم و الجلال
 سایہ بنیدم ز رہِ رسم و راز
 ہفد ہم مکتبِ لختِ جگر

مخزنِ علم آمد و امی لقب
 زوشدہ طغرائے رسالتِ دست
 خرمنِ دل سوختہ شعلہ اش
 بود مگر جلوه کناں عینِ رب
 باعثِ ایجاد و وجود از عدم
 نشانِ خدا جلوه گزارِ شان او
 کوشک او پشت و پناہِ فلک
 جن و بشر بندہ احسان او
 مروحہ جنیانِ خوشِ جبرئیل
 معجزہ آور ز کلامِ صبح
 برو سبق در ہمہ از ہر کسے
 برے و بر آلِ کرامشِ امام
 تا ہدمِ روشرف و امتیاز
 خدمتِ احباب و محباں ہمہ
 پانزدہ دستِ نژدہ از شہرِ حال
 باز رسا نم بہ بزرگاں نیاز
 روحِ رواں مایہ نورِ نظر

۲۰

۲۵

۳۰

نام خدا احمد سبحان نام
 مایه عیش و طرب و انبساط
 با همه ترتیب و همه انتظام
 چشم ز الطاف و عنایات شایان
 طفلک والا کبر عالمیت نام
 با همه شادی و خوشی و نشاط
 مجمع احباب بسا بد نظام
 داشته ام از سر منت چنان
 که همه تار و پودت در دم آوردند
 ما حضر از لطف تناول کنند

۳۵

ملتسم گریه اجابت رسد
 منت و احسان بدل جان شود

۱۳ قطع

“آیات خند و رهنیت مجلس میلادش رفیق ز چشم موی محمد صبا منعقدده
 مجلس مولود مبارک بتو
 بذل و عطایا بتو میمون بود
 حشمت و اقبال تو در اوج با
 این کرم وجود مبارک بتو
 دولت و بهبود مبارک بتو
 بزم پر از نعمه چنگ و رباب
 بزم پر عیش نشاطت بتو
 مایه عیش و نشاطت بتو
 دست خلاق بدعایت دراز
 محفل مسعود مبارک بتو
 این کرم وجود مبارک بتو
 دولت و بهبود مبارک بتو
 زمره عود مبارک بتو
 گوهر مقصود مبارک بتو
 خاطر خوشنود مبارک بتو

حب نبی روز فزون شد ترا
 سیرت محسود مبارک بتو

۱۳ قطعہ

”اِس قطعہ بحوالہ رباعی حضرت غالب کہ شعر تانیش ابن است نوشتہ شد
 ز اجماع چہ گوئی بر علیؑ باز گرے مہ جانی نشیں مہر باشد نہ نجوم
 دین شعر انہما تشیع خود نمودہ اند و انکار اجماع نمودہ حالاً مکہ اجماع از اصول دین است
 اصحاب نجوم اند نہ ہرگز بر کس اطلاق مہ آمدہ بہ حدیث نبویؐ
 مہ نیز بود بحینہ از جملہ نجوم ایں امر بدیہی است بدانند صبی
 ز اجماع چو منکر تو شدی ہی تاوں حاصل چہ ز گردین تنہا بعلیؑ

”۱۴ قطعہ تاریخ ولادت فرزند ارجمند نجانبہ میاں عبدالغیر زود ہجرتی“

شہد احمد کا یزد و متعال عشرتِ تازہؑ با بخشید
 از کمالِ کرم عطا کردہ مایہ زندگانی جاوید
 یعنی عبدالعزیز الالطف دادہ فرزند ارجمند سعید
 احسن اللہ ز حب لوہ رویش محو صورت بماند ہر کہ بدید
 ہر طرف غلغلہ مبارکباد از زمین خاست بر فلک پیچید
 از کمال نشا و جوش طرب میکند رقص بر فلک ناپید
 در پئے فکر کمال میلادش دل خورم چو سر مجیب کشید
 از کمال سرور کردہ غلط عدو سال را دم تسوید

بخیبر از فنزونی عدوے
گفت ناگہ ”زہے چراغِ امید“

ہجری ۱۲۸۰ = ۱ - ۱۲۸۱

۱۵ ایصن و فصلی فرماید

چوں بعبد العزیز فرزند
حق عطا کرد از کمال کرم
گشتہ وانغیچہ دلِ عشاق
دل ہر دوستان شدہ خرم
عشرت و بہت و نشاط و نور
چوں عناصر بدل شدند بہم
دادہ در شاہ دیا نہ جد و پدر
زر و سیم و جواہر و دہم
خلعتِ خروا طلسم و دیبا
اشتر و نیل و اسپ و ادہم
خواست فکر رس چو بار بخش
بر سر آساں نہادہ قدم

بہر اظہار رسالِ فصلی او

بانگ برداشت ”نیرِ عظم“

۱۲۷۱ فصلی

۱۶ ایصن تاریخ مسیحی فرماید

تربیش رس و گلشن اقبال بود

”قطعہ تاریخ ولادت فرزند احمد خانہ محمد تقی سلمہ“
صد شکر کہ از کمالِ فضلِ فضال
آبد بو وجودِ طفلِ فرزندِ فضال

بردار تخلص و بخوان تارخیش

خورشید میدہ باقر از اوج کمال
۱۲۹۲

۱۸ قطعہ تاریخ ولادت فرزند نجانبہ میان واحد کریم ڈیانوان

مطربِ خوش ترانہ امِ مثبت	۵
غلغلِ دوت تو انِ سپنج رسا	
خوش در آورہ حجاز و عراق	
جوشِ مستی زن و بخوان از ناز	
کن سرودے بلجن داوودی	
وہ چہ بنجے کہ رشک فردوس است	
شیشہ و ساغر است بادہ ناب	
ہاں چہ شادی کہ شادے مثلش	
یشخ واحد کریم رالعینی	
وہ چہ طفے بود پری طلعت	۱۰
یغرت مہر و رشک ماہ مینر	
سرود بچوے گلشن دولت	
جذ الطیف کردگار جہاں	
ساز عیش و طرب بسازو بسیا	
نغمہ نے زعرش کن بالا	
در صفا ہاں بدہ بغمہ صدا	
بیحبابانہ شو برقص در آ	
اندریں بزم شادمانی ما	
از پری طلعتاں مہر سیما	
ساقی گلندار مہر لقا	
روئے نمودہ است در دنیا	
پسرے کرد حق ز لطف عطا	
دو جہاں باشد بے مجال شیدا	
مطہر آفتاب عرو علا	
بحر اقبال را در بیکتا	
جذ افضل بے شمار خدا	

حق تعالیٰ سلامتس دارد از سر لطف تا بروز جزا
 کرد با قریح و کراخیش دل شیدائے حق معنی ما
 قلم ما نوشت بے کم و کاست
 ”شمع کاشانہ تمنا ہا“

۱۲۸۴ ہجری

۱۹ ”قطعہ تاریخ فرزند ارجمند دوم نجانبہ عطا حسین سلمہ
 کہ بتاریخ ۳۰ ربیع الاول در دریا پور تولد شد“
 شکر خلاق جہاں کر فضل و جودش در وجود طفلے مبارک طلوع نیکو انجام آمد
 یعنی ز افضالِ خدا طفلے عطا راشد عطا فرزند دلبند دوم کو خوش دلار آمدہ
 چوں شد تولد آں سپر از جوش شادی طرب
 گفتم پے تاریخ او ”فرخندہ منہ جام آمدہ“
 ۱۳۱۳ ہجری

۲۰ ”قطعہ تاریخ وفات شہید غلام حسن بیہوی عرف کالی میاں“

چو آں مر کردہ صاحب دلاں و مقتدائے دین
 ز قلب صافی او حرف مدحت لچہ بر خوانم
 کہ نام او حسن در انس و جان روز بانی شد
 تعالیٰ اللہ جنید وقت و شبلی زبانی شد
 بعہد خوشیستن گویا نظیری و فغانی شد
 کیت طبع در میدان معنی کرد چون جلال

بگفتا خیر ما دایں جهان بنے نشان یعنی ازیں دنیاے فانی در سرے جاوونی شد

ز بہر سال تاریخ و فائش ہاتفِ غیبی
ہیں گفتا کجا لے ولے خلاق معانی شد

۱۲۵۸ ہجری

۲۱ قطعہ تاریخ در وفات مولوی گوہر علی نور اللہ مرقدہ

عالمے خستہ و پریشان شد رقت گوہر علی چو از دنیا
حرفے از دفتر کمالا تش بر زباں آورد کرا یارا
وصف خلقش حدِ ثبیر نبود چہ کند کس صفات او اتشا
مثل او در جہاں ندیدہ فلک بود در جہلہ وصف بے ہمتا
ماہر جہلہ علوم و فنون عالم و ہر وفاصلِ غرا
کوہ تکیمن و آسمان وقار سکہ آرائے تقد مجد و علا
فیض طبعش رواں چو ابر مطہر بذل وجودش چو بخشش دریا
لطف عامش نجاص و عام تمام بامیر و نقیب و شاہ و گدا
چہ سر ایم بیدح او حرفے بد چونام خودش در بیکتا
شد جہاں از وفات او مار یک آنچناں کز غروب مہر سما
نہ ہمیں سینہ زمین شق شد ماتمی شد لباس گردوں را
با ہزاران عنم و طلال الم دست ہاتف بسر زد و گھتا

بہر تاریخ در سنہ ہجری
 "زینبہاں رفت آل ابوالفقرا"
 ۷۸ ۱۲، ہجری

باز نختے ز دل برید و کجبت تا شود سال فصلیش پیدا
 مصرعہ بادلِ ملول و خیز
 "رشکِ حاتم بر دو او بیلا"
 ۶۹ ۱۲، فصلی

۲۲ "قطعہ تاریخ و فات حضرت مولانا و مقتدا مولوی محمد ہدیٰ ان حدیثیں"

چہ جانگد از خدا یا مصیبتی بود	کہ گشت خاطر ہر کس از آن ملول و خیز
ہمیں نہ در دل انسان خلید شتر غم	کہ گشت خون جگر قدسیان عرش نشین
جناب قبلہ آفاق مولوی ہدی	کہ ملک علم و عمل داشته است زیر نگین
بغزم سیر جناباں گلشنِ فردوس	پرید ظایرِ روحش با وجِ علیس
بپاکی و بطہارت بجاہ و عزت شد	ببارگاہِ خداوند ذوالجلال قرین
شدہ است خلق سیر جامہ از پے ماتم	برنگ کا کل جادو و شان زہرہ جبین
من و خدا کہ عجب شمع علم شد خاموش	کہ سوخت آتشِ این غم دلِ زمانِ زمیں
ہمیں نہ در فن معقول بود شیخِ نرن	کہ بودہ است بمنقولِ نخریدین متین

بفکر سال وصالش چو سرسبز و بر دم نشسته با جگر خسته و دل انگیز

رسید از لب با توف بگو شدم این مطلع

”چہ مہر علم الہی نہفت زیر زمیں“

۱۲۹۳ ہجری

۲۳ ”قطعہ تاریخ انتقال داور حسین مروج ساکن شاہ پوریکہ“

داور نیک ذات پاک نہاد در ردائے عدم چرخ نہفت

دلِ خون گشتہ مجہاں را نشرِ غصہ و الم بر سفت

ہاتفِ غیب سال تاریخش با ہمہ محنت و محن چوں جست

خرائیدہ ریش را خراشیدہ

دخل الجنة النعیو کھت

- ۳۱۹ - ۱۰ = ۱۳۰۹

۲۴ ”قطعہ تاریخ وفات شاہ ارشد علی بمتھیوی“

چو رفت ارشد علی از داریا سرشک از دیدہ خون از دل بچوید

زماں سرگرم فریاد و فغان شد ز آہ و نالہا دلہا حروید

خوشا شیخ زمان و صوفی وقت کہ غیر از ذکر حقش لب نہموید

بہ تسبیح و تہلیل و تہذیر بہ تحصیل رضائے حق بگوید

ازیں دار فنا چوں کرد حلت صدائے مغفرت از حق نہموید

شرابِ صافیِ مشکینِ ختامے ز دستِ سانیِ کوثرِ بنوشید
 سروشِ آپے سالِ وصالش
 ”رِوائے رحمتِ سبحانِ بنوشید“

۱۳۰۸ ہجری

۲۵ قطعہ در تاریخِ رحلتِ دخترِ زاوہ خود محمود و بختیار فریاد

چو محمود... از دارونیا رسانیِ بلکِ عدمِ یافتہ
 چلویم چہا زینِ مصیبتِ چہا دلِ درد مند اداں المِ یافتہ
 ز جو روستہا کے سنگینِ دلاں وجودش لباسِ عدمِ یافتہ
 پے کشتنِ او بہ بیمارِ تیشِ دوا در ہلاہلِ بہمِ یافتہ
 بایں خردِ سالی و طفلیِ مقامِ ز دنیا یہ باغِ ارمِ یافتہ
 دلِ ہاتفِ غیبِ زینِ ماجرا بے درد و اندوہ و غمِ یافتہ

سر آہِ بسیریدِ تیارِ نَخِ او
 بگفتا۔ شہادتِ ز سَمِ یافتہ

۱۳۱۳

۱۳۱۲ ہجری

۲۶ اس قطعہ تاریخِ بابتِ تعمیرِ مقبرہٴ زبیرِ کبیت کہ طرحتِ آنِ نصرِ مودہ اند
 بنا چوں کردہ شد ایںِ روضہٴ پاکِ سرورِ خاطرِ اہلِ صفاتِ شد
 پے تیارِ نَخِ امتِ مِ عمارتِ مرا از جانبِ ہاتفِ نہا شد

تو بگذر از سرِ هستی و فرما
زیارت گاه و سین در آن باشد

ہجری ۱۳۱۶ = ۵ - ۱۳۲۱

۲۷ قطعہ تاریخ وفات شاہ محمد اکرم مرحوم و مغفور
عزیزم شاہ اکرم سید الحج کہ دستش بود بحرِ وجود و خیرات
ازیں دارِ فنا بشوکت و شان ملک جاودانی رفت ہیبت
چو بستم سال تاریخ و فاتش
سروش آمد "خرامیدہ جنات"

۱۳۱۶ ہجری

۲۸ قطعہ تاریخ وفات جناب ملا سرت صاحب قطب صاحب گنج گیا
چون حضرت سرت مریدشہ صدق
از دارِ فنا راہی فردوس بگردید
عالم ز غم رحلت آن شیخ طریقت
خون رنجیتہ از دیدہ و بر چہرہ پاشید
خود رفت بفردوس برین دل خلقے
در خاک ز بس حسرت و در خون بطیانید
ہے ہے چه تو ان کرد کہ آن شاہ بزودی
سیر از سر دنیا شد و عقبتی پسندید

پرسید ز ہاتف چو دم سال وفاتش
گفتا ز رہِ عنتم کہ "بجنت بخبر امید"

۱۳۱۲ ہجری

۲۹ قطعہ دیگر در تاریخ رحلت حضرت ملا مرتضیٰ قدس سرہ فرماید

چو جناب پاک ملا طالبانِ مولا
دل خلق گشت پر خون ز فراقِ غایب او
ز کمال خود کہ بودش شہوت و طہارت
ہمہ تن ز سیر دنیا شدہ سیرِ خاطر او
ز جہاں نمود عزم سفرِ دیارِ داور
بجہاں فگند شورے غم او چو شورِ محشر
پے سالکاں ایں رہ شدہ دستگیرِ بہر
سر عرش کرد منزل بر مصطفیٰ وحید
ز کمال درد و غمہا پے سال رحلتِ او

ز فلک نذر آمد کہ ”ایا خجستہ پیکر“

۱۲ ۱۳ ہجری

۳۰ قطعہ دیگر در تاریخ رحلت اوشان قدس سرہ فرماید

ہو شدہ زیر زمیں مرست مستِ عشقِ حق
از مرگ آن تقویٰ گزین در گریہ شد شمس و قمر
در طاعتِ حق ہر نفس سرگرم ہووے مستعد
در راہِ مولا بے ریا صادق بزہد و اتقیا
بودہ ست بہر فیض دین آن جامعِ علم و عمل
ہم زہرہ و ہم مشتری بگرسیت مرغ و رحل
بودہ ست او قاتلِ بری دایم ز نقصانِ خلل
کامل بوصفِ اولیا بیرون ز تلبیس و دخل
ہم زہرہ و ہم مشتری بگرسیت مرغ و رحل
خلق خدا خوش شود از ود لطف و خوبی بطل
پر چرخ بگذشت از زمین دخیل ز دخیل و دخیل
ہم صدیقی ہم صدیقی ہم فخری فخرِ ممل
ہم صدیقی ہم صدیقی ہم فخری فخرِ ممل
ہم صدیقی ہم صدیقی ہم فخری فخرِ ممل

نامش ندیقِ عارفان از قند و از شکر لیزند ذکرش بجامِ کاملان شیریں تر از شانِ عسل
چون رُوحِ پاکش بر فلکِ رفت از زمین باقیست
از بہر تاز بخشِ حنین "اے منظرِ عم از ل"

۱۲، ۱۳ ہجری

۳۱ قطعہ تاریخ وفات مولانا فضل رحمن صاحب گنج مراد آبادی

کہ بتاریخ ۲۲ - شہر ربیع الاول ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۳ ماہ ستمبر ۱۸۹۵ھ انتقال فرمود

فضل رحمن کہ بود مرشد دین پاکباز و لطیف و پاک سرشت
ہادی و رہنمائے اہل یقین چو زد دنیا گشت شد بہ بہشت
در دمندانہ ہاتفِ عنیبی گر یہ ہا کرد و تجسمِ حشر کشت

سر برید

”رہبرِ راہِ معرفت“ بنوشت

۱۴۰۳ - ۹۰ = ۱۳۱۳ ہجری

۳۲ قطعہ تاریخ رحلت حضرت اوشانِ قدس سرہ فرماید

قطبِ زمان آنکہ نبودش نظیر ہادی دین مرشد زہاد بود
فضل کہ بودست بہ رحمن مضاف نام خوشش ذکر چو او را بود
بود بزرگے کہ ز اخلاق او خاطر ہر سپر و جوانِ شاد بود
داشت نگہبانی باطن بدست از کمرش ملکِ دل آباد بود

پاک نژادے کہ دلش از صفا جز بخت از ہمہ آزاد بود
 از طرف ہند و دیار عرب شہرت او متحد بغداد بود
 رفت بفر دوس ز دنیاے دوا بسکہ ازین دائرہ ناشاد بود
 آہ بدیدیم ز اندوہ اُد بزم طرب کج عنم آباد بود

از پے تیارخ و فاقش سروش
 گفت ”سرفوع ابد آباد بود“
 ۱۳ ۱۳ ہجری

سہ قطعات در جواب قطعات مولوی عبدالصمد راسلہٹی
 و منشی جواہر سنگہ جوہر لکھنوی
 مولوی احمد علی بنگالی تخلص احمد۔ در جواب ”قاطع برہان“ حضرت غالب کتابے
 موسوم ”بہ موید البرہان“ تالیف کردند حضرت غالب کتابے موسوم بہ
 ”بیغ نیز“ در جواب نوشتند و قطعہ ہم نزد مولوی احمد علی فرسازند کہ مطلعش
 ایں بودہ

مولوی احمد علی احمد تخلص نسخہ و خصوص گفتگوے پارسا کر دہ آ
 مولوی عبدالصمد فدا شاگرد مولوی احمد علی احمد قطعہ در جواب قطعہ حضرت غالب
 نوشتند۔ در جوابش حضرت باقر قطعہ نوشتند کہ قطعہ اول ایں سہ قطعات است۔
 منشی جواہر سنگہ جوہر قطعہ در جواب نوشتند و مولوی عبدالصمد فدا ہم قطعہ دیگر کردند

- خود چو قاصد گشت آغا۔ کوچک بے دانش چرا
 آں فدائے بخرد و بجا پرہ بنگالی نثر اد
 چون نداند شیوہ گفتار آن نادان سپرا
 شوخی طبعش نیارم آنکہ در عرض کمال
 در گمان خویش شد شیت و پناہ اوستا
 سستی طرز کلامش گز نویسم سر بر سر
 نیک ظاہر میکنم زان جملہ عیب چیدہ
 با فصاحتها کہ وارد و بچہ پندس ارشاد کرد
 سر نمودن و از مطلع پر غریب است عجیب
 سر بر بنہ بودن است از عادت بنگالیان
 باز میازد بد دیگر جا چنین تقریر خویش
 نیک میدانند اہل را ز کاین اشباع کاف
 گر بگفتے زین منط بودے فصیح و خوبتر
 شد تر نم آشنایے با ہنگِ دیگر
- خویش را با او ستاد خویش رسوا کرده است
 من فدائے او چہ خوش تقریر بجا کرده است
 رشتہ خلق خود را بھیجا با کرده است
 پرودہ شرم و حیا زوے خود او کرده است ۱۵
 عیب پنهانش تحقیقت آشکارا کرده است
 دفترے باشد شرح آنکہ اذت کرده است
 تا بہ بیند کہ ہر کھش چشم بینا کرده است
 ”بر زبان دارند این مطلع کہ روا کرده است“
 لیک نتوان گفت کاین سہویدہ ملامت کرده است ۲۰
 انچہ خود میکرد و شعرش نیز گویا کرده است
 گز عجیب و معترض کہ کار بھیجا کرده است
 از فصاحت شعر را بیش مہر کرده است
 کہ عجیب و معترض آخر کہ بھیجا کرده است
 ”نامیان ہند را دشنام بھیجا کرده است“ ۲۵

۱۔ از ”کوچک بے دانش“ اشارہ بہ مولوی عبدالصمد فدا است کہ در جواب قطعہ حضرت غالب قطعہ نوشتند کہ مطلعش بچہ

سہ فرق حق و باطل ہے صاحب نظر بنور من گز ترا جو ایسے حق ایزد تعالیٰ کرده است

و ایں قطعہ حضرت باقر در جواب ہماں قطعہ مولوی عبدالصمد فدا است۔

۲۔ اشارت است یہ شعرے از شعر ہائے قطعہ مولوی عبدالصمد فدا ہے

زشت گونی را چو کار ہند دان پس چرا نامیان ہند را دشنام بھیجا کرده است

کروں دشنام کے باشد روانِ فصیح
 بنخیر از کوچہ دانش چہ آیا کرده است
 غیر ازیں ازستی ترکیب لغو و شوق لغز
 نچتہ مغز نیامے او ہر پچہ تقاضا کرده است
 ہچو روز روشن است و نیک و شگشتہ است
 بر بخندان جہاں ہر کس تماشا کرده است
 با ہمہ فقدان استعدادیں شور و شغب
 بود کے جائز مگر از راہ سو دا کرده است
 بیخرد شاگردی احمد کہ کردہ است آشکار ۳۰
 ماں بیاناواں بیا۔ با اوستا و خوبیا
 سرخاک آتاش نہ پئے عذگرت
 ستر مکتوم معانی بلہوس اینجا بچے
 حق پرستیہا اگر در دل ترا جا کرده است
 گرونت رزمعانی را تمننا کردہ است
 باقر از شکر آنہ ایں کے توان آمد برو
 کہ مرا تلمیذ غالب حق تعالیٰ کردہ است

۳۴
 قطعہ دوم
 در جواب قطعہ ششی جو بہر سنگ جو بہر نخلص شاگرد مہر اناطق مکرانی منقول از
 ہنگامہ دل آشوبہ دوم

جو بہر دانش پر وہے نکتہ سخن نمزگو
 آنکہ در ملک معانی داور بہا کردہ است
 برو گوئے سبقت از اتا و خود صد مرجا
 سخکار بہا عجب در نظم پیدا کردہ است
 جبذا انداز و خوش طرز خرام جامہ شش
 زندہ جان اتا و خود ازیں ادہا کردہ است

می بردول در سخن ہے ہے چاند از اسکی
 ہوشم از سر برد و صبر از دل ز مشوقانہ وضع
 رشک امثال است در شیوا زبانہا بلے
 ہاں مگر کج حج زبانہا ز وجہ کم سنی است
 خامہ شیریں نوادر پردہ تاکے نعمتہ ہا
 ہاں کشیدن می تو اں شمشیر بران زبان
 آں جواہر میں کہ جوہر کرد نام خویشتن
 حرف علت چون گراں آمد در اندامیاں
 دعوی شاگردی مکرانیش دانگہ چنیں
 بیج در گرفت فیض استادش و اعجب
 عمر خود برباد داد آخر چرا در مشق شعر
 ریخت ایس ہندو بینید آبروے پارسی
 نیت از مندر خبر باشد اگر مسندالیہ
 لفظ اگر باشد غلط باشد بہانہا ہفتواست
 زعفران زارشس بخوانم نے زمین شعر او
 کرد بسم اللہ غلط ماواں چو گھٹا ایس جنیں

من مرشس گروم چہ طرز نطق پیدا کردہ است
 طرفہ سحر ہے میں کہ ہندو راوہ ما کردہ است ۵
 نطق او انداز ناماطی را ہویدا کردہ است
 آفریں بادش کہ حق نہیں گنہ گویا کردہ است
 آشکارا گوچہ کلک گوہر انشا کردہ است
 انقلع کفر واجب حق تعالیٰ کردہ است
 طرفہ تحقیقے بنام خویش پیدا کردہ است ۱۰
 از دروں ساقط جنیں آسالف کردہ است
 در زبان سوقیان اشعار و غوغا کردہ است
 قول سعدی صادق آمد نچہ ایما کردہ است
 چون ہمیں سواہ دانش ہمیا کردہ است
 طرفہ کج و کج پریشان گفتگوا کردہ است ۱۵
 ہست ترکیب از غلط گزیرہ واکردہ است
 لغو و خسو و جمل و موصوع یکجا کردہ است
 خندہ می آید کسے را کاین تا شا کردہ است
 ”جوہر امروزے بانجا رایں تا شا کردہ است“

۱۷ اشارہ است بہ مطلع قطعہ منشی جوہر سنگہ جوہر امروزے بانجا رایں تا شا کردہ است : شاعر نے ہاتھ سے لکھا ہے یہاں پر آج

الحذر زین سہو کاین بچارہ اینجا کرده است
 مصرعے زیناں بیگیر شعر انشا کرده است
 شاعر شیریں زبان ماچہ املا کرده است
 ایکلامش میں کئی شوخی اشرفاً ضا کرده است
 غالبم را کلکش از پیر بخارا کرده است
 " احمد درانی آن احمد کہ ہیجا کرده است "
 مابقی را ہیچ ربطے ہم نہ پیدا کرده است
 مصرع عش باشد کہ املا کلکم اینجا کرده است
 کاین خرد و شمع چہ این پیوڈہ ہوی کرده است
 آنکے سوئے ہند نے روئے تماشا کرده است
 " لفظ رنگیں شوخ مضمون کہ یہ کجا کرده است "
 مصرعہ با صد فصاحت کلکش املا کرده است
 لیکن از بطن خود او محضت پیدا کرده است
 از گلیم اندازہ بیرون بلہوس پا کرده است

۲۰. یائے " امروزے چہ باشد گرینا شد لغو و حشو
 " اگر آبادی خدا سے نظم با خود غالب است "
 کلاشکے دانستے با خود چہ معنی آستہ است
 " میکنم تسلیم ہاں پیر بخارا غالب است "
 خود بود نادان مگر مغلوب طفل لکھنؤ
 ۲۵. می سراید مصرعہ در شاں آل احمد علی
 سستی ترکیب این مصرعہ ہی باشد عیاں
 " می توانم گفت نامہ ہر کہ از ایراں بہند "
 خندہ می آید مرا برداش و بر عقل او
 صد ہزار از شاہان نعر گو باشد بلے
 ۳۰. من تقر بان فصاحت یائے این مصرع کہ خواند
 " علم و فضل لے دوستان بزلفہ شیراز نیست "
 معنی او منحصر بزلفہ شیراز نیست
 یہ خرد شوق حکم گشتن ہی وار و بسیر

۱۔ اشارہ است بشعرو دم قلم جو ہر
 ۲۔ اشارہ است بشعر شاعر کو ہم قطعہ جو ہر
 ۳۔ اشارہ است بشعر ہیچ دم قطعہ جو ہر
 ۴۔ اشارہ است بشعرو ہم قطعہ جو ہر
 ۵۔ اشارہ است بشعری و ہم قطعہ جو ہر
 ۶۔ اگر آبادی خدا سے نظم با خود غالب است : احمد درانی ہم چہ ہر ہا کرده است
 ۷۔ میکنم تسلیم ہاں پیر بخارا غالب است : احمد درانی آن احمد کہ ہیجا کرده است
 ۸۔ می توانم گفت نامہ ہر کہ از ایراں بہند : لفظ رنگیں شوخ مضمون کہ یہ کجا کرده است
 ۹۔ علم و فضل لے دوستان بزلفہ شیراز نیست : لیکن مصلحت خود از کہ شہنا کرده است
 ۱۰۔ راست گویم بعد از گریہ و گریہ ہم حکم نکین غلاما کرده است یاں شوخا کرده است

	خود حکم کے میتواں شد بوالحکم باشند بے
	آہ زین نادانیش فریاد زین نادانیش
	”کاف“ ”ماو“ کات ”بنگالی تہ یک حکم را
	قرق میدانہ کے کور بود ذوق صحیح
	اعراضِ ثنائیش ناشی ز سہو کاتب است
	حائمہ معجز گارِ سحر پر وارِ صفیہ
	خوب تقریرِ لطیف نیک تحقیقِ انیق
	میتواں نگرستین آن جملہ را با غور و فکر
	آن فدائیں پیشتر با قریل ما بردہ بود
	آن فدائوش منظر آمد جوہر آمد خوش مزاج
۳۵	با ہمہ جیلے کہ دارد طرفہ دعویٰ کردہ است
	کز جہالتِ اعتراض پوچ بر پا کردہ است
	صدر و اوسط را بزعم خویش یکتا کردہ است
	چوں نداندا و چرا ہنگامہ بر پا کردہ است
	لفظِ مُصرع او بجائے شعر الما کردہ است
	کو با تسلیم معافی خسرو بہا کردہ است
۴۰	در جوابِ اعتراض جوہر نشا کردہ است
	گردانتِ تفصیل و شرحش را تمنا کردہ است
	جوہر ما حالیا این فتنہ بر پا کردہ است
	وہ چه شوختہا بصد ما زواہا کردہ است

۱۔ در شعر بیت دوم قطعہ اول خود حضرت باقر را شباع کاف کہ در مصرعہ مولوی عبد الصمد فاخر کز مجیب و معترض کہ کار بجایا کردہ است واقع شدہ بود اعتراض کردند نشی جوہر نہ کہ جوہر ہماں اعتراض بر مصرعہ ثانی قطع قطعہ اول حضرت باقر آوردند و گفتند یہ میگذر جج زبان را کات بنگالی ہے ”کز مجیب و معترض کہ کار بجایا کردہ است“ قطعہ ثانی کہ غالب باز خود موزوں نمودند کہ مرآتیند غالب حق تعالیٰ کردہ است۔ حضرت باقر درین شعر جواب ال اعتراض دادہ و در قطعہ سوم ہم جواب اعتراض عبد الصمد فاخر دانتہ اند و تا مدیحت دعویٰ خود از اشعار راستہ کردہ اند ۲۔ در حرحہ ہنگامہ دل آشوب حصہ اول در شعر بیت و سوم قطعہ اول حضرت باقر بجائے لفظ شعر لفظ مصرع از سہو کاتب طبع شدہ بود۔ ۳۔ مراد حضرت یرب قرند از معنی بلگرامی اردی اند کہ شاعر بے بدل بودن و در تحقیقات لغات سی وارد و پایہ بلند داشتند۔

آل اگر نور نظر بود این سرور سینه نشد زنده باشد خوش دل غمخیزه ماکرده است

باشدش هر سخطه از ماصد نیاز و استیاق
کو چو جان اندر حسیم دل مرا جا کرده است

۲۵

۳۵ قطع سوم

در جواب قطعه ثانی مولوی عبد الصمد قد منقول از زینب گامه دل آشوب دوم

مولوی عبد الصمد یعنی فدای نکته سنج در جواب قطعه ما قطعہ انشاکرده است

وه چه خوش قطعه که قطعات جواهر نشا آسمان بر نظمش از عقد ثریا کرده است

مرجا صدم جاجیمسوز قبر انوری آفرین صد آفرین روح شفیعاً کرده است

بسکه از هر حرف حرفش میچکد آب حیات ناظرین را غیرت خضر و میجا کرده است

کشور بنگاله زونا زود بخود نام خدا باب علم و فضل بر او بجای آورده است

بلبل شیر از باشدش عزیز بگالوی کان سفال الهند را خاک مصلحا کرده است

جو هر علم و ادب را بهر شهرت داده عرض از گروه شاعران باشد متا کرده است

آفرین بر وقت طبع رسایش آفرین وه جها ایراد بر اشعار اطلاق کرده است

داد از هر اعتراضه و ادعایش منهی چه خوش گنج مخفی معانی آشکارا کرده است

می سزاید نغمه دلکش با مینگ عجب می رباید دل ز کف کار بخیس کرده است

۵

۱۰

له مراد از قطعه اول باقر است - له بخیس بکسر اول و ثانی بر تخطائی رسیده پسین بے لفظ بالفن کشیده - نام چنگی خرد پرویز نبویه
او نیز مانند باربد عدیل و نظیر تراشیده و سرود خرد وانی از و است (برهان قاطع) -

- میکند تر وید قولِ ما با برادرِ سخیف
 اوز نا فہمی جوابِ حضرتِ غالبِ نوشت
 کہ در وقتِ طبعِ برہاں بر عرشِ گویا
 وین بغزیم جنگِ اینک میانِ جانِ بہت
 لنگِ لنگاں جلوہ گر شد بر سرِ میدانِ رزم
 شرحِ پروازم جوابِ اعتراضِ حالیا
 ایں نوئے خارجِ آہنگش بگوشِ دلِ شنو
 ہاں سخندانانِ خوشِ اضرابِ و ترقیِ نگیرد
 نسبتِ رویہ بشری از نسبتِ اولِ قوی
 لفظِ حیثیتِ چرا باشت مرادِ علمِ را
 بخرد۔ مفہومِ حیثیتِ بود اسلوبِ و وضع
 میتوان دانست با تذراں نظم لفظِ جوابِ
- اتباعِ رسمِ آسا و خود آغا کرده است
 یعنی از ہدیانِ تو دید ناخپہ انشا کرده است
 کعبہ را شکستہ تعمیرِ کلیا کرده است
 سر زمرِ سوخجہ و تیغ و سنا ہنما کرده است
 غیرتِ طبعِ کہ دارد این تقاضا کرده است ۱۵
 کز رہِ فکرِ رسا در خاطرش جا کرده است
 کہ بتقیہِ عجبیہ ابرو ہجا کرده است
 اندرین شعر کیہ کلک با قر املہ کرده است
 در صغفی بہت نظامِ شکرچہ اینجا کرده است
 معترضِ بینِ طرفہ است ملامتِ پیدا کرده است ۲۰
 زاید از اسلوبِ خود یعنی کہ آغا کرده است
 کہ اضافتِ الزومانہ تقاضا کرده است

۱۵ اشارہ است با عرض مولوی عبدالصمد قدابشر قطب اول حضرت باقر سے معصومہ با شہباز گرم زرم شد نے یہ لفظ پڑھا ہے
 با شہرِ جنگِ فتنہ بر پا کرده است۔ در شعر نو زدم اس قطعہ جوابِ آن اعتراض دادہ اند۔
 ۲۰ بلفظِ حیثیت کہ در شعر ہم قطب اول حضرت باقر واقع شدہ است مولوی عبدالصمد معترض شد کہ گفتند
 سے لفظ حیثیت بجائے علم میخوابند پس زائل پاریس از پدین معنی کہ املا کرده است گفتند
 ۱۵ بلفظِ جواب کہ در مصرعہ اول شعر ہشتم قطعہ اول حضرت باقر آیدہ است مولوی عبدالصمد معترضانہ
 سے خوش مضامین آوردہ در شعر دوم لفظِ جواب پڑ دستمان میں یہ کیاں ہندی تماشا کردہ است
 (لفظِ جواب در شعر ہشتم واقع شدہ است نہ در شعر دوم)۔

نیک اندہر کہ رسم قوم احصا کرده است
 اندرین مصرع حذف جزوئی کرده است
 اقتضای شان محل تقدیر آنرا کرده است
 حذف لفظ قطعہ را اینجا قافیا کرده است
 ولے نامہمی عجب ایراد سجا کرده است
 تاجہ شکے در دل والاے او جا کرده است
 معترض نشانے شک خود جو انھا کرده است
 آنکہ کلک کاتبش از سہو الما کرده است
 خاتمہ معنی نگار آتشکارا کرده است
 از رہ جہل و کمال سادگیہا کرده است

گاہ مذکور است و گہ حذف جزوئی انیش
 مولوی جامی کہ باو ارحمت حشش شمار
 چیت دانی مطلبش یعنی جواب صدام
 ہچیمان مفہوم شعر است از لفظ جواب
 مصرع ثانی بود تفسیر آن تقدیر و بس
 خد خداں آنکہ می آید سوئے ریشخند
 چون بتقریر جوابش خامہ بخشاید زبان
 ہاں تردد باشد شش در ہائے زاید غالباً
 در جواب قطعہ جوہر جواب عین را
 و آنکہ کافم را نظیر کاف با شباع خود

۲۵

۳۰

۱۔ جامی علیہ الرحمہ بہر سلام کن رنجہ در جواب آل لب بد کہ حد سلام مرا بس کیے جواب از تو۔

۲۔ بجائے لفظ ریشخند کہ در شعر چہار دہم قطعہ اول حضرت باقر واقع شدہ است لفظ ریشخندہ از غلطی کاتب در پرچہ ہنگامہ دل آشوب حاصل اول طبع شدہ بود مولوی عبد الصمد فاہ قطعہ دوم خود نسخہ می کنند وی گویند سہ ریشخندہ خلق خوش استہ و شعر دیگر
 ۳۔ در شعر بہت و سیوم قطعہ اول حضرت باقر لفظ مصرع بجائے لفظ شعر از غلطی کاتب در پرچہ ہنگامہ دل آشوب طبع شدہ بود منشی چہار سکہ جوہر معترض شدہ حضرت باقر در شعر سی و ششم قطعہ دوم خود جواب معترض اندہ مولوی عبد الصمد فاہ ہم قطعہ دوم خود معترض آوردند و گفتند عین مصرع را فائدہ و غون شعر خود بر حجت بخوان این برگردنش ظلم آشکارا کردہ است۔
 ۴۔ مولوی عبد الصمد فاہ قطعہ اول گفتند سہ نیک میدانندہ و انایان تحقیق آشنا پند کہ مجیب و معترض کلک ایراد سجا کردہ است و قطعہ اول خود حضرت باقر فرمودند سہ نیک میدانندہ اہل راز کابل شاع کا بہ از فصاحت شعر اینک معر کردہ است مولوی عبد الصمد فاہ قطعہ دوم خود در قطعہ اول شعر ما تو سہ ما تو از شکل ان کے تو ایں بدرون بد کہ مرملینہ غالب حق تعالی کردہ است معترض شدہ گفتند سہ جاے دیگر باز میگوید کہ اس شبلیع کاف بہ از فصاحت شعر اینک معر کردہ است خندہ می آید مرا بر خورودہ گیر میائے او بہ خود بد و آنکہ بطبع غیرت کردہ است

کاف صد رو کاف اوسط مختلف باشد بحکم
دیدہ عبرت کش و بنگر ایں اشعار را
گر کتم قطع نظر زین کاف لفظ کار تو
ہاں بفرمانی خدا را کہ بے کاسچیت
دعویٰ نحو تیش و آنکہ بہ میں تبیل را
ہاں بگو تبیل کے اندر لغت باشد صحیح
و آنکہ بر شکرانہ دارد از سہیل اعراض
گر بلفظ شکر داخل گشت حرف نسبتی
میں کلام حضرت حافظ کہ چون فرمودہ است

۳۵
۴۰

میں دو اوین گز خدایت چشم بینا کردہ است
کر نیچے جمع دل تو کلکم اٹلا کردہ است
آنکہ بعد کاف در شعر تو ما و اکر کردہ است
گر تنافر نہ در شعر تو پیدا کردہ است
درختیں قطعہ خود آنکہ اٹلا کردہ است
جائے ابطاش رقم گلکش چہ بجا کردہ است
فکر در قول سخن سخنان مگر ناکردہ است
قیح در معنی بگو ناواں چہ پیدا کردہ است
اندزین شعر کیلئے اندھاشیہ جا کردہ است

کہ عبا بے بن از خاک مصلحت بخشند
کہ ز خاکش نتوان باہمتنگی پیر کرد
کہ بخرش لب از خطا مصون
کہ ہما میرسد زمان وصال
کہ برویم در ایں واقعہ را ساختہ باز
حوریان رقص کنان ساغر شکرانہ روند

۱۔ خزینہ دارم از غالیہ ایان صباحی شمشیرین
خزینہ کا شہ از بود چشم لیمان جہاں
ظہوری شکرانہ دان شاہ عادل ابراہیم
حافظ سے خوشخبر یا شکرانہ نیم شمال
عربی سے خواب شب ہمیشہ دیدہ بیامی سودم
۲۔ شکرانہ حافظ شکرانہ کہ میان من و اوصی افتاد

۱۔ اشارہ است بلفظ کا کہ جہاں مصرع مولوی عبدالصمد واقع شدہ است سے کہ مجیب مقرر ہے کہ کار بجا کردہ است
۲۔ در قطعہ اول خود مولوی عبدالصمد گفتند سے پاسخ اقوال بجا لیش نوشتم بیزنگ چہ کردہ ام تبیل
ہر یک انجہ ایما کردہ است -

۳۔ در قطعہ اول حضرت باقر فرمودند سے باقر از شکرانہ اس کے تو ان آدروں - در قطعہ دوم
مولوی عبدالصمد گفتند سے ہم نشست لفظ شکرانہ تماشاً کردینت چہ شکر و شکرانہ مراد و آشکارا
کردہ است -

کاتقصائے واحد و جمع و شنی کرده است
معنی در حکم استعراق پیدا کرده است
یعنی غیر از ترجمہ دیگر چہ انشا کرده است
جستجو ہر چند ہر جانب چو اعمیٰ کرده است
آنکہ در ما قبل کلک شاعر املاکرہ است
بیخرد اور اگر سہجیان سودا کرده است
آخر از دست خود نفس لیل املاکرہ است

ہست ای نادان بدان لفظ سخندان اسم
چوں سے لفظ جہاں و خواہ عالم شدہ مضامین
و انمودوں را چہ خوش گھتا جواب باصواب
فاعل فعل رسد گم کرد در قول سخن
فاعل فعل رسد باشد ضمیر حرف تثنیہ
و آنکہ یا خواندہ است بعد بوجیب دلجے
اعتراض می کند ناوان بضم و کسرہ

۴۵

لسہ بر لفظ سخندان جہاں کہ در مصرعہ دوم شہرست و ہشتم قطعہ اول حضرت باقر آئندہ مولوی عبد الصمد فدا قطعہ دوم
سہ ماورای خطا اس لفظ سخندان جہاں بی طرف حسن و خوبی شعر انکارا کرده است۔ لفظ واحد را بجائے جمع آوردن چہ
این جنس جا ہا چہ لفظ را قافیا کرده است۔ مراد او نشان امنیت کہ بجائے سخندان جہاں، سخندانان جہاں میاید
لسہ اشارہ است بہ شعر مولوی عبد الصمد فدا سہ لفظ واکردن بود با باز کردن متحدہ و دلالت میں گزرتاوردن
شکلے جا کرہ است۔

لسہ مولوی خواجہ سید فخر الدین حسین سخن در قطعہ خود کہ در جواب قطعہ اول مولوی عبد الصمد فدا شائع کردہ بود نہ گفتندہ
عرفی و قش گویم کہ مطلب وارسد بی خامہ جاود طراز شنس انجانا کرده است۔ در قطعہ دوم مولوی عبد الصمد فدا گفتندہ
بگردد لے شاعران میرہ کہ شاعر و رشیدہ شعر خوش در بروج اتا و خود انشا کرده است بی فاعل فعل رسد یا باظہر پیرس کہ او
فعل واحد یا بحدت فاعل املاکرہ است۔

لسہ در جواب قطعہ اول مولوی عبد الصمد فدا مولوی خواجہ فخر الدین حسین سخن در قطعہ اول خود گفتندہ سہ بوجیب مانڈہ ام کلین
صاحب علم و ادب بی با جنس فہم و فراست ایس چہ یا کردہ است۔ لیکن از سہو کاتب و نسخہ مطبوعہ ہنگامہ دلا شوب حصہ اول
بجائے لفظ مانڈہ لفظ ہا بطبع شد۔ مولوی عبد الصمد فدا قطعہ دوم خود گفتندہ سہ بوجیب ہا مانڈہ ام لفظ ہا با تعبیر
جمع دو احد اندرین یک فقرہ سہجا کردہ است۔

سہ در قطعہ دوم مولوی عبد الصمد فدا گفتندہ سہ ہمچنین با ہائے مضموم آن در قفرہ ہر میں بی نفع جائے کسری نخوی چہ بیجا
کردہ است۔ در طباعت کاتب سہو کردہ بجائے کسرہ صمنہ نوشتہ بود۔

- باحشیشے می در آویز و غرقی جان بلب
 می سراید طرفہ شعرے و لفریبے کان چہا
 "بشنو و فرما خطاب فعل غایب کرده است
 لفظ غایب یا خبر باشد ز لفظ فعل تو
 یا صفت باشد برائش پس چه باشد معنی
 حالیا بشنو جواب اعتراض خوشتن
 فاعل اندر مصرع ثانی بود آغای تو
 در خطاب بشنو و فرما مخاطب شد فدا
 هست ایرادت بعلتش ہاں عجب فعل شنیع
 می سراید مصرعے با صدفصاحت معترض
 ہندیم از طعن فرمود و بجا فرمودہ است
 کردہ زین قطع لفظ تانا بنا بنگرید
 دیدن و رفتن با استعمال فرس و قمازی است
 لیک در مصرع نمی باشد یکے منطبق
 شاعر شیریں زبان مابقر ماہد چنیں
 من بلاگرداں موزونی طبع نازکش
 این نمی دانند کہ موزون داخل حدی است
- آئے آئے فرط جہلش غوار ویرا کردہ است
 وقت طبع روانش آشکارا کردہ است ۵۰
 جمع این ہر دو بیک شعر از یہ آیا کردہ است
 پس یہ فعل است کن غائب قابل انکر کردہ است
 گفتگوئے طرفہ بار فر معمار کردہ است
 کہ جہالت خطہ اند خلطت جا کردہ است
 ہم ضمیر یا بخش راجع با خاک کردہ است ۵۵
 خامہ ما کرد تسکین تو یا نا کردہ است
 حق بدست است با تو خواجہ ما کردہ است
 "دوستاں بنید کیاں ہندی تماشا کردہ است"
 ہاں مگر خود لہر یغم صفہاں زاکردہ است
 کا ندیں مصرع او معنی چہ پیدا کردہ است ۶۰
 تا ازیں ہر دو چہ معنی دلوش جا کردہ است
 از برائے تافیہ شاید کہ املا کردہ است
 "این بس باشد کہ موزون شعر انشا کردہ است"
 شعر را موزون صفت کردو چہ آیا کردہ است
 از حقیقت و صفائے کردو چہ چاکر کردہ است ۶۵

سرزمینش کسٹم درویدہ عجب الصمد
 ایک روشن کے تو ان شدیدہ اعمائے ہے
 این دل شیدائے ما با قہر تنہا کردہ است
 چون خدائیں کو رماور زرا د پیدا کردہ است
 خاتمہ ماہم با تدارک سے اٹا کردہ است
 نرم کردن می تو ان آہن یہ آہن فی المتل

سخت گوئی را نباشد پیشدستی زین طرف
 او چو بدگفت است آخر خود ہم اصفا کردہ است



منقول از ہنگامہ دل آشوب حصہ دوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”حواب تحریر اردو و میرزا علی صاحب شمس تخلص از نیاج نوکاً
افصح الفصحی ابلغ البلغا جناب مولوی سید محمد باقر علی صاحب
باقر تخلص تلمیذ حضرت ملک الشعراء ایران و ہند جناب
نواب اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ غالب تخلص مدظال اجل“

بزرگ تہ سجان معنی رس و دقیقہ شناسان پاک نفس منحنی و محجب مباد و کبر
جزو زمان کہ از علم و فضل عموماً رسمے و از فن معنی و بلاغت خصوصاً نشانے نامندہ
الامات، اللہ۔ چنانکہ اعلم علماء سے بلاغت و معانی سعد الدین نصیرانی طاب
ثراہ و جعل الخبثہ مشواہ در عنوان مختصر معانی ارشاد فرماید ان هذا الفن قد نصب
اليوم ماؤه فصار جداولاً بلائاً و ذهب رواؤه فعاد خلافاً بلائاً ثم
حتى طارت بقية آثار السلف ادراج الرياح و سالت باعناق مطايا
تلك الاحاديث البطاح۔ پس این زمان کہ علی مرالدهود و الاعصار از

زمان خلعت وجود بر کشیدہ در کشاد سلقۃ الفضل و الکمال الیق و ازید خواهد بود
اکثر کم مایگان قلیل البصاعت را شعار و دثار چنان گردیدہ کہ بر اکابر و اعیان کہ علم
و کمال شان مسلم الثبوت زمان و زمانیاں و فضل و بلاغت آنان مشہور نزدیک و دور
جہاں و جہانیاں باشد لب اعتراض کشانید و کمال حدت فہم و حرافت ذہن خود را
رو بروئے عوام کالانعام و انمائید و مورد تحسین و آفرین شوند و صدائے احنت و حبا
از زبان سویاں شنوند و حال آنکہ دامن عظمت و جلال و پیراہن علم و کمال آن حضرات
از آلودگی قبح و نقصان منزہ و مبرا است و گلشن دانش و حدیقہ فضیلت آن عالی
نزلتان خالی از خار و خس شک و اعتراض بودہ علی وجہ الکمال سرسبز و مظر است و
نمائے آن خبر ہوئے شہرت و بر آوردن نام در میانہ جہلا و عوام دیگر نمی باشد
مگر بحضور علما و خواص معاملہ بالعکس میشود کہ غیر از خصلت و خسران و کماہت و خذلان

بجسول نبی انجامدہ

ملائت میں کہ ہر شکے کہ جبت از تیشہ فرماد
ہو امیگر دو وہم بر سر فرہادی آید
فاغندرو ایا اولی الالبصار۔

تفصیل میں اجمال و توضیح میں مقال آنکہ در او وہ اخبار نمبر ۲۶ مورخہ ۲۵
ماجون ۱۸۶۶ عیسوی قصہ عبرت خیر و ماجرائے وحشت انگیز مطالعہ درآمد یعنی
بے حیثیتہ فقید الاستعداد ہے سچیدانے کج حج زبانے ترا خاکے ہرزہ در آئے
خود نمائے بیہودہ سر آئے یہ راہہ خرام و یحور صفت شمس نام مصداق ہے

بالعکس نهند نام زنگی کافور - زبان طعن و لب اعتراض بر اکل شعرا
وای بلغ بلغا کشوده است و عماید دہلی و بلگرام را کہ چشم فلک و گوش ملک دار العلی
مثل آن در آفاق ندیدہ دشینیدہ زیر خنجر حرج و قرح کشید و از ہدیانات مجنونانہ خود
صفحہ قرطاس را برنگ روئے خود سیاہ و تباہ نمودہ است

ہر کہر خواہد حد اپردہ ورد میلش اندر طعنہ پا کاں برد
خصوصاً دشان حضرت اسد اللہ خان غالب کہ غلغایہ فصاحت و طنطنہ بلاغتشان
از قاف تا قاف رسیدہ بل از کنگرہ عرش بریں بالا کشیدہ لایعینہا چا ویدہ و خروج
و قسوت دادہ است

بر بلند ان سخن سببے خود است تف سببے فلک بروئے خود است
ہر چند پدید ہی است کہ خواب پریشیاں را بقیرے و مہمات غمخسراں را تاویلیت
مگر چون ایں ذرہ بمیقدار کہ باقر علی نام و باقر تخلص دارد از خوشہ چینیاں خرمین آن
آفتاب عالم تاب سپہر سخنوری عینی حضرت غالب مظہر العالی است مصلحت اں
ندید کہ از جوابات شافیہ اعتراض ایں سرست باوہ استکبار خاموش باشد و رگ گردن
ایں ہدیایان سرار کہ بدعوی معنی پروری بلند نمودہ است بزشت تقریرات ابد انحراف شد
ناگزیر بحکم ضرورت از جواب دیگر مطاعن و اعتراضات و اہمیہ ایں بے مغر خوقاللاطنا
قطع نظر نمودہ بحجاب ایرادات کہ از راہ خوشش فہمی بر حضرت غالب نمودہ بمال اختصاصاً
پرداختہ آمد تا شاہد چہل اواز منصہ خفا علی رؤس الاشہاد جلوہ نماید۔ وباللہ التوفیق

وبہ ازمۃ التحقیق -

قولہ مطلع سردیوان غالب

نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا
یہ شعر خلاصہ سے خارج ہے جن معانی کا خارج ہے اس واسطے کہ کاغذی پیرہن کا محاورہ
فارسی میں جاری ہے (الی اخیر ما قال) ہر کا لفظ تعمیم کے ساتھ گلی و سنگی تصویروں
کے واسطے واجب ہے۔ انتہی۔

اقول - دریں شعر دو اعتراض کردہ اول اینکہ پیرہن کاغذی محاورہ فارسیست
در اردو ناجائز و دیگر اینکہ پیرہن کاغذی برائے تصویر کاغذیت نہ برائے سنگی و گلی کا حالانکہ
لفظ ہر برائے تعمیم است - اعتراض اول از کمال سخافت و رکاکت مضحک طفلان
تواند بود چہ ظاہر است کہ اہل اردو در شاعری اتباع شعری فارسیست و اقتباس مضمین
از فارسی میکنند و ازین جہت است کہ چنانکہ معشوق شعر اے فارسی امارد و نوخطانند
معشوق اردو گویاں نیز سبزان نوخط اند لہذا باتباع فارسی تعریف خط و حال میکنند
پس چون اردو گویاں را در انداز سخن تقلید فارسیاست البتہ محاورہ فارسی در
اردو جائز بود و لا بالعکس و نظیرہ کثیر - جواب اعتراض ثانی اینکہ فہم کلام بلغاً
ملاحظہ قراین و سیاق و سباق کلام ہم لازم است - ملاحظہ باد کہ در مصرعہ اول
لفظ نقش و تحریر زین رقم یافتہ پس بقربینہ سباق کلام در مصرعہ ثانی مراد نخواہد بود مگر
تصویر کاغذی و لفظ ہر در مصرعہ ثانی برائے کل تصویر کاغذی دال بر عام مخصوص است -

شیخ علی حسنین فرماید

نیصوت کرے گرمی شنبیدے۔ دلبر خود را
چرا وقف خرابی کرد وطن اکم کشور خود را
ظاہر است کہ اگر ملاحظہ معنی لفظ 'دلبر' کہ در مصرعہ اولی واقعست نکرده آید وقف خرابی
کشور از کجا ثابت خواهد شد۔ فافہم و تدبر۔

قولہ۔ غالب سے کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے۔

اس مصرعہ کا خلاصہ سخنوران طرفین کے نزدیک یہ خوب ہے کہ فیال اس کا ایک
غالب ہے دوسرے کا مغلوب ہے۔

اقول۔ معترض کمال ظرافت و ذکاوت را بکار برد و چنین مضمون لطیف و
اعراض سخیف بر آوردہ است فمرجبا ثم مرجبا اگر لفظ 'آگے' و پیچھے متسلم
ہیں معنی است۔ فیالیت شعری ما معنی ہذہ الکریمہ ان کان قمیصہ قد
من قبل فصدقت و هو من الکذبن ہ وان کان قمیصہ قد من
دبر فکذبت و هو من الصدقین ہ بینوا و توجروا۔

قولہ سے عشق نے پکڑا نہ تھا غالب ابھی وحشت کا رنگ

اس مصرعہ کا مضمون مابون کے نزدیک خوش اسلوب ہے ساکنان دہلی کو دل
مرغوب ہے۔

اقول۔ مضمون اس مصرعہ مگر معترض را ہم خوش آمد اگر ہمیں مضمون از اس لفظ
مفہوم خدام و ذوی الاحترام بحسب الف و عادت گردیدہ پس لفظ 'گرفتن' را کہ مراد

لفظ معترض علیہ جناب در فارسی است در شعر قلیل کہ اسناد الی استاد جناب اندچہ محل
خواہد بود و نقص ازین کشش قلیل و پیر وانش رایچہ رور وخواہد داد۔ وھو ہذا۔
قتیل ہ باداغ جنوں گرہ ویرانہ نگیریم آرام ز سوز دل دیوانہ نگیریم
شاید انچہ از ترجمہ لفظ 'گرفتن' مفہوم معترض است ہماں معنی مطلوب اسناد الی استادش
ہم بودہ کہ اس قدر از گرفتن ابا و انکار میکند و زار زالیہا می نماید۔
قولہ - غالب ہ نافر زمین ہے نہ کہ نافرِ غزال ہے۔

اعترض اعلان نون میکند۔

اقول - جواب اس ظاہر است کہ لفظ 'یہ' کہ تجنیب لفظ 'نہ' است کاتبش مکرم
ہمیدہ قلم انداز کرد ورنہ ہچو غلط از مبتدی ممکن نیست چہ جا کہ رئیس المنہتین۔
قولہ - غالب ہ ہستہ تصور صورت ارقام

تمام ہندوستان سے کہتا ہوں کہ ارقام رقم کے معنی میں غلط و ناروا۔ الی آخر
اقول۔ اول معنی اس فقرہ ارشاد شود کہ "تمام ہندوستان سے کہتا ہوں"
چہ معنی دارد بعد از اس گوشش باید کہ کہ لفظ ارقام از باب افعال فی الواقع
مگر اس لفظ بر السنہ خاص و عام جاریت۔ مجتہد فانی لکھنوی در تصانیف خود
یعنی در بارقہ ضعیفیہ و مولوی سبحان علی خان کنبوہ کہ معتقد غمہ معترض است

لہ غالب ہ شکیں لباس کعبہ علی کے قدم سے جان بے نافر زمین ہے یہ نہ کہ نافرِ غزال ہے۔
در نسخہ دیوان غالب کہ در اس زمان طبع شدہ بود از غلطی کاتب لفظ 'یہ' در کتابت نہ آمد۔

در مکاتیب خود بنام نورالدین لفظ 'ارقام' را صد جا پیش آورده و در قدمائے مستعمل
 حکیم محمد ارزانی رحمۃ اللہ علیہ دیر قرا بدین قادی در بحث حیات لفظ 'ارقام' طرح
 نگارش داده فلیس الغالب فیہ منفرداً و اگر بفتح اول جمع رقم خوانده شود
 ہم قحجہ ندارد۔

قوله غالب ۳ نہ کیوں ہو مادہ سال عیسوی محفوظ۔

لفظ 'مادہ' حادہ و حارہ کے وزن پر لکھا یعنی 'میم' کے بعد 'الف' متحرک ہے اور
 اوس کو ساکن بانڈھا۔ الی آخر ما اتی بالتحقیقات الالینقہ۔

اقول۔ اعتقاد رقم آتم انیکہ مقرر بدیں اعتراض بسیار بر خود چیدہ و از
 فرط شادمانی در پیرہن نگجیدہ باش۔ نبض شناسان صحت الفاظ خدا را علاج خلل
 و ماغ این مجبوط الحواس بفرمائید و بسر وقت این بچارہ رسید کہ چہا نڈیان بزبان می
 راند
 عجب صد عجب کہ مقرر و افتتاح کلام خود لوے دعوی تمام علوم از صرف و نحو و منطق
 و حکمت و ہندسہ و نجوم و ریاضی و ادب و لغت و غیرہ برا فراشتہ و تمامی علمائے اعلام
 را کہ در علمے کوس لمن الملکی نواختہ اندر ہمال علم استاد خود از راہ فخر و مباہات تراراد
 با این ہمہ بلند آہنگی از کوی تحقیق لغات مشہورہ نابلد محض افتادہ۔ 'مادہ' را بروزن
 'میسر' و 'موکل' صیغہ مفعول گفتہ۔ واضح باد کہ لفظ 'مادہ' بمعنی اصل ہر چیز و سامان ترکیب
 و ریادت متصلہ بالف ساکن است نہ مفتوح زیرا کہ جمع آن 'مواد' مشد و بروزن مفاعل
 می آید پس باید دانست کہ 'مواد' جمع 'مادہ' بغیر بودن الف ساکن بعدیم صورت نمی بند

زیرا کہ قاعدہ صرف اینست کہ ہر گاہ الف قبل الف جمع مفاعل و مفاعیل نقد و او شود
چنانکہ صورتی جمع ضارب و تواریرہ جمع قارورہ پس ظاہر است کہ اگر مادہ بفتح الف
کہ آن و تحقیقت ہمزہ است بودے جمع آل مٹاؤ بہمزہ قبل الف آئے نہ مواد و مٹوم
نشود کہ دریں صورت اجتماع ساکنین ناجائز لازم می آید زیرا کہ قاعدہ اینست کہ ہر گاہ کن
اول یائے تصغیر مایدہ و ساکن ثانی مدغم در یک کلمہ باشد اجتماع ساکنین جائز باشد چنانکہ
در و اب و خاصہ و خوبصہ واقع است فافہم و تدبر ولا تکن من الجاہلین و عجا
من هذا القائل کہ بہیں مبلغ استعداد بر آسان بلاغت حضرت اسد اللہ خان غالب
زبان اعتراض میکشاید

بر ان صاحب سخن رحم است صاب کہ خلش منحصر در دخل جیاست

شم الحجاب - و ههنا الشرح في تبئين بعض هفواته تفرجيا للقلق
واظهار البعض العيوب بحيث ينشط خاطر الناظرين ويهيم اشواق
السامعين - فاقول - در جواب بیاح داستان سگ خا شنی نقل فرمودہ و نجات
نبی و رسائیہ عاطفت آل قحجہ بازاری و علوم مرتبت آل زرن بحسن عمل طعام دادن سگ خا شنی
مذکور نوک ریز خاتمہ فصاحت بار نمودہ است ما میگوئیم کہ متعرض ہم مصداق ہاں سگ
است کہ خود را این طرف و آن طرف از برائے غلوفہ انداخت و بہر شہر و دیار و کوچہ و
بازار برائے وجہ معاشش رفت و کس پارہ نان بل مشتے استخوان پیشش نگذاشت آخر
ملجائے و ماوائے خود خانہ زہرہ و مشتری زنان بازاری را ساخت و مصارف اوقات و وظیفہ

روزی خود ز رخمتانہ این دو لولیان شوخ شیریں کار نمود و علم استادی و اتالیقی اس زوچیان لطفی پو
معرکہ سیمائی برافراشت نعوذ باللہ من هذا الوقت۔ آئے ہے بیجا باش ہر چیز خواہی کن
و در محاورہ ذوق ریختن انچہ از سیاح و منصف سند میخواید و بقیاس اکتفا نمیکند مخفی نماند کہ
مزار قتل جابجا در کلام خود محاورہ نور آئیدہ و در جواب اعتراض تثبت بقیاس نمود و چنانچہ در
سے شب ریختہ خونہا نگہ یار و حسرت ہم بیرون سخن امیدہ ازاں کو چہ خبر ہم

چوں کہ اعتراض کرد کہ خرامیدان خبر خلاف محاورہ اہل ثبات جواب داد کہ لطف
کجا کام دارد کہ حافظ گفتہ ہے ہم مگر لطف، تپائش ہند گامے چند پس طوریکہ آں جائز خواهد بود
اس ہم جائز خواهد بود۔ ویرا اہل خبرت ظاہر است کہ قیاس در محاورہ پیش نمیرود فلجواب القدیل
فہو جواب السیاح و المنصف۔ و در جواب قبح مصرع ثانی یعنی آنکہ لفظ ہم بجائے خود نیست
ارشاد فرمود کہ گاہے کار از تقدیر ہم می بر آید چنانکہ درین شعر

بجرم عشق تو ام میکشد و غوغائیت تو نیز بر سر بامم کہ خوش تماشائیت

حالانکہ درین شعر حاجت تقدیر نیست زیرا کہ لفظ غوغا و ال بر هجوم و از دو حام خلاق موجود است
فیدہما ہون بعید منقول است کہ کہ اس شعر مزار قتل پیش شخصہ اہل ایران خواندہ
تبع گرفت و بمن گفت کہ تا زلم نیست سرفرو کردم و گفتم کہ نیازم نیست

گفت کہ بچہ ہندی می آید بے آنکہ نام مزار قتل بگوش خوردہ باشد علت آنکہ میگوید تبع
بگرفت حالانکہ می باید گفت تبع سر کردہ الخ چنانکہ در فرہنگ پلہیرے تفرشی موجود است
حالانچہ خطائے دیگر کہ در آئینے کلام از مزار قتل سرزدہ برائے عبرت متعرض زبیر قم می آید۔

قیل سے صدپری قربان نازشِ تانِ کسیتِ ایں : رفت آرام از دم آرام جانِ کسیتِ ایں
برماہرانِ فنِ ظاہر است کہ در جائے رفت، برد می بایست۔

ولہ سے سوخت چوں برقِ نگاہشِ آشیانمِ تمام : زیر لبِ پرسید از من آشیانِ کسیتِ ایں
بدیہی است کہ بعد سوختہ شدن وجود آشیانِ باقی تماندہ پس لفظ آشیانِ کسیتِ ایں بجائے
خود نخواہد بود بلکہ آشیان کہ بودی تو ان گفت۔

ولہ سے متہم کر دوشِ عشقِ خویشِ ہر کس را کہ گشت : نہ ہر دوزخِ او تیر و کمانِ کسیتِ ایں
ربط در مصرعین ہرگز پیدائیت و المعنی فی بطنِ الشاعر۔

ولہ سے ناقہ کشِ مری غلط کردہ است رہِ بخاک : چہند خوابِ قیسِ نگر باربانِ کسیتِ ایں
اندکے استخوانِ بندیِ مصرعہ اولی و فصاحتِ ترکیبِ ناقہ کشِ مری، راجحاً ملاحظہ باید کرد غالب کے
صاحبانِ ذوقِ سلیم ہرگز پسند نہ فرمائید اگر بدیں ترکیبِ میگفت از ثقالتِ ترکیبِ اولِ گونہ
نجاتِ میشدہ رہِ غلط کردہ است رہِ خاکِ تو مری سے ناقہ کش۔

ولہ سے بجای میردِ غمہ صیدِ افکن تو اے سرما ہمہ قربانِ کمر بستن تو جانت
بردنِ غمہ صاحبِ خود را عالی از طے نیست : ایں شعر تمام لفظی است کہ از معنی لوبے نڈار و بقول حضرت
نطلہ العالی سے بگذر از معنی ہیں الفاظِ برہم بستہ میں : بادۂ نبود شیشہ و ساغر مہیا کردہ است
ولہ سے گفتم بزرگ کے کہ بر میں شانہ خود را : بہر چہ تارا ایں ہمہ در خانہ نگیرم
چوں کہینہ آن زلفِ سیہ بادلِ من بیچ : گفنا کہ دگر در کفِ خود شانہ نگیرم
شانہ میں را بزرگ گفتن اگر مسخرگی نیست دیگر چہ باشد۔

پتیل

دیوان باقر کے قطعات میں جن جن صاحبوں کے نام آئے ہیں اون کے بہت مختصر حالات ناظرین کی شناسائی کے لئے قلمبند کئے جاتے ہیں۔

قطعہ ۱۔ حضرت شاہ غلام مظفر صاحب بلخی قدس سرہ حضرت باقر کے برادری میں تھے۔ رائے پور فوتحہ کی خانقاہ کے صاحب سجادہ تھے۔ حضرت باقر کے دوسرے محل سے چھوٹی لڑکی کی شادی حضرت شاہ مظفر صاحب کے چھوٹے فرزند شاہ محمد یعقوب صاحب سے ہوئی تھی۔

قطعہ ۲۔ خواجہ محمد فرید الدین حسین صاحب۔ متخلص بیخن دہلوی۔ ”مقدمہ دیوان باقر“ میں ان کا حال قلمبند ہو چکا ہے۔

قطعہ ۳۔ مولوی فرید الدین صاحب۔ مولوی سید وحید الدین خاں بہادر کے چھوٹے بھائی اور شمس العلماء نواب سید امداد امام بہادر مرحوم کے چچا تھے۔ کونئی مکانات کی تعمیر کے فن میں ایک کتاب مسمی بہ دستور البنا تصنیف کی تھی۔

قطعہ ۴۔ ۵۔ ۶۔ منشی نجم الدین صاحب۔ یہ بھی مولوی سید وحید الدین خاں بہادر کے چھوٹے بھائی اور شمس العلماء نواب سید امداد امام بہادر کے چچا تھے۔ دو کتابیں تصنیف کیں۔

ایک کا نام نجم ثاقب رکھا۔ اوس میں اہل سنت کے عقائد کی تائید اور لامذہبوں کے خیالات اور اقوال کی تردید کی ہے۔ دوسری کتاب میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل مدارج اور تہذیب کو اہل سنت کے عقائد کے مطابق بیان کیا ہے۔

قطعہ ۷۔ حاجی شاہ محمد اقبال علی صاحب بکر بہاری۔ ”مقدمہ دیوان باقر“ میں ان کا حال لکھا جا چکا ہے۔ حال و قال کی حقیقت میں انہوں نے ایک کتاب مسمیٰ بہ ”عمدة للمقال فی الحال و النقال“ تالیف کی اور ۱۹۶۱ء میں مطبع احمدی لکھنؤ میں طبع کرائی تھی۔ قطعہ ۸ و ۹۔ مولوی عبدالرحمن صاحب ناصری گنجی۔ آرہ کے ضلع میں شہسرام سے گیارہ میل جانب شرق و شمال دریاے سون کے کنارے ناصری گنج شرفا کی ایک بستی ہے۔ مولوی عبدالرحمن صاحب نہایت جمید عالم تھے اور بہت دنوں تک شہسرام کے مدرسہ میں مدرس دوم رہے۔ ایک شخص نے وحدت وجود کے مسئلہ پر ایک رسالہ لکھ کر اس کو دلائل عقلیہ سے ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ مولوی عبدالرحمن صاحب نے اس کے جواب میں رسالہ لکھا جس کی تقریظ اور تاریخ میں یہ دو قطعے ہیں۔

قطعہ ۱۰۔ حضرت شاہ ایمن احمد صاحب قدس سرہ خاتقاہ حضرت مخدوم الملک شرف الدین احمد گنجی اینٹری بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب سجادہ تھے اور نہایت بزرگ اور کامل اور عالم باعمل تھے۔ حضرت حسن نوشہ توحید علیہ الرحمہ حضرت مخدوم الملک کے خلیفہ خاص حضرت مظفر شمس بلخی کے بھائی کے پوتے تھے اور اپنے والد ماجد حضرت حسین کے توسط سے حضرت مظفر کے سلسلہ بیعت اور خلافت میں داخل تھے۔

قطعہ ۱۱۔ یہ قطعہ کن صاحب کی فرمائش پر لکھا گیا مجھے معلوم نہ ہو سکا۔

قطعہ ۱۲۔ مولوی محمد شاہ مرحوم حضرت باقر کے بھانجے مولوی سید شاہ محمد اکرم رضا کے فرزند تھے۔

قطعہ ۱۳ اور ۱۵ اور ۱۶۔ میاں عبدالعزیز۔ مولوی سید شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم حضرت باقر کی پہلی اہل خانہ کے بھائی تھے۔ پٹنہ میں وکالت کرتے تھے۔

قطعہ ۱۷۔ محمد تقی۔ مولوی سید شاہ محمد تقی صاحب حضرت باقر کے بھتیجے اور حضرت شاہ حسین علی صاحب قدس سرہ کے فرزند تھے۔

قطعہ ۱۸۔ میاں واحد کریم۔ مولوی واحد کریم قصبہ ڈیانواں ضلع پٹنہ کے رہنے والے تھے۔ زمیندار تھے۔ حضرت باقر کے شاگرد تھے۔ ان کے فرزند اجن کی ولادت کا یہ قطعہ ہے (کانام مولوی محمود عالم تھا۔ چند سال ہوئے کہ یہ بھی رحلت کر گئے۔

قطعہ ۱۹۔ عطا حسین۔ راقم کا نام ہے۔ راقم کے دوسرے فرزند سید فضل الرحمن مرحوم کی ولادت کا یہ قطعہ حضرت باقر نے لکھا تھا۔ اوس کی ولادت ۳۰ ربیع الاول ۱۳۱۳ کو ہوئی اوسی سال اور اوسی مہینے کی ۲۲ کو حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی قدس سرہ کی رحلت ہوئی تھی اور ان کی رحلت کا مادہ تاریخ میں نے ”سید فضل الرحمن“ کہا تھا اس لڑکے کا وہی نام تبر کا رکھا گیا۔ ۸ شعبان ۱۳۳۱ کو چہار شنبہ کو آٹھ نو گھنٹوں کی علالت میں اوس نے پٹنہ میں انتقال کیا۔

قطعہ ۲۰۔ حضرت شاہ غلام حسن بیہوی عرف کالے میاں حضرت تاج کے

برادری میں تھے۔ بڑے اویب اور انشا پر داز اور پرگوشا اور اہل دل بزرگ تھے ایک دیوان اور ایک شہنوی سہمی ”بہ کارستان عشق“ اون کی یادگار ہے۔ خاندانی سلسلہ چشتیہ سراجیہ اشرفیہ میں اون کو بیعت اور خلافت تھی۔ اوس کے علاوہ اون کو سلسلہ ابوالعلالیہ میں بھی حضرت شاہ روشن علی قدس سرہ سے خلافت تھی۔ یہ بزرگ حضرت صوفی محمد دایم کے خلیفہ تھے اور اون کو حضرت مولانا محمد منعم پاک سے خلافت تھی۔ حضرت شاہ غلام حسن کی رحلت ۱۲۵۸ھ میں ہوئی اور رحلت سے چند سال بعد اون کے فرزند مولوی حکیم سید مظہر احمدی صاحب مرحوم کی فرمائش پر حضرت باقر نے یہ قطعہ لکھایا۔

قطعہ ۲۱۔ مولوی گوہر علی صاحب۔ قصبہ ڈیانوان ضلع مٹینہ کے رہنے والے تھے بہت بڑے زمیندار تھے اور نہایت سخی اور فیاض بزرگ تھے۔

قطعہ ۲۲۔ مولوی سید محمد مہدی حسن صاحب۔ حضرت باقر کے استاد تھے ”مقدمہ دیوان باقر“ میں ان کا حال لکھا گیا ہے۔

قطعہ ۲۳۔ داوڑ حسین۔ مولوی سید داوڑ حسین صاحب موضع شاہو بیگہ ضلع گیا کے رہنے والے تھے اور حضرت باقر کے رشتہ داروں میں تھے۔

قطعہ ۲۴۔ شاہ ارشد علی صاحب مٹیوہی مولانا سید محمد مہدی حسن قدس سرہ کے سالے تھے۔

قطعہ ۲۵۔ محمود بختیار۔ حضرت باقر کے نواسے اور اون کی بڑی صاحبزادی کے فرزند تھے چودہ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ گمان یہ ہے کہ دو ایسے کسی طرح زہر لگ گیا جس سے اون کی ہلاکت ہوئی۔

قطعہ ۲۶ -

قطعہ ۲۷ - شاہ محمد اکرم صاحب - حضرت باقر کی بڑی بہن کے فرزند تھے۔ متعدد دیوان باقر میں اون کا ذکر آچکا ہے۔

قطعہ ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - جناب ملا سرت قدس سرہ ان کا نام محمد عمر تھا۔ ولایتی اور ہندوستان کے شمالی مغربی سرحدی ممالک کے رہنے والے تھے۔ پیر کی تلاش میں پوربے اور حضرت شاہ قیام اصدق قدس سرہ سے مرید ہوئے۔ پیر نے ملا سرت کا خطاب دیا اور خلافت دی۔ اون کی رحلت کے بعد گیارہ ایک مسجدیں اکر مقیم ہوئے اور بقیہ عمر وہیں گزارا۔ اون کا فرار اسی مسجد کے احاطہ میں ہے۔

قطعہ ۳۱ - ۳۲ - حضرت مولانا افضل رحمن صاحب قدس سرہ نہایت کامل نکل اور شہور بزرگ تھے۔ حضرت شاہ آفاق دہلوی علیہ الرحمہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ قضبت گنج مراد آباد میں اون کا قیام تھا وہیں اون کی رحلت ہوئی اور وہیں اون کا فرار ہے۔

قطعہ ۳۳ - ۳۴ - ۳۵ - ان قطععات میں جن جن کا نام ہے اون کا ذکر "معدنہ دیوان باقر" میں صراحت سے ہو چکا ہے۔



غلط نامہ دیوان باقر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۳	مراہم	مواہم	۱۱	۱۲	موشان	موشان
۴	۵	فیض	فیض	۱۳	۷	بروائے	بروائے
۴	۱۶	توبت	توبت	۱۴	۱۶	زہراب	زہراب
۵	۲	ہنربر	ہنربر	۱۵	۱۶	شدے وے	شدے وے
۵	۳	برحم	برحم	۱۶	۱	فراسائی	فراسائی
۵	۱۷	راہ	راہ	۱۷	۱۰	بیدار	بیدار
۶	۳	مقتبش	مقتبش	۱۸	۱۵	خین	خین
۷	۱	سدرہ	سدرہ	۲۰	۱۲	فراق	فراق
۷	۳	گزشتہ	گذشتہ	۲۰	۱۴	برودوش	برودوش
۸	۱۲	بفرق غلاماں	بفرق جلد غلاماں	۲۱	۷	ہمنفسے	ہمنفسے
۹	۵	ہنان	دہنان	۲۱	۱۱	بکلام	بکلام
۹	۱۲	فاریغ و خوف	فاریغ و خوف	۲۲	۶	شمع	شمع
۱۰	۹	بیرنگونہ	بیرنگونہ	۲۴	۱۲	داغ ما	داغ ما
۱۰	۱۲	بیچ	بیچ	۲۶	۱	توال	توال
۱۰	۱۵	خیرم	خیرم	۲۶	۹	چشم	چشم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۶	۱۰	نیریزل بجائے	۲۶	۲۰	۱۷	لب تشنہ	لب تشنہ
۲۷	۱۳	گر دوش	گر دوشے	۲۱	۷	آمار شبہا	سار سبہ
۲۷	۱۳	مے تاب	مے تاب	۲۲	۸	فدائی	فدائے
۲۸	۱۲	فردوس	فردوس	۲۵	۱۱	شہتی	شہنشی
۳۰	۸	تذخوئے	تذخوئی	۲۶	۲	جال ترا	جال روت ترا
۳۰	۱۵	شعند	شعند	۲۶	۱۱	اصدق	اصدقی
۳۰	۱۶	انداد	اندازد	۵۰	۶	عبث	عبث عبث
۳۱	۵	جلوہ پرواز	جلوہ پرواز	۵۱	۱	غغبش	غغبش
۳۳	۸	کش و	کشادہ	۵۲	۹	آئینہ	آئینہ
۳۳	۱۲	تفاتی	تفاوتے	۵۲	۱۱	خولش	خولش
۳۳	۱۳	بگفتہ نوک	بگفتہ نوک	۵۵	۸	جمعیم	جمعیم
۳۵	۱۲	دستم کشی	دستم کشی گہ	۵۶	۱۶	دام	دام
۳۶	۱۶	برگشتہ	سگرشتہ	۶۱	۲	چستی	چستی
۳۷	۱۱	چوپے قدم	چومیروم	۶۳	۱۱	رعد	راد
۳۷	۱۳	ہم زبان	ہم زبان	۶۳	۱۲	رعناک	رعناک
۳۹	۲	چسپیدہ	چسپندہ	۶۴	۲	برعاشیہ	۲۲
۳۹	۸	درباب	درباب	۶۴	۲	برعاشیہ	۳۳
۴۰	۵	انگنہ	انگنہ	۶۴	۱۱	نجاست	نجاست

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۵	۱۷	مشکین	سکین	۸۲	۴	فدائی	فدائے صحیح
۶۶	۱۳	جابزم	جابزیم	۸۳	۹	یارمنِ بائخ	یارمنِ بائخ
۶۷	۱	آبِ جاری	آبِ سیاری	۸۶	۹	کردم	کردہ ام
۷۰	۲	باگاہت	باگاہت	۹۱	۱۰	مشکین	سکین
۷۰	۱۲	عَسَس	عسس	۹۳	۱۴	گلزار	گلزار
۷۱	۳	بزم	بزم	۹۶	۶	سحر	سحر
۷۱	۷	شیم	شیم	۹۶	۷	چکیدہ	چکیدہ
۷۲	۴	مامفا	مامضی	۹۶	۹	قرارت	قرارش
۷۳	۵	بجوئے	بجوئے	۹۶	۱۰	صافی	صاف
۷۵	۴	غیبِ عیب	غیبِ غیب	۹۶	۱۳	ہیچکارہ	ہیچکارہ
۷۷	۵	رمیدنیست	رمیدنیست	۹۸	۸	سوس	سوس
۷۷	۹	درِ دغم	درِ دغم	۹۸	۱۵	بکشاید	بکشاید
۷۷	۱۳	ہنوز از درمن	ہنوز از درمن	۱۰۶	۱۰	گلِ خمابی	گلِ رعمائے
۷۹	۲	بطایع	بطایع	۱۰۱	۱۲	اوبرویش	اوبرویش
۷۹	۲	سنگ	سنگ	۱۰۲	۱	دم	رم
۷۹	۳	قطرے	قطری	۱۰۳	۸	شیدائے	شیدائی
۸۰	۱۷	مار از لطف	مار از لطف	۱۰۴	۹	گلخن	گلخن
۸۱	۲	افغان	افغان	۱۰۴	۱۰	نسرین	نسرین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۵	۱۱	بنشینند	بنشینند	۱۲۶			غزل نمبر ۱۹ کے اشعار غزل نمبر ۵۸ صفحہ ۱۲۳
۱۰۷	۱۱	جوئے	جوئی				میں شریک ہیں۔ یہ اشعار غلطی سے مکرر
۱۰۷	۱۲	بیتے	بیتے				لکھے گئے۔
۱۱۳	۱۰	خود	خود	۱۲۹	۱۲	کینان	سکینان
۱۱۶	۸	آید	آید	۱۵۳	-	مست	مست
۱۱۹	۷	کین	کاین	۱۵۵	۹	قلم	قلم
۱۱۹	۱۰	پائش	پایت	۱۵۵	۱۵	بیہرے	بیہری
۱۱۹	۱۶	پسینہ	پسینہ	۱۵۶			غزل نمبر ۱۱۰ غلطی سے مکرر طبع ہو گئی صفحہ ۱۱۳
۱۲۲	۲	کثرت	کثرت				(غزل نمبر ۲۱) پر طبع ہو چکی ہے۔
۱۲۴	۹	غیظ	غیظ	۱۵۷			غزل نمبر ۱۱۱ یعنی غلطی سے مکرر طبع ہو گئی
۱۲۴	۱۰	چغم کہ	چغم بود کہ				صفحہ ۱۰۵ (غزل ۲۹) پر طبع ہو چکی ہے
۱۲۶	۱۲	مگر	مگو	۱۵۸	۳	زخیل	زخیل
۱۲۷	۱۰	رسد	رسند	۱۵۹	۱۷	آن	باقرچیت دان
۱۲۹	۲	بالم	بایم	۱۶۰	۲	دوری	طاقت دوری
۱۳۲	۲	بیرقہ	بیرقہ	۱۶۰	۹	کہ اولایق	کنون لایق
۱۳۲	۱۲	یک	تو یک	۱۶۰	۱۰	میگذرد	گذرد
۱۳۹	۲	بروئے	بروئے	۱۶۱	۲	ترا	تو
۱۴۵	۱۶	باقیت	باقیت	۱۶۱	۳	سروپائے	سروپائے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۱	۷	جامعہ	جامعہ	۱۸۸	۱۱	بوسہ	بوسہ
۱۴۳	۲	عمت	غمت	۱۹۰	۱۲	قرمکے	قرمائی
۱۴۷	۱۴	گلشن	گلکش	۱۹۰	۱۳	وخورا	وخورا
۱۴۸	۲	بسوزد	سوزد	۱۹۱	۲	وابتہ	در بستہ
۱۷۱	۱۱	شمع سان از سر	شمع سان سر	۱۹۱	۴	ازردلی	ازرد دل
۱۷۲	۹	زہراب	زہراب	۱۹۳	۵	تہ بخشد	تہ بخشد
۱۷۲	۱۱	قدوش	قدوش	۱۹۷	۶	وصول	وصول
۱۷۴	۵	گرخچسیدہ	نخچسیدہ	۱۹۷	۹	عقدہ	عقدہ
۱۷۴	۶	بگفتی	بگفتم	۱۹۷	۱۷	توفیر	توفیر
۱۷۶	۲	فروع	فروع	۱۹۸	۱۲	بگوئے	بگوئی
۱۷۶	۹	پردہ داری	پردہ دری	۲۰۰	۳	انتم	انتم
۱۷۷	۴	کپنہ	کپنہ	۲۰۱	۵	وبیم	وبیم
۱۷۸	۴	بیاد	بیاد	۲۰۱	۹	زندہ	زندہ
۱۸۱	۶	میایدت	بابیت	۲۰۲	۱۴	غخہ	غخہ
۱۸۲	۱۰	ابتلائے	اقتلائے	۲۰۲	۴	چین	چین
۱۹۴	۱۰	نہ بود	نت	۲۰۵	۱۴	لشکر	لشکر
۱۸۷	۹	جلوہ کن	جلوہ دہ	۲۰۶	۱۳	ہمچو	ہمچون
۱۸۸	۲	حبیب	حبیب	۲۰۹	۹	منت	منت وور

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱۴	۴	خیرت	خیرت	۲۳۴	۴	کج ادائے تو	کج ادائی تو
۲۱۴	۱۳	جو	جو	۲۳۴	۶	نولے تو	نوائی تو
۲۱۴	۱۴	جبہ	جبہ	۲۳۵	۱۴	شہیدہ شدم	شہید و شدم
۲۱۵	۱۵	جبہ	جبہ	۲۳۷	۱	سازم	سازد
۲۱۸	۲۵	حاشیہ	۵۰	۲۳۷	۶	جادوئے	جادوئی
۲۱۹	۶	مبدوفیض	مبدوفیض	۲۴۱	۳	بتیے	بتے
۲۲۵	۱	زدوچشم	زدوچشم	۲۴۱	۱۷	کردم	کردہ ام
۲۲۵	۶	بیرون درآ	بیرون درآ	۲۴۲	۲	بندگی گلن از اویم	بندگی گلن از اویم
۲۲۵	۱۱	جیب	جیب	۲۴۲	۲	چرا	مرا
۲۲۶	۱۲	پیش	پیش	۲۴۲	۵	برخ	برخ
۲۲۹	۶	ای فدائے	ای من فدائے	۲۴۲	۷	کشیدہ	کشیدہ
۲۳۰	۱۲	بدیوار	بدیوار	۲۴۴	۱۲	دردل	دردول
۲۳۲	۱۶	کاروان	کاروان	۲۴۵	۱	زجلوہ	از جلوہ
۲۳۳	۱۲	قبائے تو	قبائی تو	۲۴۵	۳	نہان	نہان
۲۳۳	۱۲	ادلے تو	ادائی تو	۲۴۵	۱۴	چکیدہ گلک تو	چکیدہ گلک تو
۲۳۴	۱	جدائے تو	جدائی تو	۲۴۷	۲	آسودہ	آودہ
۲۳۴	۲	خونگائے تو	خونگائی تو	۲۴۸	۱	نازت سجات	نازت سجات
۲۳۴	۳	نارسائے تو	نارسائی تو	۲۴۸	۵	گیرم	گیرم

صفحہ	سطر	فعل	صحیح	صفحہ	سطر	فعل	صحیح
۲۲۸	۶	جان بکنارم	جان بیا بکنارم	۲۷۲	۷	کرم و عطا	کرم و عطا
۲۲۸	۱۵	رسیدہ	پریدہ	۲۸۰	۸	وہ چہ نسخہ	وہ چہ این نسخہ
۲۵۱	۲	دین پے	دین دریپے	۲۸۱	۸	گونان گوں	گونان گوں
۲۵۲	۱۲	بین مست	بین اے مست	۲۸۵	۱۰	علی نور	علی نور
۲۵۴	۱۵	آبرو	ابرو	۲۸۷	۹	سبت خان	سبت خان
۲۵۷	۱	گھر	گر	۲۸۹	۸	۱۳ قطعہ	۱۲ قطعہ
۲۵۷	۷	تھہ	تھہ	۲۹۰	۵	آدہ	آدہ
۲۹۱	۳	نباشتم	نباشند	۲۹۱	۲	محمدتی	محمدتی
۲۹۱	۷	اگین شدہ	اگین تو	۲۹۳	۷	شکر	صدشکر
۲۹۱	۸	دوق	دوق	۲۹۳	۸	طفے	طفلم
۲۹۱	۹	شدن	شدی	۲۹۶	۹	۳۱۹	۱۳۱۹
۲۹۵	۱۰	موے	مو	۲۹۹	۱۲	آقیا	آقا
۲۹۶	۱۰	گرم	گرمی	۳۰۰	۵	کہ تبارخ ۲۳	کہ تبارخ ۲۲
۲۹۶	۱۲	نزہت	شہرت	۳۰۲	۶	برپا	آرا
۲۹۸	۹	آخر تو	آخر تو	۳۰۲	۱۱	جواب	کتاب
۲۹۸	۱۲	کو	تو	۳۰۳	۸	بچین	ابن چین
۲۷۱	۱۲	ہیں فشانم	ہیں فشانم	۳۰۵	۷	تحقیقہ	تخفیقہ
۲۷۳	۱	یا	با	۳۰۵	۱۱	سرا	سرا

صحیح	غلط	سطر	صفحه
لفظ 'کار'	لفظ 'کاء'	۹	۳۱۱
مستلزم	مستلزم	۹	۳۱۹
تبص	تبص	۹	۳۲۱
وزیادت	وزیادت	۱۴	۳۲۱
تم	تم	۱۰	۳۲۲
از اهل	از اهل	۱۳	۳۲۳

صحیح	غلط	سطر	صفحه
باخبار	باخبار	۱۶	۳۰۵
ار	از	۵	۳۰۶
قرق	قرق	۲	۳۰۷
جواهرها	جواهر	۷	۳۰۸
پارس	پارسی	سطر اول	۳۰۹
جو	جو	۷	۳۱۰
بیکارم	بیکار	۹	۳۱۰

شمس الاسلام پریس حدیڈ آباد دکن
مطبعہ

